یوسف زلیخا

(۱۵۸۰ء — ۱۵۸۵ء)

دبستانِ گولکنڈہ کی پہلی مثنوی

ڈاکٹر سیّدہ جعفر

اشاعت : جولائی ۱۹۸۳ء

کتابت : محمد غالب   ابتدائی صفحات : محمود سلیم

طباعت : نیشنل فائن پرنٹنگ پریس چارکمان حیدرآباد

سرورق : محمد رفیع الدین صدیقی۔ سعادت علی

قیمت : ۸۰ روپے

اعانت : ○ ایچ۔ ای۔ ایچ دی نظامس اُردو ٹرسٹ حیدرآباد
○ اردو اکیڈمی آندھرا پردیش

ملنے کا پتہ :

بمکان مصنفہ نمبر 1/24-1-9 لنگر حوض ،

حیدرآباد 500008 اے پی

مُصنّفہ کی دُوسری کتابیں:

۱۔ ماسٹر رام چندر اور
اردو نثر کے ارتقاء میں اُن کا حصّہ (تحقیق)
۲۔ من سمجھاون ———— (تحقیق و ترتیب)
۳۔ فن کی جانچ ———— (تنقید)
۴۔ دکنی رباعیاں ———— (تحقیق)
۵۔ تنقید اور اندازِ نظر ———— (تنقید)
۶۔ سُکھ انجن ———— (تحقیق و ترتیب)
۷۔ اردو مضمون کا ارتقاء ———— (تنقید)
۸۔ من سمجھاون (ہندی) ———— (ترتیب)
۹۔ یادگار مہدی ———— (ترتیب)
۱۰۔ دکنی نثر کا انتخاب ———— (تحقیق و ترتیب)
۱۱۔ کلیات محمد قلی قطب شاہ ———— (تحقیق و ترتیب)
۱۲۔ چندر بدن و مہیار (ہندی)
(زیرِ طبع — ہندی اکیڈمی آندھرا پردیش)
۱۳۔ ڈاکٹر زورؔ — شخصیت اور ادبی کارنامے
(زیرِ طبع — ساہتیہ اکیڈمی۔ نئی دہلی)

احمد مہدیؒ

کے

نام

پیش لفظ

دکن کے مایہ ناز شاعر اور استادِ سخن شیخ احمد شریف گجراتی کی مثنوی "یوسف زلیخا" دبستانِ گولکنڈہ کی پہلی عشقیہ مثنوی ہے۔ قصہ یوسف زلیخا جسے " احسن القصص " سے تعبیر کیا گیا ہے، مختلف زبانوں کے ادب میں بار بار نظم ہوتا رہا ہے۔ عالمی ادب میں اس قصہ کی پذیرائی اس کی مقبولیت کا ثبوت ہے۔ جرمن زبان میں روزن وے (Rozenweigh) اور انگریزی میں اے راجر (A. Roger) اور آر، ٹی، ایچ گرانفٹ (R.T.H. Griffith) نے اس قصہ کو پیش کر کے خراجِ تحسین حاصل کیا۔ ان کے علاوہ جی ٹیچ فان (Heldengedichtlon) نے ۱۸۸۹ء میں ویانا سے اور فلک پرلس (Falk Perles) نے ۱۹۰۱ء میں برلن سے اس قصے کے چربے شائع کیے تھے۔ فارسی میں ابو المؤید بلخی، بختاری، فردوسی اور جامی نے قصہ یوسف زلیخا کو موضوعِ سخن بنایا تھا۔ مختصر یہ کہ یہ قصہ ہر دور میں ادبی شخصیتوں کو اپنی طرف متوجہ کرتا رہا ہے۔ جب ہم اردو کے کلاسیکی شاعری کے سرمائے پر نظر ڈالتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ اکثر و بیشتر شاعروں نے قصۂ یوسف زلیخا سے تلمیحات اخذ کر کے ابلاغ و ترسیل کو بامعنی و بلیغ بنانے کی کوشش کی ہے۔ ماہِ کنعاں، پیرِ کنعاں، بوئے پیرہن، بازارِ مصر، چاہِ کنعاں، پیراہنِ یوسف اور اسی قبیل کی دوسری تلمیحات سے اردو شاعری میں اظہار کے پیکروں کو خیال آفرینی اور اثر انگیزی عطا کی گئی ہے۔ مثلاً

غیرتِ یوسف ہے یہ وقتِ عزیز
میر اس کو رائگاں کھوتا ہے کیا (میرؔ)

قیدی ہوں میں تیرا بخدا دندیٔ خدا
اور اس عزیزِ مصر کے زندان کی قسم (انشاؔ)

ہنوز اک پرتوِ نقشِ خیالِ یار باقی ہے — دلِ افسردہ گویا حجرہ ہے یوسف کے زنداں کا (غالب)

سب رقیبوں سے ہوں ناخوش پر زنانِ مصر سے — ہے زلیخا خوش کہ محوِ ماہِ کنعاں ہو گئیں (غالب)

قید میں یعقوب نے لی گو نہ یوسف کی خبر — لیکن آنکھیں روزنِ دیوارِ زنداں ہو گئیں (غالب)

نسیمِ مصر کو کیا پیرِ کنعاں کی ہوا خواہی — اُسے یوسف کی بوئے پیرہن کی آزمائش ہے (غالب)

قیدِ یوسف کو زلیخا نے کیا کچھ نہ کیا — دلِ یوسف کے لیے شرط تھا زنداں ہونا (حالی)

بوئے یوسف کے سوا مصر سے کیا لائی صبا — اور یعقوب کے قابل کوئی سوغات نہ تھی (رند)

قالبِ بے روح کی کیا خاک ہو عالم میں قدر — کوچ یوسف نے کیا خالی یہ زنداں ہو گیا (امیر)

دکنی شاعروں نے بھی "احسن القصص" سے دلچسپی لی اور اپنی مثنویوں کو اس سے زینت بخشی ہے۔ ہاشمی (۱۰۹۹ھ)، امین (۱۱۰۹ھ)، معتبر خاں عمر (مابعد ۱۲۰۰ھ) اور فگار (۱۲۱۲ھ) وغیرہ نے اس شہرۂ آفاق داستان کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا تھا۔ لیکن ان سب پر شیخ احمد شریف گجراتی کو اولیت اور تقدم حاصل ہے جنہوں نے دکنی میں پہلی بار اس قصے کو اپنی مثنوی میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ احمد گجراتی دکنی کا ایک ایسا عظیم المرتبت شاعر تھا جس کے کمالِ فن کا ابن نشاطی جیسے بلند پایہ سخن سنج نے اعتراف کیا ہے۔ قصے کی پیش کشی کے انداز، قدرتِ بیان اور شاعرانہ محاسن کے اعتبار سے احمد گجراتی کی مثنوی "یوسف زلیخا" ایک منفرد حیثیت کی حامل ہے۔ لسانی نقطۂ نظر سے بھی اس کی اہمیت مسلمہ ہے۔ تا حال اس مثنوی کا صرف ایک ہی نسخہ دریافت ہوا ہے جو مولوی عبدالحق کے ذاتی کتب خانے کا مخزونہ ہے۔ اس مخطوطے کی زیراکس کاپی میں نے اپنی بہن ذکیہ رضا حسین کے توسط سے حاصل کی ہے جس کے لیے میں ان کی ممنون ہوں۔

سیدہ جعفر
ریڈر شعبۂ اردو۔ جامعہ عثمانیہ

لنگر حوض۔ حیدرآباد
اے۔ پی

فہرست

★

حالات زندگی

جب ۱۵۲۶ء[1] میں بہمنی سلطنت کا چراغ گل ہوا تو دکن میں قطب شاہی، عادل شاہی، نظام شاہی، بریدشاہی اور عماد شاہی سلطنتوں کی شمعیں فروزاں ہو گئیں تاہم اردو تحقیق کو ماضی کے سرمائے سے جو گوہر آبدار دستیاب ہوئے ہیں ان میں احمد گجراتی کی مثنوی یوسف زلیخا کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ جنوبی ہند کی اِن پانچوں ریاستوں کی پہلی عشقیہ مثنوی ہے۔ دکن میں اس سے قبل ۸۲۵ھ/۱۴۲۱ء تا ۸۳۹ھ/۱۴۳۵ء[2] میں بہمنی دور کے نظامی نے "کدم راؤ پدم راؤ" کے نام سے اپنی مثنوی پیش کی تھی۔ اشرف کی "نوسرہار" (۹۰۹ھ/۱۵۰۳ء)[3] خزینہ شاعری کا پیکر ہے اور فیروز بیدری کا "پرت نامہ" (قبل ۱۵۶۴ء) مذہبی رنگ میں ڈوبا ہوا ہے دوسرا یہ کہ بقول پروفیسر[4] مسعود حسین خان "یہ کوئی ایسا بڑا ادبی نقش نہیں جو استاد فیروز کی شہرت کے شایانِ شان ہو۔ یہ دراصل ایک مرید کا نذرانہ عقیدت ہے۔"[5] عبدل کا ابراہیم نامہ" (۱۰۲۰ھ/۱۶۱۱ء، ۱۰۲۱ھ/۱۶۱۲ء)[6] بھی بیجاپوری ادب کا پہلا کامیاب نقش سمجھا جاتا ہے۔ مثنوی "یوسف زلیخا" کے بہت بعد لکھا گیا ہے۔ وجہی کی "قطب مشتری" (۱۰۱۸ھ/۱۶۰۹ء، ۱۶۱۰ء) جو ابھی تک گولکنڈے کی پہلی مثنوی سمجھی جاتی تھی "یوسف زلیخا" کے بعد کی تصنیف قرار پاتی ہے۔ مثنوی کی داخلی شہادتوں کی بنا پر "یوسف زلیخا" کا سنہ تصنیف ۹۸۸ھ/۱۵۸۰ء تا ۹۹۳ھ/۱۵۸۵ء قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس طرح احمد گجراتی کی اس مثنوی کو وجہی کی "قطب مشتری" پر ربع صدی سے زیادہ عرصے کا تقدم حاصل ہے۔

نام: مثنوی "یوسف زلیخا" اور "لیلیٰ مجنوں" کے شاعر کا پورا نام شیخ احمد شریف تھا۔ دکن میں اس نام یا تخلص کے متعدد شاعر گذرے ہیں لیکن بقول افسر امروہوی:-

---

[1] عبدالمجید صدیقی۔ مقدمہ تاریخ دکن صفحہ ۵۴۔ [2] جمیل جالبی۔ مثنوی کدم راؤ پدم راؤ صفحہ ۲۔
[3] نذیر احمد۔ علی گڑھ تاریخ ادب اردو۔ چوتھا باب (الف)۔ صفحہ ۲۰۰ [4] مسعود حسین خاں:-
پرت نامہ۔ از قطب الدین قادری بیدری۔ قدیم اردو جلد اول ۱۹۶۵ء صفحہ ۲۲۸۔
[5] مسعود حسین خاں۔ ابراہیم نامہ۔ از عبدل دہلوی۔ صفحہ ۶

"ان میں سب سے قدیم شیخ احمد گجراتی ہیں جو دکن چلے گئے تھے ان کی دو
مثنویاں یوسف زلیخا اور لیلیٰ مجنوں ہیں۔"[1]

گجرات میں اس نام کے دو مشہور شاعر گذرے ہیں۔ شیخ احمد گجراتی اور شاہ احمد جن کے نام کے ساتھ گجراتی تحریر کیا گیا ہے۔ موخرالذکر کے بارے میں "مخزن نکات" میں قائم چاند پوری لکھتے ہیں کہ وہ "علم سنسکرت و بھاکا" میں ید طولیٰ رکھتے تھے "سرآمد روزگار" تھے اور ان کا "کلام" "دلنشین" تھا۔ قائم چاندپوری کا بیان ہے کہ وہ "ہندی گیت اور دوہے" کے انداز میں شعر کہتے تھے اور "شاہ ولی اللہ ولیؔ" کے ہمعصر تھے۔ کبھی کبھی "ریختہ" میں "فکر سخن" کرتے تھے۔[2] میر حسن نے احمد گجراتی کا ذکر کرتے ہوئے انھیں سنسکرت اور بھاکا کا شاعر تحریر کیا ہے اور اُن کو شاہ ولی اللہ کا معاصر بتاتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"احمد گجراتی دیگر دو زبان سنسکرت و بھاکا کہ تصانیف بسیار دارد چوں
معاصر شاہ ولی اللہ بود .... ریختہ نیز گفتہ"[3]

میر حسن نے ان کے نمونۂ کلام کے طور پر ان کی ایک غزل کے تین شعر نقل کیے ہیں جس کا مقطع یہ ہے ؎

احمد بیتا میں کیا کر دں اب راہِ عشق میں
سر پر تو سانجھ پڑ گئی اور پاؤں تھک گئے

---

[1] افسر صدیقی امروہوی بیاض مراثی۔ صفحہ ۱۔

[2] شیخ محمد قیام الدین قائم۔ تذکرہ مخزن نکات مرتبہ عبدالحق صہ ۲

[3] میر حسن۔ تذکرۂ شعرائے اردو۔ صفحہ ۱۴

"تذکرۂ گلزار ابراہیم" میں ابراہیم خاں خلیل نے اسی بیان کو الفاظ کی تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ دہرا دیا ہے اور وہ انھیں "معاصر ولی دکنی" لکھتے ہیں ۔[1]

"یادگار شعراء" میں طفیل احمد نے آحدؔ کا ذکر کیا ہے۔ اور "گلزار ابراہیم" کا حوالہ دیتے ہوئے انھیں ولی دکنی کا معاصر بتلاتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ میرؔ نے ان کا تخلص احدی بتایا ہے جو درست نہیں ہے ۔[2]

"نکات الشعراء" میں میر تقی میرؔ نے اس شاعر کے حالات زندگی پر روشنی نہیں ڈالی ہے۔ صرف نمونۂ کلام پر اکتفا کیا ہے اور ان کے یہ اشعار نقل کیے ہیں ع

ہوئے دیدار کے طالب خودی سے خود گذر نکلے بتائی راہ دانش میں خرد شاں بے خبر نکلے
نشانِ بے نشاں ہم ملکِ یکرنگی میں پاتے ہیں نہ چھوڑی دوئی کی ہم نے جیب سے ست نگر نکلے
پھرے دونوں کے چھلکاں صبوری سات بے توشہ کمر ہمت سے باندھے ہویت کی باٹ پر نکلے[3]

"تذکرۂ اولیائے دکن" کے مصنف عبدالجبار ملکاپوری شاہ احمد گجراتی کا لقب میراں جی بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ گجرات سے بیجاپور منتقل ہوئے تھے۔ اور "طریقہ شطاریہ" کے "پیرو" تھے۔ تذکرہ نگار لکھتا ہے :

"آپ کا اصل وطن گجرات ہے۔ آپ گجرات سے بیجاپور میں آئے۔ حضرت شاہ کی خدمت میں پہنچے بیعت و اجازت سے مشرف ہوئے۔ طریقہ شطاریہ

۱۔ علی ابراہیم خاں خلیل ۔ تذکرہ گلزار ابراہیم ۔ مرتبہ محی الدین قادری زور صفحہ ۲۵۔

۲۔ طفیل احمد ۔ یادگار شعراء صفحہ ۲۔

۳۔ میر تقی میرؔ ۔ نکات الشعراء ۔ صفحہ ۱۰۳

کے پیرو تھے اور شب و روز ذکر و اشغال میں مصروف رہتے تھے۔"[۱]

عبدالجبار ملکاپوری نے "شاہ احمد میراں جی" کو عالمگیر کا ہمعصر بتایا ہے۔ اور تحریر کرتے ہیں کہ جب عالمگیر وارد بیجاپور ہوا تو آپ سے شرف ملاقات حاصل کرنے ابراہیم عادل شاہ کے مقبرے میں آیا تھا۔ "خمخانۂ جاوید" میں لالہ سری رام نے احمد کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کا نام تحقیق نہیں ہوا ہے۔ ممکن ہے ان کا نام احمد ہی ہو۔ وہ انھیں گجرات کا باشندہ بتاتے ہیں اور گلزار ابراہیم کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ احمد، "ذلی دکنی" کے "ہم عصر اور ہم وطن" تھے۔ سری رام نے الف خیلی کے تذکرے سے ان کا ایک "ہندی شعر" اور "تذکرہ شوق" سے فارسی کے دو شعر نقل کیے ہیں۔ "ہندی شعر" وہی ہے جسے میر تقی میر نے "نکات الشعراء" میں درج کیا ہے۔[۲] "تذکرہ اولیائے دکن" میں عبدالجبار ملکاپوری نے احمد گجراتی کا سنہ وصال ۱۰۲۲ھ بتایا ہے۔[۳] جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ "مثنوی" یوسف زلیخا کے شاعر نہیں تھے۔ اسی نام کے ایک اور بزرگ مولانا شیخ احمد گجراتی ہیں جو میاں مخدوم کے نام سے مشہور تھے۔ آپ کے نام کے ساتھ "شیخ" کا سابقہ موجود ہے اور آپ متوطن گجرات بھی تھے۔ لیکن آپ کا تعلق دور متاخر سے ہے۔ شیخ احمد گجراتی شیخ برہان بن ابراہیم بن غوری کے فرزند تھے۔ ان کے اجداد کا سلسلہ شہاب الدین غوری تک پہنچتا ہے۔ شیخ احمد گجراتی کے جد اعلیٰ ناگور کے حکمراں مقرر ہوئے تھے اور یہیں سکونت اختیار کی تھی۔ لیکن ان کے والد شیخ برہان شمالی ہند سے گجرات چلے آئے تھے اور یہیں قیام پذیر ہو گئے تھے۔ شیخ برہان، شیخ احمد کھٹو کے مرید تھے۔ چونکہ مرشد کی

۱۔ عبدالجبار ملکاپوری۔ تذکرہ اولیائے دکن۔ حصہ اول صفحہ ۵۷۔

۲۔ لالہ سری رام۔ خمخانۂ جاوید۔ حصہ اول صفحہ ۱۸۵

۳۔ عبدالجبار ملکاپوری۔ تذکرہ اولیائے دکن۔ حصہ اول صفحہ ۵۸۔

دعا سے انھیں ۸۱۷ھ میں فرزند تولد ہوا تھا۔ اس لیے اس بچّے کا نام مرشد کے نام کی مناسبت سے احمد تجویز کیا گیا تھا۔ شیخ احمد کھٹو نے پیشین گوئی کی تھی کہ خدا اس لڑکے کو "عزت و بزرگی اور شہرت" سے سرفراز کرے گا۔ پیر طریقت کی پیشین گوئی صحیح ثابت ہوئی اور شیخ احمد اوائل عمر ہی سے درویشی کی طرف راغب ہو گئے۔ بارہ سال میں قرآن ختم کر کے شاہ عالم کی مریدی اختیار کی علوم متداولہ کی تحصیل کے لیے مولانا صدر جہاں کے آگے زانوئے ادب تہہ کیا اور اس سے فارغ ہو کر گجرات میں ملازمت اختیار کی۔ کچھ عرصہ بعد ملازمت ترک کر کے حضرت شاہ عالم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے آپ کو اپنا دیوان و پیشکار بنا کر خانقاہ، لنگر اور جاگیرات کا انتظام آپ کے سپرد کیا۔ بالآخر شیخ احمد گجراتی پیشکاری کے کام سے بھی کنارہ کش ہو گئے اور گوشہ نشینی اختیار کی۔ اپنے پیر و مرشد کی وفات کے دو سال بعد یعنی ۸۸۲ھ میں رحلت کی اور تاج پورہ واقع احمد آباد گجرات میں مدفون ہوئے[1]۔

جنوبی ہند کے مشائخین کے نسب نامے میں عبدالوہاب شطاری قادری نے ایک اور احمد گجراتی کے نسب نامے پر روشنی ڈالی ہے۔ آپ "ہادی گجرات" کے لقب سے مشہور تھے اور سید شہاب الدین شطاری ابن سید علاء الدین شطاری کے فرزند تھے۔ آپ کے نام سے پہلے لفظ "سید" موجود ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ مثنوی "یوسف زلیخا" کے شاعر نہیں تھے۔ سید شاہ احمد شطاری قادری گجراتی کا مزار بیرون ظفر دروازہ اورنگ آباد میں واقع ہے۔ اور ہر سال تیرہ، چودہ اور پندرہ صفر کو بڑی دھوم دھام سے آپ کا عرس منایا جاتا ہے[2]۔

---

[1] عبدالجبار ملکاپوری تذکرۂ اولیائے دکن۔ حصہ اول۔ صفحہ ۸۲

[2] حاجی سید عبدالوہاب شطاری قادری۔ جنوبی ہند کے مشائخین کے نسب نامے۔ صفحہ ۲۱

ایک اور دکنی شاعر احمد ہے۔ اس نے شاہ عنایت کے نورنامے میں کئی ابیات کا اضافہ کیا ہے۔ احمد نے نورنامے کو ١١٣٦ھ میں مکمل کیا تھا۔ اس نورنامے کا ایک نسخہ ادارۂ ادبیات اردو[1] اور دوسرا کتب خانہ[2] سالار جنگ کا مخزونہ ہے۔

"بستان شہادت"[3] کے شاعر کا نام بھی احمد ہے لیکن ایک تو یہ کہ ان کے نام سے ان کی سیادت کا اظہار ہوتا ہے اور دوسرے یہ مثنوی بہت بعد کی شعری کاوش ہے۔ جسے شاہ عبدالعزیز دہلوی کے ایک عربی رسالے کی مدد سے مرتب کیا گیا ہے۔ شاعر کا نام سید درویش اور ان کے دادا کا نام سید نور اللہ بتایا گیا ہے۔[3]

گارساں دتاسی نے اپنے خطبے میں احمد گجراتی کا نام "دکن کے شاعروں" کے تحت درج کیا ہے۔ چونکہ انھوں نے شاعر کے حالات یا کلام کے بارے میں کچھ نہیں لکھا ہے۔ اس لیے یہ بتلانا مشکل ہے کہ ان کی مراد کون سے احمد گجراتی سے ہے۔[4]

"یوسف زلیخا" اور "لیلیٰ مجنوں" کے شاعر شیخ احمد شریف گجرات کے ایک "عالم مدرس اور فقیہہ و محدث" تھے۔ "روضۃ الاولیا، بیجاپور" کے مصنف نے آپ کے نام سے پہلے لفظ حضرت کا اضافہ کرکے آپ کی بزرگی اور علم و فضل کا اعتراف کیا ہے اور شاعر کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"آپ عالم و مدرس اور فقیہہ و محدث تھے"۔[5]

---

[1] مخطوطہ نمبر ۸۲۲۔

[2] مخطوطہ نمبر ۳۹۹۔

[3] نصیرالدین ہاشمی، وضاحتی فہرست کتب خانہ سالار جنگ۔ صفحہ ۵۵۹

[4] گارساں دتاسی۔ خطبات گارساں دتاسی۔ پانچواں خطبہ صفحہ ۱۳۵

[5] ابراہیم زبیری۔ روضۃ الاولیا، بیجاپور صفحہ ۲۲۔

ایک اور جگہ شیخ احمد گجراتی کے برادر طریقت سید عبدالرحمن کے حالات زندگی پر روشنی ڈالتے ہوئے بھی شیخ احمد کو "محدث" بتلایا ہے۔[1]

شیخ احمد کے مفصل حالات زندگی کسی تذکرے یا ادبی تاریخ میں موجود نہیں ہیں۔ بقول محمود شیرانی "احمد کے حالات زندگی سے ہم بے خبر ہیں"[2]

"مثنوی لیلیٰ مجنوں از احمد دکنی" میں محمود شیرانی لکھتے ہیں :-

"ناظم کا تخلص احمد ہے ۔ اس سے زیادہ مصنف کے متعلق کچھ کہا بھی نہیں جا سکتا۔"[3]

انھوں نے شیخ احمد شریف گجراتی کو "احمد دکنی" کے نام سے یاد کیا ہے شمس اللہ قادری شاعر کے بارے میں "اردوئے قدیم" میں رقم طراز ہیں :-

"قطب شاہی دور کے شعرا میں احمد، فیروز محمود اور وجہی سب سے قدیم شاعر ہیں ۔ ان میں ملا احمد سلطان محمد قلی قطب شاہ کا درباری شاعر تھا۔ ملا احمد نے بادشاہ کی فرمائش سے لیلیٰ مجنوں کی داستان منظوم کی تھی۔"[4]

ان کے نام کے ساتھ "ملا" کے تکریمی لقب سے ان کے علم و فضل اور زندگی و عظمت کا اظہار ہوتا ہے۔ نصیر الدین ہاشمی اپنے مضمون "اردو میں لیلیٰ مجنوں کی داستانیں" میں تحریر کرتے ہیں :-

"موجودہ معلومات کے لحاظ سے اردو کی سب سے پہلی داستان

---

[1] ابراہیم زبیری ۔ روضۃ الاولیاء بیجاپور۔ صفحہ ۱۴۳۔

[2] حافظ محمود شیرانی ۔ پنجاب میں اردو ۔ صفحہ ۱۹۹

[3] " " " " مثنوی لیلیٰ مجنوں از احمد دکنی (مضمون) اورینٹل کالج میگزین ۔ نومبر سنہ ۱۹۲۵ مشمولہ مقالات شیرانی ۔ جلد اول ۔ صفحہ ۲۱۵

[4] شمس اللہ قادری ۔ اردوئے قدیم ۔ صفحہ ۶۲

لیلیٰ مجنوں احمد کی مصنفہ ہے جو گولکنڈے کے قطب شاہی دربار کا شاعر
تھا۔ اس کا زمانہ سلطان محمد قلی قطب شاہ کا دور حکومت ہے اگرچہ احمد
کے متعلق ہم کو تفصیلی حالات معلوم نہیں لیکن اس کی دو مثنویاں کا پتہ
چلا ہے۔" لہ

دکن میں اُردو" میں وہ احمد کے حالات زندگی سے اپنی عدم واقفیت ظاہر کرتے ہوئے
لکھتے ہیں :۔

"احمد بھی اسی دور کا شاعر ہے۔ پیدائش اور وفات کے سنین سے ہم
واقف نہیں ہیں" ؏

ڈاکٹر زور علی گڑھ تاریخ ادب اُردو" میں شیخ احمد شریف گجراتی کا نام شیخ احمد بتاتے ہوئے
لکھتے ہیں کہ وہ وجہی سے "عمر اور مرتبے" میں افضل" تھے۔ ؏ لیکن ڈاکٹر نصیر بھی ان کے حالات
زندگی سے ناواقفیت کا اقرار کرتے ہیں۔ "دکنی ادب کی تاریخ" میں انھوں نے شیخ احمد گجراتی
کے بارے میں صرف اتنا لکھ دیا ہے کہ وہ "وجہی کا ہم عصر تھا" ؏۔ اور انھوں نے بھی شاعر کے نام
کے ساتھ "ملا" تحریر کیا ہے۔

مثنوی "یوسف زلیخا" میں شاعر نے اپنا نام شیخ احمد شریف بتایا ہے اور کہتے ہیں ؏

جو شیخ احمد شریف اپنی زباں دو دکھ
سرن آیا سرا دن تج ناسک

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیخ احمد شریف شیخ احمد کے نام سے مشہور تھے۔ چنانچہ ابن نشاطی "پھول بن"

لہ نصیر الدین ہاشمی۔ دکھنی (قدیم اردو) کے چند تحقیقی مضامین۔ اردو میں لیلیٰ مجنوں کی داستانیں۔
(مضمون) صفحہ ۱۳۹
؏ نصیر الدین ہاشمی۔ دکن میں اُردو۔ صفحہ ۱۰۸۔
؏ ڈاکٹر محی الدین قادری زور۔ علی گڑھ تاریخ ادب اردو۔ پانچواں باب صفحہ ۳۸۲۔
؏ " " ۔ دکنی ادب کی تاریخ صفحہ ۶۳۔

میں اپنی مثنوی کا قصہ ختم کرنے کے بعد دکن کے عظیم سخن گستروں کو یاد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں نے اپنی مثنوی میں شاعرانہ کمالات اور قادرالکلامی کے جوہر دکھائے ہیں اگر آج استادِ فن شیخ احمد ہوتا تو میری ادبی صلاحیتوں کی داد دیتا اور میرے کمالِ فن کا صحیح اندازہ کرسکتا تھا۔ ع

نہیں اس وقت "وہ شیخ احمد
سخن کا دیکھتے باندھیا سو میں سد

مولوی عبدالحق کے ذاتی کتب خانے میں ان کی مثنوی یوسف زلیخا کا جو نسخہ موجود ہے۔ اس کے سرورق پر "یوسف زلیخا از شیخ احمد شریف" لکھا ہے۔ اور مثنوی کی ابتدا سے قبل "تمام این کتاب یوسف زلیخا تصنیف شیخ احمد شریف" تحریر کیا گیا ہے۔

احمد شریف نے مثنوی "یوسف زلیخا" میں احمد تخلص اختیار کیا ہے۔ مثال کے طور پر ان کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں ع

بندا احمد سو کیا ان کو سرائے — بہو دعا توں خدا ان کو سرائے
نہ کر اگلی فضولی بس کر احمد — نہیں اس روپ کی سدھ کروں حد
الٰہی بحق نبی احمد محمد — جو اس کا نام کاڑے ہوں میں احمد
جو ہے احمد کمینہ ایک بندا — سو نا ہیں پاپ بن اُس ہور دھندا

اسی طرح مثنوی "لیلیٰ مجنوں" میں بھی شاعر کا یہی تخلص ہمارے سامنے آتا ہے۔ ع

جو احمد کہے اس دھرین سنے ہار
سو آپ شاہ تھے پاپے بیر سنگار

تاریخ پیدائش :۔

جیسا کہ اس سے قبل کہا جا چکا ہے مثنوی یوسف زلیخا میں شیخ احمد گجراتی نے اپنا نام شیخ احمد شریف بتاتا ہے۔ لیکن "مجموعہ حالات شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی قدس سرہ العزیز" کے مصنف نے شیخ احمد کے نام کے ساتھ "فضل اللہ" کے الفاظ بھی تحریر کیے ہیں اور ان کا

پورا نام "شیخ احمد فضل اللہ" بتاتے ہیں۔[1] اس سے پتہ چلتا کہ "فضل اللہ" بھی ان کے نام کا جزو تھا۔ یہ اس لیے بھی قابلِ قبول معلوم ہوتا ہے کہ شیخ احمد کے والد کا نام نصیر خاں نے "رحمت اللہ" بتلایا ہے۔[2] اور "روضۃ الاولیاء بیجاپور" کے مصنف ابراہیم زبیری شیخ احمد کے چچا کا نام "عبداللہ" لکھتے ہیں۔[3] جس کی بنا پر ہم یہ قیاس کر سکتے ہیں کہ احمد گجراتی کا خاندانی نام فضل اللہ ہوگا۔ راقمۃ الحروف کا خیال ہے کہ فضل اللہ احمد گجراتی کا خاندانی اور تاریخی نام ہے جس سے ۹۴۶ کے اعداد برآمد ہوتے ہیں۔ شاعر کے حالات زندگی کو پیش نظر رکھیں تو یہ سنہ یعنی ۹۴۶ھ درست بھی معلوم ہوتا ہے اور اس حساب سے "مثنوی یوسف زلیخا" کی تصنیف کے وقت شاعر کی عمر بیالیس (۴۲) تا سینتالیس (۴۷) سال قرار پاتی ہے۔ مثنوی میں شاعر علوم متداولہ میں اپنی استعداد اور مختلف زبانوں سے واقفیت کا ذکر کرتا ہے۔ سلطان محمد قلی قطب شاہ کا احمد کو "نوازش نامہ" لکھ کر بلوانا یہ بتلاتا ہے کہ اس کی شہرت گجرات سے گولکنڈہ پہنچ چکی تھی۔ شاعر کے کلام سے بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ کوئی نو عمر فن کار نہیں بلکہ ایک جہاں دیدہ، تجربہ کار سن رسیدہ اور پختہ مشق شاعر ہے لیکن اس ضمن میں قطعیت کے ساتھ یہ کہنا مشکل ہے کہ شاعر کا سنہ ولادت ۹۴۶ھ ہی ہوگا۔ شمس اللہ قادری نے احمد کو فیروز، محمود اور وجہی کا ہمعصر بتایا ہے[4] اور ڈاکٹر زور لکھتے ہیں کہ وہ "عمر اور مرتبے میں وجہی سے افضل تھے۔" ان بیانات کی روشنی میں اگر ہم احمد کی عمر مثنوی کی تصنیف کے وقت بیالیس برس قیاس کریں۔

---

[1] نصیر خاں بن شیخ کمال قریشی خاں۔ مجموعہ حالات شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی قدس سرہ العزیز۔ صفحہ ۹
[2] " " " " " " " صفحہ ۹۔
[3] محمد ابراہیم زبیری۔ روضۃ الاولیاء بیجاپور مترجم شاہ سیف الدین قادری۔ صفحہ ۲۲۰
[4] شمس اللہ قادری۔ اُردوئے قدیم۔ صفحہ ۶۲

توکوئی تعجب خیز بات نہیں معلوم ہوتی۔

وطن :۔

شیخ احمد کا وطن گجرات تھا۔ جمیل جالبی لکھتے ہیں :۔

"شیخ احمد گجرات کا رہنے والا تھا جس کا ذکر اس نے اپنے مقطے میں کیا ہے ع

احمد دکن کے خوباں ہوتیاں ہیں پر ملاحت
تو تں دکھن کو اپنا گجرات کر کے سمجھیا"[1]

مذہب :

شیخ احمد شریف ایک سنی گھرانے میں پیدا ہوئے تھے۔ شاہ وجیہہ الدین جیسے عالم متبحر اور پیر کامل نے انھیں خلافت عطا کی تھی۔ لیکن یہ امر تعجب خیز ہے کہ انھوں نے مثنوی "یوسف زلیخا" میں خلفائے راشدین کی مدح نہیں کی ہے۔ حمد مناجات اور نعت کے بعد "مدح امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ" کی سرخی کے تحت تیس شعر کہے ہیں اور پھر اپنے پیر و مرشد شیخ وجیہہ الدین کی تعریف و توصیف کی ہے جس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ یہ مثنوی محمد قلی قطب شاہ کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے لکھی گئی تھی۔ شاعر کہتا ہے ع

سو منگتا تھا جو شہہ کے ناؤں سیتی
کتاباں رس کروں یہ چاؤں سیتی

چونکہ محمد قلی قطب شاہ عقائد کے اعتبار سے امامیہ مسلک کا پیرو تھا ممکن ہے مصلحتاً شاعر نے مدح خلفا سے گریز کیا ہو۔ شیخ احمد شریف نے حضرت علی کی دل کھول کر

---

[1] جمیل جالبی۔ تاریخ ادب اردو۔ جلد اول صفحہ ۲۴۷

مدح کی ہے جس سے غالباً بادشاہ کی خوشنودی بھی منظور تھی۔ خود محمد قلی کی حضرت علی سے مودت کا حال بیان کرتے ہوئے اس کے بھتیجے اور داماد گولکنڈے کے چھٹے فرماں روا سلطان محمد قطب شاہ نے کہا تھا کہ اپنے ہر "مقطعے" میں وہ حضرت علی کا نام لاتے ہیں اور ان کا نام لیے "بغیر ختم کلام" نہیں کرتے ؎

جو مقطعے میں ہر ایک ایس شعر کے
لیے ہیں سو حضرت علی ناؤں اپے
نہ کرتے تھے ہرگز سو ختم کلام
بغیر آں علی کا لیے باج نام [1]

ان حالات کے پیش نظر ممکن ہے احمد گجراتی نے حضرت علی کی مدح کو محمد قلی قطب شاہ کی خوشنودی کا وسیلہ تصور کیا ہو۔ بہرحال مثنوی "یوسف زلیخا" میں منقبت کے ایسے شعر ضرور موجود ہیں ؎

نبی بولے تن اس کا آپس تا تن — سو یک تن کوں جدا کر دوئی نا گن
مدینہ علم کا سو مصطفےٰ تھے — ولے دروازے اس کے مرتضیٰ تھے
خلیفہ مصطفےٰ کا سو دہی ہے — دھنی صدر و صفا کا سو وہی ہے
سبھی کا پاک ناؤں اس کا خدا تھے — سبھی پر غالب اس کیتا خدا تھے

اور اس کے بعد شاعر حب علی کو جز و ایمان بتاتے ہوئے کہتا ہے ؎

جے کوئی مرتضیٰ سوں ہوئے دشمن — سو وہ اپنے خدا سوں ہوئے دشمن
جے کوئی دشمن اچھے گا مرتضیٰ کا — سو وہ کیوں یار ہوئے مصطفےٰ کا
جے کوئی اس کو نہ مانے دشمنی لگ — خدا تھے لعنت اس پرت سبھس لگ

---

[1] ڈاکٹر محی الدین قادری زور۔ کلیات سلطان محمد قلی قطب شاہ۔ صفحہ ۱۵

حسنین کی خدمت میں خراج عقیدت ادا کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ علی کے دو ایسے موتی ہیں جن جن سے شمس و قمر نے ضیا پائی ہے۔ وہ انھیں "معصوم" تصور کرتے ہیں اور اپنے بیان کو ختم کرتے ہوئے انھوں نے ان کی پیروی نہ کرنے والوں کو "ابلیس" سے تعبیر کیا ہے اور دوزخ کو ان کا ٹھکانہ قرار دیا ہے ع

انوں معصوم ہور فرزند انوں کے سیدھی پنتھ پائیں اماماں وہ جنوں کے
جے کوئی ان کی امامت کوں نہ مانے خدا تھے ہوئے جوں ابلیس راتے

مثنوی "یوسف زلیخا" کے ابتدائیہ اشعار سے بھی شیخ احمد کے مذہبی تصورات کا پتہ چلتا ہے شاعر کہتا ہے کہ میری زبان وہ تلوار بن جائے جو اسلام کی حفاظت کرے میں "خوارج" پر ایسا خروج کروں "وہ اپنے "دین" سے [illegible] ع

کبھیں ہوئے زباں حجت کی تروار کھیڈیڑوں کفر اور بدعت کی پروا
کروں اسلام کے تیئں ملک گیری کرے پس اُو قوی تروار میری
خوارج پر خروج ایسا کروں اٹ جو خارج ہوئیں اپنے دین تھے تٹ
جن اہلبیت کو کم دوست راکھے بری شمشیر کے زخماں تھے دھاکے

مثنوی کی ابتدا میں شاعر کا اپنے عقائد ظاہر کرنا کوئی بے ربط اور نامناسب بات نہیں معلوم ہوتی لیکن مثنوی "یوسف زلیخا" کے آخر میں دوبارہ اپنے مذہبی تصورات کی وضاحت اور "خوارج" سے بیزاری کا اظہار بظاہر بے محل محسوس ہوتا ہے لیکن اسلامی تاریخ کے تناظر میں اس کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔ خارجیوں کی ایک شاخ "عجاردہ" کا عقیدہ یہ تھا کہ سورۂ یوسف قرآن کی سورت نہیں ہے چنانچہ پروفیسر اجمل خان "ترتیب و نزول قرآن مجید" میں شہرستانی (متوفی ۵۴۸ھ) کی کتاب "الملل والنحل" (مصر ۱۳۴۷ھ) کے حوالے سے رقم طراز ہیں:-

"حقیقت میں یہ ایک سخت قسم کی مسلمانوں کی جماعت تھی جو ہمیشہ

اپنے نصب العین کے لیے اپنی جانوں کو قربان کرتی رہی تھی کہ اچھی رہنمائی نہ ملنے کی وجہ سے بالکل ہی فنا کر دی گئی۔ ان خارجیوں کی ایک شاخ عجاردہ کہلاتی تھی۔ اور ان کا عقیدہ یہ تھا کہ سورہ یوسف قرآن کی سورت نہیں ہے اس لیے کہ یہ محض ایک افسانۂ محبت ہے۔[1]

چونکہ خارجی سورۂ یوسف کے منکر ہیں اس لیے شاعر نے اس قصۂ یوسف زلیخا کو ختم کرنے کے بعد "خارجیوں" سے اپنی بیزاری اور خفگی کا اظہار کیا ہے۔

محمود شیرانی اپنے مضمون "مثنوی لیلیٰ مجنوں از احمد دکنی" میں لکھتے ہیں :۔

"وہ اپنے مذہب سے بھی جو شیعہ تھا کوئی واقف معلوم ہوتا ہے۔"[2]

محمود شیرانی کا یہ بیان صداقت پر مبنی نہیں ہے۔ ان کی نظر سے احمد گجراتی کی مثنوی "یوسف زلیخا" نہیں گزری تھی جس میں شاعر نے اپنے پیر و مرشد وجیہ الدین گجراتی کا ذکر کیا ہے اور ان سے خلافت عطا ہونے پر اظہار فخر و مسرت کرتا ہے۔ محمود شیرانی نے مثنوی لیلیٰ مجنوں میں احمد گجراتی کے اشعار منقبت کو دیکھ کر غالباً یہ رائے قائم کی تھی۔ لیلیٰ مجنوں" بھی چونکہ محمد قلی قطب شاہ کی فرمائش پر لکھی گئی تھی اس لیے شاعر نے غالباً بادشاہ کی خوشنودی کی خاطر بھی حضرت علی اور ائمہ اطہار کی خوب مدح کی ہے۔ جس سے یہ گمان گزرتا ہے کہ ایسے اشعار کہنے والا شاعر اثناعشری ہوگا۔ "مجموعہ حالات شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی قدس سرہ العزیز" اور "روضۃ الاولیاء بیجاپور" کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ احمد گجراتی کو شاہ وجیہ الدین کا تقرب حاصل تھا اور وہ ان سے خاص نسبت رکھتے تھے۔ مثنوی کی داخلی شہادتوں سے بھی اس کی

---

[1] پروفیسر اجمل خان۔ ترتیب و نزول قرآن مجید۔ صفحہ ۵۔

[2] حافظ محمود شیرانی۔ مثنوی لیلیٰ مجنوں از احمد دکنی (مضمون) اورینٹل کالج میگزین۔ نومبر ۱۹۲۵ء۔ مشمولہ مقالات حافظ محمود شیرانی جلد اول صفحہ ۲۱۵ لاہور ۱۹۶۶ء

تصدیق ہوتی ہے۔

خلافت :۔

خلافت عطا ہونے کے بارے میں شاعر کہتا ہے کہ میں "پاپ سمدور" میں غرق ہو ہو چکا تھا لیکن شاہ وجیہہ الدین گجراتی نے میرے حال پر رحم فرمایا اور مجھے اپنے مریدوں میں شامل کر لیا۔ع

ڈوبیا ہے پاپ سمدور ما تھہ سب تن　　جو نا ہیں کنٹھ تن کیوں پالے فکلن

رہیا دسوں تھے تن میں ہوئے کمل　　سوناد ہوئے سات سمدور سات زل

سو وہ اپنے کرم سیتی دیا مان　　قبولیا تج مریداں میں جمع آن

مثنوی میں تعریف "شیخ وجیہہ الدین بر خود" کے زیر عنوان آگے چل کر کہتے ہیں کہ میرے مرشد میرے لیے باعث رحمت ہیں۔ انھوں نے مجھے اپنی خلافت عطا کر کے میری مشکل آسان کر دی ہے ع

کرامت شیخ کیا اپنی خلافت　　دیکھو اندیش کر اس کی کرامت

اپنے پیر و مرشد کی مدح کرتے ہوئے کہتا ہے کہ علم و فضل میں یکتائے روزگار ہیں۔ احمد گجراتی انھیں "خضر کا استاد" اور "قطب زمانہ" بتاتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان کا خطاب "تاج اولیا" ہے اور وہ سرتاپا نور حق میں غرق ہیں ع

سدا سر رنگ حق کے نور میں غرق　　تبلیاں ہور اس سے یک حق کا فرق

جو خضر استاد تے موسیٰ کیرے تئیں　　سو حاضر ہو تیں اس کے درسے پائیں

خطاب غیب تاج اولیا ء اس　　ولایت کا سنگاسن زیر پا اس

وہی ہے قطب یکسہ دور جگ میں　　جگت حیران ہے اس کی صفت میں

احمد گجراتی اپنے مرشد کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ حسب اور نسب دونوں اعتبارات نبی کی آل سے ہیں اور ان کی علمیت اور تصنیف و تالیف کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان کی کتابیں دو جہاں پر بھاری ہیں ع

سبہہ علما ریں بجا ری مرتضیٰ سار   بہو تصنیف اس کے دو جگت جار

(۴۲)

"روضۃ الاولیا بیجاپور" میں محمد ابراہیم زبیری نے شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی کے بیالیس قابل ذکر خلفاء کے نام درج کیے ہیں ان میں شیخ احمد شریف کا نام بھی موجود ہے۔[۱] محمد ابراہیم زبیری وجیہ الدین کو شاہ ہاشم کا "چچا" بتاتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

"آپ کے کمالات وکرامات اور تصرفات کا شہرہ گجرات و ہند وعرب وعجم میں مثل آفتاب نیم روز کے روشن ہے۔"[۲]

شاہ وجیہ الدین گجراتی :۔

شاہ وجیہ الدین نے درویشانہ شان کے ساتھ زندگی گذاردی۔ ان کے ایک معتقد نصیر خان بن کامل قریشی خاں لکھتے ہیں "آپ بخطاب آسمان مخاطب بہ علی ثانی ہوئے"[۳] "تذکرہ علمائے ہند" کے مصنف نے ان کی تاریخ ولادت سنہ ۹۱۱ھ مطابق ۱۵۰۵ء بتائی ہے۔[۴] مولوی عبدالحق نے "اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام" میں شیخ وجیہ الدین کے نام کے آخر میں احمد کا اضافہ کیا ہے اور ان کی تاریخ پیدائش سنہ ۹۱۰ھ مطابق سنہ ۱۵۰۴ء اور مقام ولادت احمد آباد (چانپانیر) بتلایا ہے۔[۵]

ظہیر الدین مدنی نے بھی یہی سنہ ولادت تحریر کیا ہے۔[۶] اس سنہ کی تصدیق نصیر خاں

۱؎ محمد ابراہیم زبیری۔ مترجم سیف الدین قادری روضۃ الاولیاء بیجاپور صفحہ ۱۱۳ ۔

۲؎ " " " " " " " " صفحہ ۱۰۸ ۔

۳؎ نصیر خان بن کامل قریشی مترجم یوسف گوکھنڈے۔ "مجموعہ حالات شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی قدس اللہ سرہ العزیز" صفحہ ۲ ۔ ۴؎ محمد ایوب قادری (مترجم) "تذکرہ علمائے ہند" صفحہ ۵۳۹ ۔

۵؎ مولوی عبدالحق ۔ اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام ۔ صفحہ ۳۰

۶؎ ظہیر الدین مدنی ۔ ولی گجراتی ۔ صفحہ ۴۸ ۔

کے بیان سے ہوتی ہے۔ انھوں نے تحریر کیا ہے کہ شاہ وجیہ الدین گجراتی شہر محرم الحرام میں سنہ ۹۱۰ھ میں پیدا ہوئے تھے۔[1] جب انھوں نے ہوش سنبھالا تو ملا عماد طارمی کے آگے زانو ادب تہہ کیا اور "علوم ظاہری" سے مستفید ہوئے۔ محمد امین زبیری نے ثمرات القدس میں "نفحات الانس" کے مصنف کے حوالے سے جو شہنشاہ اکبر کے مقربین میں سے تھے تحریر کیا ہے کہ وہ چودہ سال کی عمر میں تمام رسمی علوم کی تحلیل سے فارغ ہو چکے تھے۔[2] نصیر خاں لکھتے ہیں کہ شاہ وجیہ الدین نے سترہ برس میں تمام فضائل و کمالات اور علوم حاصل کر لیے تھے۔[3] محمد امین زبیری عماد الدین طارمی کو ایک بلند پایہ محقق اور استاد بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ ڈھائی سو علم جانتے تھے اور اپنے شاگرد وجیہ الدین کو انھوں نے اپنی وفات تک سوا سو علوم سکھلائے تھے۔[4] اس کے بعد شاہ وجیہ الدین شیخ محمد غوث سے فیض روحانی حاصل کیا۔ مولوی عبدالحق لکھتے ہیں:۔

> "اگرچہ وہ اور ان کے خاندان کے دوسرے لوگ شاہ قادن کے مرید تھے
> لیکن فیض روحانی اور معرفت الٰہی شیخ محمد غوث سے حاصل ہوئی"[5]

جمیل جالبی نے بھی "تاریخ ادب اُردو" میں وجیہ الدین کو شیخ محمد غوث گجراتی (متوفی ۹۷۰ھ/۱۵۶۲ء) کا مرید بتایا ہے۔[6] وجیہ الدین کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ مریضوں کو شفا عطا کرتے تھے۔

---

[1] نصیر خان بن کامل قریشی۔ مجموعہ حالات شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی قدس اللہ سرہ العزیز صفحہ۔ ۱۷

[2] محمد ابراہیم زبیری۔ روضۃ الاولیاء بیجاپور صفحہ ۱۰۸ [3] نصیر خان۔ مجموعہ حالات شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی قدس سرہ العزیز۔ صفحہ ۶۔ [4] محمد ابراہیم زبیری۔ روضۃ الاولیاء بیجاپور صفحہ ۱۰۹۔ [5] مولوی عبدالحق۔ اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام صفحہ ۲۰

[6] جمیل جالبی۔ تاریخ ادب اُردو۔ جلد اول صفحہ ۱۰۰۔

چنانچہ ایوب قادری تحریر کرتے ہیں :۔

"خدائے تعالیٰ نے اسم شافی کا ان کو مظہر بنایا تھا۔ ہر جمعہ کو ان کے آستانے پر مریضوں کی ایک بڑی تعداد پہنچتی تھی اور ان سے دعا کی درخواست کرتی تھی اور اس کا اثر جلد ہوتا تھا" [1]

وجیہ الدین تمام عمر درس و تدریس اور تعلیم و تلقین میں مشغول رہے۔ جمیل جالبی لکھتے ہیں کہ آپ کے شاگرد اور مرید سارے گجرات میں پھیلے ہوئے تھے[2]۔ یوسف کھٹکھٹے تحریر کرتے ہیں :۔

"نقل ہے کہ شاہ صاحب قدس سرہٗ نے ایک روز فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے سے چودہ سو آدمیوں کو درجۂ ولایت پر پہنچایا" [3]

شاہ وجیہ الدین نے علوم دینی کی تدریس کے سلسلے میں جو خدمات انجام دی ہیں وہ ناقابل فراموش ہیں۔ ابراہیم زبیری لکھتے ہیں کہ آپ متواتر ستر برس تک مدرسی کے پیشے سے وابستہ رہے تھے۔ شاہ وجیہ الدین نے اپنے والد کی طرح خلق اللہ کو اپنے علوم سے فیض پہنچایا اور تعلیم کے معاملے میں کبھی بخل سے کام نہیں لیا۔ آپ نے اپنے خلفاء کی تعداد ایک ہزار چار سو بتائی ہے۔ [4]

شاہ صاحب کے مذہب و مسلک کے بارے میں یوسف کھٹکھٹے رقمطراز ہیں کہ آپ،

"حنفی مذہب شطاری مشرب اور علوی نسب تھے۔" [5]

---

[1] محمد ایوب قادری (مترجم)۔ تذکرۂ علمائے ہند۔ صفحہ ۵۳۹ [2] جمیل جالبی۔ تاریخ ادب اردو۔ جلد اول۔ صفحہ ۱۰۱ [3] محمد یوسف کھٹکھٹے (مترجم) مجموعہ حالات شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی قدس اللہ سرہ العزیز۔ صفحہ ۸۰

[4] محمد ابراہیم زبیری روضۃ الاولیاء بیجاپور۔ صفحہ ۱۰۹

[5] محمد یوسف کھٹکھٹے (مترجم) مجموعہ حالات شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی قدس اللہ سرہ العزیز۔ صفحہ ۲

شاہ وجیہہ الدین کا شجرہ

آپ کا سلسلہ سترہ واسطوں سے ہوتا ہوا امام محمد تقی علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔
نصیر خان نے وجیہہ الدین کو "علوی الحسینی" لکھا ہے۔ انھیں "خاتون جنت" کی اولاد بتاتے ہوئے مصنف نے ان کا حسب ذیل شجرہ درج کیا ہے:۔

امام محمد تقی علیہ السلام
|
سید محمد (محمد اعراج)
|
سید مرتضیٰ
|
سید مجتبیٰ
|
سید احمد
|
سید جمال
|
قاضی بہاء الدین
|
قاضی علیم الدین
|
قاضی بدر الدین
|
قاضی شمس الدین
|
قاضی کبیر الدین
|
قاضی بہاء الدین
|
قاضی ظہیر الدین
|
معین الدین
قاضی سلطان ملک

میاں عماد الدین
|
میاں نصر اللہ
|
میاں وجیہہ الدین [1]

احمد گجراتی مثنوی "یوسف زلیخا" میں اپنے مرشد کے حسب نسب کے بارے میں لکھتے ہیں ع

نبی کا آل ہے وو دھات سیتی
حسب کے ہم نسب کیرے سبب ہیں

نصیر خان نے شاہ وجیہہ الدین کے بارے میں لکھا ہے کہ شیخ محمد غوث نے آپ کو چودہ خانوادوں کی خلافت عطا کی تھی اور ایک اجازت نامہ تحریر کیا تھا جس میں لکھا تھا۔

"شیخ المشائخ سراج الاسلام وجیہہ الدین المخاطب بخطاب علی ثانی کو فتح باب کے بعد چودہ خانوادوں کی خلافت عطا کی گئی ہے اس سلسلے کے سوائے دوسرے سلسلوں کی خلافت اور ان کے اطوار اور ان کے طریقے جیسے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت شاہ مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے ارشاد ہوئے ہیں اور مذکورہ سلسلوں کو پہنچے ہیں وہ شیخ مشارٌ الیہ یعنی شیخ وجیہہ الدین صاحب سے بیان کیے گئے اور ...... تینوں مرتبے کے واردات آپ کو طے۔" [2]

نصیر خان نے وجیہہ الدین کو "قطب العارفین حجۃ الواصلین کاشف الدقائق شمس اولیا سلطان العلماء والصلحا، قطب الاقطاب، استاذ الشریعت والطریقت امام الحقیقت

---

[1] نصیر خان بن کامل قریشی خان۔ مجموعہ حالات شاہ وجیہہ الدین علوی گجراتی قدس اللہ سرہ العزیز۔ صفحہ ۲۔

[2] نصیر خان بن کمال قریشی خان۔ محمد یوسف کھٹکھٹے۔ (مترجم) مجموعہ حالات شاہ وجیہہ الدین علوی گجراتی قدس اللہ سرہ العزیز۔ صفحہ ۱۱۔

المعروف" تحریر کیا ہے اور پروفیسر نجیب اشرف لکھتے ہیں کہ تصوف میں آپ کا بڑا اہم مقام ہے۔[1]

وفات :-

شاہ وجیہہ الدین کی تاریخ وفات کے بارے میں نصیر خاں لکھتے ہیں کہ" تیسویں محرم شب کے آخیر حصہ بھائی میں سنہ نو سو اٹھا نوے ۹۹۸ھ میں" آپ نے وفات پائی اور وصال کے وقت آپ کی عمر اٹھاسی برس تھی۔ عبدالعزیز بن ولی محمد نے جو آپ کے شاگرد، مرید اور نواسے (بھانجی کے فرزند) تھے۔ تاریخ کہی تھی جس سے آپ کے سنہ ولادت، عمر اور سنہ وفات پر روشنی پڑتی ہے۔" شیخ وجیہہ الدین" میں شیخ سے تاریخ ولادت وجیہہ الدین سے مدت عمر اور "شیخ وجیہہ الدین" سے تاریخ وفات برآمد ہوتی ہے۔ وفات کے وقت شاہ وجیہہ الدین کے پسماندگان میں ان کے پانچ فرزند شیخ عبداللہ، عبدالواحد، شیخ عبدالحق شیخ غالب اور شیخ حامد کے علاوہ دو صاحبزادیاں بھی موجود تھیں۔ بڑی بیٹی کا نام راجی پارسا اور چھوٹی کا نام امۃ الحبیب تھا۔ چھوٹی بیٹی نے مکہ معظمہ میں انتقال کیا۔ شاہ وجیہہ الدین کی آخری آرام گاہ محلہ خان پور میں جہاں آپ درس و تدریس میں مشغول رہا کرتے تھے۔ واقع ہے۔[2] وجیہہ الدین کے خاندان میں بہت سے عالم، مشائخ اور مشہور ہستیاں گذری ہیں۔ ظہیر الدین مدنی لکھتے ہیں :

> "ولی گجراتی شاہ وجیہہ الدین علوی گجراتی قدس سرہ کے بھائی نصراللہ کی اولاد سے تھا"۔[3]

---

[1] علی گڈھ تاریخ ادب اردو۔ جلد اول۔ صفحہ ۱۰۱۔

[2] ظہیر الدین مدنی۔ ولی گجراتی۔ صفحہ ۴۸

[3] " " " صفحہ ۴۹

وجیہ الدین نے بہت سی مشہور و مستند کتابوں کی شرحیں لکھی تھیں۔ انکی تصنیف "بحر الحقائق" کے بارے میں عبدالحق لکھتے ہیں کہ اس میں جگہ جگہ ان کے ہندی اقوال درج ہیں۔ شیخ کے مرید ان سے سوال کرتے ہیں اور وہ ان کا جواب دیتے جاتے ہیں۔ سوال فارسی میں لکھے گئے ہیں۔ لیکن جواب خود شیخ کے الفاظ میں "ہندی" میں تحریر کیے گئے ہیں۔ [1]

محمد ابراہیم زبیری نے شاہ وجیہ الدین کے خاص مریدوں میں شیخ عبداللہ فراتی محسن محدث، ملا عبدالرحمٰن، شیخ صالح، سید صبغۃ اللہ، سید برہان الدین گجراتی، مولانا حسن تیغیانہ، شیخ جمال، شیخ احمد شریف گجراتی اور شیخ محمد کے نام بتاتے ہیں۔ [2]

شاعر کا پیشہ

احمد گجراتی کے بارے میں یہ بتایا جا چکا ہے کہ وہ محدث تھے محمد ابراہیم زبیری [3] اور "صحیفہ اہل ہدیٰ" کے مصنف سید محی الدین ابن سید محمود قادری [4] نے ان کے نام کے ساتھ "مدرس" بھی تحریر کیا ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ احمد گجراتی کا پیشہ مدرسی رہا ہوگا۔ ان کے مرشد شاہ وجیہ الدین گجراتی نے بھی اپنی تمام زندگی درس و تدریس میں بسر کی تھی احمد گجراتی انھیں کے تربیت یافتہ تھے۔ علم و فضل کے اعتبار سے بھی وہ اس پیشے کے سزاوار تھے۔ محمد ابراہیم زبیری لکھتے ہیں کہ احمد گجراتی عالم اور فقیہ تھے۔ [5] انھوں نے مثنوی "یوسف زلیخا"

---

[1] مولوی عبدالحق "اُردو کی ابتدائی نشو و نما میں صوفیائے کرام کا کام" صفحہ ۱۳۱۔

[2] محمد ابراہیم زبیری روضۃ الاولیاء بیجاپور۔ صفحہ ۱۱۴۔

[3] شاہ سیف الامین (مترجم) روضۃ الاولیاء بیجاپور۔ صفحہ ۲۲۰

[4] سید محی الدین ابن سید محمود قادری۔ مترجم اکبر الدین صدیقی۔ صحیفہ اہل ہدیٰ۔ صفحہ ۱۵۔

[5] محمد ابراہیم زبیری روضۃ الاولیاء بیجاپور۔ صفحہ ۱۱۴

میں اپنی ہمہ دانی اور علم و فضل پر روشنی ڈالی ہے اور کہتے ہیں کہ میں طب، نجوم، حدیث، منطق، فقہ اور الٰہیات جیسے علوم کا ماہر ہوں۔ محمود شیرانی نے اپنے مضمون "لیلیٰ مجنوں از احمد دکھنی" میں احمد کے بارے میں تحریر کیا ہے۔ "اس نے بعض موقعوں پر حکمت و نجوم کی اصطلاحات کو خوب برتا ہے۔"[1] محمود شیرانی نے شاعر کی مذہبی معلومات کو بھی سراہا ہے۔ احمد گجراتی مثنوی "یوسف زلیخا" میں کہتے ہیں کہ طویل عرصے تک عالموں کی صحبت سے مستفید ہونے کی وجہ سے "میری ذات" میں ان کا "رنگ" سرایت کر گیا ہے ع

کئی دن [illegible] نج اہل علم کا سنگ
جو بھیا ذات میں کچ اُن کیرا رنگ

علمیت:

شاعر کہتا ہے کہ میں اکتساب علم میں سالہا سال تک مصروف رہا ہوں اور عالموں کے آگے زانوئے ادب تہہ کر کے ایک مدت تک علم کلام، صرف و نحو، عروض اور معانی و بیان کے درس لیے ہیں اور میری علمیت میرے استاد کا فیضان ہے۔

کتیک دن صرف کر کے صرف لیتا — دل اس آواز تیں میزان کیتا
کتیک دن محو کر کے نحو لیتا — جو وہ منج کوں عبارت نج کیتا

مختلف علوم سے اپنی واقفیت کے بارے میں شاعر کہتا ہے ع

معانی کا بیان بھی کچ سنیا ہوں — جو اس لگ درہ المنطق چُنیا ہوں
کہیا علم الکلام استاد منج کوں — الٰہیات آموز عامہ سوں
ہدایت علم و حکمت کی بھی پایا — وصول دفق سوں کئی دن گنوایا
عروض و قافیے کے بھی رسالے — رہیا ہوں دیکھ سینے میں سمالے
نجوم و طب سیتی بھی آشنا ہوں — بہوتیک رس رسائن رس کیا ہوں
اینوں گنوں ہور کتے علم راکھوں — نہ ہوے باب جب ہر یک آکھوں

---

[1] محمود شیرانی۔ اورنٹیل کالج میگزین۔ نومبر ۱۹۲۵ء۔ صفحہ ۲۱۵

علم نجوم اور فلکیات سے شاعر کی واقفیت کا اندازہ مثنوی میں ان کی بعض توضیحات سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔ مندرجہ ذیل اشعار ملاحظہ ہوں جن میں شاعر نے رات کی منظر کشی کرتے ہوئے علم نجوم سے استفادہ کرکے اپنے بیان کو معنی خیز بنانے کی کوشش کی ہے ؏

پریں ہوتی لگیں سنگار ریں سب ‏ ‏ نکھیتر پھول کھل ہوئے ات سہن جب

اُچایا قد جنا سرو کی سار ‏ ‏ مرگ ہو رمیگ اس بن میں چرن ہار

دیکھا یا داک بھونکے سنبلا جب ‏ ‏ سولیا مشتری جو کھن تلا تب

زحل کنیے کوں کیوں نابیں لوڑے ‏ ‏ جو پانی ڈول سوں اس بن کوں چھوڑے

مگر اس بیل کا ران باگ آیا ‏ ‏ جواب تروارے مریخ ڈھایا

گگن سنگار ین سو ہے سُرگ بن ‏ ‏ جو اس میں حمد جوزا روپ سو دھن

گلے میں کہکشاں دوڑی شُبھنے ‏ ‏ پگوں میں بچھوے عقرب کے بجاوے

جو بیردیں کاں موتیاں کیاں ٹاں باند ‏ ‏ لینے مکھ دیکھنے بات آرسی چاند

عطارد گیاں دنتاں گیان کھیا ‏ ‏ جو اس مشاوے کوں دیکھ موہیا

حقیقت یہ ہے کہ شاہ وجیہہ الدین گجراتی جیسے جید عالم سے نہ صرف انھیں ارادت حاصل تھی بلکہ ان کی ہم نشینی کا شرف بھی حاصل تھا[1] جیسا کہ کہا جا چکا ہے عماد الدین نے ان سے سارے علوم سیکھے تھے۔ ایسی لائق اور عالم و فاضل شخصیت جسے اپنا خلیفہ مقرر کرے اس کا مختلف علوم سے واقف ہونا کوئی تعجب خیز بات نہیں معلوم ہوتی۔ احمد گجراتی مثنوی "یوسف زلیخا" میں کہتے ہیں کہ وہ مختلف زبانوں جیسے تلنگی، سنسکرت، فارسی اور عربی سے واقف ہیں ؏

تلنگی سو نسکرت اچھی زباں سوں ‏ ‏ کوتی دو دانوں سماں سکے بھی سنیا ہوں

دیکھیا ہوں فارسی بھی شعر ہو تیک ‏ ‏ دیکھیا ہوں کچھ عربی کا بھی شعر یک

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو نصیر خاں۔ مجموعہ حالات شاہ وجیہہ الدین علوی گجراتی قدس اللہ سرہ العزیز۔

ذکر و شغل

احمد گجراتی کو شاہ وجیہہ الدین علوی جیسے "شمس الاولیاء" "سلطان العلماء و الصلحاء" اور "عارف باللہ" مرشد کی رہنمائی اور صحبت سے استفادے کا موقع ملا تھا اس لیے مذہب سے ان کا غیر معمولی شغف ایک فطری بات معلوم ہوتی ہے۔ "مجموعہ حالات شاہ وجیہہ الدین علوی گجراتی قدس اللہ سرہ العزیز" سے پتہ چلتا ہے کہ شیخ احمد گجراتی "ذکر و شغل" میں منہمک رہتے تھے اور انھیں "ذکر الٰہی" میں شغل سے زیادہ "لذت حاصل ہوتی تھی"۔ [1] وجیہہ الدین گجراتی انھیں تلقین فرماتے تھے :-

"کہ طالب را باید کہ شغل ہم بکند و علم نیز بخواند ہر چہ غالب آید سالک را میسر باید۔" [2]

نصیر خاں شیخ احمد کے بارے میں لکھتے ہیں :-

نقل ہے کہ حضرت شیخ بایزید ثانی قدس سرہ جو کہ آپ کے (شاہ وجیہہ الدین) کے خلیفوں میں سے تھے آپ کی حیاتی میں احمد آباد سے تین کوس دور ویرانے میں ایک مسجد کے باہر حجرے میں رہتے تھے ...... وہاں سے نزدیک ایک شیطان بھی رہتا تھا ...... شیخ احمد نے جو کہ شاہ صاحب کے مرید تھے یہ واقعہ سنا تو ان کو بھی اعتکاف اور مسجد میں خلوت نشینی کا خیال ہوا جب وہ اس مسجد میں بیٹھے تھے شیطان ظاہر ہوا اور ان کے مارنے کا ارادہ کیا۔ شیخ احمد دعا اور اسمائے عظام پڑھنے لگے مگر اس کو دفع کرنے کی صورت نظر نہ آئی۔ جب شیطان نزدیک پہنچا چاہا اپنا سر مراقبے میں لے گئے۔ شیطان آ کے اپنے ہاتھ ان کے گھٹنوں

---

[1] محمد یوسف کٹھنگے۔ (مترجم) مجموعہ حالات شاہ وجیہہ الدین علوی گجراتی قدس اللہ سرہ العزیز" صفحہ ۳۱۔ [2] نصیر خاں بی کامل قریشی خاں۔ مجموعہ حالات شاہ وجیہہ الدین علوی گجراتی قدس اللہ سرہ العزیز۔ صفحہ ۳۴

کر نیچے لے گیا اور چاہتا تھا کہ اوٹھا کے زمین پر دے مارے کہ شیخ احمد نے پکارا "یا وجیہہ الحق والدین" یہ کہتے ہی شیطان کی طاقت جاتی رہی۔[1]

صحرا نشینی اور اعتکاف

نصیر خان رقمطراز ہیں کہ شیخ احمد خوش خوراک انسان تھے اور غذا بڑی رغبت کے ساتھ کھاتے تھے۔ لیکن جب "صحرا" اور ویرانے" میں اعتکاف" کرتے تھے تو خورد و نوش کی انھیں مطلق فکر نہ ہوتی تھی۔ احمد گجراتی ایک متقی اور پرہیزگار شخص تھے نصیر خاں لکھتے ہیں کہ انھیں "زیادہ روزے رکھنے کا ذوق تھا۔"[2]

احمد گجراتی مدرس تھے لیکن انہوں نے یکایک درس دینا ترک کر دیا تھا۔ چنانچہ جب کسی شخص نے ان کے مرشد شاہ وجیہہ الدین سے اس کی شکایت کی تو انھوں نے فرمایا تھا کہ باطنی ترقی کے قبل سالک کے لیے درس دینا نقصان کرتا ہے۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے مجموعہ حالات شاہ وجیہہ الدین علوی گجراتی قدس اللہ سرہ العزیز" کے مترجم محمد یوسف کھٹکھٹے تحریر کرتے ہیں :۔

"کسی شخص نے حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں کہا کہ شیخ احمد فضل اللہ نے پڑھانا چھوڑ دیا ہے۔ آپ نے فرمایا جس وقت اوخیں ترقی ہوگی تو خود بخود پڑھانے لگیں گے کہ جس طرح کہ علمای ظاہر علوں

---

[1] نصیر الدین بن کامل قریشی خاں۔ محمد یوسف کھٹکھٹے (مترجم) مجموعہ حالات شاہ وجیہہ الدین علوی گجراتی قدس اللہ سرہ العزیز" صفحہ ۵۸

[2] نصیر خان بن کامل قریشی خاں۔ مجموعہ حالات شاہ وجیہہ الدین علوی گجراتی قدس اللہ سرہ العزیز۔ صفحہ ۵۸۔

[3] نصیر خاں بن کامل قریشی خاں۔ محمد یوسف کھٹکھٹے۔ (مترجم) مجموعہ حالات شاہ وجیہہ الدین علوی گجراتی قدس اللہ سرہ العزیز صفحہ ۵۹۔

کو سنبھالنے کی خدمت سپاہیوں پر چھوڑ کر خود پڑھانے میں مشغول ہوگئے۔

اسی طرح صوفیوں کو چاہیے کہ علوم ظاہری کی فائدہ بخشی کا کام علماء پر

چھوڑ کر خود اشغال باطنی میں کوشش کریں۔ کیونکہ باطنی ترقی کے قبل

سالک کے لیے درس دینا اس طریقے[1] میں نقصان کرتا ہے۔"

گجرات سے ہجرت اور سفر دکن

گجرات میں شیخ احمد کے روز و شب ذکر، شغل، اعتکاف اور درس و تدریس میں گذرے اور ان کے علم و فضل کی شہرت گولکنڈہ پہنچ گئی۔ پانچویں قطب شاہی حکمران محمد قلی قطب شاہ نے جو علماء و فضلا اور اہل کمال کا دلدادہ تھا انہیں اپنے پایہ تخت آنے کی دعوت دی۔ اپنی مثنوی یوسف زلیخا میں شاعر کہتا ہے کہ وہ اپنے وطن میں مقیم تھا۔ لیکن دکن کے فرماں روا نے اسے یاد فرمایا اور "نوازش نامہ نامی" بھیج کر طلب فرمایا ہے ع

کہ اس کا چاوشہ خاطرسوں لیایا

نوازش نامۂ نامی بھیجایا

احمد گجراتی کہتا ہے کہ محمد قلی نے اپنے مکتوب میں مجھے بڑی عزت و قدر افزائی کے ساتھ مخاطب کیا ہے۔ اس خط کے ہر لفظ سے بادشاہ کی کرم فرمائی اور مرحمت نمایاں ہے ع

سب اس کے لفظ و معنیٰ سر کرم سے

حرف اس کے عنایت کی رقم کے

دسنے اس میں مجھے اس تئیں استمالت

---

[1] شطاری طریق [2] محمد یوسف کھٹکھٹے (مترجم) مجموعہ حالات شاہ وجیہہ الدین گجراتی قدس اللہ سرہ العزیز۔ صفحہ ۶۱۔

عیاں عنوان تھے اس کی سلاست

احمد گجراتی کہتا ہے کہ میں نے ان کے مبارک مکتوب کو "سرآنکھوں" پہ رکھا اور وطن کی ہر چیز سے قطع تعلق کر کے بڑے جوش و ولولے کے ساتھ دکن کا رخ کیا۔ ع

اس سوں شاہ کی خدمت کوں دعا کیا

اہاں منج تھا سو سب تھے چت اُچایا

شہنشاہ اکبر کے گجرات فتح کرنے کے بعد ترک وطن کر کے دکن کی ریاستوں کا رخ کرنے والے اکثر اہل کمال، معاشی یا سیاسی خلفشار سے گھبرا کر جنوب میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے تھے لیکن احمد گجراتی نے کسی اقتصادی دباؤ یا تنگ دستی اور عسرت کی وجہ سے اپنے وطن گجرات کو خیرباد نہیں کہا تھا۔ مثنوی "یوسف زلیخا" سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ گجرات میں پرسکون اور خوش حال زندگی بسر کر رہا تھا۔ شاعر کہتا ہے کہ میں تلاش روزگار میں واردِ دکن نہیں ہوا ہوں۔ وطن میں خدا کی عنایت اور نعمت "کم" نہ تھی اور میں عزت کے ساتھ زندگی بسر کر رہا تھا۔ ع

کہیں نعمت خدا کا کم نہ تھا منج — کدھیں روزی کے تئیں کچھ غم نہ تھا منج

نہ کد روزی کے تئیں کوڑی ہنڈیا میں — نہ کس دروازے جا حاجت ڈھنڈیا میں

سدا منج کوں خدا عزت سوں راکھیا — جو عزت کوں مری کم کوئی تا تا کیا

ولے میں شاہ کا گن سن لیدکر — پتیارا راکھ کر شہہ کے سبد پر

احمد گجراتی کہتا ہے کہ میں نے بادشاہ کی تعریف سن کر اور اس کے قول پر اعتماد کر کے سفر دکن اختیار کیا۔ یہاں کی آب و ہوا کی "خوبی" کا ذکر بھی سنا تھا اس لیے جلد ہی پایہ تخت پہنچ گیا اور حقیقت یہ ہے کہ میں نے دکن کی جو تعریف سنی تھی اس سے اس کو سوا پایا۔ ع

ہوا پر اس ملک کے بھی ہوس راکھ

ترت اس تخت کر لگ انپڑیا تا کہ

سنا تھا دور تے کیرت سخن کی
ادک پایا اہاں سیرت دکن کی

آگے چل کر احمد گجراتی کہتا ہے کہ بادشاہ کی علم پروری اور قدردانی کی وجہ سے اس شہر میں بے شمار شاعر مقیم ہو گئے ہیں۔ دربار شاہی میں ایسے عظیم المرتبت شاعر موجود ہیں کہ کالی داس بھی ان کا غلام بن جائے ان کی فصاحت و بلاغت "بے مثل ہے اور علم کا یہ حال ہے کہ منشی فلک عطارد بھی ان کے آگے زانوئے ادب تہہ کرتا ہے۔ ممکن ہے یہاں شیخ احمد کا اشارہ فیروز محمود اور وجہی[1] وغیرہ کی طرف ہو۔ وہ کہتا ہے بادشاہ شعر و سخن کا دلدادہ ہے اور اس کی ادب نوازی اور سرپرستی کی بدولت شعرا کو عزت و حرمت نصیب ہوتی ہے ع

نگر میں شاعراں باہر گنت تھے ۔۔۔ کدھیں خالی نہیں شہ کی صفت تھے
عجب شاعر ملے ہیں شاہ کے پاس ۔۔۔ جو کالی داس اُنوں کا ہوے اپس داس
اُنوں سب شاعراں کو ماں دیوے ۔۔۔ ہوس رکھ شعر پر بھوداں دیوے
فصاحت میں رکھیں سبحان پر بول ۔۔۔ بلاغت میں رکھیں بی معجزے کھول
سبھہ بھاس انترا کوں جو جلم بھاس ۔۔۔ سکن ہارا عطارد علم اُنوں پاس
جگت داتار راجا ات سبھاگی ۔۔۔ جو ہے وہ یہو گنی سنیت مدھانی

احمد گجراتی کہتا ہے مجھ میں علمی استعداد اور شعر گوئی کا سلیقہ موجود تھا اس لیے ان جوہر دل کو بروئے کار لانے کے لیے میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں ؎

جو استعداد آیا تھا مجے جب
سو لوڑ بادشاہ کے تئیں خرچنے سب

---

[1] شمس اللہ قادری نے اردوئے قدیم میں فیروز اور محمود کو عہد محمد قلی کے شاعر لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۶۲۔

محمد قلی نے مکتوب بھیج کر احمد گجراتی کو دکن بلوایا ضرور تھا لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کے دکن پہنچنے کے بعد کچھ عرصے تک بادشاہ کے دربار میں اس نے کوئی اہم مقام حاصل نہیں کیا تھا۔ احمد کہتا ہے کہ بادشاہ کی "درگاہ" اونچا انبر" (بلند آسمان) ہے اور یہاں ہر کس و ناکس کی باریابی ممکن نہیں۔ میں بادشاہ کی مدح میں شعر کہنا چاہتا ہوں تاکہ کوئی سلطان کے سامنے میرا ذکر کرے اور وہ میری طرف متوجہ ہو ع

دلے درگاہ شہہ کا اونچ انبر   سو کیوں ہوئے ہر یک کوں بار اس پر

جو شہہ کی مدح میں ہے فکر میری   شہنشہ کن کہے کن ذکر میری

احمد گجراتی کہتا ہے کہ میں بادشاہ کی خدمت میں کم حاضر رہا ہوں۔ بادشاہ نے میرے شعر کم سنے ہیں لیکن میرا شعر سن کر وہ اس کی قدر و قیمت کو کم نہیں سمجھتے ع

سنا اس سے شعر میرا کم سنے شاہ
ولیکن جب سنے کم نا گنے شاہ

شاعر کہتا ہے کہ میری شاعرانہ حکمت اور نکتہ دانی مجھے شاہی عنایات کا مستحق بنا دے گی۔ میں بادشاہ کے لیے اپنے اشعار کو مختلف انداز سے زینت بخشنا چاہتا ہوں تاکہ وہ مجھے "کسوت سے سنوارے میں" قیامت" تک بادشاہ کی مدح کرتا رہوں اور وہ مجھے ایسی پت (دولت) سے مالامال کر دے جو" قیامت تک ختم نہ ہو" اور

جو سر تھے پاؤں تک ڈوبے کنک سات

بادشاہ شاہی کسوتوں سے بھرا ہوا ایسا صندوق مجھے عطا کرے جو آسمان سے زیادہ بڑا ہو۔ محمد قلی کی سخاوت کے آگے تمام دنیا "مچھر" کے ایک پر" کی حیثیت رکھتی ہے ع

بہوتیک مان سوں دے گا دیا دان   کریں یو مان منج شاعر نکت مان

....

سنگاروں شعر شہ کے تئیں بہوتیک   سنگارے شہ منج کسوت سوں نک نک

قیامت لگ چلا دے شاہ کا ناؤں   قیامت لگ کرے تا سو سپت پاؤں
انہر منددق میں نامادے سو بخشنے   شہانی کسوتوں کی رنج بخشنے
جہاں اس کی سخاوت کی نظر ہے   سبھے جگ جیوں مچھر کا ایک پر ہے

اُردوئے قدیم" کے مصنف شمس اللہ قادری نے احمد کو سلطان محمد قلی قطب شاہ کا درباری شاعر بتایا ہے لہ

مثنوی "یوسف زلیخا" کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ گجرات میں شاعر خوشحالی اور فارغ البالی کے ساتھ زندگی گذار رہا تھا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دکن پہنچنے کے بعد شاعر تجاہلِ شاہانہ کا شکار ہو گیا۔ وہ بادشاہ کی دعوت پر اپنے وطن سے جن توقعات کے ساتھ دکن آیا تھا وہ شاید پوری نہ ہو سکیں۔ جمیل جالبی لکھتے ہیں "۔ وہ اپنی ساری شاعرانہ خوبیوں کے باوجود گولکنڈہ میں وہ مقبولیت و مرتبہ حاصل نہ کر سکا جو فارسی اثرات والے اسلوب کی وجہ سے وجہی اور دوسرے شعراء کو حاصل تھا۔[۲] ایک اور جگہ وہ تحریر کرتے ہیں" محمد قلی قطب شاہ سے زیادہ اس اسلوب کی داد اسے کہت گروں سے ملی[۳] ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قطب شاہی حکمران نے احمد گجراتی کو جو خط روانہ کیا تھا اس میں اس سے غالباً شاعر سے انعام و اکرام خلعت و منصب یا کسی معزز عہدے پر فائز کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ احمد گجراتی کہتا ہے کہ میں بادشاہ کے "تسبد" (شید؛ لفظ) یعنی = قول: پر اعتبار کر کے اپنا وطن چھوڑ کے دکن چلا آیا ہوں ؎

پتیا را لکھ کر شہہ کے سید پر

لہ شمس اللہ قادری اردوئے قدیم صفحہ ۶۲
کہ جمیل جالبی۔ تاریخ ادب اردو۔ جلد اول۔ صفحہ ۲۳۴
سہ " " " " - ۲۳۸ -

سے کچھ ایسا ہی مفہوم واضح ہوتا ہے۔ شاہی التفات کی کمی ہو یا زمانے کی ناقدری بہرحال رفتہ رفتہ احمد گجراتی کی پریشان حالی اور ناآسودگی میں اضافہ ہوتا گیا۔ "یوسف زلیخا" میں احمد نے اپنی اطمینان بخش اقتصادی حالت کا ذکر کیا ہے۔ اور اپنی خوش نصیبی پر نازاں ہے۔ لیکن "لیلیٰ مجنوں" میں وہ "پریشانی روزگار" سے شاکی اور انقلاب زمانہ کا ستایا ہوا شاعر نظر آتا ہے۔ اس نے اعتراف کیا ہے کہ نامساعد حالات کی وجہ سے وہ روزگار فراہم کرنے "مختلف شغلوں" میں سرگرداں رہا ہے ع

بہو تیک پریشانیٔ روزگار   اگرچہ منجے ہے ملامت سو بار
بہو تیک شغلاں سیتی رات ہور دن   نہ تھی منج کوں فرصت بھلا لیک دن

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بالآخر محمد قلی قطب شاہ نے احمد گجراتی کو اپنے لطف و عنایت سے سرفراز فرمایا اور اسے دربار میں "یاد" کر کے "غم" سے "آزاد" کر دیا۔ بادشاہ کی مرحمت اور عزت افزائی کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ اس نے احمد گجراتی کو یاد فرمایا اور مثنوی "لیلیٰ مجنوں" لکھنے کا حکم دیا۔ مثنوی "لیلیٰ مجنوں" میں شاعر کہتا ہے ع

جو منج بخت کو فتح یاور ہوا   سو منج بخت کا سیوک انبر ہوا
جو خود آپ سے آپ مجھے یاد کر   منجے غم کی بندگی تھے آزاد کر
دیئے امر اعلیٰ کر یو باغ لاؤں   جو پاؤں اُسے شاہ امر یت ناؤں
جو میں شاہ کا امر سر پر لیا   ترت باغ لانے مشغلی کیتا

شادی اور اولاد :۔

شیخ احمد گجراتی نے سنت تزویج کی تکمیل کی تھی اور اپنی بنت عم سے جو قاضی عبداللہ کی صاحبزادی تھیں شادی کی تھی[1] شیخ احمد کے کتنے لڑکے اور کتنے لڑکیاں تھیں اس کا پتہ

---

[1] محمد ابراہیم زبیری مترجم سیف الدین قادری (مترجم) روضۃ الاولیاء بیجاپور۔ صفحہ ۲۴

نہیں چلتا۔ سیف الدین قادری لکھتے ہیں "آپ کی اولاد بیجاپور میں موجود ہے"[1] شیخ احمد کے دو صاحبزادوں کا ذکر روضۃ الاولیاء بیجاپور" میں موجود ہے۔ ان کے ایک فرزند محمد شریف کا ذکر جو شاعر تھے اس تذکرے کی زینت ہے۔ اس کے الفاظ ہیں "شیخ احمد محدث جن سے محمد شریف ...... پیدا ہوئے"[2]

محمد شریف عاجز تخلص کرتے تھے اپنے بارے میں محمد شریف مثنوی "لیلیٰ مجنوں" میں لکھتے ہیں کہ میرا نام محمد اور تخلص عاجز ہے اور میرے والد کا نام احمد ہے۔ ع

محمد ہے نام احمد پدر ۔ تخلص میں عاجز ہوا سر بسر

محمد عاجز کے بارے میں جمیل جالبی تحریر کرتے ہیں کہ وہ شیخ احمد کے فرزند تھے!

" محمد بن احمد شیخ احمد گجراتی کا بیٹا تھا۔ یہ وہی شیخ احمد گجراتی ہیں جنہوں نے محمد قلی قطب شاہ کے دربار میں اپنی دو طویل مثنویاں یوسف زلیخا اور لیلیٰ مجنوں پیش کی تھیں"۔[3]

دکن میں عاجز تخلص کے بہت سے شاعر گذرے ہیں۔ لیکن ان میں قدیم ترین شاعر احمد گجراتی کے فرزند محمد ہیں۔ مثنوی "لال و گوہر" کے شاعر کا سنہ ولادت ۱۱۷۸ھ مطابق ۱۷۶۵ء ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عہد آصفیہ کے شاعر تھے لچھمی نارائن شفیق نے "چمنستان شعراء" میں ان کے حالات زندگی پر روشنی ڈالی ہے۔ اسی طرح سید محمود عاجز مثنوی ملکہ مصر کے شاعر ہیں اس شاعر کے نام اور مثنوی کے نام کے بارے میں اکثر مصنفین کو تسامح ہوا ہے۔ مثنوی کا نام کہیں "قصہ فیروز شاہ" کہیں "قصہ ملکہ مصر" کہیں

---

[1] سیف الدین قادری (مترجم) روضۃ الاولیاء بیجاپور۔ صفحہ ۲۲۰۔

[2] " " " " " " ۔ صفحہ ۱۴۸

[3] جمیل جالبی۔ تاریخ ادب اردو۔ جلد اول۔ صفحہ ۲۴۷

"ملکہ شہزادی" اور "قصہ مالیکا" تحریر کیا گیا ہے۔ اس مثنوی کا نام "قصۂ فیروز" بھی بتایا گیا ہے[1] اسی طرح شاعر کا نام سید محمد عاجز، سید محمود عاجز اور محمد علی عاجز بتایا گیا ہے۔ بقول شمس اللہ قادری ملکہ مصر ۱۱۰۰ھ مطابق ۱۶۸۸ء کی شعری تخلیق ہے[1] ان کی تاریخ وفات ۱۱۰۸ھ مطابق ۱۸۶۴ء ہے۔ "قصۂ ملکہ مصر" کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں محفوظ ہے[2] بلوم ہارٹ نے بھی اپنے کیٹلاگ میں اس مثنوی کی تاریخ تصنیف ۱۱ر صفر ۱۱۰۰ھ درج کی ہے[3] جیسا کہ مثنوی کے اشعار سے بھی ظاہر ہوتا ہے:

انگارا تھے تاریخ ماہ صفر
سو پنجشنبہ کا روز تھا خوب تر
نبی کی جو ہجرت برس ایک ہزار
ہو ایک سو پہ بولیا ہوں یو یادگار

سنہ تصنیف سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شیخ احمد کے فرزند محمد عاجز کی مثنوی نہیں ہے۔ وہ عادل شاہی دور کے شاعر تھے اور قصہ ملکہ مصر کے شاعر کے پیش رو تھے ان کی مثنویاں "یوسف زلیخا" اور "لیلیٰ مجنوں" ۱۰۴۴ھ مطابق ۱۶۳۴ء اور ۱۰۴۶ھ مطابق ۱۶۳۶ء میں لکھی گئی تھیں جبکہ مذکورہ بالا مثنوی ان کے بہت بعد یعنی ۱۱۰۰ھ میں مکمل ہوئی تھی۔ مختلف ادوار میں اس تخلص کے شاعر دکن میں منظر عام پر آتے رہے ہیں۔ "ابلیس نامہ" کا مصنف عاجز بھی عہد مابعد سے تعلق رکھتا ہے۔ نصیر الدین ہاشمی لکھتے ہیں کہ یہ ۱۱۰۰ھ کے بعد کا شاعر معلوم ہوتا ہے۔ مثنوی "گل یا صنوبر" کتب خانہ سالار جنگ کا مخزونہ ہے۔ اس کے شاعر کا تخلص بھی

---

[1] شمس اللہ قادری۔ اردوئے قدیم۔ لمحات اردوئے قدیم صفحہ ۱۲۱

[2] نصیر الدین ہاشمی۔ یورپ میں دکنی مخطوطات۔ صفحہ ۲۲۵

[3] " " "

عاجز ہی ہے ۔ لیکن بقول نصیر الدین ہاشمی یہ سنہ ۱۲۰۰ھ کے بعد کی مثنوی ہے[1] اس زمانے کے ایک اور شاعر عبداللطیف عاجز ہیں جن کی مثنوی "جنگ نامہ" کتب خانہ سالار جنگ میں موجود ہے ۔ اپنے نام کے بارے میں خود شاعر کہتا ہے ؎

وہ ہے طالباں بیچ عبداللطیف
غلاماں ہیں مولا کے عبدالضعیف

محمد نامی ایک اور شاعر "قصۂ بی بی مریم" کا مصنف ہے لیکن اس کے نام کے ساتھ لفظ سید موجود ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شیخ احمد کے فرزند نہیں ۔ اس مثنوی کی زبان بھی جدید ہے ۔ اس مثنوی کے دو نسخے کتب خانہ سالار جنگ میں موجود ہیں[2] اس دور سے کچھ آگے بڑھیں تو "قصہ شاہ یمن" کی مثنوی کا شاعر ہمارے سامنے آتا ہے ۔ یہ مثنوی ۱۲۸۲ھ مطابق ۱۸۶۵ء میں لکھی گئی تھی ۔ دکنی ادب میں آخری بار عہد آصفیہ میں مہاراجہ چندو لعل شاداں کے زیر سرپرستی ابھرنے والے شاعروں میں نول سنگھ عاجز کا نام قابل ذکر ہے ۔

ڈاکٹر غلام عمر خان نے محمد عاجز کی مثنوی "لیلیٰ مجنوں" مرتب کی ہے ۔ لیکن وہ اس حقیقت سے ناواقف ہیں کہ محمد عاجز شیخ احمد کے فرزند تھے ۔ مرتب دیباچے میں زیر بحث شاعر کے حالات زندگی سے اپنی لاعلمی کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"لیلیٰ مجنوں کے مصنف عاجز کی زندگی پر گہری تاریکی کا پردہ پڑا ہوا ہے ۔"[3]

آگے چل کر رقمطراز ہیں :

---

[1] نصیر الدین ہاشمی ۔ وضاحتی فہرست کتب خانہ سالار جنگ ۔ صفحہ ۶۹۴

[2] کتب خانہ سالار جنگ ۔ مخطوطہ نمبر ۳۵۹

[3] غلام عمر خان ۔ مثنوی لیلیٰ مجنوں ۔ قدیم اردو ۔ جلد دوم ۔ صفحہ ۴ ۱۹۶۷ء

"عاجز کے حالات زندگی کے متعلق کوئی قیاس آرائی صرف ان سرسری اور اچٹتے ہوئے اشاروں کی مدد سے ممکن ہے جو خود اس کی مثنوی میں ملتے ہیں۔" [1]

انھوں نے عاجز کی مثنوی "لیلیٰ مجنوں" کے مندرجہ ذیل اشعار سے نہ جانے کس طرح یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ محمد عاجز شیعہ تھے۔ اشعار یہ ہیں:

حسن شاہ یا حسن احسن تمام ۔ حسین شاہ شہیداں میں عالی مقام
انو جد بر حق ہیں بارا امام ۔ ہے پیری مریدی انو پر تمام
ہے عاجز اسی خانداں کا گدا ۔ انو دوستی جیو کروں سب فدا

مندرجہ بالا اشعار میں شاعر نے حسنین سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے اور کہتا ہے کہ بارہ اماموں پر "پیری مریدی" "تمام" ہے۔ آخری شعر میں وہ خود کو اسی خاندان کا "گدا" بتاتا ہے اور ان کی مودت پر زندگی نثار کرنے کی تمنا ظاہر کرتا ہے۔ ان اشعار سے تشیع کی عبادت کا اظہار کیسے ہو سکتا ہے؟ دیباچے میں مرتب نے ایک اور جگہ تحریر کیا ہے:

"عاجز کو دربار شاہی سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔" [2]

حقیقت یہ ہے کہ عاجز نے اپنی مثنوی "یوسف زلیخا" میں سلطان محمد عادل شاہ کی مدح میں شعر کہے ہیں۔ جمیل جالبی لکھتے ہیں: "محمد عادل شاہ کی مدح سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دربار میں پیش کی گئی تھی۔" [3] "مثنوی لیلیٰ مجنوں" کے مرتب اس مثنوی سے قطعاً ناواقف ہیں۔ دیباچے میں کہیں اس کا ذکر نہیں۔ یہ اشعار ملاحظہ ہوں جن میں عاجز نے نہ صرف بادشاہ کی مدح کی ہے بلکہ وزیر اعظم مصطفیٰ خاں اور سپہ سالار فوج کی بھی تعریف و توصیف

---

[1] غلام عمر خاں۔ مثنوی لیلیٰ مجنوں ۔ قدیم اردو ۔ جلد دوم ۔ ۱۹۶۷ء صفحہ ۹ ۔
[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ صفحہ ۱۴
[3] جمیل جالبی ۔ تاریخ ادب اردو ۔ جلد اول ۔ صفحہ ۲۲۷

کی ہے ؎

تو سلطان محمد سو عادل ہے شاہ — تو حاکم ہے اسلام کا دیں پناہ

تو خوش خلق ہے انبیاء اتقیا — اسم با مسمیٰ دیا تجھ دیا

بزرگی سلیماں کوں حاکم تجھے تھا — سخاوت میں حاتم خاتم تجھے تھا

سخاوت منے مصطفےٰ خاں تمام — شجاعت میں رُند لا سا غلام

اپنے دیباچے میں مرتب نے ڈاکٹر زور کے اس بیان کی تردید کرنے کی کوشش کی ہے کہ عاجز بیجاپور کا شاعر تھا۔ وہ لکھتے ہیں :

"عاجز کی زبان اور اس کے ذخیرۂ الفاظ کے عام میلان سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ گولکنڈہ ہی کا دل کا شاعر ہوگا" ؎

محمد عاجز بیجاپور کا شاعر تھا اور اپنی مثنوی میں بیجاپور کے عادل شاہی سلطان کی مدح کر کے اس نے اس حقیقت پر صداقت کی مہر ثبت کر دی ہے کہ گولکنڈے سے اس کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ " روضۃ الاولیا بیجاپور" میں محمد ابراہیم زبیری کا یہ بیان قابل غور ہے کہ شیخ احمد کی اولاد بیجاپور میں سکونت پذیر تھی۔ جمیل جالبی نے بھی تاریخ ادب اُردو میں عاجز کو بیجاپور کا شاعر بتایا ہے۔ اور اس کی مثنوی " یوسف زلیخا" کے اشعار سے اس کی تصدیق کی ہے۔ شیخ محمد عاجز اپنے والد کی طرح شاہ وجیہہ الدین گجراتی سے عقیدت رکھتے تھے محمد ابراہیم زبیری نے " روضۃ اولیا بیجاپور" میں شاہ وجیہہ الدین گجراتی کے خلفاء کی جو فہرست درج کی ہے اس میں تینتیسواں (۳۳) نام شیخ محمد کا ہے۔ نصیر خاں بن کامل قریشی خاں " مجموعہ حالات شاہ وجیہہ الدین علوی گجراتی قدس اللہ سرہ العزیز" میں لکھتے ہیں کہ انھیں تصوف اور مذہبی امور سے غیر معمولی دلچسپی تھی اور وہ " اسماء عظام کی دعوت" میں موصوف رہا کرتے تھے ؎ غلام عمر خاں

ؐ غلام عمر خاں ۔ مثنوی لیلیٰ مجنوں ۔ قدیم اردو ۔ جلد دوم ۱۹۶۷ء صفحہ ۱۳، ۱۴

؎ نصیر خاں بن کامل قریشی خاں " مجموعہ حالات وجیہہ الدین علوی گجراتی قدس اللہ سرہ العزیز " صفحہ ۲۰-

محمد عاجز ادران کے حالات زندگی کے متعلق حسب ذیل حقائق سے ناواقف ہیں ۔

(۱) عاجز کا نام شیخ محمد شریف تھا اور وہ سید نہیں شیخ تھے ۔

(۲) عاجز مثنوی "یوسف زلیخا" اور "لیلیٰ مجنوں" کے شاعر شیخ احمد شریف گجراتی کے فرزند تھے ۔

(۳) عاجز مشہور عالم شاہ وجیہہ الدین گجراتی کے مرید تھے ۔

(۴) عاجز کی ایک اور مثنوی یوسف زلیخا ہے

(۵) عاجز کا گولکنڈے سے کوئی تعلق نہیں تھا وہ بیجاپور کے شاعر تھے ۔

(۶) عاجز کا مزار بیجاپور میں واقع ہے ۔

عاجز نے اپنے والد کی طرح شہرہ آفاق رومانی قصوں سے دل چسپی لی اور "یوسف زلیخا" اور "لیلیٰ مجنوں" کی حکایتیں نظم کی ہیں۔ محمد عاجز نے اپنے والد احمد گجراتی کی مثنویوں سے استفادہ کیا ہے۔ لیکن فرق یہ ہے کہ احمد کی مثنویاں طویل و بسیط ہیں اور عاجز کی مختصر۔ ان میں کہیں کہیں منظر کشی اور جزئیات نگاری موجود ضرور ہے لیکن شاعر نے بہت اختصار سے کام لیا ہے۔[۱] صحیفہ اہل ہدیٰ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ محمد عاجز بیجاپور میں مقیم رہے اور یہیں پیوند خاک۔ ان کا مزار بیجاپور میں حصار کے باہر واقع ہے ۔[۲]

تصانیف

عیدنامے اور قصیدے :

شیخ احمد گجراتی نے دو مثنویں "یوسف زلیخا اور لیلیٰ مجنوں" کے علاوہ کئی غزلیں، قصیدے اور عیدنامے لکھے تھے چنانچہ وہ اپنی مثنوی

---

[۱] جمیل جالبی ۔ تاریخ ادب اردو ۔ جلد اول ۔ صفحہ ۲۴۷

[۲] سید محی الدین ابن سید محمود قادری ۔ اکبر الدین صدیقی (مترجم) صحیفہ اہل ہدیٰ ۔ صفحہ ۹

"یوسف زلیخا" میں کہتا ہے ع

کہیا بہو عید نا لے بہو قصیدے
جو ہیں وہ سب کرت مارگ میں سیدے

شاعر کہتا ہے کہ میں نے بہت سے عید نامے اور قصیدے لکھے ہیں اور یہ سب شاعری کے اعلیٰ معیار پر پورے اترتے ہیں۔ اپنی مثنویوں میں احمد گجراتی محمد قلی قطب شاہ کی مدح کرتا ہے ممکن ہے کہ اسی بادشاہ کی تعریف و توصیف میں اس نے قصیدے کہے ہوں لیکن وہ امتداد زمانہ کی وجہ سے ہم تک نہ پہنچ سکے ہوں۔ مثنوی میں ایک جگہ شاعر کہتا ہے کہ میں مختلف اصناف سخن میں شعر کہنے پر قادر ہوں ع

جتے اصناف ہوں گے شعر کیرے
کہیں مشکل نہیں نزدیک میرے

شاعر کے اس بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس نے مثنوی، غزل، قصیدے اور عید نامے کے علاوہ ممکن ہے دوسری اصناف سخن میں بھی طبع آزمائی کی ہو۔

مثنوی لیلیٰ مجنوں :

احمد گجراتی کی دوسری مثنوی "لیلیٰ مجنوں" ہے جس کے اکیاس (۸۹) منتشر اوراق پروفیسر عبدالقادر کو تاریخی کتب کی تلاش کے سلسلے میں دستیاب ہوئے تھے۔ اور جو انھوں نے حافظ محمود شیرانی کو بطور تحفہ دیئے تھے۔ احمد گجراتی کی اس مثنوی کو سب سے پہلے محمود شیرانی نومبر ۱۹۲۵ء میں "اورینٹل کالج میگزین" میں اپنے مضمون "مثنوی لیلیٰ مجنوں از احمد دکنی" کے ذریعے سے روشناس کرایا تھا۔ اس میں چودہ تصویریں موجود تھیں۔ یہ مثنوی خط نسخ میں لکھی گئی ہے۔ اور اس کی تقطیع $5\frac{1}{2} \times 9$" ہے اور ہر صفحے پر گیارہ اشعار تحریر کیے گئے ہیں۔

یہ مثنوی بقول محمود شیرانی "محمد قلی قطب شاہ کے نام لکھی گئی ہے"[1] اس نے بادشاہ کے نام سے اپنی مثنوی کی ایک سرخی کو مزین کیا ہے اور اس کی عظمت کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے ع

محمد قلی قطب شاہ ہے شہاں
جسے چین سیوک شاہاں جہاں

مثنوی کے اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مثنوی محمد قلی قطب کی فرمائش پر لکھی گئی تھی ع

دیتے امرا عصلی کہ یہ باغ لاؤں
جو پاؤں اسے شہہ امرت ناؤں
جو میں شاہ کا امر سر پر لیا
ترت باغ لانے شتابی کیتا
......
دلے اس دھر شہہ کے فرمان پر
لگیا تن سنگارں بہوماں دھر
دکھنی باغ کا شہہ ہیں باغباں
بھنور باغ کا کیوں نہ ہوئے آسماں

آخر میں بادشاہ کو دعا دیتا ہے ع

سو کچھ شہہ کوں یہ بن مبارک رہو
جو اس بن تھے ہر روز نو روز ہو
....
دکھنی باغ کا باغباں کوں نواز
بہو مرحمت سوں کرے سرفراز

چونکہ اس مثنوی کے منتشر اوراق محمود شیرانی کو دستیاب ہوئے تھے اس لیے ان سے مثنوی

---

[1] پروفیسر محمود شیرانی "مثنوی لیلیٰ مجنوں از احمد دکنی" اورینٹل کالج میگزین، نومبر ۱۹۲۵ء صفحہ ۲۱۰۔
نیز مقالات حافظ محمود شیرانی جلد اول صفحہ ۲۱۰

کے قصّے پر پوری طرح روشنی نہیں پڑتی۔ چند چیدہ چیدہ اشعار احمد گجراتی کے طرزِ ادا اور مثنوی میں ان کی قصہ گوئی کا اندازہ کرنے کے لیے ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔ یہ مثنوی چونکہ نایاب ہے اس لیے اس کا ایک مختصر جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔ مثنوی "لیلیٰ مجنوں" کا آغاز ان اشعار سے ہوتا ہے ع

اس اللہ کے ناؤں سوں سب جگت　　جو دانی دیا دنت اس کی صفت
سرہا ناسب اللہ کو جم قرار　　جو جگ کا دھنی ہور پروردگار
جو دنیا میں کافر مسلماں کوں　　منگے من سو بخشے بہو مان سوں

شاعر نے حمد کے بعد تین مناجاتیں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ ہر مناجات کا پہلا شعر یہ ہے ع

(۱) الٰہی جو میں داس ہوں توں دھنی　　سدا میں گدا ہور تو ہے غنی
(۲) رحیمی سو رحمت کرے سو رحیم　　کریمی کے سب گن دھرے سو کریم
(۳) جگت کا دھنی سب سکت کا دھنی　　جو اس کو سُہے کبریا ہور منی

(۱) مجنوں کا باپ اولاد سے محروم ہے اس لیے دنیا سے اس کا دل سرد ہو چکا ہے۔ ایک بزرگ اُسے راضی برضا رہنے کی تلقین کرتے ہوئے تسلی دیتے ہیں کہ انسان کو خدا کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ ع

خداوند جم کا کریم ور حیم　　جکچ دین حکمت سو دے دو حکیم
جے کچ حکمت اس کا تقاضا کرے　　سو وہ چھوڑ کس ھات دو جا کرے
نہیں یاج حکمت کچ اس کا کیا　　نہ بن مصلحت کچ کیا ہور دیا
بہوتیک مرداں نہوے مرحمت　　سو اس میں اچھیں خیر ہور مصلحت

(۲) مجنوں کی ولادت کا حال احمد گجراتی نے اس طرح بیان کیا ہے ع

جو ناموس کوں چندراں چاند ہوئے　　ارکھایا اجالا کیتا جگ دھوئے

نکھا کمھ مبارک دیکھی دائی جب سونئیں ڈوبی سر تھے پگ لگ سب
لے دائی پھل نیر سوں سر نہلاتی دے ان کنک ان سوں سیس نہائی
بچھائی اوڑائی امولک حریر لیتی دائی گول ماں دے کر گنبھیر

مجنوں صحرا نوردی کرتا ہے اور جب باپ کو اس کے حال زار کی خبر ہوتی ہے تو وہ اس کو سمجھانے کی اس طرح کوشش کرتا ہے ع

لیا پوت کا سکھ دکھن آس سوں رہیا پوت کے دکھ سوں نراس سو
تری آگ تھے جیو میرا اچھلے تری آہ تھے موم ہو تن گلے
کیتا توں جلے ہور جالے منجے تیسا کیا گلے ہور گالے منجے
میرا جیو ہے توں میرے لاڈلے جلے جیو جس کا سو کیوں نہ جلے

جمیل جالبی اس مثنوی کے بارے میں رقمطراز ہیں کہ اس کے صرف پانچ سو چالیس (۵۴۰) اشعار منظر عام پر آسکے ہیں[۱] ڈاکٹر زور نے علی گڈھ "تاریخ ادب اردو" میں احمد کی مثنوی لیلیٰ مجنوں کے منتشر اوراق میں اشعار کی تعداد پانچ سو چالیس (۵۴۰) بتائی ہے۔[۲]

غزلیں:

جمیل جالبی نے احمد گجراتی کی بعض غزلیں انجمن ترقی اردو پاکستان کی قلمی بیاضوں سے نقل کی ہیں جو درج ذیل ہیں ع

(۱) میٹھے بچن ترے سن تابات کرکے کچھیا شیریں لباں پہ ترے جب نبات کر کے کچھیا
والا ہریا جوبن پر ڈالی (دیکھیا) دیکھ کہیں امرت پھلاں یہ گویا ہے بات کرکے سمجھیا

---

[۱] جمیل جالبی - تاریخ اردو - جلد اول - صفحہ ۲۳۰ -
[۲] ڈاکٹر محی الدین قادری زور - علی گڈھ تاریخ ادب اردو - صفحہ ۳۸۲ -

بستاں میں ہے مکلّی سر پر ہے زرد کا آنچل　　جھلکاٹ دیک مکہ کا خب برات کر کے کھیا
احمد دکن کے خوباں ہوتیاں ہیں پُر ملاحت　　تو توں دکن کو اپنا گجرات کر کے سمجھیا[1]

---

(۲)

گھونگھٹ جب زرزری مکھ پرتے موہن (ڈال) کر نکلے
مقابل ہوئے نا ہرگز اگر سورِ ہجر سے نکلے
عجب کل رات دھن سوں (میں) نوایک معجزا دیکھا
کہ سارے چاند دو ترل سو یک چولی بھیتر نکلے
چنچل کی جب صفت لکھنے قلم میں ہاتھ تیں لیا
ایکایک ہاتھ میں میرے قلم ہو نیشکر نکلے
موہن کے غم سوں گل گل کر نین سوں ات دن میرے
کر پانی ہو کے مجہ سارا کلیجہ ہور جگر نکلے[2]

---

(۳)

مدح ملک در چھوڑ کر دل میں ہجو کوئی بچھائے ہیں
کیا شعر کے مضمون میں نا کارا حجت پائے ہیں
نا چال پر اپنی نظر کر عیب دسریاں کے چنوائیں
بی بی کی مسند کے اُوپر باندی کوں کوئی بسلائے ہیں
لیتے ہزاراں کی متاع ناحاں کر اسراف مول
در عیش و عشرت میں جتا ڈالیاں گن سب مل کھائے ہیں

---

[1] جمیل جالبی ۔ تاریخ ادب اردو جلد اول ۔ صفحہ ۴۳۰
[2] 〃 〃 ۔ ۴۲۹

کینچن تمن سب تھا سو تن اس کوں ناکر ملک جتن
پیوستہ تھیایاں سوں بچ غلت اپس کھل لائے ہیں
تا بولتاں تھا شعر یو کوئی دن بھی کیسا آئے گا
تا حق اپس کوں جگ منے بدنام کر دکھلائے ہیں
حق نمک کا حق برا حق میں کتا ہوں یوں نہیں
بڑائیاں کا اس نمکی پٹے یاسے نمک تو کھائے ہیں
احمد توں چپ . . . . . کے تئیں اس پند سیتی کیا غرض
کس کوں رد کھا کر بولنے تجہ کوں کتے فرمائے ہیں[1]

مصیبت اہلبیت

نصیرالدین ہاشمی احمد کی تصانیف کے بارے میں لکھتے ہیں:

" احمد کی دو مثنویوں کا پتہ چلا ہے ایک تو لیلیٰ مجنوں اور دوسری مصیبت اہلبیت اول الذکر مثنوی سلطان عبداللہ قطب شاہ کے ایما سے لکھی گئی ہے . . . . . . دوسری مثنوی ہماری نظر سے نہیں گذری اس کا ایک نسخہ انڈیا آفس لندن کے کتب خانے میں لکھا گیا ہے۔[2]

نصیرالدین ہاشمی کا مثنوی "لیلیٰ مجنوں" کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ عبداللہ قطب شاہ کی ایما پر لکھی گئی تھی درست نہیں۔ محمود شیرانی نے اس مثنوی پر جو مضمون لکھا ہے اس میں احمد کے جو اشعار بطور نمونہ دیئے گئے ہیں ان میں احمد کا یہ شعر بھی شامل ہے۔

---

[1] جمیل جالبی۔ تاریخ ادب اردو جلد اول صفحہ ۴۲۹
[2] نصیرالدین ہاشمی۔ دکن میں اردو۔ صفحہ ۱۰۸۔

محمد قلی قطب شاہے شاہاں

ہے جین سیوک شاہان جہاں

محمود شیرانی لکھتے ہیں کہ احمد نے ایک مستقل سرخی محمد قلی قطب شاہ کے نام پر لکھی ہے۔ اس سے قبل شاعر نے "یوسف زلیخا" لکھی تھی اس مثنوی میں بھی "تعریف قطب شاہ محمد قلی" کا عنوان موجود ہے اور اس نے اس کے تحت کئی شعر سلطان کی مدح میں کہے ہیں۔ ان داخلی شہادتوں کے پیش نظر احمد گجراتی کو عہد عبد اللہ قطب شاہ کا شاعر سمجھنا درست نہیں ہے۔ اس نے "یوسف زلیخا" اور "لیلیٰ مجنوں" عبد اللہ قطب شاہ کی ایما پر نہیں محمد قلی قطب شاہ کی فرمائش پر لکھی تھی۔

نصیر الدین ہاشمی نے "مصیبت اہلبیت" کو احمد گجراتی کی تصنیف بتایا ہے۔ کیونکہ اس کے مخطوطے میں شاعر کا یہی نام تحریر کیا گیا ہے۔ انھوں نے "دکن میں اردو" اور یورپ میں دکنی مخطوطات" میں اس سے جو نمونہ کلام پیش کیا ہے اس کی زبان احمد کی مخصوص لفظیات، اس کے طرز ادا اور اس عہد کی زبان کی عمومی خصوصیات سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی۔ لسانی اعتبار سے یہ دور مابعد کی کاوش معلوم ہوتی ہے۔ مثنوی "مصیبت اہلبیت" کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں ع

سنو قصہ مصطفیٰ کا جو ہے سرور انبیا ۔۔۔ جسکے واسطے پیدا ہوا دونوں عالم دین و دنیا

حق کا فرمان ہے عرش اوپر رحمت اللعالمین ۔۔۔ اول ان کو پیدا کرکے پیدا کیا دنیا و دین

مثال کے طور پر ان دونوں اشعار میں لفظ "پیدا" دو جگہ آیا ہے۔ احمد کی زبان قدیم تھی ہے اس نے اپنی مثنویوں میں "پیدا" کے بجائے اس لفظ کا قدیم مترادف "اپج" اکثر جگہ استعمال کیا ہے مثلاً:

میرا خاک میں تھے جو اپجے تہال

دنیا کے لگے پھل پھل ڈال ڈال ۔۔۔ (لیلیٰ مجنوں)

پوتر دلس تھے یبراتو اُپج ہوے
نہ بنج تھے بن پوتر ہو پچ ہوسے
(یوسف زلیخا)

نہ ہنس کی اندری سے تھے کاگ اُپجے
نہ کد کو لے تھے بلوند باگ اُپجے
(یوسف زلیخا)

ڈاکٹر زور "علی گڑھ تاریخ ادب اردو" میں لکھتے ہیں کہ مثنوی "مصیبت اہلبیت" بہت بعد کی تصنیف ہے۔" اور یہ کہ " مثنوی اہلبیت کو محمد قلی قطب شاہ کے ہم عصر شاعر احمد سے منسوب کرنا درست نہیں معلوم ہوتا۔"

رباعی

سخاوت مرزا اور مشفق خواجہ نے "تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند" میں کسی شاعر احمد کا ذکر کیا ہے جو بارھویں صدی کا سخن گو ہے۔ اس نے "وفات نامہ حضرت فاطمہ" بھی جو انجمن ترقی اردو پاکستان کے کتب خانہ خاص میں موجود ہے۔ وہیں اس مثنوی کے سنہ تصنیف پر یوں روشنی ڈالی ہے ع

اتھا خوش یہ ماہ محرم تمام مرتب ہوا یو قصے کا تمام
سنہ یک ہزار ایک سو تیس سات کہا ہوں سال میں یو وفات [1]

اس سے پتہ چلتا ہے کہ احمد نے "مثنوی وفات نامہ حضرت فاطمہ" ۱۱۳۷ھ مطابق ۱۷۲۴ء میں مکمل کی تھی اس شاعر کا نام بھی احمد ہے اور گجرات کا باشندہ ہونے کی وجہ سے نام کے آخر میں گجراتی کا لاحقہ بھی موجود ہے۔ لیکن یہ شیخ احمد گجراتی سے مختلف شاعر ہے اور عہد مابعد سے تعلق رکھتا ہے سخاوت مرزا اور مشفق خواجہ نے اس شاعر کی بعض غزلوں کی نشاندہی بھی کی ہے جو قدیم بیاضوں میں محفوظ ہیں۔ انھوں نے ایک قدیم بیاض سے احمد گجراتی کی ایک مثنوی کو بھی نقل کیا ہے ۔

---

[1] سخاوت مرزا باشتراک مشفق خواجہ تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند۔ دسواں باب مذہبی شعر ۵۱۲ تا ۵۸۰ صفحہ ۳۸۲

تن ستی سکی اچپلی گوری ہے — پڑتی ہے اچھل چھند بھری چھوری ہے
ہٹ سٹنے میں یوں بولتی تو یار خدا — اُد ہیچ کر دہات یو کیا زوری ہے[1]

جس احمد کا مذکورہ بالا مصنفین نے ذکر کیا ہے وہ ۱۱۳۷ھ / ۱۷۲۴ء اور اس کے عہد مابعد کے شاعر ہیں اور اس رباعی کی زبان قدیم تر معلوم ہوتی ہے۔ ممکن ہے یہ رباعی شیخ احمد شریف گجراتی کی ہو جو مثنوی "یوسف زلیخا" میں اپنی شعر گوئی کے بارے میں کہتا ہے کہ کسی بھی صنف سخن میں شعر کہنا اس کے لیے مشکل نہیں ہے۔ پھر بھی ہم یقین کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتے کہ مذکورہ بالا مثنوی شیخ احمد شریف گجراتی ہی کی ہے۔

احمد کی مرثیہ نگاری

جیسا کہ اس سے قبل بتایا جا چکا ہے شیخ احمد گجراتی مثنوی "یوسف زلیخا" میں کہتا ہے کہ اس نے بہت سے قصیدے اور عید نامے لکھے ہیں اور کسی صنف سخن میں شعر کہنا اس کے لیے مشکل نہیں ہے۔ شاعر کے اس بیان سے مترشح ہوتا ہے کہ اس نے مثنوی کے علاوہ دیگر اصناف میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ شیخ احمد کی مثنویاں اور غزلیں دستیاب ہو چکی ہیں۔ ایک قدیم دکنی بیاض میں احمد کا مرثیہ بھی موجود ہے۔ ڈاکٹر زور نے "اردو شہ پارے" میں یتیم احمد کے سات مراثی کا ذکر کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ یہ شاعر برہان پور کا باشندہ تھا۔[2] نصیر الدین ہاشمی نے اس شاعر کے متعلق بتایا ہے کہ اس کے سات مرثیے کیمبرج یونیورسٹی کے ایک مخطوطے میں محفوظ ہیں[3] لیکن یتیم احمد برہان پوری، شیخ احمد شریف گجراتی سے مختلف شخصیت ہے۔ دونوں کے نام اور تخلص میں لفظ احمد مشترک ضرور ہے لیکن یہ دونوں مختلف شاعر ہیں۔

---

[1] سخاوت مرزا باشتراک مشفق خواجہ تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند۔ دسواں باب (ب) صفحہ ۵۱۲
[2] ڈاکٹر زور۔ اردو شہ پارے صفحہ ۱۴۲
[3] نصیر الدین ہاشمی۔ یورپ میں دکنی مخطوطات صفحہ ۶۵۴

کتب خانہ سالار جنگ کی بعض بیاضوں میں کسی غیر معروف احمد کے مرثیے تحریر کیے ہوئے ملتے ہیں" اُردو مرثیے کا ارتقاء بیجاپور اور گولکنڈے میں ۱۸۵۷ء تک" میں ڈاکٹر چراغ علی نے ان مرثیوں کا ذکر کیا ہے اور لکھتے ہیں :

"ان مراثی کی زبان چونکہ "لیلیٰ مجنوں" کے شاعر احمد کی زبان سے مقابلتہً سلیس ہے اس لیے ان مراثی کو محمد قلی قطب شاہ کے درباری شاعر احمد سے منسوب کرنا بھی دشوار ہے۔ وہ لکھتے ہیں چونکہ بیجاپور میں اس تخلص کے کسی شاعر کا پتہ نہیں چلتا اس لیے یقین ہوتا ہے کہ یہ گولکنڈے ہی کے آخری دور کا کوئی قادر الکلام شاعر ہوگا۔"

ڈاکٹر چراغ علی کا یہ بیان کہ بیجاپور میں احمد تخلص کے کسی شاعر کا پتہ نہیں چلتا درست نہیں ہے جیسا کہ اس سے قبل کہا جا چکا ہے احمد گجراتی ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عہد میں قطب شاہی دارالسلطنت سے بیجاپور چلے آئے تھے۔ بیجاپور میں انھوں نے زندگی کے آخری ایام گذارے اور وفات پائی یہیں ان کی ابدی خواب گاہ بھی ہے۔

مثنوی "یوسف زلیخا" اور "لیلیٰ مجنوں" کے اشعار سے شیخ احمد گجراتی کی اہلبیت سے عقیدت و مودت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان مثنویوں میں احمد گجراتی نے اس انداز سے خاندانِ رسالت کی مدح کی ہے کہ محمود شیرانی انھیں شیعہ تصور کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔

احمد گجراتی کی ائمہ اطہار سے غیر معمولی وابستگی کے پیش نظر ان کا مرثیہ کہنا کوئی تعجب خیز امر نہیں معلوم ہوتا۔ دوسرے یہ کہ خود محمد قلی قطب شاہ اس صنف میں طبع آزمائی کرتا تھا اور

۱؎ ڈاکٹر چراغ علی۔ اردو مرثیے کا ارتقاء بیجاپور اور گولکنڈے میں ۱۸۵۷ء تک" صفحہ ۱۶۳ تا ۱۶۴۔

۲؎ " " " " " " " " " ۱۶۳

۳؎ محمود شیرانی۔ مثنوی لیلیٰ مجنوں از احمد دکنی۔ اورینٹل کالج میگزین نومبر ۱۹۲۵ء مشمولہ مقالات حافظ محمود شیرانی جلد اول صفحہ ۲۱۵ لاہور ۱۹۶۶ء

بہت ممکن ہے "درباری[1] شاعر" ہونے کی حیثیت سے بھی احمد نے بادشاہ کے تتبع میں مرثیے لکھے ہوں۔ تا حال سوائے شیخ احمد گجراتی کے اس تخلص کے کسی اور ایسے شاعر کا پتہ نہیں چلا ہے جو مثنوی یوسف زلیخا اور لیلیٰ مجنوں کے شاعر کی طرح استاد سخن اور قادر الکلام شاعر ہو۔

بعض وقت زبان کی کوئی خاص ترکیب یا کسی مخصوص لفظ کا محل استعمال اور اس کی تکرار، شاعر کے منفرد طرز ادا کی پہچان بن جاتے ہیں۔ احمد گجراتی نے اپنے کلام میں لفظ "جنک" بار بار استعمال کیا ہے۔ جان ٹی پلاٹس (John.T. Platts) نے اس لفظ کے حسب ذیل معنی بتلائے ہیں۔

(۱) خالق (۲) والد (۳) متھلا کا ایک مشہور راجا (۴) سیتا جی کے والد کا نام[2] "نالندہ وشال شبد ساگر[3]" اور دوسری ہندی لغات میں اس لفظ کے معنی "باپ" اور "پتا" بھی بتائے گئے ہیں[4]۔ تلگو میں بھی یہ لفظ مستعمل ہے۔ سیتا جی کے والد کا نام جنک تھا اور ان کے نام کی مناسبت سے ان کا دارالخلافہ "جنک پور" کہلاتا تھا[5]۔ راجہ راجیشور راؤ اصغر نے "ہندی اردو لغت" میں لکھا ہے کہ سیتا جی کو جنک تنیا، جنک ستا اور جنک کماری کہتے ہیں۔ اور اسی طرح جنک نندنی اور جنک دلاری کے ناموں سے بھی سیتا کو یاد کیا جاتا ہے[5]۔ احمد گجراتی نے بھی اس اسم خاص کو کنایتہً والد یا پدر کے معنی میں برتا ہے۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

---

[1] شمس اللہ قادری۔ اردوئے قدیم۔ صفحہ ۶۲

[2] اے ڈکشنری آف اردو کلاسیکل ہندی اینڈ انگلش" صفحہ ۳۹۱۔ پانچواں ایڈیشن۔ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس ۱۹۶۵ء [3] شری نول جی۔ صفحہ ۳۱۳ [4] رام نارائن لال۔ پریکٹیکل ڈکشنری۔ صفحہ ۴۹۸ [5] راجہ راجیسور راؤ اصغر۔ ہندی اردو لغت۔ صفحہ ۲۲۳۔ زندہ طلسمات فائن آرٹ پریس ۱۹۳۸ء

جنک یہ بول سن اس کام کا رن | بلایا پاس بیٹی کو بچا رن
ادھر میٹھے ہنسی میٹھا ہنسایوں | جنک کے من منیں پرتوں اٹھے تیوں
جنک کہیا نہ کر یو بات توں پھیر | چپ اچھ کٹ سوں نہ کر یو کیٹ باہیر
جنک کوں جم ہیں سیوا کرن ہار | جنک تھے اُن سواپ سیوا منگن ہار
نفاق اپنے جنک سوں منیں دھر | کپٹ کڑوائی سینے میں چھپا کر

یہاں یہ نقطہ توجہ طلب ہے کہ احمد گجراتی کے ہمعصر شعراء مثلاً محمد قلی وجہی اور غواصی وغیرہ نے کہیں یہ لفظ استعمال نہیں کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابلاغ و اظہار کا یہ پیکر احمد گجراتی سے مخصوص ہے۔ کتب خانہ سالار جنگ کی ایک بیاض میں احمد کا ایک طویل مرثیہ "قصہ حضرت علی اکبر" تحریر کیا ہوا ملتا ہے جس میں اس لفظ کو ان ہی معنی میں استعمال کیا گیا ہے جس سے ہم قیاس کر سکتے ہیں کہ یہ بلند پایہ مرثیہ احمد گجراتی کا نتیجۂ فکر ہوگا۔
اس مرثیے کا یہ شعر ملاحظہ ہو ؎

کرو جنک اپنے کوں یک پل درنگ
کہ تاروں پہ جا کر میں تھیلوں ترنگ

کتب خانہ سالار جنگ کی بعض بیاضوں میں کسی شاعر احمد کے چند مرثیے موجود ہیں۔
بیاض نمبر ۲ میں ایک مرثیہ ع آج غم میں مصطفیٰ بیٹھے ہیں نالاں ہائے ہائے
تحریر کیا ہوا ملتا ہے۔ اور شاعر کا نام احمد خاں درج کیا گیا ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کوئی اور احمد ہے اسی طرح پانچ اور مراثی ہیں جن کا موضوع شہادت حسین ہے، احمد کے بجائے احمدی تخلص موجود ہے جس کی وجہ سے یہ کہنا دشوار ہے کہ یہ احمد گجراتی ہی کے مرثیے ہیں۔ ڈاکٹر چراغ علی نے جو پندرہ مرثیے کسی غیر معروف شاعر احمد سے منسوب کیے ہیں وہ ایک ہی شاعر کا کلام نہیں ہیں۔ یہاں انہیں تسامح ہوا ہے۔ ان بیاضوں میں صرف سات مرثیے ایسے ہیں جو احمد سے منسوب کیے جا سکتے ہیں۔

احمد کے مرثیے یہ ہیں :

(۱) شاہ رسل کا دیکھو تاراج گھر ہوا ہے اس درد سوں نبلیاں کا پر خوں جگر ہوا ہے
گلتے ہیں دل جگت کے ڈھلتے ہیں ہندنیں کے احمد ترا سخن یوں ہر دل اثر ہوا ہے

(۲) آج ہے میدان کھتر کا یا حسین کرتوں سامان سفر کا یا حسین
جب منگیا احمد کہے غم کا خبر جیب لرزیا ہے خبر کا یا حسین

---

(۳) السلام اے شہواراں السلام اے شہواراں
کیتے ملک قطاراں السلام اے شہواراں
دونوں پڑے قربان احمد کرے دل وجیاں
یادگے اُن سوں ایماں السلام اے شہواراں

(۴) جب جفا شہہ پہ بے حساب ہوا تب سوں عالم میں شور شاب ہوا
غم سیتی جب سکیا نکل احمد گل کر شرموں سوں گل گلاب ہوا

(۵) احمد اگر ماہر ہو ادستالے تیئں بیت گیا رو رو رہیا یا رسول

(۶) طبلے بچن کے کھولیا موتی سخن کے لیا دلیا
احمد جنم لیو لیا صلوات پر محمد

(۷) کیوں کرے احمد ترا ماتم بیان
جل گے معنی سخن میں یا حسین

ڈاکٹر چراغ علی نے احمد کے مراثی پر تبصرہ کرتے ہوئے ان کی قدرت بیان" صنعت نہ ہیج کے استعمال" ندرت وحدت" حسن بیان" نزاکت تخیل" "ادبیت" "تشبیہات و استعارا" "مینا کاری" "اثر آفرینی" "روانی اور صوتی شیرینی" کو سراہا ہے [۱]

---

[۱] ڈاکٹر چراغ علی۔ اردو مرثیے کا ارتقاء بیجاپور اور گولکنڈہ میں ۱۸۵۷ء تک" صفحہ ۱۶۴-۱۶۰

احمد کے ان مراثی کے بارے میں یہ کہنا دشوار ہے کہ یہ شیخ احمد شریف گجراتی کا کلام ہیں۔ بیاضوں میں مختلف دور کے شعراء کا کلام موجود ہوتا ہے اور ان پر سنہ بھی تحریر نہیں کیا جاتا۔ اس کے علاوہ الحاقی عنصر شامل ہونے کا احتمال بھی موجود ہوتا ہے لہٰذا بیاضوں سے دستیاب ہونے والا کلام تحقیق کے نقطۂ نظر سے زیادہ مستند اور قابل قبول نہیں سمجھا جاتا۔ راقمۃ الحروف کا خیال یہ ہے کہ سوائے "قصۂ حضرت علی اکبرؓ کے کتب خانہ سالار جنگ کی بیاضوں میں درج تمام مراثی جن میں احمد تخلص موجود ہے مشکوک ہیں۔ انھیں احمد گجراتی کی شعری تخلیقات قرار نہیں دیا جا سکتا تعجب ہے کہ سب سے مستند اور ادبی اعتبار سے وقیع مرثیے کو ڈاکٹر چراغ علی نے کیسے نظر انداز کر دیا حالانکہ اپنی تصنیف میں انھوں نے اس بیاض کے دوسرے مرثیوں کا ذکر کیا ہے۔ اس کی وجہ ممکن ہے یہ ہو کہ احمد کا یہ مرثیہ مختلف صفحات پر تحریر کیا گیا ہے۔ یعنی اس کو مسلسل تحریر نہیں کیا گیا ہے۔ غالباً ڈاکٹر چراغ علی نے اس طرف کوئی توجہ نہیں کی ہے۔

قصۂ حضرت علی اکبرؓ: یہ احمد گجراتی کا ایک طویل مرثیہ ہے جو دو سو بہتر (۲۷۲) اشعار پر مشتمل ہے۔ اس مرثیے کا ایک وصف یہ بھی ہے کہ اس میں شہزادہ علی اکبرؓ کی شہادت کا حال سلسلہ وار اور مفصل طور پر بیان کیا گیا ہے۔ یہ مرثیہ بھی بعض دوسرے دکنی مرثیوں کی طرح مثنوی کے فارم میں ہے۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اردو مرثیے میں سراپا، رخصت، رجز اور رزم وغیرہ کے خدوخال مرثیہ نگاری کے ابتدائی دور کے بہت بعد ابھرے ہیں۔ لیکن احمد گجراتی کے اس طویل مرثیے میں صنف کے اجزا نمایاں طور پر موجود ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرثیہ کے اجزاء کا جو دراصل ہیرو کے مرتبۂ شہادت پر فائز ہونے تک کے مختلف مراحل کے آئینہ دار ہیں ایک دھندلا خاکہ قدیم مرثیہ نگاروں کے ذہن میں ضرور موجود تھا۔ یہ اشعار ملاحظہ ہوں

رخصت ۔

علی اکبر آکر کہے اے پدر — نہ جا توں رضا دے مجے رن پہ
دھرے سر چرن پر کیتے نامدار — مجھے چھوڑ ہونا کدھر توں سوار

کہے جا کے ماروں گا میں دو ندیاں — چلاؤں گا ان کے لہو سوں ندیاں

کہے پھر کے اکبر نے لئی التجا — دیتے شاہ اور ردے کے لڑن کی رضا
رکھی دوڑ مادر نے پاداں پہ سر — کہی من میں رہیا نہیں ہے دھر
محمد کیاں بیٹیاں کیاں غلبلا — فرشتے گھٹنے ہور رہیے تلملا

سراپا: حسین علی تب علی کے بدن — پنائے نبی کا اول پیرہن
عمامہ بھی سرور کا سر پر دھرے — دو عالم کے افسر پرا فسر دھرے
بنائے سلح دو امام زمن — گے دیکھ توّا زمیں د ز من

اتھے چار زلفاں سو اس شاہ کوں — نہ تھا دیکھنے تاب اس ماہ کوں
مدینے کے لوگاں پہ غالب جدہاں — ہوئے شوق احمد کا دیکھیں تدہاں

محمد میں اس میں نہ کچھ فرق تھا — مشابہہ دوازپائے تا فرق تھا
عجب کیا شہنشہ دھرے دو جمال — اتھے جیو اس کے دو صاحب کمال
کھڑ جا کے اس بھانت میدان میں — اجالا پڑیا گھر کے ایوان میں

رجز: سنوں اس وقت میں وہ میر عرب — کہے کہوں اپنا مبارک نسب
میرا جد محمد خدا اسکا حبیب — شفاعت سو اسکی تمن ہے نصیب

کہے جدہ میری ہے جان رسول — دو عالم کی پائے سو زہرا بتول
میرا عم حسن شہہ دو جگ کا امام — ہوا جس پہ رحمت خدا کا تمام
مجھے باپ سو ہے حسین علی — کھلائے اپس گود میں جس نبی

رزم: منگے تب مبارز علی نامدار — نہ کوئی ڈر سوں نکلیا سگاں نوار
ترنگ کوں سٹیا تب ہزاراں اپر — کیے شاہ حملہ سو بھاراں اپر
غنیماں پہ یوں جا بجائے کڑک — چھوٹے باد بھاڑاں کے جڑتے برگ

گئے سھاٹ یکدھر تھے سب کافراں — نہ میداں میں انکا دسیا کئیں نشاں

معرکۂ کارزار میں علی اکبر نے جن نامی نبرد آزماؤں سے جنگ کی تھی ان کے نام احمد گجراتی نے طارق، عمر ابن طارق، مصراع اور نمیر بتائے ہیں اور علی اکبر کے گھوڑے کا نام عقاب بتاتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ رسولِ عربی کا خاص گھوڑا تھا۔

شہادت، ترنگ سوں شہنشاہ بیکی اُتر   علی کا لیے سیس زانو اُپر
پشانی پہ رکھ کر مبارک وہ ہات   کہے جیو میری توں کچھ کر بھی بات
علی اس وقت میں اٹھے بیخبر   انکھیاں کھول دیکھے جمالِ پدر
کہے باپ دیکھو عجائب عجب   کھڑے ہیں میرے پاس شاہِ عرب
بھرے سیر ماٹی وو زلفاں کھلے   نین سوں انجھواں جوں قطراں چلے
....
علی نے کہے شہ سوں اتنا سخن   کیا روح فردوس ان کا وطن

شہادت علی اکبر نے کائنات میں جو تہلکہ برپا کر دیا تھا اس کے بارے میں شاعر کہتا ہے ؎

گگن سات طبق ہور برسنے لگے   سینے قدسیاں کے ترخنے لگے
چوڑیاں پھوڑ حوریاں کیاں شور سب   ہوا ان کوں جنت سو جیوں گور سب
....
زمانے میں سالم اندھیارا ہوا   زمین ہور گگن پر پکارا ہوا
....
جہاں پر کھڑیا سخت ماتم تمام   کہوں حشر تک تا نہ ہووے تمام

ایک اور جگہ کہتے ہیں ؎

ملک دیک یو حال سب تلملی   زمین و زماں سب دکھوں کھلبلی
پکھیرو رہے جگ کے پرواز سوں   امام زماں کی اس آواز سوں
ہر اک شئے پو یو درد نیارا ہوا   سکل جل سمندر را کا کھارا ہوا

شاعر کہتا ہے کہ میں نے اپنے "نامۂ اعمال" کے گناہوں "کو دھونے" کے لیے یہ مرثیہ کہا ہے۔ میرا مقصد مرثیہ گوئی میں کمال دکھانا نہ تھا بلکہ "رونے میں جیو کھونا" تھا۔ درد کی اگن" سے "درد نا" جل اٹھا ہے اور زبان پر بے ساختہ علی اکبر کا نام آگیا ہے۔ میں نے

بیخودی کے عالم میں یہ مرثیہ لکھا ہے اور خود مجھے اس کا علم نہیں کہ میں نے کیا لکھا ہے۔ آخر میں شاعر قارئین سے التجا کرتا ہے کہ وہ یہ مرثیہ پڑھ کر اس کو یاد کریں تاکہ اس کی روح "شاد" ہو ؎

کہا ہو بہر حال رونے بدل ۔۔۔ گنہ کے میں نامے کوں دھونے بدل
نہ مطلب مجھے شعر کہنا اچھے ۔۔۔ مجے جیو رونے میں کھونا اچھے
کہا لیک قصہ نہ تھا من میں ہوش ۔۔۔ نہ جانوں کہا کیا میں رو جوش جوش
دَرد کی اگن سوں دو رتا جلا ۔۔۔ علی کی شہادت کہا تلملا
سُنتے سو دعا سوں کردں مجکوں یاد ۔۔۔ کہ تا روح میرا ہووے اس کوں شاد

آخر میں "علی فاطمہ ہور اماماں" اور "پنجتن" کی مدح کرتے ہوئے کہتا ہے ع

جنوں کا ہے احمد غلام علام ۔۔۔ خدا کا ہے رحمت اُنوں پر تمام
دندیاں پرانوں کی خدا کا لعن ۔۔۔ جہنم اُنوں کا اچھو ہنت وطن
محباں جتے مل کرو یو دعا ۔۔۔ کہ تا ہوئے خوشنود ہم سوں خدا

احمد کے اس مرثیے میں ندرتِ تخیل بھی ہے اور زورِ بیان بھی۔ اپنی روانی دبے ساختگی اور دوسرے ادبی محاسن کے اعتبار سے احمد گجراتی کا یہ مرثیہ دکن کے قدیم مرثیوں میں ایک منفرد اہمیت کا حامل نظر آتا ہے۔

ہمعصر شعراء: شمس اللہ قادری نے "اردوئے قدیم" میں احمد کو فیروز اور محمود کا ہمعصر شاعر بتایا ہے[1] خود محمد قلی قطب شاہ احمد گجراتی کا نوعمر معاصر تھا۔ محمد قلی نے اپنے ایک شعر میں محمود اور فیروز کو فارسی کے مایۂ ناز شعرا ظہیر اور انوری کا ہم رتبہ قرار دیا تھا وہ کہتے ہیں ع

اگر محمود ہور فیروز بے ہوش ہوئیں عجب کیا ہے ۔۔۔ ہوئے تج وصف نا کر سک ظہیر ہور انوری بے ہوش

ابن نشاطی ان شعرا کو خراج عقیدت ادا کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کاش محمود اور فیروز بقید حیات ہوتے وہ ایسے وسیع القلب، راست گو، سخن فہم اور صاحب الرائے شاعر تھے کہ دودھ کو "دودھ" اور پانی کو "پانی" کہتے تھے ع

اہے صد حیف جو نئیں سید محمود ۔۔۔ کہتے پانی کو پانی دود کوں دود

---

[1] شمس اللہ قادری۔ اردوئے قدیم صفحہ ۴۲

وجہی نے بھی "قطب مشتری" میں ان کا ذکر کیا ہے ؏

کہ فیروز محمود اچھتے جو آج
تو اس شعر کوں بہوت ہوتا رواج
کہ نادر تھے دونوں بھی اس کام میں
کیا نیں کیتے بول اچھو کام میں

فیروز کا نام قطب الدین تھا۔ اپنے وطن بیدر کی مناسبت سے وہ فیروز بیدری مشہور ہوئے۔ خود شاعر کہتا ہے ؏

مجھے ناؤں ہے قطب الدین قادری
تخلص سو فیروز ہے بیدری

"اردو شہ پارے" میں ڈاکٹر زور نے انھیں اپنے عہد کا ایک مسلم الثبوت استاد اور باکمال سخنور بتایا ہے۔ فیروز کا "پرت نامہ" (قبل ۱۵۶۴ء) کے دیباچے میں۔

پروفیسر مسعود حسین خاں فیروز کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ "سلسلہ قادریہ سے نسبت رکھتا تھا"[1] آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں "فیروز سلطنت بہمنیہ کا چراغ ٹمٹماتے دیکھ کر سولھویں صدی کے وسط میں بیدر کی سکونت ترک کر کے گولکنڈے کے نئے علمی و ادبی مرکز میں آ گیا ہوگا۔ اور ابراہیم قطب شاہ کی سخن نوازی سے مستفید ہو کر بہت جلد دلبستان گولکنڈہ کا استاد تسلیم کیا جانے لگا ہوگا"[2]

وجہی نے نصف صدی بعد جب "قطب مشتری" لکھی تو فیروز سے اپنی عقیدت کا اس طرح اظہار کیا ؏

کہ فیروز آ خواب میں رات کوں
دعا دے کے چومے میرے ہات کوں

---

۱ پروفیسر مسعود حسین خاں۔ "پرت نامہ"، قدیم اردو۔ جلد اول۔ سنہ ۱۹۶۵ء صفحہ ۳۳
۲ " " " " ۳۳۷

ابن نشاطی نے "پھول بن" میں شیخ احمد کے ساتھ فیروز کی عظمت کا بھی اعتراف کیا ہے اور کہتے ہیں ع

نہیں وہ کیا کروں فیروز استاد
جو دیتے شاعری کا کچ میرے داد

احمد گجراتی کا ایک اور معاصر شاعر ملا خیالی تھا جس کے حالات زندگی پر کسی ادبی تاریخ یا تذکرے سے کوئی روشنی نہیں پڑتی۔ ابن نشاطی جہاں مثنوی "پھول بن" میں اپنے دوسرے پیشرو شعرا کو یاد کرتا ہے وہیں اس نے ملا خیالی کا بھی تذکرہ کیا ہے ع

اچھے تو دیکھتے ملا خیالی
یوہیں باندھیا بول سو صاحب کمالی

احمد گجراتی کا ایک اور ہم عصر شاعر وجہی تھا۔ جو بقول ڈاکٹر زور گولکنڈے کا پہلا ملک الشعرا تھا[1]۔ اپنے نام اور تخلص کے بارے میں وہ کہتا ہے ع

اسم اسد اللہ وجیہہ است تخلص
آرائش دکانچہ بازار کلام است

وجہی نے طویل عمر پائی تھی اور گولکنڈے کے چار بادشاہوں ابراہیم قطب شاہ، محمد قلی قطب شاہ، محمد قطب شاہ اور عبد اللہ قطب شاہ کا زمانہ دیکھا تھا۔ اس کی مشہور مثنوی "قطب مشتری" (۱۰۱۸ھ) اس کی تصنیف ہے جس کا محمد قلی قطب شاہ کی نجی زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہے[2]۔ اس کے بعد وجہی نے عبد اللہ قطب شاہ کے عہد میں "سب رس" (۱۰۴۵ھ) لکھی جو ادبی اعتبار سے دکنی نثر کا پہلا کامیاب نقش اور اہم کارنامہ ہے۔ کتب خانہ سالار جنگ میں وجہی کا فارسی

---

[1] ڈاکٹر محی الدین زور۔ دکنی ادب کی تاریخ صفحہ ۶۳ [2] ملاحظہ ہو قرۃ العین حیدر کا مضمون "... آگ تھی اور اس کا نودریافت مقبرہ" آج کل۔ جولائی ۱۹۸۰ء

دیوان "دیوان وجیہہ" موجود ہے[1]

سنہ وفات

شیخ احمد گجراتی کے سنہ وفات سے ہم واقف نہیں ہیں۔ ابن نشاطی نے جب اپنی مثنوی "پھول بن" سنہ ۱۰۶۶ھ مطابق سنہ ۱۶۵۶ء میں مکمل کی تو وہ اس دار فانی سے کوچ کر چکے تھے چنانچہ شاعر کہتا ہے۔ ع

نہیں اس وقت گو وہ شیخ احمد
سخن کا دیکھتے باندھیا تو بیسد

مزار:

معلوم ہوتا ہے کہ شیخ احمد اپنی وفات سے قبل محمد قلی کے پایہ تخت سے ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عہد (۹۸۸ھ تا ۱۰۳۷ھ) میں بیجاپور چلے آئے تھے۔ اگر احمد گجراتی کا سنہ ولادت سنہ ۹۴۶ھ تسلیم کرلیں تو ابراہیم عادل شاہ کی وفات کے وقت شاعر کی عمر اکیانوے (۹۱) برس قرار پاتی ہے۔ اس لیے ساتویں عادل شاہی حکمران محمد عادل شاہ (سنہ ۱۰۳۷ھ تا سنہ ۱۰۶۷ھ) کے عہد میں احمد گجراتی کے بقید حیات ہونے اور کبر سنی میں گولکنڈے سے بیجاپور ہجرت کرنے کا امکان کم معلوم ہوتا ہے۔ "صحیفہ اہل ہدی" کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ شیخ احمد کا مزار بیجاپور میں حصار کے باہر ابراہیم پور کے دروازے کی طرف واقع ہے[2] شیخ احمد کے بیجاپور میں مدفون ہونے کی تصدیق "روضۃ الاولیاء بیجاپور" کے اس بیان سے ہوتی ہے:۔

---

[1] مخطوطہ نمبر ۵۱۱ - ادب نظم فارسی - داخلہ نمبر ۲۴۵ کتب خانہ سالار جنگ

[2] سید محی الدین بن سید محمود قادری - مترجم اکبر الدین صدیقی صفحہ ۱۵

[3] محمد ابراہیم زبیری - روضۃ الاولیاء بیجاپور صفحہ ۲۲۰ -

"آپ کا مزار حضرت سید عبدالرحمٰن والد حضرت سید محمد مدرس
کا مزار فتح دروازے کے باہر ایک ہی چبوترے پر واقع ہے" [1]

ابراہیم زبیری اور سید محی الدین دونوں نے شیخ احمد گجراتی کا مزار بیجاپور میں بتایا ہے لیکن ان دونوں کے بیانات میں فرق یہ ہے کہ اول الذکر نے اس کا محل وقوع ابراہیم پور کے دروازے کی طرف اور موخر الذکر نے فتح دروازے کے باہر بتایا ہے۔

مثنوی یوسف زلیخا کا سنہ تصنیف :

مثنوی "یوسف زلیخا" کے مخطوطے پر کہیں سنہ تصنیف درج نہیں کیا گیا ہے۔ اس لیے مثنوی کی داخلی شہادتوں سے سنہ تصنیف کا تعین کرنا پڑتا ہے۔ اس مثنوی میں احمد گجراتی نے اپنے مرشد شاہ وجیہہ الدین گجراتی سے اظہار عقیدت کرتے ہوئے ان کی مدح میں مسلسل چونتیس (۳۴) شعر کہے ہیں اور آخر میں خدا سے دعا کرتا ہے کہ ان کی ٹھنڈی چھاؤں جس میں ہزاروں لاکھوں بندگان خدا کو روحانی پناہ مل رہی ہے۔ قائم رہے ؏

الہٰی چھاؤں اس کی جم ٹھنڈی راکھ
جو ہیں اس چھاؤں تل عالم سہس لاکھ [2]

شاہ وجیہہ الدین گجراتی کے سنہ وفات کے بارے میں اختلاف رائے نہیں ان کی رحلت کا سنہ ۹۹۸ھ ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مثنوی یوسف زلیخا ۹۹۸ھ سے قبل لکھی گئی تھی۔ محمد قلی قطب شاہ جمعہ ۲۱ ربیع الثانی ۹۸۸ھ مطابق ۵ جون ۱۵۸۰ء میں سریر

---

[1] محمد ابراہیم زبیری: بساتین السلاطین مترجم سیف الدین قادری صفحہ ۲۳۰
[2] جیسا کہ اس سے قبل حالات شاہ وجیہہ الدین علوی کے ضمن میں کہا جا چکا ہے۔ گجرات اور اس کے گرد و نواح میں ان کے علم اور فیوض و برکات سے استفادہ کرنے والے بے شمار افراد ہر جگہ موجود تھے۔

آرائے سلطنت ہوا تھا۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ احمد گجراتی نے مثنوی "یوسف زلیخا" ۹۸۸ھ اور ۹۹۸ھ کے درمیانی عرصے میں لکھی تھی۔ تخت نشینی کے وقت محمد قلی کی عمر چودہ سال تھی۔ احمد گجراتی نے "یوسف زلیخا" میں تعریف قطب شاہ محمد قلی" کی سرخی کے تحت جہاں بادشاہ کا سراپا پیش کیا ہے۔ وہاں وہ اس کی نوعمری کے بارے میں کہتا ہے کہ بادشاہ سبزہ آغاز نوجوان تھا اس کی مسیں بھیگ رہی ہیں ؏

نویلے بال پھٹتے سو شہے یوں
مُوگ سبزے کے ٹلکے پھٹ رہے جوں

آگے چل کر نوجوان حکمران محمد قلی قطب شاہ کے بارے میں کہتا ہے ؏

جو سبزا رنگ خط پھوٹیا نویلا
سو جوں ریحان جنت کا چھبیلا

دونوں اشعار میں "نویلے" اور "نویلا" قابل غور ہے مسیں بھیگنے کی عمر اگر چودہ تا انیس سال تصور کی جائے تو مندرجہ بالا اشعار سے اندازہ ہوتا ہے کہ غالباً ۹۸۸ھ / ۱۵۸۰ء تا ۹۹۳ھ / ۱۵۸۵ء میں اس نووارد شاعر نے اپنی مثنوی "یوسف زلیخا" محمد قلی کے دربار میں پیش کی ہوگی۔ "موڈیز ٹکسٹ بک آف میڈیکل جیورپروڈنس اینڈ ٹاکزا کالوجی (MODIS' TEXT BOOK OF MEDICAL JURIUS PRUDENCE AND TOXICOLOGY) میں یہ بتایا گیا ہے کہ پندرہ سولہ سال کی عمر لڑکوں کا زمانہ بلوغت ہوتی ہے اور اسی عمر میں ان کے چہرے پر بال اُگنے لگتے ہیں۔[1] انٹرنیشنل ویبسٹر اینڈ نیو انسائیکلوپیڈیا ڈکشنری (INTERNATIONAL WEBSTER NEW

---

[1] ام ، این ٹرپاتی پرائیویٹ لمیٹڈ بمبئی ۲۔ ۱۹۶۷۔ صفحہ ۳۰۲

(ENCYCLO PEADIA میں "اڈولسنس اینڈ پوبرٹی" DICTIONARY)

(ADOIESCENCE & PUBERTY) کے زیر عنوان لکھا ہے کہ استوائی ممالک میں لڑکوں میں بلوغیت کا آغاز گیارہ سال کی عمر سے ہوتا ہے اور انیس (۱۹) برس تک اس کی تکمیل ہو جاتی ہے۔[1] ان بیانات کو پیش نظر رکھیں تو قیاس کیا جا سکتا ہے کہ مثنوی یوسف زلیخا اس وقت لکھی گئی تھی جب محمد قلی قطب شاہ کی عمر زیادہ سے زیادہ انیس برس تھی یعنی یہ مثنوی ۹۹۳ھ مطابق ۱۵۸۵ء یا اس سے قبل لکھی گئی تھی۔ جیسا کہ اس سے قبل کہا جا چکا ہے۔ محمد قلی قطب شاہ چودہ سال کی عمر میں ۹۸۸ھ / ۱۵۸۰ء میں تخت نشین ہوا تھا۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ مثنوی "یوسف زلیخا" ۹۸۸ھ / ۱۵۸۰ء اور ۹۹۳ھ / ۱۵۸۵ء کے درمیان لکھی گئی تھی۔

احمد گجراتی نے پہلے "یوسف زلیخا" اور اس کے بعد "لیلیٰ مجنوں" لکھی جیسا کہ ان مثنویوں کی داخلی شہادتوں سے پتہ چلتا ہے۔ جمیل جالبی تحریر کرتے ہیں:۔

"اس کی ایک مثنوی جو "لیلیٰ مجنوں" سے پہلے لکھی گئی تھی "یوسف زلیخا" ہے۔"[2]

مخطوطے کی خصوصیات

مہر:۔

زیر نظر مخطوطہ مولوی عبدالحق کے ذاتی کتب خانہ کراچی پاکستان کا مخزونہ ہے۔ اور اس پر ان کی مہر موجود ہے۔ مخطوطے پر "یوسف زلیخا از شیخ احمد شریف" تحریر کیا گیا ہے اور مخطوطے کے صفحہ اول پر بطور سرخی "نام این کتاب یوسف زلیخا تصنیف شیخ احمد شریف۔" لکھا گیا ہے۔ مخطوطے پر ایک قدیم مدور مہر ثبت ہے جس میں اوپر "یا سلطان" اور اس کے نیچے "میراں محی الدین" کندہ کیا گیا ہے۔ میراں محی الدین کے اطراف

---

[1] صفحہ ۲۸۸ ۔ سنہ اشاعت ۱۹۶۷ء۔

[2] جمیل جالبی۔ تاریخ ادب اردو۔ جلد اول۔ صفحہ ۲۰۸

بیضوی شکل میں جو نقش و نگار بنائے گئے ہیں ان میں یہ شعر درج ہے ؎

بندۂ درگاہِ قادر شاہ حضرت قادری
یافت محی الدین میراں باطنی و ظاہری

مہر کے یہ الفاظ طاقتور محدب عدسے ہی کی مدد سے پڑھے جا سکتے ہیں۔ اس مہر میں "یا سلطان میراں محی الدین" کے جو الفاظ کندہ کیے گئے ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سلطان میراں محی الدین قادری کے کسی مرید کی مہر ہے۔ اسٹیٹ لائبریری حیدرآباد کے ایک مخطوطے "رسالہ تصوف" میں میراں محی الدین قادری کا ذکر موجود ہے۔ یہ رسالہ غالباً میراں محی الدین کے کسی مرید کا ہے جس کے آغاز ہی میں اس نے اپنے مرشد کے خیالات سے اپنی خوشہ چینی کا اس طرح ذکر کیا ہے:۔

"حضرت میراں محی الدین قدس سرہ العزیز روایت کیے سو بیان بولیا جاتا ہے کہ رمز سوں راز دنیا کے یاتاں ہو رکلمہ کے پچھانتاں معلوم کرتے کی لوگاں سوں معلوم کرنا نہیں تو کلمہ کیا ظاہر ہے ہور اس ظاہر کوں باطن میں ثابت کرنا بہوت مشکل ہے۔"[1]

مہر سے اندازہ ہوتا ہے کہ احمد گجراتی کی مثنوی "یوسف زلیخا" حلقہ صوفیا میں بھی مقبول رہی ہوگی۔ مثنوی "یوسف زلیخا" کا یہ مخطوطہ دو سو باون (۲۵۲) صفحات پر مشتمل ہے اور اس کے بعد ایک "کرفش نامہ" تحریر کیا گیا ہے جو پانچ صفحات پر لکھا گیا ہے۔ صفحہ ۲۵۲ پر مثنوی کا یہ آخری شعر درج کیا گیا ہے ؎

درود اس مصطفےٰ پر بھیج کھیا او
کہ ہے حق کوں عرش تل ایک دھن جو

---

[1] مخطوطہ نمبر ۳۴۵۔ اسٹیٹ لائبریری حیدرآباد۔

کاتب :

اس شعر کے بعد "تمام شد شیطان غلام شد کارمی نظام شد" تحریر کیا گیا ہے اور اس کے نیچے "این کتاب حسن محمد جگ جوتی است ہر کہ دعویٰ کند دعویٰ او باطل است۔ کاتب الحروف فقیر الحقیر حسن محمد جگ جوتی" لکھا گیا ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس مخطوطے کے کاتب حسن محمد جگ جوتی تھے۔ صفحہ دو سو تریپن پر ایک اور مہر ثبت کی گئی ہے۔ ہر صفحے پر پندرہ شعر لکھے گئے ہیں اور صفحہ کی سائز $5\frac{1}{2}" \times 8\frac{1}{2}"$ ہے۔

اشعار کی تعداد :

جمیل جالبی لکھتے ہیں :

"مثنوی یوسف زلیخا پونے چار ہزار اشعار پر مشتمل ہے"[1]

لیکن یہ درست نہیں ہے۔ مثنوی "یوسف زلیخا" میں تین ہزار سات سو نو (۳۷۰۹) اشعار موجود ہیں۔

کتابت :

(۱) دکن میں تلفظ کے مطابق املا لکھنے کا قاعدہ عام تھا۔ یہ مخطوطہ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں۔ مخطوطے میں اکثر جگہ عربی اور فارسی کے الفاظ اسی اصول کے تحت تحریر کیے گئے ہیں۔ مثلاً صبح کو صبا، طور کو تور، نفع کو نفا، دعوی کو دعوا، غصہ کو غصا، چشمہ کو چشما اور پروانہ کو پروانا تحریر کیا گیا ہے۔

(۲) اس مخطوطے میں کتابت کی وہی خصوصیات موجود ہیں جو عام طور پر دوسرے دکنی مخطوطات میں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً عربی اور فارسی کے "ہ" پر ختم ہونے والے الفاظ

---

[1] جمیل جالبی۔ تاریخ ادب اردو۔ جلد اول۔ صفحہ ۳۲۲

۲۳۵، ۲۴۰، ۲۴۲ اور ۲۵۰ پر کاتب نے سرخیوں کے لیے جگہ چھوڑی ضرور ہے لیکن سرخیاں تحریر نہیں کی گئی ہیں۔

صفحہ ۳۶ پر اس صفحے کے شعر نمبر ۵ کا مصرعہ ثانی حاشیے میں دوبارہ تحریر کیا گیا ہے۔ اسی طرح صفحہ ۱۱۸ پر ایک زائد شعر ؎

زلیخا نین تھے انجھو بہا دے
ولے یوسف جو انجھو دور دھا دے

تحریر کیا گیا ہے۔

واحد نسخہ:

آخر میں مثنوی "یوسف زلیخا" کے اس مخطوطے کے بارے میں یہ کہنا ہے کہ یہ نسخہ ہر طرح مکمل ہے اور یہ اس مثنوی کا واحد نسخہ ہے بقول جمیل جالبی دنیا کے کسی کتب خانے میں اس کا کوئی دوسرا نسخہ دستیاب نہیں ہوتا۔[1]

مخطوطے کی حالت:

یہ مخطوطہ کہیں کہیں آب خوردہ بھی ہے۔ صفحہ ۵۲ سے لے کر ۱۰۶ تک تمام صفحات آب خوردہ ہیں اور اس سے ان صفحات کا معتد بہ حصہ متاثر ہوا ہے۔ لیکن صفحہ ۱۰۷ سے لے کر ۲۵۲ تک صرف درمیان میں آب خوردگی کے آثار پائے جاتے ہیں۔ لیکن کوئی صفحہ ضائع نہیں ہوا ہے یا ناقابلِ قرات نہیں۔ سوائے صفحہ ۲۲۶ کے جہاں اس صفحے پر تحریر کیے ہوئے آٹھ شعر پوری طرح قابل قرارت نہیں لیکن شعر نمبر ۹ سے ۱۵ تک کے مصرعِ اولیٰ کے دو دو تین تین الفاظ آب خوردگی کے باعث مٹ گئے ہیں۔ اس جگہ غیر قلم سے یہ شعر جو مثنوی کے قصے سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا اور دوسری بحر میں ہے لکھ دیا گیا ہے۔ اس شعر کے

---

[1] جمیل جالبی تاریخ ادب اردو۔ جلد اول۔ صفحہ ۶۰۸۔

مصرعِ اولیٰ کے آخری الفاظ نظر نہیں آتے۔ شعر یہ ہے۔

غرورِ دولت نظر میں دہر۔ . . . .

حصارِ آہنی اجل نہ ہو سی یہ برہنہ شمشیر ہے زباں کا

صفحہ نمبر ۲۳۵ پر ایک ہی شعر اس طرح دو بار تحریر کیا گیا ہے کہ یہ سرخی کے لیے چھوڑی ہوئی جگہ کے اوپر بھی تحریر کیا گیا ہے اور نیچے شعر یہ ہے ع

کہاں ہوئے اس خوشی کوں جگ منے انت

جو عاشق سوں رہے مو ہنت ہو کنت

ایڈیٹنگ

بقول جمیل جالبی اس مخطوطے کا صرف ایک ہی نسخہ دستیاب ہوتا ہے۔[1] اس لیے اس کا خیال رکھا گیا ہے کہ متن پوری صحت کے ساتھ صفحۂ قرطاس پر آسکے۔ کاتب بہر حال انسان ہوتا ہے اور احتیاط کے باوجود کتابت میں دو چار غلطیاں سرزد ہو جاتی ہیں۔ اس مخطوطے کے کاتب حسن محمد جگ جوتی نے بعض بعض جگہ الفاظ کے نیچے یا اوپر نقطے لگانے میں احتیاط نہیں برتی ہے۔ مثلاً صفحہ ۱۲۸ پر تحریر کیا ہوا مندرجۂ ذیل شعر ملاحظہ ہو ع

جو پیٹھوں میں سُرگ بن ماں چل جائے
سرگ بیچ دل کیری دوزخ تھے جل جائے

اس شعر کے پہلے مصرعے میں لفظ پیٹھوں کے پہلے حرف میں ایک نقطہ زیادہ کر دیا گیا ہے جس کی وجہ سے شعر بے معنی معلوم ہوتا ہے۔ یہ لفظ پیٹھوں نہیں بیٹھوں ہے۔ مثنوی میں زلیخا کہتی ہے کہ میرے سینے میں وہ سوزِ عشق پنہاں ہے کہ اگر میں جنت میں جا کے بیٹھوں تو وہ

---

[1] جمیل جالبی۔ تاریخ ادب اردو۔ جلد اول صفحہ ۶۰۸

آتش عشق کے باعث دوزخ میں تبدیل ہو جائے۔ اسی طرح صفحہ ۲۰۶ پر ایک شعر اس طرح تحریر کیا گیا ہے ع

کہ توں ہو گا مقرب پھیر شبہ سوں
پلا گا خمر ادل دھات شبہ کوں

اس شعر کے دوسرے مصرعے میں شبہ کی جگہ شبہ ہونا چاہیے۔ اس لیے متن میں صحیح لفظ لکھ کر حاشیے میں اس کی وضاحت کردی گئی ہے۔ راقمہ الحروف نے کاتب کی کورانہ تقلید کرنے کے بجائے شعر کے مفہوم کو پیش نظر رکھتے ہوئے مخطوطے میں جہاں ایسے الفاظ آئے ہیں وہاں اُن کی تصحیح کر کے صحیح لفظ متن میں درج کر دیا ہے۔ اور فٹ نوٹ میں کاتب کے تحریر کیے ہوئے لفظ کی نشاندہی کر دی ہے۔

کہیں کہیں اشعار میں غلطی سے کوئی لفظ زائد بھی تحریر کر دیا گیا ہے جس کی وجہ سے شعری وزن بگڑ گیا ہے۔ ایسے زائد الفاظ جوں کے توں نقل نہیں کیے گئے ہیں بلکہ انہیں حذف کر دیا گیا ہے اور حاشیہ میں اس کی توضیح کر دی گئی ہے۔

ایک جگہ لفظ یاد (یاؤں) کو یاذ تحریر کیا گیا ہے ع

منگے ہے سیج اس کی یاد راکھے

اسمیں ایک نقطے کی کمی کی وجہ سے شعر مبہم اور ناقابل فہم بن گیا تھا۔ اس لفظ کی جگہ صحیح لفظ تحریر کر کے اصل لفظ حاشیے میں لکھ دیا گیا ہے۔ مثنوی کا یہ شعر ملاحظہ ہو ع

جو دہ دم کھینچ کھینچ اساوس بھاوے
پچیں دہ باتس سکلی ہوئیں یاوے

دوسرے مصرعے کا آخری لفظ اگر یادے پڑھا جائے تو شعر کا مطلب فوت ہو جاتا ہے۔ یہ لفظ یادے نہیں باوے ہے۔ جس سے مراد آوا ہے۔

مثنوی کی ادبی حیثیت

جب ہم مثنوی "یوسف زلیخا" کا مطالعہ کرتے ہیں تو بعض جگہ ردیف کی بے قاعدگی کا احساس ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ شعرائے متقدمین کے اشعار میں اس کی مثالیں موجود تھیں جن کے پیش نظر حاتم نے "دیوان زادہ" کے دیباچے میں اس غلطی کی نشاندہی کرتے ہوئے تحریر کیا تھا کہ شعر میں ر اور ڑ کا قافیہ جائز نہیں ہے[1]

احمد گجراتی کی مثنوی میں بھی اس کی دو چار مثالیں موجود ہیں مثلاً ر اور ڑ، ص اور س ک اور گ، ب اور پ اور اسی طرح ت اور ٹ کو ردیفوں میں ایک ہی حرف کی جگہ دی گئی ہے۔ یہ اشعار ملاحظہ ہوں ع

رتن مانیک منے موتیاں منے ڈوب
لٹکتی مصورجوں بہ رنگ اپروپ
سٹے کاندے تھے سارن اپنا ہت
دیئے پتھراں میں ہور کانٹیاں منے سٹ
امول الماس شہہ کے پاس ہیں خاص
جو موتی ان سبد گھرے مانگوں ناکس

---

[1] سید محی الدین قادری زور۔ سرگذشت حاتم۔ صفحہ ۱۲۸

چھنے شہہ کو سراپا سر تھے پالک
سو دیک اب شہہ تھے شکھ راپے تلک جگ
نہ سر کنگی کری ناماتگ سکاڑی
نہ کد چونڈا کسی سورنگ ناری

مثنوی سے اندازہ ہوتا ہے کہ احمد گجراتی ایک قادر الکلام شاعر تھا زبان کے محدود لفظی سرمائے سے اس نے حیرت انگیز خوش اسلوبی کے ساتھ کام لیا ہے۔ مثنوی "یوسف زلیخا" میں اپنے کمال سخن اور شاعرانہ عظمت کے بارے میں اس کی یہ شاعرانہ تعلّی محض کھوکھلی خود فریبی نہیں معلوم ہوتی بلکہ ایک حقیقت بن کر ہمارے سامنے آتی ہے۔ع

بچن مانک جو منہ در جگ تھے رولوں
جگت ستیچ کاراس کا تا قسیولوں
دلے بیتے دکھایا ہوں سو موتی
جو سب جگ کوں دیپاؤں ہار جوتی

اس مثنوی میں توضیحی شاعری کے بہترین نمونے موجود ہیں۔ شاعر نے زلیخا کی خانقاہ، عزیز مصر کے محل، دائی کے تیار کردہ خانہ باغ، سات قطعات والے محل اور حضرت یوسف کے لیے تیار کیے ہوئے محل کی جیسی متحرک اور گویا تصویریں پیش کی ہیں وہ اُن کے قدرت کلام، زور بیان اور شاعرانہ کمال کی ترجمان ہیں۔ دائی نے یوسف اور زلیخا کی رہائش کے لیے جو مخصوص محل تعمیر کروایا تھا اس کے لیے دور دور سے جو ہنرمند کاریگر اور اہل کمال طلب کیے گئے تھے "وہ علم ہیئت ہندسے" سے بخوبی واقف تھے اور "دائرے بنانے کے فن" سے خوب آگاہ تھے۔ انھوں نے اینٹوں سے اس خوب صورتی کے ساتھ بلند عمارت بنائی کہ آسمان بھی اس کے سامنے پست نظر آنے لگا" فرہاد کے جیسے ہزاروں سنگ تراش جو اپنے فن میں ماہر تھے اس محل کی تعمیر پر مامور ہوئے تھے۔ انھوں

پتھروں سے ایسے پرندے تراشے کہ انھیں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ "بن پنکھ پرندے" ہوا میں مائل پرواز ہیں۔ محل میں سونے کے ایسے کھم تعمیر کیے گئے تھے جن پر جواہرات جڑے ہوئے تھے اور پرندوں کے نقش بنائے گئے تھے۔ جواہرات اور سونے سے تیار کیے ہوئے مور دم اٹھائے رقص کرتے ہوئے نظر آتے تھے۔ اس کے علاوہ بھی اس محل میں طرح طرح کے نقش ونگار تھے۔ سونے اور چاندی کے دلکش درخت زمرد اور کندن سے بنائے گئے تھے۔ ان کے پتوں پر اصلی "پات" کا گمان گذرتا تھا۔ اور ان کی شاخوں پر رنگ برنگی پرندے بیٹھے ہوئے دکھائی دیتے تھے ان کا جسم سونے سے بال و پر زمرد سے اور چونچ یاقوت سے تیار کی گئی تھی۔ احمد گجراتی کے الفاظ میں اس کی تفصیل ملاحظہ ہو ع

کہ جب دائی عمارت کا دھندا لائی — سو کاریگر ہنرمنداں کوں دھندلیائی
ہزاران اوجے بہو گولان کوں بوجھیں — جو ہیئت ہندسے اُتت ان کو سوجھیں
جو اوچے استواری سوں بھیں کاند — تو جوں اینٹھا اس تلیں ہو کر رہے چاند
ہزاراں سنگ تراشاں جیسے فرہاد — جما اس کے گھاؤ تھے پھیراں کو فریاد
پتھر سیتیں پنکھی اس کر جو دیکھلائیں — پون پر چل پنکھی بن پنکھ اڑ جائیں
سنتے کے تھانب نورانی جڑت کے — پنکھی اس پر جڑت کندن گھڑت کے
سنے کے مورانگن میں دُنب اچاکر — رتن رنگ رنگ سوں نقشے سراسر
سنتے روپے کے پیڑاں اور بھانتے — امولک پاچ پات اُن سات کا نٹھے
جو جھاڑاں پر نیکے پنچھی کھونٹے کھونٹ — زمرد پر کندن تن چونچ یاقوت

احمد گجراتی کے یہ شاعرانہ بیانات قاری کے تخیل کو حسن ورنگ کی ایک طلسماتی فضا میں پہنچا دیتے ہیں۔ شاعر نے فطری مناظر کی عکاسی بھی بڑے پُراثر اور فنکارانہ انداز سے کی ہے اور اس سے ان کے وسیع مشاہدے، باریک بینی اور ژرف نگاہی کا اندازہ ہوتا ہے "یوسف زلیخا" میں بار بار اس کا احساس ہوتا ہے کہ اس مثنوی کا شاعر معمولی ذہانت و د-

محدود ادبی صلاحیتوں کا، مالک نہیں۔ شاعر کی زبان پر قدرت، اس کے وسیع مطالعے، فنی ذکاوت اور ادبی شعور سے ہم متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

جہاں تک توضیحی شاعری کا تعلق ہے احمد گجراتی وجہی اور غواصی کا ہم مرتبہ شاعر نظر آتا ہے۔ جمیل جالبی "تاریخ ادب اردو" میں احمد گجراتی کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

"شیخ احمد نے یوسف زلیخا میں اپنی شعر گوئی کی استعداد اور صلاحیت کا بھرپور مظاہرہ کیا ہے اور اس دور میں ہم اُسے وجہی، غواصی، مقیمی اور صنعتی کے ساتھ کھڑا کر سکتے ہیں۔" [۱]

مرثیوں کے رزمیہ حصّے میں جہاں جنگ کے مناظر کی مرقع کشی کی گئی ہے وہاں نہ صرف ہیرو کا سراپا پیش کیا گیا ہے بلکہ ان کے ہتھیاروں اور مرکبوں کی بھی بڑی خوب صورت تصویریں کھینچی گئی ہیں۔ شاعر کہتا ہے کہ یہ گھوڑے ہرن کی طرح تیز اور صبا رفتار ہیں۔ جتنی مدت میں کہ انسانی نظر آسمان تک پہنچتی ہے، اتنے عرصے میں یہ گھوڑے زمین سے آسمان پہنچ کر پھر زمین پر لوٹ آتے ہیں۔ وہ چابک کی چھاؤں میں دیکھ لیں تو متحرک ہو جاتے ہیں۔ احمد گجراتی نے زلیخا کے جلوس کا جو نقشہ کھینچا ہے اس میں گھوڑے کی یہ تعریف و توصیف ملاحظہ ہو ع

ترنگ ڈھاک ہرن جیسے ڈھلن ہار   اچھل اڑتے پنکھ دسوں ملن ہار
نظر جو ایک حملے میں انبر جائے   سو وہ اتنے میں انبر پھیر کر آئے
جو دیکھے چھاؤں چابک کی نظر سات   اچھالی ایک سو لانگے انبر سات
مہا گھٹ گھاٹ سُم دھرتی بھرے سَم   سمندر مانہ ماچھی نا تیری اسم
سو ایسے کئی سہس تیز تے اتا لے   جڑت کوندن کی اعلیٰ زین گھالے

جب عزیز مصر سے زلیخا کی شادی ہوتی ہے تو جلوس بارات کے ساتھ اونٹ گھوڑے، خزانے داسیاں اور غلام روانہ کرتا ہے۔ ان کی دلچسپ تصویریں دیکھئے:

ہزاراں داسیاں سو تیک ہنر مند   سہاگن ونت منہ بولیاں شکر خند

---

[۱] جمیل جالبی۔ تاریخ ادب اُردو۔ جلد اول صفحہ ۲۸۴

چھنیاں لاکھاں منے ملکے کیاں — گلگتاں سیمو تیاں سیوں ھلکتیاں
پہنیاں اوڑیاں سوں تن پر زرنگاری — جڑاو زر زرینہ انگ بھاری
ترک حبشی ہندو کئی لک غلاماں — کھڑے سیوں جڑا بہ چھند داماں
چترُ بے ریش کنو لے خرد سالے — چھبیلے روپ دنتھے نیٹ دالے
چنچلے اوجا داں سوں لٹکتے — رتن لاگیاں کلایاں سوں مٹکتے
تکٹ ریشم منے سب تن جھمکتے — سشتابی سات جوں بجلی چمکتے

احمد گجراتی نے مشک پر مل، چندن لوبان عود اور کافور سے بھرے ہوئے صندوقوں سونے اور "مانیک رتن" سے بھرپور خزانوں، ہزاروں "باندیدروں" "کلاونتوں" "روپ دنیتوں" "امرتی گاد نوں" "چتر کاروں"، رباب کے دلفریب صداؤں اور "میرزادیوں" کی مست اداؤں اور اسی طرح کے رنگا رنگ بیانات سے ماحول کی مرقع کشی، افراد کے تعارف اور قصے کی پیش کشی کو موثر اور دلنشین بنا دیا ہے۔

احمد گجراتی کی مثنوی میں محمد قلی قطب شاہ یوسف اور زلیخا کے جو سراپے پیش کیے گئے ہیں ان سے بھی شاعر کے زور کلام اور قابل تحسین شعری صلاحیتوں کا اظہار ہوتا ہے۔ لباس، زیورات، خدوخال اور شمائل کی جیسی جامع اور حقیقی تصویریں مثنوی یوسف زلیخا میں ابھرتی نظر آتی ہیں اس کی مثال دکنی شاعری میں شاذونادر ملتی ہے۔ محمد قلی قطب شاہ کا سراپا احمد گجراتی نے مسلسل ایک سو چونسٹھ اشعار میں پیش کیا ہے اور بادشاہ کی شخصیت کی جیسی مکمل عکاسی کی ہے اس پر دکنی شاعری بجا طور پر فخر کر سکتی ہے۔ (۱۶۴)

وجہی کی قطب مثنوی کے بارے میں ڈاکٹر زور، نصیرالدین ہاشمی، عبدالحق اور خان رشید[۲] کا خیال ہے کہ اس میں محمد قلی قطب شاہ کی داستان عشق بیان کی گئی ہے اور

---

[۱] جمیل جالبی۔ تاریخ ادب اردو۔ جلد اول۔ صفحہ ۲۲۸
[۲] خان رشید۔ اردو کی تین مثنویاں۔ صفحہ ۵۴۔

اور اس کا ہیرو محمد قلی قطب شاہ ہے جسے شاعر نے "قطب" کے نام سے یاد کیا ہے۔[1] وجہی نے "قطب مشتری" میں "صفت شباب شہزادہ" کی سرخی کے تحت صرف دس شعر لکھے ہیں۔ وجہی کے ان توصیفی بیانات کا جب ہم احمد گجراتی کے مذکورہ بالا سراپا سے موازنہ کرتے ہیں تو وجہی کے اشعار احمد گجراتی کی بیتوں کے سامنے کم مرتبہ اور زبان و بیان اور شاعرانہ خوبیوں کے اعتبار سے کم اہم نظر آتے ہیں:

محمد قلی قطب شاہ کا سراپا

احمد گجراتی (یوسف زلیخا)	وجہی (قطب مشتری)
تھے اس لال سر بند پر طُرّا یوں	(۱) چھپا سور یوں اس کے مکھ نور انگے
کنارے پر شفق کے سنبلا جیوں	کہ جیوں چاند چھپتا رہے سور انگے
پشانی جو دیسے سر بند نیچے	زلف لام الف قد دہن میم ہے
شفق جوں ادہم کے چند نیچے	یو خوبی سوا سکیچ تقسیم ہے
سلونے نین سُد مدسوں ڈُلن ہار	اجالا پڑیا آج یوں نور کا
جوین مدیان ات رنگوں کھلنہار	کہ حاجت نہیں چاند ہور سور کا
کلی چنپے کی دیک وہ ناک نیکی	دو جگ آج نورِ علیٰ نور ہے
رہے یہ لائی پیلی ہوئے پھیکی	زمین چاند اسمان سو سور ہے
جڑے نیلم سنے کیاں پڑیاں پر	یو نادان یا لک نہنا لاڈ کا
بھنور بیٹھے کمل کے پنکھڑیاں پر	نوا پھول ہے شاہ کے جھاڑ کا

---

[1] راقمۃ الحروف نے اپنے مضمون "بھاگمتی اور اس کا نو دریافت مقبرہ" - آج کل - جولائی ۱۹۸۰ء میں اس کی تردید کی ہے۔

صنعت "شہاب شہزادہ"
وجہی

یتا زور تھا اس کے یک دست سوں
اُچا کر پچھاڑے مستے سہت کوں
عجب جان ہمت اتا ہے وو
کہ ناگاں سوں پنجہ ملاتا ہے وو
کرے زور تعلیم خانے منے
دو تہاج تھا اس زمانے منے

احمد گجراتی

میٹھے لب پر دسے ہریا خط اپروپ
دیسے راویں شکر میں چونٹیے سب ڈوب
کھڑا جوں خضر آ امریت جل پر
پھرتیا جوں پاپ گردا گرد کوثر
مہا سہیل بہو بلو ندر ر ا یا
جو کوہ قاف کوں جوں نال اُچایا

اچھوتی تشبیہات، نادر استعاروں، رنگینیٔ کلام اور زبان و بیان کے محاسن کے اعتبار سے احمد گجراتی کی پوری مثنوی "قطب مشتری" سے ادبی مرتبے میں بہت بلند نظر آتی ہے۔ جذبات نگاری میں بھی احمد گجراتی اپنے ہمعصر شعراء اور نو عمر معاصرین سے کسی طرح کم نہیں بلکہ ان پر سبقت لے جاتا ہے۔ احمد گجراتی نے ہجر یوسف میں زلیخا کی بے قراری کی بڑی حقیقت پسندانہ فطری اور متاثر کن تصویریں کھینچی ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جذبات فراق کی ترجمانی میں شاعر نے بارہ ماسہ کی روایت سے بھی استفادہ کیا ہے۔ خوشی، غم، مایوسی، غصہ اور ندامت وغیرہ کے جذبات کی احمد گجراتی نے بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ مرقع کشی کی ہے۔

ہجراں زدہ زلیخا کا یہ بیان ملاحظہ ہو ع

زلیخا پر پڑیا یہ دکھ بڑا جب — سنپڑ دکھ بھار تل بتری اڑی تب
اسے سکھ کا جو دکھ ہر ہر گھڑی کا — کیا جوں پان پیلا پت جھڑی کا
بہو تیک ڈھوے کر اس دکھ کا بھار — جو سیدی سرو قد تھی سو خمی نار
سکی جو لباغ سکتا باج پانی — تپی جوں نیر بن مچھ تلملاتی
لہے سکھ کر ادھر امرت جھڑی سو — جلیا رنگ روپ جگ روشن کیے سو
نہ سر کنگی کری نا مانگ گاڑی — نہ کد چوندم کسی سو رنگ ناری

سہے وہ بال بکھرے سو پریشاں
کرراہے آپ بہو تیک ہو پریشاں

نہ دیکھی آرسی نا مو کھڑا دھوتی
ولے انجھواں تھے وہ مکھ آرسی حوتی

مہکے جس مکت تلتلی رکت غازا
رہے تس مکھ پرکس دھات غازا

انجھو جس نیند کی کالک لجادیں
سو کیوں وہ تین سرمے سوں سہادیں

احمد گجراتی نے اپنے عہد کے تہذیبی مظاہر کو اپنی مثنوی میں ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا ہے۔ مستورات کی پوشاکوں، ان کے گہنے اور آرائش، مردوں کے لباس اور ان کی زیبائش کے بیانات میں عصری رنگ اور عصری تہذیب کا پرتو موجود ہے لباس، زیورات، طرزِ تعمیر رہن سہن اور درباری تہذیب یہاں تک کے اس عہد کے آلات موسیقی سے بھی شاعر نے اپنے قاری کو روشناس کروایا ہے۔ پارچوں میں نین سکھ ٹکٹ، دیبا، تافتا، ریشم، اطلس لیچوں، زربینہ، حریر، زربفت اور مخمل عطریات اور خوشبودار اشیاء میں کدم، اگر، کستوری پھلیر، مشک، چندن، پھولیل، کافور، پربل اور لوبان، سنگار میں تبنول، مہندی، سرمہ کاجل، غازا کنگھی اور شنگرف (سیندور) زیورات میں گنوا رہے، سربند، تاج، کمر بند، کنگن، لٹکنا، نورتن، آرسی، پھندنے، بیچن، بچھوے، لرزک، طرہ، انگوٹھیاں ہانس. او پر لڑوں کے نام لیے گئے ہیں۔ محلات کے بعض خدمت گاروں کے نام بھی احمد نے گنائے ہیں۔ مثلاً حاجب، تسبیح خواں، بھالدار، ساقی، کنیز، میوکاریاں سیوک، داسی، غلام، دائی، باورچی، شحنہ اور کوتوال وغیرہ۔ احمد گجراتی نے عہد محمد قلی کی تہذیب و معاشرت کی بڑی کامیاب عکاسی کی ہے۔ یہ اشعار ملاحظہ ہوں جن میں اس زمانے کے باجوں مثلاً طبل، شہنگ، بجنتر اور ہار وغیرہ کا شاعر نے ذکر کیا ہے۔

تمنترنا دنگ میٹھی دین جنتر کار
کنتھے سیدٹنک سب بھتے تمنتر سار

رباب کا بڑا جھنکار اہنکار
کہ جوں ضرباں ستیں ذاکر کہیں ہار

دیکھیا فریاد طبوری اُچالے
کہ بہوتیک گوشمال ان کو دیلائے

لوا چندا کماچی بات سوہے   چندر دینی پنم چند دھات سوہے
سلکھن میرزادیاں مل پلا دیں   کہیں شادی مبارک دف بجائیں
طبل شہنائی سنک برغوم نفیری   لگگی گنبد گھمن لاگی گھنیری
چلے لشکر بجنتر سات بجتا   چلے جوں ملک بادل تھے گرجتا

حضرت یوسف کو نسوانی حسن سے مسحور کرنے کے لیے زلیخا نے جو باغ اور محل تیار کروایا تھا اس میں رنگ برنگی اور خوش وضع لباس میں ملبوس کنیزوں کی چہل پہل اور ان کے ہوش ربا غمزوں، سج دھج اور آرائش کا مفصل بیان مثنوی میں موجود ہے۔ ان تصویروں میں قطب شاہی عہد کے اوضاع و اطوار، ورفتش کی جھلک دیکھی جا سکتی ہے۔ ع

انگوٹھیاں چھندکیاں پہنتی بہو چند   شہاب انگلیاں کوں وہ ہیرے نے چند
دکھالے مکھ لٹاری گوشوارے   ملائی چاند سوں سو دن ستارے
کڑے کگن کلائی لٹکنا سات   دسیں یہ چاد سیتیں لٹکنا ہات
جو پہنتی نور تن جگ دیپ امولک   نہ پہنچا رتکیس کا جگ ممولک
چندا جیسی ہے جھمکت آرسی ہات   دیکھے پھر پھیر جھمکے نکہ یہ دھات

ملبوسات:۔

ملبوسات کا ذکر کرتے ہوئے مثنوی میں ایک جگہ احمد گجراتی لکھتے ہیں کہ کنیزوں نے خوب صورت اور خوش رنگ لباس زیب تن کیا ہے۔ ان کا "پرلا" بہت ہی جاذب نظر اور ۔۔۔ ہے جس میں جابجا موتی اور ہیرے جڑے گئے ہیں۔ یہ لباس ایسے مہین کپڑے کا بنا ہوا ہے کہ اگر "دوہری تہیری" "کسوت" نہ پہنی جائے تو اس سے ستر پوشی ممکن نہیں اس باریک لباس سے ان کے جسم کی جھلک نظر آتی ہے کیونکہ صاف و شفاف

پانی کنول کو چھپا نہیں سکتا۔ ان کے رنگ برنگی لباس انتہائی دلفریب اور محو کن ہیں انھوں نے اپنے ملبوسات کو خوشبو سے ایسا مہکایا ہے کہ "سب جگ" مہک اٹھا ہے ان کے خوب صورتی اور جامہ زیبی کو دیکھ کر آسمان کی حوریں تمنا کر رہی ہیں کہ کاش ان کا اتارا ہوا لباس ہی ہمیں مل جائے۔

جو پینی تن منے کسوت امولک ۔۔۔ جو لاگی اس جڑت مانک مولک
جو دھری تیہری کسوت نا کرے انگ ۔۔۔ سو رس پدروں تھے دیسے لگا رنگ
کمل کیوں نیر اچھے ما نہ چھپے ۔۔۔ سورج انبر تھے پرگٹ کیوں نہ دیسے
پرہادا پیہن رنگ انگ انگ سہادا ۔۔۔ منگے انگ سنگ پیہہ کا بن بر ہادا
سگندباس اتگ کوں پر مل سو مہکائی ۔۔۔ سو جگ مہکار انگ کی باس جگ جائی
تیں اچھریاں سورگ کیاں اس ہوس سوں ۔۔۔ کہ ہت اتریا پر ہا وا دے اپس کوں

ہندستانی عنصر:

احمد کی مثنوی میں ہندوستانی تہذیب، رسم و رواج، طرز فکر اور ہندستانی معاشرت کا عکس موجود ہے۔ اس تہذیب کا پرتو اس کی لفظیات (DICTION) تشبیہات و استعارات، علامات اور تصورات میں اپنی جھلک دکھاتا رہتا ہے۔ محبوب کے لیے اس نے لال، لالن، لولت (للت) سمت، من ہت، متوا، سائیں، میت، پیا، بن موہن، من مہاتا اور سیو جیسے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

ڈھلکتے نین متوا کے ڈھلکتے ۔۔۔ جھمکتے جوں جھمک بجلیاں جھمکتے
جو موہت سے چکاوے دشٹ موہن ۔۔۔ چلے نینتوں تھے نوہی سوے کرن
کہی یوسف کوں بھی اے من مہاتا ۔۔۔ تیرے واری میرے تن من پرانا
کہ سیج بن لال جن کوئی سرگ جائے ۔۔۔ سو وہ بن سرگ بھی دوزخ کے گن پائے

سب جسے سائیں سجن کی پیاس لاگے　　سپت سمد در تھے پیاس اس کی نہ بھاگے

اسی طرح احمد گجراتی نے ساقی کو کلال، مغبچے کو کلال بیٹے اور قوس قزح کو رنگوں ماتا کہا ہے۔ زلیخا کا شاعر نے جو سراپا پیش کیا ہے۔ اس میں اس کی مانگ سیندور سے رنگین نظر آتی ہے۔ سیندور کے لیے احمد گجراتی نے شنگروف (شنگرف) کا لفظ استعمال کیا ہے۔ ع

پٹیاں کنگن پٹی پر مشک سطران
نشاں شنگروف ناڑی لال اس ماں

قوس قزح کے بارے میں شاعر کہتا ہے ع

رنگوں ماتا جا جے رنگ دکھلائے
سو اس رنگ رنگ تھے وہ رنگ کو بھائے

احمد گجراتی نے اپنے عہد کی عورتوں کے لباس اور ان کی آرائش و زیبائش ہی کے کامیاب نقش نہیں ابھارے ہیں بلکہ ان کے جذبات و خیالات کی بھی اچھی مصوری کی ہے۔ مثنوی میں انھوں نے کہیں کہیں ہندوستانی عورت کے طرزِ فکر کی ترجمانی کی کوشش کی ہے۔ اس سلسلے میں ان کے بعض بیانات میر حسن کے مکالموں کی یاد دلاتے ہیں۔ دونوں مثنویوں میں اگرچہ مختلف موقعوں پر مندرجہ ذیل بیان ہماری نظر سے گذرتا ہے، لیکن دونوں شاعروں نے ایشیائی اور بالخصوص ہندوستانی عورت کی ذہنیت پر روشنی ڈالی ہے۔ دونوں مثنویوں میں ہیروئن سے قریبی ربط رکھنے والی خواتین قیاس آرائیاں کرتی ہیں۔ ع

احمد گجراتی (یوسف زلیخا)	میر حسن (سحر البیان)
کہی لاگیا کر یہ حالت عجب ہے	(۱) کسی نے کہا کچھ نہ کچھ ہے بلا
نہ بوجی جائے اس کا کیا سبب ہے	(۲) کسی نے کہا ہے پری یا کہ جن

(۱) یکی بہو تیک گمانان سوں کہی کی
اسے شاید نظر لاگی کسی کی
(۲) کہی کوئی یہ مجھ پر ہے بت پری کی
(۳) کوئی آکھی یہ نشانی سحر کی

(۴) کسی نے کہا کچھ یہ اسرار ہے

جامی کی "یوسف زلیخا" اور میر حسن اور احمد گجراتی کی مثنویوں میں یہ بیانات مشترک نظر آتے ہیں۔ احمد کی تشبیہات و استعارات میں بھی ہندوستانی عنصر نمایاں ہے۔ تشبیہات میں احمد گجراتی کے مشبہ بہ ہندوستانی پرندے، ہندوستانی جانور، پھل، پھول وغیرہ ہیں۔ مور، ناگ، رادیں (طوطا) کنول، ہنس اور مچھلی سے انہوں نے محبوب کے تمام ناز، اس کی زلفوں اور اس کی زبان کو تشبیہ دی ہے۔ مندرجہ ذیل اشعار ملاحظہ ہوں ع

لٹکتی لٹ چھبیلی موکھ پر یوں
چھبیلا ناگ کھیلے دھن اُپر جوں
رنگا رنگ ہوے کسوت سوں مٹکتی
انگن میں مور جوں ہو سو لٹکتی
نکھا امرت چشما دو دہان ہے
مچھی اچھی سو اس میں وہ زبان ہے
نین نرگس نظر کاجل کیتے پھر
کمل پر آ بھنور جا گا لیتے پھر

مثنوی میں احمد گجراتی کے مختلف محاکمات اور مثال مقامی فضا اور ہندوستانی ماحول سے ماخود نظر آتے ہیں۔ مقامی رنگ (LOCAL COLOUR) نے مثنوی میں ایک مانوس فضا پیدا کر دی ہے۔ ایک جگہ شاعر کہتا ہے کہ اندرائن کی بیل کو انگور نہیں لگتے اور دھتورے کے پودے سے پھنس (کٹھل) حاصل نہیں ہو سکتا۔ ہنس سے کوا اور کوے سے "باگ" پیدا نہیں ہو سکتا ع

نہ بیل اندران کوں ہوئے ڈاک دانے
نہ دھتورا پھنس پھل بار آنے
نہ ہنس کی اندری تھے کاگ اپجے
نہ کد کوے تھے بلوند باگ اپجے

شاعر کی تشبیہات اور استعارات و کنایے اور اس کی امیجری ہندستانی فضا اور ہندستانی

ذہنیت کی غماز ہے۔ باغ میں درخت کی ڈالیاں انھیں زنار کی یاد دلاتی ہیں تو پیشانی "ادہیم" کی اصطلاح میں سوچنے پر انھیں مائل کرتی ہے۔ محمد قلی کے حسن و جمال کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے "میٹھے لب" پر "ہریا خط اپروپ" کو شکر میں چوچ ڈالے ہوئے "راوں" سے تشبیہ دیتے ہیں۔ یہ اشعار ملاحظہ ہوں ع

دیس وہ جھاڑ مل کر ڈال میں ڈال
رہیں زنار جوں مل بانہہ گل ڈال
پشانی جو دسے سر بند نیچے
شفق جوں ادہیم کے چند نیچے
میٹھے لب پر دسے ہریا خط اپروپ
دسے راویں شکر میں چونچ سب ڈوب

زلیخا جب سورج اپنا چھپائی   کمل جوں باج سورج کملائی

ہندوستانی تہذیب کا پروردہ شاعر ہی کوزے میں کمل کا حسن دیکھ سکتا ہے اور "امرت جل" پر آسے خضر کھڑے نظر آتے ہیں ع

سو کچھ رنگ روپ تازا ہو کھلی تار
جو کوزے میں کمل نہ ہوسے اس ہار
کھڑا جوں خضر آ امرت جل پر
پھوٹیا جوں باج گرداگرد کوزے

زلیخا کے رسم جلوہ کا بیان قطب شاہی عہد کی تقریباتِ بیاہ کی مرقع کشی کرتا ہے اور اس میں بھی دو قوموں کی اس مشترکہ تہذیب کی عکاسی کی گئی ہے جو اس بادشاہ کے عہد میں عوام اور خاص دونوں کے لیے شائستگی کی پہچان بن گئی تھی۔ خود محمد قلی قطب شاہ نے رسم جلوہ کے موضوع پر شعر کہے ہیں۔ احمد گجراتی نے اس کی اس طرح تصویر کشی کی ہے ع

عودصافی ستنہانی تخت لبسلائے | سو شہہ آروس کوں ان پر جو بسلائے
لگیا جلوہ دیون سو دون محل سب | ہوا آروس کا جلوا وہاں سب
جو جلوے سوں ڈولائی اس جاؤ ستیں | ہلی جوں پھول ڈالی باؤ ستیں
سُنے کے پھول اور مانیک جوتی | لگے اس پر سنتن شہہ ہور گوتی
جو شہہ آروس کوں ہوئی کاج جلوا | سبھ جگ پائیں نعمت ہور حلوا

احمد گجراتی اپنی مثنوی میں ایک بالغ نظر شاعر کی حیثیت سے ہمارے سامنے آتے ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انھوں نے زندگی کے مزاج کو سمجھنے کی کوشش کی ہے اور اس کے نت نئے تجربات سے اپنی جھولی بھر لی ہے۔ "مثنوی یوسف زلیخا" میں جہاں موقع مل سکا ہے انھوں نے بصیرت افروز نکات اور خیال آفریں محاکمات سے قاری کو ایک نئی آگہی عطا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس ضمن میں ان کے پیشے مدرسی کے تقاضوں کو بھی ہم نظرانداز نہیں کر سکتے۔ جس کا مقصد علم و آگہی کی ترسیل ہے۔ احمد نے اپنی مثنوی میں حکیمانہ اور اخلاقی مطالب بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ بیان کیے ہیں۔ مثنوی کے آخری حصے میں زلیخا کی بے سرو سامانی، حسن کے زوال، مادی آسائشوں کی بے ثباتی اور ناپائیداری پر بڑے پُر اثر انداز میں روشنی ڈالی ہے جب زلیخا حضرت یوسف کے سامنے حاضر کی جاتی ہے تو یہ تضاد اور بھی عبرت انگیز محسوس ہوتا ہے۔ زلیخا کا کثیف لباس اور اس کی خستہ حالی کے مقابلے میں حضرت یوسف کے زرق برق ملبوسات ، شاہانہ تمکنت اور وقار، زلیخا کے تکبر و غرور کے مقابلے میں اس کی عاجزی و بے بسی قاری کو دعوت فکر دیتی ہے۔ احمد گجراتی کے فکر انگیز و پند آمیز بیانات سے قاری متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مثلاً اس نکتے کے بارے میں کہ اپنے راز کو افشا کرنا نادانی ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ بات جوں ہی ہونٹوں سے باہر نکلتی ہے تمام دنیا میں اس کا چرچا ہونے لگتا ہے۔ جس طرح پنجرے سے نکلا ہوا پرندہ دوبارہ پنجرے میں واپس نہیں آتا اسی طرح ایک مرتبہ راز افشا ہو جائے تو پھر اس کو چھپانا ناممکن ہو جاتا ہے۔

کنواں چھوٹا ہوتا ہے اس کا منہ ڈھانکا جا سکتا ہے۔ لیکن سمندر کو نہیں ڈھانکا جا سکتا ؏

بڑے بولے کہے جے کٹ دو منیں آئے
تو تل میں ہوئے پرکٹ جگ سن جائے

ولے اس دوی کوں دو ہونٹ کر جان
کہ یوں بولے حکیماں جان سُبحان

جے پکہ کٹ دوی ہونٹاں تھے بہر ہوئے
نہ لاکے بار پکہ سنتیں سٹے کوئے

پنکھرو پنجرے میں تھے چھوٹے جب
پکڑ سکیں جو اس کوشش کریں سب

ولے منہ تھے پڑے جے کٹ باہیر
نہ سکیں کوئی چھپا لیون اُسے پھیر

جو یک منہ تھے پڑی جگ منہ میں جے بات
کواں کھل ایک جوں سمندر ہوئے سات

سکیں ڈھانپیں کوئے کا منہ سبہہ کوئی
نہ سمندر کہ بندھن کوں سکت ہوئی

کہے یوں سب بڑے انتر بچار کر
جو سر لوڑے سلامت کٹ چھپا رکھ

اسی طرح تسلیم و رضا کی اہمیت، صبر کی تعریف، زمانے کی بے ثباتی، حرص کی برائی، تکبر سے پرہیز اور دشمن سے غافل نہ رہنے کی تلقین اور تزکیۂ نفس کے موضوع پر شاعر نے فکر انگیز اور بصیرت افروز باتیں بیان کی ہیں۔

مثنوی کی ابتدا میں شاعر اپنے کمالِ فن کے بارے میں کہتا ہے کہ میں شعر میں صنائع اور بدائع کے استعمال پر قدرت رکھتا ہوں اور میرا طرزِ ادا خاص اور منفرد ہے ؏

خیال د خاص طرزاں خاص لیاوں
غرائب ہور بدائع لیا دکھیاوں

حقیقت یہ ہے کہ مثنوی "یوسف زلیخا" میں نہ صرف نادر تشبیہات و استعارات سے کلام کو زینت بخشی گئی ہے بلکہ دوسرے شعری محاسن بھی مثنوی کے صوری حسن میں اضافہ کرتے ہیں۔ مبالغہ، حسنِ تعلیل، مراعاۃ النظیر، ایہام، تضاد اور تجنیس کے برجستہ استعمال سے شاعر کی استادی کا ثبوت ملتا ہے۔ چند شعر یہ ہیں ؏

تضاد :

لگیا سینہ جو تیرے دکھ تھے در زور
مٹھے لب سوں نت اس پر توں سٹے شور
ترٹ[1] جے یک نیوالا کوئی دیلا وے
بھلا جے بار[2] لا یورت کھلا وے
جو دیتا منج ست کا نور اُجالا
نہ کر پھر جھوٹ سوں اندھکار کالا
کیتا توں منج بھلائی پر برائی
سو کھوں پاگا برائی کر بھلائی
عزیزا اس جھوٹے چندنی کو بجیا جب
نیٹ کو یوں تھے جوں سورج جلیا تب

مراعاۃ النظیر :

سو اس سمدور میں کاڑی ہوئے تیرتی
ملن بندر کوں لاگن ہوس دھرتی
جو دیا جھوٹ کا روشن کیتی نار
نایا ہے تیل بن جھوٹی اجھو دھار

تجنیس :

جگت اس دشت تل کم ایک تل تھے
نہ پوچھے دی بن یک بات دل تھے (تجنیس ناقص)

---

[1] جلدی

[2] دیر

کہ کیوں نہ اس سزا کا ہوئے سزا وار

دھنی کی شرم پر جے کوئی اٹھن ہار (تجنیس زائد)

بہو تیک آس راکھی اپنی چت میں

کہ اس تدبیر تھے مت نرم ہوئے ہت (تجنیس ناقص)

جو ہوئیں گرم تو بجھل دیسیں سرد

نہ دیکھیں باؤ ان کی باؤ کی گرد (تجنیس خطی)

مبالغہ:

ندی ہور اس کٹک کی غلبلی تھی

بچکتی گاسے بہو دھرتی تلے تھی

کیسے آپار ہے جگ میں کتے دری

نہ ہوی سفرا بچھا دن دھرت پدری

احمد گجراتی اپنے کلام کے معنی آفرینی کے بارے میں کہتا ہے۔ میرے معنی کی بلندی کے سامنے "نو آکاس" بھی پست معلوم ہوتے ہیں۔ ؎

بہو معنی میرے بھی اونچ اچل

جو نو آکاس دیسیں نیچ اس تل

حقیقت یہ ہے کہ احمد ایک بلند مرتبہ شاعر ہے اس کے یہاں قدرت، خیال معنی آفرینی اور رفعت تخیل موجود ہے۔ احمد گجراتی کی انفرادیت اور "طرز خاص" کا ان کی انوکھی اور نادر تشبیہات سے بھی پتہ چلتا ہے۔ جھوٹ کو بدر کامل سے اور سچ کو ہلال سے تعبیر کیا ہے جس کے پیچھے یہ تصور پوشیدہ ہے کہ جھوٹ سے پہلے پہل لوگ متاثر ہوتے ہیں لیکن رفتہ رفتہ اس کا اثر کم ہونے لگتا ہے اور بالآخر لوگ اصل حقیقت سے آگاہ ہو جاتے ہیں۔ سچ سے بالعموم لوگ متاثر نہیں ہوتے لیکن جوں جوں وقت گذرتا جاتا ہے اس کی

صداقت واضح ہوتی جاتی ہے اور اس کی اہمیت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ ع

کبھیں جگ جھوٹ کو جوں چودداں چند
جو اول جوت دے دن دن ہوئے مند
نوے چند سوں کریں سچ کوں نسبت
جو دن دن جوت اُجالا دے زیادت

اسی طرح کمر خمیدہ زلیخا کو "بیجن" سے، تاریک کنویں کو کافر کی قبر یا دوزخ کی کھڑکی سے، اونٹوں کے پاؤں کے نشانات کو مہ کامل سے، گھوڑے کے سموں کے نشانوں کو ہلال سے اور ہجراں زدہ زلیخا کی بے تابی کو ہوا سے ہلنے والے پتے سے تشبیہ دی ہے۔ اردو ادب کے ابتدائی دور کی تشبیہات اکثر نیچرے قریب نظر آتی ہیں۔ ان شعراء کا طرز ادا اور طرز فکر تصنع اور ملمع کاری سے پاک دکھائی دیتا ہے۔ احمد گجراتی کے کلام میں یہ خصوصیت نمایاں ہے۔ زلیخا کے بڑھاپے کی جو تصویر احمد گجراتی نے کھینچی ہے وہ مثال میں پیش کی جا سکتی ہے۔ زلیخا کے سیاہ بالوں کے سفید ہونے کو شاعر نے ایک نادر تشبیہ سے واضح کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ قضا کے تیر سے کوا ختم ہو گیا اور اس کی جگہ بگلا آ بیٹھا۔ سنبل کیوڑا بن گیا۔ مشک نے کافور کا رنگ اختیار کر لیا اور نیلم بلور میں تبدیل ہو گیا۔ ع

اندھاری رات تھے جو کیس کالے
سو اُجل ہو رہے جوں دیس اُجالے
عجب ہے پھیر سنبل کیوڑا ہوئے
قضا کے تیر تھے اڑ کر گئے کگ
سو اُن کا تھا دل آ کر بکڑے بگ
نہ دیکھا نا سنیا یہ دن بڈھا کوئے
جو نیلم پھیر کر بلور ہوا ہوئے

احمد گجراتی کے چند استعارے یہ ہیں جن کے مستعار منہ بھی ان کی اکثر تشبیہات کے مشبہ بہٖ کی طرح فطرت سے ماخوذ دکھائی دیتے ہیں۔

دسن ہیریاں سوں مانیک ہونٹ پھوٹے
کھجور، انار دانیاں سات توڑے
برہ دو کال تھے یں بھوک مرتی
کرم کر جیو کا بھوجن ادھر تھے
ادک گن چاند توں کس برج میں ہے
رتن امول توں کس درج میں ہے
صبا لگ دو نین متوال اپنے
چرای اُس مکھ کے سنگار بن میں

مثنوی "یوسف زلیخا" میں منظر کشی کی اچھی مثالیں موجود ہیں۔ احمد گجراتی نے محلات اور باغات کی ایسی خوب صورت اور گویا تصویریں پیش کی ہیں جن کی نظیر دکنی شاعری میں وجہی نصرتی اور غواصی کے سوا کہیں اور نہیں ملتی۔ باغ زلیخا کی یہ تصویر کشی ملاحظہ ہو جس میں احمد نے نرگس، سوسن، بید بنفشہ، چنبیلی، موتیا، کنول موگرا، شمشاد اور کلی سے انسانی افعال منسوب کر کے اپنے بیان کو پرلطف اور دلکش بنانے کی کوشش کی ہے ع

جو پھولے پھول سو رنگ روپ سنگات	کرے نرگس نظر بازی انو سات
دیکھیا سوسن کہ نرگس شوخ دیدا	ہوا اس مارنے لے بانگ پیدا
سو اس آزا ہوا تحمل عمرانا	سو نرگس بید کن لے گئی کرھانا
لگیا سوسن سوں اس جھگڑا بھو تیک	لگے یا نکاں زبن الکس ستیں ایک
بنفشہ کوپ سوں شمشاد سنگات	لکھے ہیں لام الف جوں خوب خطاط

کلی برقع اچا دیک ہنس پڑیا تب　　　سونیلا ہو رہیا لا جوں تھے وہ جب

کسی خاص خیال یا واقعے پر زور دینے کے لیے احمد نے اشعار میں الفاظ کی تکرار سے کام لیا ہے۔ یہ ان کے طرز ادا کی ایک خصوصیت ہے مثلاً ؎

چڑنے ست ہت اس رنگ تھے سو رنگ لال　　　چڑھائے پھیر پھیر انگ انگ رنگ لال

نہ میں لالیوں یول ایسا خطا کر　　　نہ منج کوں بول بول اس کے پتیا کر

نوا دے سیس سو پھر نا اُچا دے　　　میری شک شک اُسے جانی جو جاوے

منگے انگ سنگ پیہہ کا بن بیراوا　　　بیرا وا بین رنگ رنگ انگ سہاوا

مثنوی یوسف زلیخا میں صوتی تکرار alliteration کی اچھی مثالیں بھی موجود ہیں اور شاعر اکثر ہم قافیہ الفاظ استعمال کر کے بھی شعر میں صوتی لطف پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل اشعار سے معلوم ہوتا ہے ؎

تکرار صوتی:　　　رنگیلی رنگ لیالی رنگ کھلندی

مہندی جب پگوں پر ہوی جلگندی

بجگے جگ دیپ مکھ جب جگے سات

سو دیوے دیس دیو لائی دپن رات

مدن ادیال تھے بہو تیک ابل کر

ابلتی سو انجھ آدیں نکل کر

اپچھے اچھات آپچھے جیو تھے دو تن

سو اچھا کیوں نہ یوں آپچھے یو جیون

سو اس جلتے سوں جا جل ما نہہ بیٹھوں

سکے جل جل جو ہو را انجھو ال بیٹوں

جرم جلتی سو وہ جلتی بھی جلتی

کیوں اس کوں نیر تھے تدبیر چلتی

ہم قافیہ الفاظ: کمل کھیلت دیکھت آوت کمل میت

سین والے اُٹھے سب جوں چلی ریت
کہیں جگ دل کول ہے دل کی طرف باٹ
نہ اڑا ہمے کچ اڑ لوٹ کھٹ کھاٹ
سمت مت جے رہے مت تھے دو چت مت
نہ جینتی چت میں مت کوں بن سمجھت مت

نئی ترکیبیں: —

(۱) احمد گجراتی کی مخصوص لفظیات (Diction) سے بھی ان کی انفرادیت کا پتہ چلتا ہے۔ انھوں نے اپنی مثنوی میں نئی نئی اور بلیغ ترکیبیں استعمال کرکے اپنے مافی الضمیر کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے احمد کی چند خاص ترکیبیں یہ ہیں:

نین بھادن، جگ دپن، نیندالے نین، میا سیگھن، جگ دیپ مانک، دیا دھن، برہ بیس، دکھ ہر تنت، جگ بھلانی، جگ اٹھادل، کستوری سہا دا، کمل دیہہ، گن سمندر، پاپ ناسن، اوینچ ہمت، بیہتے نین، جیو پالن، مکھ چتر، نیہ لانی مکھ، ندنیل، دکھ دھوپ، من دشٹ، پھل نیر، چمن چت، برہ لس، دکھ سمدر، مدروپ، مدپرت، دیا کیلی، پارنگر سودن سین اور جگ مہکی وغیرہ ؂

جو اُس ددن جگ مہکی پھول پگ تھے — بندی خانہ ہوا سوگند مرگ تے
جو بہہ دن برہ بس بھید یا تیرے من — دیتا امرت میلا وہ برہ بھنجن
دیا دشٹی سوں اس داسی کوں جگ دیک — جو نئی دیکھن تھے دشٹی کھوی دکھ دیک
جتا کچ نین بھاون روپ دھر سوں — نہ دیکھی نین سوں تو کا ی کر سو ں
دھرے تو جگ بھلانی نوجوانی — سہانی جیو لانی من لبھانی
کرتوں مدروپ کا شد متوالا — پلاما بنج پیرت کا پیالا

۲) احمد گجراتی نے عربی اور فارسی الفاظ کے ساتھ ہندی لفظوں کی پیوند کاری
بھی ترکیبیں وضع کی ہیں مثلاً "آگِ غیرت، پیشانی دکھ، سرِ وچھل بار، کافوری پربادا
قبت دکھ، نین نرگس، حسرت لبس، مشکن سرو، خوب روپ، توحید بن، میگھِ رحمت،
ب، دکھ رنگ اور پاپدم وغیرہ ؎

کھیا یوسف سوں جو لیوں روپ کیرت — جو جاگے من میں شہہ کوں آگِ غیرت
ایوں دھاکوں پیشانی، دکھ سے — پریشانی سوں بیٹھی ڈگمگ سے
ادھر امرت شربت ناپیلاوے — ولے تلتل حسرت لبس کھلاوے
رکھے اس ماتھہ یوسف پا پدم جب — محل ہیکے قدم تھے بھر کرم سب
پڑی اس ہول تھے وہ سرِ وچھل بار — بہو خماری سوں بھوئیں پر چھپاوں کی مار
رہیاں جوں بلبلاں توحید بن میں — ہزاراں ناؤں اس ایکس کے من میں
سکوں جوں قحط میں بن سوکھ کر جائے — تو کا ہے میگھِ رحمت توں نہ برسائے

شاعر کا مرغوب لفظ "امرت":

"نورس" ابراہیم عادل شاہ ثانی (۹۸۸ھ تا ۱۰۳۷ھ) کا پسندیدہ لفظ تھا اور
کے دور میں کئی چیزیں اسی نام سے موسوم ہوئیں لفظ نورس" شراب، نغمہ، پرچم، عید،
سکہ، ہاتھی اور شہر وغیرہ کے نام کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ اسی طرح "امرت" احمد
دیب لفظ ہے جو اس کے کلام میں بار بار مشاہدے میں آتا ہے۔ شاعر یا ادیب کی تخلیقات
سوص الفاظ کی تکرار اور کثرت اس کے جذبات اور اس کی نفسیات کی غمازی کرتی
لفظ "امرت" احمد کے کلام میں بار بار اپنی جھلک دکھاتا رہتا ہے۔ اور اس لفظ سے
نے مختلف ترکیبیں بھی بنائی ہیں مثلاً امرت ہوا، امرت پاس، امرت گن، امرت قدم، امرت
مرت بیل، امرت بات، امرت جواب، امرت بچن، امرت ادھر، امرت سمدر، ملو امرت

امرت گاون، امرت جھڑی اور امرت ملانا. وغیرہ ۔

جو بند کے لوگ وہ امرت ہوا پائے سبہ نرجیو تھے سو جیو لزا پاسے
اس امرت نیر ستیں سر نہلا کر سنگار و تاج کوں اس سیس لا کر
جے کچ پوچھا جو اُس بھوپال راجا اس امرت گن تھے امرت جواب پایا
ادھر امرت بچن امرت گن امریت گن امرت نیر کی تا ہوے اینو ریت
منگے امرت ادھر یدیان پیون شہا دن سیچ مل انگ سنگ لیون
ادھر امرت اُدھر کی چھاوں پڑ کر ہوا وہ نیر سب جوں شہد شکر
جو کئی دن یرہ لبس تھا منج چارا ملن امریت پانی اُس کا آتارا
سو دلیس وہ دیس آمرت بیل وہ بیل جو میٹھا لال مل دے یرہ لبس میل

محاورے:۔

احمد گجراتی نے مثنوی یوسف زلیخا" میں اپنے عہد کا مروجہ روزمرہ اور محاورے جابجا استعمال کیے ہیں۔ مثلاً ہونٹوں میں دل آنا (ہیبت زدہ ہونا) باٹ آونا (راہ راست پر آنا) پیار رکھنا (مہربان ہونا) دِشٹ اچانا (نظر میں چپانا) دشٹ بھانا (نظر ڈالنا) کان دینا اور کان کرنا (توجہ سے سننا) پاپ لانا (گناہ کرنا) صبوری پکڑنا (صبر کرنا) آسوں رہنا (امید پر جینا) گناہ کا سود لینا (گناہ کا کفارہ ادا کرنا) جیو کا دان کرنا (جان تلف کرنا) بد پکڑنا (عقل سے کام لینا) نیند کرمری کرنا (نیند میں خلل ڈالنا) باور دھرنا (یقین کرنا) کولوں سے جلنا (آگ بگولا ہونا) نلاجی کرنا (بے حیائی سے کام لینا) شرم کھینچا (شرم محسوس کرنا) دھیرک سٹنا (ہمت ہارنا) شور لانا، شور اُچانا (غل کرنا) آس کا ٹنا (ناامید ہونا) نیہ لانا (عشق کرنا) پچٹ پٹانا (بے تاب ہونا) فریاد اُچانا (فریاد کرنا) بال بکھے کرنا (بال نوچنا) آس پانی میں بہہ جانا (مایوس اور ناامید ہونا) رشک لانا (رشک کرنا) ٹھہرن پکڑنا (قرار پانا) میزدانیاں

گنانا (دعوتیں کرنا) بخاں کی سستی (بدنصیبی) سر کلانا (سر مونڈنا) اور جیو کر ڈا کرنا (رنجیدہ ہونا)

وغیرہ ع

یتا دھیرک نہ سٹ چکھ دھسیر ہورہ
جو یہ پانی میری بادر نہ دھرسی
بجا راج کے جو یوسف کا ن کیتے
کریں کاٹی اپی ہو آپنی اس
سو اس یادوں جو اس سوں نیہہ لاوے
یتا کیا جٹ پٹا وے ایک تل میں
نپٹ بے صبر ہو فریاد اچھالی
جو کی دو دن صبوری نا پکڑ نا
بندی خانہ سولایا رشک انبرسات
سو میری آس سب پانی میں بہہ گی
سو یوں کا ندھے پہ اس کو سر کلا کر
پھرا سے شہر میں یوں شور اچا کر
نہ میں اس کے کہے پر کان دیتا

زبان کی قدامت :-

حمر گجراتی کی زبان پر قدامت کی چھاپ خاصی گہری ہے۔ الفاظ، محاورے اور تراکیب
کے استعمال میں بھی اس کا عکس دیکھا جا سکتا ہے۔ مختلف اشیاء اور مختلف جذبات و تجربات
کی ترجمانی کے لیے احمد نے اپنے عہد کے جو مخصوص الفاظ برتے ہیں۔ جب ہم ان کا موجودہ زبان
سے ان کے جدید مترادفات سے مقابلہ کرتے ہیں تو دونوں میں نمایاں فرق نظر آتا ہے مثال کے

طور پر انسانی جسم کے مختلف اعضاء کے جو نام احمد نے مثنوی "یوسف زلیخا" میں استعمال کیئے ہیں وہ درج ذیل ہیں :—

دیہہ (جسم) سیس (سر) کیس (بال) کنٹھ (گردن) نین لوین، چک (آنکھ) اَدھر (لب) دَسن (دانت) کالیج (کلیجہ) چت، من، ہردے (دل) پگ، چرن (پاؤں) اور نکھ (ناخن) وغیرہ۔

صرفی تجزیہ

(۱) احمد گجراتی نے دکن کے عام قاعدے کے مطابق لفظ کے آخر میں الف اور نون کا اضافہ کر کے جمع بنائی ہے۔ مثلاً کتاب کی جمع کتاباں، پتھر کی جمع پتھراں، تارے کی جمع تاراں، سطر کی جمع سطراں، گمان کی جمع گماناں، جدول کی جمع جدولاں، بخت کی جمع بختاں، پیڑ کی جمع پیڑاں، ہزار کی جمع ہزاراں، ہونٹ کی جمع ہونٹاں وغیرہ

اگر خسرو نظامی کیاں کتاباں
لیکن بہوتیک گماناں سو کہی کی
سنے بختاں سوں جاگ اس مل نہ بیٹھی
ہزاراں داسریاں بہوتیک ہنرمند

احمد نے اگ کی جمع آگوں، پیاس کی جمع پیاسوں اور آس کی جمع آسوں بنائی ہے ع
جو اس آگوں تھے سب جگ جلتا ہوئے
سو وہ کیوں رہ سکے آنکھیں کی آسوں

کر جو پیا سوں تھے اور مرتا پر میا ہوے

(۲) احمد گجراتی کی زبان میں ضمیر کا بڑا تنوع نظر آتا ہے۔ انھوں نے برج بھاشا کے ضمائر بھی برتے ہیں اور دکن میں مروجہ ضمیروں سے بھی استفادہ کیا ہے۔ مثنوی میں انوں، اینوں (ان) کنوں (کن) تمن (تم) تو (وہ) اپس (آپ خود) جن (جو) کن (کون) اسے، یو (یہ) انت (اُن)، ہمن۔ ہمنا (ہم) اُن (وہ) تھیں (تو) اپے (خود) وجے (جو) استعمال کیے گئے ہیں۔ مثلاً:

زلیخا جب انوں تھے یہ خبر پائی
تمن کوں درس اس کا دکھلا دوں
تو وہ ہمنا ستیں سرکار لاکر
ہمن اچھتیں زلیخا کس گنت مانہ
بڑائی سب شہیداں میں دھرے تن
الٰہی جے بخشش نا تھیں بچ
فرشتاں تھے زیادت نورانیت کا
جے کچھ فرمان اس کا سر چڑاوں

احمد کی مثنوی میں ضمیر کی جمع کی صورتیں بھی موجود ہیں مثلاً:

کنوں گن پار لاگے سو لگا اب
جتاں کچھ جانتی تھی او تنیاں بھی
اسی تل ہور کتنیاں تیں سنوارے
ہمی ایسیاں سوں جے یک تل میلے گا
دتیاں یا ناں ہر یکی اپنے گھر گیاں
چتنا جیسیاں کھیل نرل تھیاں

(۲) دوسرے دکنی شعرا کی طرح احمد گجراتی نے بھی حرف اضافت کی جمع بنائی ہے

مثلاً

نھنی سن کیاں وزیراں کیاں کنواریاں
زلیخا ہور ہم سن کیاں سہیلیاں
اصیلاں مصر کیاں بیساں چھبیلیاں
کیتاں ابلیس کیاں انکھیاں کو اندھلیاں

احمد نے حرف اضافت کا کی کے کی شکلیں کیرا کیری اور کیرے بکثرت استعمال کی ہیں مثلاً

سو گست دیا س انگ کیرا میل کر دور
جو کچھ اس بات کیری بات دکھلائی
نہ یک ذرے کیرے مولوں لکا ویں

(۴) احمد گجراتی نے اسم صفت کی جمع اس طرح بنائی ہے ع

دسیاں گایاں جو موٹیاں سال مکال
دسیاں دبلیاں سو ہیں وہ سال دکال
نیکے بھانکے جو کونلیاں انگلیاں جوں
نکہ اس لال تازیاں کونلیاں جوں

(۵) دکنی میں فعل کی جمع بنانے کا یہ طریقہ رائج ہے کہ فاعل جمع مونث ہو تو اس کی مناسبت سے فعل کی بھی جمع بنائی جاتی ہے۔ احمد گجراتی کے کلام میں اس کی دلچسپ مثالیں موجود ہیں ع

کھڑیاں یک پاؤں پر جوں سرو اچوب
پہنیاں اوڑیاں سوں تن پر زر نگاری
کلیاں تازیاں کھلیاں جب سیج گھالے
اٹھے مشتاق بیٹھیاں سے اٹھے کب
سنے کیاں پتلیاں جیساں کھڑیاں سو

(۵) دکنی میں فعل ناقص کی جمع بنانے کا عام دستور ہے۔ تھی کی جمع تھیاں اور اتھی کی جمع اتھیاں کی مثالیں نظم و نثر میں اکثر جگہ نظر آتی ہیں۔ مثنوی "یوسف زلیخا" میں بھی شاعر نے انھیں بکثرت استعمال کیا ہے۔ مثلاً

دلے جب دین ناہیں یوجتیاں تھیاں

سو کپتیاں ہوی پتلیاں پوجتیاں تھیاں

(۶) احمد گجراتی کے کلام میں علامت فاعل "نے" کہیں نظر نہیں آتی فاعلی حالت میں یہ علامت حذف کردی گئی ہے۔ وجہی کی "سب رس" میں علامت فاعل موجود ہے اور اس نے اس کا استعمال دکنی قواعد کے مطابق کیا ہے۔

(۷) ماضی مطلق میں دکنی کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ ایسے افعال "گیا" پر ختم ہوتے ہیں۔ انھیں ماضی مطلق بنانے کے لیے مصدر کا نا گرا کر "یا" لگا دیا جاتا ہے۔ مثنوی "یوسف زلیخا" کے تمام ماضی مطلق افعال اسی قاعدے کے تحت آتے ہیں۔ مثلاً

مگر بہو دھیاں اُس کمھ کا رکھیا جت

رھیا ہے تو یہاں ہے جیو اُس کی

تیرے وعدے اُپر اے آس باندھیا

زلیخا کوں بھریا دھن مال سنپت

اول تاکید سوں یہ پند بولیا

پچھیں تعبیر سے کچ ہے سو کھولیا

خوشی سو دھن پراں اموں لوٹیا

مناجات اس بندے کا جب قبولیا

(۸) اسم فاعل کی چند مثالیں یہ ہیں ع

سکی بارا عطارد علم اُنوں پاس

سو گیوں نا تلملے اس پر جلن ہار
کر جوں ضرباں ستیں ذاکر کہن ہار
نہ کچ فرمان تھے اس کے پھرن ہار
پھیلے لوگ جے تھے بہر بوجھن ہار
مہا ہیبت سیتی جھل کر مرن ہار
سبھ جگ جاگتیں جے کچ کرن ہار
سدا یک دشت تھے سب جگ دیکھن ہار

(۹) جنس : دکنی میں بہت سے الفاظ کے لیے جو اب مذکر استعمال ہوتے ہیں صیغہ مونث لایا گیا ہے اور اسی طرح مونث کے بجائے مذکر مستعمل ہے۔ احمد کی مثنوی میں بھی اس کی مثالیں نظر آتی ہیں ۔ ع

کلی پر قع اچا دیک ہنس پڑا تب (کلی = مذکر)
زلیخا کوں بی صورت خوب اگر تھا (صورت = مذکر)
نظر کر دیک اس کی پیرہن پر (پیرہن = مونث)
کرے تعبیر اس کا جے کچ ہوئے (تعبیر = مذکر)
زیادت شاعری کا فن دکھاؤں (فن = مونث)
نہیں اس روپ کی سنگار کا حد (حد = مونث)
اسی بے رنگ کی رنگ جگ ماں اچھے رنگ (رنگ = مونث)
شہنشہ کن کرے کن ذکر میری (ذکر = مونث)

(۱۰) حروف میں پو (پیا) مانہہ، منے، منیں، ماں (میں)، کدھیں (کبھی) ایھاں (یہاں) اوہاں (وہاں) اتال ایتال (اب) جاں (جہاں) کاں (کہاں) جدہاں (جب)، تدھاں (تب) اگے انگھیں اگل (آگے) بھتر بھیتر (اندر) بھار، بھر (باہر)

پچھیں (پیچھے) (بعد) اُپر (اوپر) تل تلیں (نیچے) کیرا (کا) کیری (کی) کیرے (کے) تھے تے سوں ستیں، ستی (سے) سنگات سنگ سنگات (ساتھ) لگ لگوں (تک) کنے (پاس) ہور (اور) نکو، نا ہیں، نیں (نہیں) اور بن باج (بغیر) وغیرہ صفت عددی ئی (بہت) بھی احمد نے اکثر جگہ استعمال کیا ہے۔

(۱۱) اردو میں بالعموم لفظ کی ابتدا میں الف کا اضافہ کرنے سے صفات کی نفی ہوتی ہے۔ یہ طریقہ ہندی میں بھی رائج ہے۔ مثلاً اٹل، انجان، ان پڑھ، ... انمل وغیرہ۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ لفظ سے پہلے صرف "ن" کا اضافہ کیا جاتا ہے جیسے نڈر، نہتا وغیرہ ہندی میں "ن" اور "ر" لگا کے بھی متضاد معنی پیدا کیے جاتے ہیں۔ مثلاً نرگن، نربل اور نرآسا وغیرہ۔ احمد کے یہاں اس کی مثالیں یہ ہیں ؛

ست = اوست

آس = نراس

جیو = نرجیو

نیند = انیند

بھاوتی = ان بھاوتی

لاجی = نلاجی

جوت = نرجوت

بھاگتی = نربھاگتی

گن = اوگن

دیکھے = ادیکھے

بھاگی = ابھاگی

سیا = ان سیا

جڑ - اجڑ

گیان : اگیان

پیندے - ان پیندے

یہ مصرعے ملاحظہ ہوں ؎

جو سادا ان سیا بینا پڑھا وا

جو تھے بہہ دیس تیرے نین ترجوت

نلاجی کیوں جے لیوں توں آج لیکی

جو اُن رچ کوں نیٹ ان بھا دتی ہوتی

الف نافیہ کے بارے میں شوکت سبزواری اردو زبان کا ارتقاء" میں رقمطراز ہیں کہ یہ سنسکرت سے ماخوذ ہیں اور "ان" کا مخفف ہے۔[1]

---

[1] شوکت سبزواری - اردو زبان کا ارتقاء - صفحہ ۱۴۸-

لسانی تجزیہ

قدیم دکنی شعراء نے اپنی زبان کو کبھی "ہندی" کبھی "ہندوی" کبھی "گوجری" اور کبھی "گجری" وغیرہ ناموں سے تعبیر کیا ہے۔ احمد اپنی زبان کو "ہندوی" کہتا ہے اور اس پر نازاں ہے۔ ع

سو کیتا ابتدا ہندوی زبان سوں
بہوچند بندا ہم صنعتاں سوں

آگے چل کر اپنی زبان کے بارے میں کہتا ہے کہ اس میں عربی اور فارسی الفاظ کی آمیزش بہت کم ہے ع

عرب الفاظ اس میں کم ملاؤں
نہ عربی فارسی بہوتیک ملاؤں

جب ہم احمد گجراتی کی مثنوی کا لسانی تجزیہ کرتے ہیں تو ان کے اس بیان کی صداقت ہم پر واضح ہو جاتی ہے۔ جمیل جالبی، احمد گجراتی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ان کی زبان بیجاپوری اسلوب سے قریب تھی اور گولکنڈے میں نیا لسانی رجحان فارسی اور عربی روایات سے اثر پذیری کی صورت میں رونما ہو چکا تھا اس لیے احمد کو قطب شاہی دربار میں

زیادہ مقبولیت حاصل نہ ہو سکی۔ انھوں نے تحریر کیا ہے :

"یہ گجری اُردو کی بنیادی خصوصیت رہی ہے کہ اس نے ایسے الفاظ کو کثرت سے اپنے دامن میں جگہ دی۔ سارے قدیم گجراتی شعراء اسی زبان و بیان کے ترجمان ہیں۔ اس اعتبار سے یہ مثنوی گجری اُردو کے ترقی یافتہ زبان و بیان کا قابلِ ذکر نمونہ ہے۔۔۔۔۔۔

فارسی رنگ سخن اس دور کا جدید اسلوب تھا اور احمد نے قدیم اسلوب میں طبع آزمائی کی ہے۔" [1]

محمود شیرانی نے یہ ثابت کرنے کے لیئے کہ اُردو پنجابی سے نکلی ہے۔ اپنی تصنیف "پنجاب میں اُردو" میں قدیم دکنی شعراء کے کلام سے مثالیں پیش کی ہیں۔ دکنی شاعری کا ایک بہت قدیم نمونہ جو انھیں دستیاب ہوا تھا وہ احمد گجراتی کی مثنوی لیلیٰ مجنوں، تھی جو انھوں نے "یوسف زلیخا" کے بعد لکھی تھی۔ محمود شیرانی نے پنجابی اور دکنی کی مماثلت واضح کرنے کے لیے ہر جگہ احمد گجراتی کی مثنوی "لیلیٰ مجنوں" اور امین کی مثنوی "یوسف زلیخا" کے اشعار سے مثالیں دی ہیں۔ محمود شیرانی نے احمد کی مثنوی کے صرفی اور نحوی اور لسانی پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے جو نتائج اخذ کیے ہیں ان کا بیان یہاں بے محل نہ ہوگا :

(۱) پنجابی میں صفت اور موصوف اس طرح متحد ہوتے ہیں کہ موصوف واحد ہو تو صفت بھی اس کے مطابق ہوگی اور اسی طرح جمع کی صورت میں جمع لائی جاتی ہے۔ محمود شیرانی کا خیال ہے کہ دکنی نے یہ قاعدہ پنجابی سے اخذ کیا ہے۔ مثال میں انھوں نے احمد گجراتی کا یہ شعر پیش کیا ہے ع

---

[1] جمیل جالبی۔ تاریخ ادب اردو۔ جلد اول۔ صفحہ ۲۴۴

موچا دوں سے پایاں ہوں بالیاں نکھیاں
وفا سے شرم انوں تھے سکیاں سب سگیاں

محمود شیرانی تحریر کرتے ہیں :—

"جس موقع پر اردو میں نہ کرنا اور نہ جاوےگی کہیں گے اس جگہ پنجابی
ناکرو اور ناجاو کہیں گے ....

گویا نا زیادہ تر تاکید کے لیے آتا ہے۔ دکنی میں بھی نا موجود ہے۔"

احمد دکنی قطب شاہی ع

جو بندیاں تھے نا ہوئے گنہ کا ظہور
تو کس دھات ہوئے نام تیرا غفور[1]

(۳) پروفیسر شیرانی لکھتے ہیں :—
جمع کا اثر تمام جملے پر محیط ہے۔ وہ نہ صرف جملہ کے فاعل بلکہ اس کے
متعلقات یعنی اسمائے صفات، اضافات، ضمائر افعال اور ان کے
توابعات تک برآمد ہوتا ہے۔"[2]

اس قاعدے کی مثال احمد گجراتی کے مندرجہ ذیل شعر سے پیش کی گئی ہے ع

جو ہو ڈال کوئل سو کر ٹلا نہال
سو کوئلیاں کلیاں لگ کھلیاں ات اشکال

(۴) مصنف نے یہ بتاتے ہوئے کہ پنجابی میں بعض مصادر کی ماضی خلاف قاعدہ آتی
مثلاً "کرنے، لینے اور دینے کے بجائے کرنا، لیتا اور دیتا وغیرہ" احمد کا حسب ذیل شعر

---

[1] پروفیسر محمود شیرانی۔ پنجاب میں اردو"۔ صفحہ ۹۸
[2] " " " " ۱۰۱

مثال میں درج کیا ہے ع

اگیانی دیئے گیاں سیتی جواب
دینا ہور کھیتا ادب سوں خطاب

(۵) محمود شیرانی لکھتے ہیں :

"پنجابی میں قاعدہ ہے کہ غیر زبان کے الفاظ کے آخر میں اکثر یائے زائدہ اضافہ کر دیتے ہیں جس کے بظاہر کوئی معنی نہیں ہوتے جیسے نظر سے نظری حیات سے حیاتی"...... دکنی میں بھی یہی دستور موجود ہے۔[1]

پہلے محمد قلی قطب شاہ کا ایک شعر مثال میں پیش کیا گیا ہے اس کے بعد "احمد دکنی قطب شاہی شاعر دربار محمد قلی قطب شاہ" کا یہ شعر درج کیا گیا ہے۔

تجے نت من مت سوں شادی شراب
رہ گی خماری تھے میں سو خراب

(۶) "پنجاب میں اُردو" کے مصنف لکھتے ہیں :

"بعض خلاف قیاس جمع دکنی میں ملتی ہے جو پنجابی کے بہت مطابق ہے مثلاً سات کی جمع ستیں دو کی جمع دوہوں ...... احمد دکنی جو محمد قلی قطب شاہ کے دربار کے شاعر ہیں لکھتے ہیں : ع

جو احمد کرے اس دہر میں سنگار
سو اب شہ تھے پائے سیکں سنگار

نیز ع

---

[1] پروفیسر محمود شیرانی۔ پنجاب میں اُردو۔ صفحہ ۱۰۹

رتن شعر کے ہیں دو بھوں جگ امول

دو بھوں جگ چھپاوں رتن اول اول[1]

آگے چل کر محمود شیرانی نے پنجابی کے ایسے بہت سے الفاظ کی جو ان کے خیال میں صرف دکنی میں ملتے ہیں۔ مثالیں دی ہیں الفاظ درج ذیل ہیں۔

لوڑنا، انیڑنا، لانا (بمعنی لگانا) لڑنا (سانپ کا ڈسنا) کاں (واسطے لیے) چیکڑ (کیچڑ) منگنا (مانگنا) پٹی (بمعنی تختی اور لوح) ڈینا (دینا) اور لوک (لوگ)۔

انھوں نے احمد گجراتی کے حسب ذیل شعر بطور مثال پیش کیے ہیں ع

(۱) کرے ایک نیکی تو دے دس ثواب
جو لوڑے زیادہ پے دے بے حساب

(۲) جو قاصد کیرے ہاتھ نامہ چڑیا
جو توقل کے نیڑے ترت انیڑیا

(۳) بہو دن کے ناموس کو آگ لائی
سہن برس کا مسک مانی ملائی

(۴) جسے کیس کالے سپنولے لڑے
نہ اترے سبہہ جگ منتر پڑھے

(۵) سو کچھ ماں مانس کوں کیتا عطا
جو سب کچھ اسی کاں پیدا کیا

(۶) پچھاڑی جو کیا کرانی ہی پڑیا
کٹ ہور مانی چیکڑ میں پڑیا

(۷) سرفراز کرتے منگیا توں منجے
خداوند اس کا جزا دے تجے

[1] پروفیسر محمود شیرانی۔ پنجاب میں اردو۔ صفحہ ۱۱۶

(۸) یت حرف تین تن سیہ کر پٹی
کہا گود میں دھر سکے وہ پٹی

(۹) جو ڈوبتا نکلتا دیسے جگ میں سور
سو مشتری پھرا ہو دیں نزدیک و دور

(۱۰) جو لیلی کے لوکاں سنتے یہ خبر
سنوا سے صدا ترت ستگار گھر

پنجابی کا اثر: مثنوی "یوسف زلیخا" میں احمد نے دوسرے دکنی شعراء کے برخلاف پنجابی الفاظ آکھا آکھی اور آکھے (کہا کہی اور کہے) کثرت سے استعمال کیے ہیں ع

عزیز اس بات کو خوش سات آکھیا
کوئی آکھی پریشانی سحر کی
عزیز مصر کر منج آکھتے ہیں
نبی ہوئے یاب جب مرسل آکھوں
نہ تھہ کا شکر میں یک تل سکوں آکھ

(۲) پنجابی میں یہ صوتی رجحان اپنی جھلک دکھاتا رہتا ہے کہ "ب" کے تلفظ کی جگہ "و" نے لے لی ہے۔ مثلاً "بڑائی" "وڈائی"، بیگار وگار، بیس وِیس، بال وال اور بیرف ورف بن گیا ہے۔ احمد کی زبان کا تجزیہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ ان کے یہاں یہ رجحان موجود ہے اور انھوں نے کہیں کہیں الفاظ کے پنجابی تلفظ کو ترجیح دی ہے۔ مثلاً بازآئی کو وازآئی، بیراگ کو ویراگ، بن باس کو ونواس، "میزبانی کو میزوانی بنایا گیا ہے ع

جو جھاڑے جھاڑ پھر پھر واز آئی	نہ کس رکھتے جو بن دکھ پھل کھائی
بہو دیتا اگ کی ویراگ سیتی	کیتے دن لاک جنگل میں رہی تھی
دکھوں ونواس لے جنگل میں پھری	دسے یک تل یرہ بھڑکا نہ ٹھیری

(۳) پنجابی میں "ڑ" کا لفظ "ڈ" سے بدل جاتا ہے۔ یہ صورت احمد گجراتی کی زبان میں بھی اکثر جگہ دکھائی دیتی ہے۔ مثلاً بڑھادے کو بڈھادے۔ بڑھائی کو بڈھائی (بوڑھے) کو بڈھے، چڑائی کو چڈائی اور بوڑھی کو بڈھی سے تبدیل کر دیا گیا ہے ع

کہیں ہے مصر میں بھی سو بڈھی ایک
جو اس نیہہ تھے پریشاں ہوئی ہو تیک
گھڈائی ازکر اور تاج اموک
چڈائی جگ دین مانک مولک
جو لادے من میرے کر نور کی ڈال
بڈھادے جیو پانی گھال کر پال
کہی بھدی یہی بستا جو لیا کر
بڈھایا پیار سوں توں پکڑا کر

ماضی مطلق کی شکل کیتا اور فعل دیے دکنی شعراء کے کلام میں بار بار استعمال ہوتے ہیں احمد گجراتی نے بھی انھیں ذریعہ اظہار بنایا ہے۔ اسی طرح لفظ توڑتا، لوٹے، کوجیں، سوں (قسم) بہر (باہر) اور بدل (بادل) نے احمد کے ذخیرۂ الفاظ میں جگہ پائی ہے۔

(۴) پنجابی میں فعل مستقبل کے لیے گا گی گے کے علاوہ "سی" بھی لایا جاتا ہے۔ احمد گجراتی نے بے تکان اس کو استعمال کیا ہے اور مثنوی "یوسف زلیخا" میں اس کی کئی مثالیں موجود ہیں مثلاً

جو چاکھے پر نہ یک تل تج گیذ سی
جو وہ لذت نا پاسی تل میں مرسی
تو یک ایسی کلی دھات کرسی
نہ کہیں تج گود میں گلال بھرسی

نہ پیل نہی راتی جیاں کا بن باج
نہ حاجت یا دسی بن بات محتاج
جو اس داسی کھیلنے بھتے نہ آسی
جو کچھ دہ جو تیرے دل کو تہ بھاسی
جو یہ یا کی سیری باور نہ دھرسی
سو اب خاطر تیرا جے کچھ کرسی

وجہی نے بھی 'سب رس' میں کہیں کہیں اس کا استعمال کیا ہے۔
حقیقت یہ ہے کہ احمد گجراتی کی زبان سے نہ صرف پنجابی کی جزوی مماثلت کا پتہ چلتا ہے بلکہ وہ برج بھاشا کے اثرات کا بھی ترجمان نظر آتی ہے۔ مراٹھی کے الفاظ کو بھی اس نے جگہ دی ہے اور دکنی کے مخصوص صوتیے اور املے بھی استعمال کیے ہیں۔ "مقدمہ تاریخ زبان اردو" میں مسعود حسین خاں نے لکھا ہے:

"ممکن ہے دکن میں بھی شمالی ہند کی ایک بولی نہ گئی ہو بلکہ کئی بولیاں پہنچی ہوں جن کی آمیزش سے بعد کو وجہی اور قلی قطب شاہ کی معیاری دکنی متشکل ہوئی لیکن یہ امر یقینی ہے کہ یہ تمام بولیاں نواح دہلی ہی سے تعلق رکھتی ہیں۔"[1]

آگے چل کر رقمطراز ہیں:-

"دکن میں یہ بولیاں زبان دہلوی کی ایک ایسی شکل میں پہنچی ہیں جب وہ "سیال" تھی اور اس پر مختلف لسانی اثرات کارفرما تھے"[2]

---

[1] ڈاکٹر مسعود حسین خاں، مقدمہ تاریخ زبان اردو۔ صفحہ ۲۶۳۔
[2] " " " ۲۶۳

"یہ مختلف لسانی اثرات" احمد گجراتی کی زبان میں اپنی جھلک دکھلاتے رہتے ہیں۔ ذیل میں ان کا تجزیہ کیا گیا ہے :-

مراہٹی کا اثر : احمد گجراتی کے ذخیرہ الفاظ میں مراہٹی لغات بھی موجود ہیں مثلاً چاہ (خواہش) پیک (فصل) کتیک (کتنے) سکل (سب) آگل (آگے) سرونگ (تمام بکو آہے (ہے) بی (بہت) سیوٹ (مراہٹی شیوٹ - انتہا، حد) اور آتھرا (پھیلا ہوا وسیع) مراہٹی سے مستعار ایک لفظ جو دکنی تخلیقات میں بار بار استعمال ہوا ہے " نکو " ہے اس لفظ کا استعمال احمد کے یہاں نہ ہونے کے برابر ہے ۔ مراہٹی کا لفظ " نکو " سنسکرت ن کھل اور پراکرت نکھو سے مشتق ہے۔ نکو اور نکو حرف انکار نا اور نہیں کے معنی میں دکن میں مستعمل ہے۔ مراہٹی کا ایک اور لفظ جو دکنی میں کلیدی حیثیت رکھتا ہے " چ " تاکیدی ہے یہ لاحقہ دکنی نے مراہٹی سے مستعار لیا ہے۔ مراہٹی میں یہ سنسکرت کے (ئچ + الیوا) سے ماخوذ ہے۔ یہ بات حیرت انگیز ہے کہ اس حرف تخصیص کو احمد گجراتی نے بہت کم برتا ہے ۔ یہ مثنوی میں شاذ و نادر نظر آتا ہے ع

(۱) ڈریں دیکھتیچ روپ ان کا ڈرآدیں

(۲) ایتا ہیچ دیکھتا اس کا ن تدبیر

(۳) کہ وہ بھی تیچ تھنا تھا جو کئی دن

گجراتی کے الفاظ بھے (جو) مانیہہ اور پونگڑا (لڑکا بچہ) مثنوی یوسف زلیخا میں بار بار نظر سے گذرتے ہیں مثلاً :

بھے کوئی شہہ کا مخالف ہوئے کر آئے

بھے کوئی چک جاگتے کرتے گدائی

بھے کچھ یہ چیشتا سکلی برہ کی

بھے کوئی من بھاؤ پوسوں ہن جو باندے

عزیز آپیں منج پینگڑا کر آکھا
جو جگ میں منج نیں پنگڑا تیں سکھ
سبھہ پنگڑیاں تھے ہوندھیا تیں کی دار
جو ملتی ہوئے سب پنگرے آو یکھے

گجرات احمد کا وطن تھا اس لیے ان کے کلام میں گجراتی الفاظ کی موجودگی کوئی تعجب خیز بات نہیں معلوم ہوتی۔

برج بھاشا: (۱) احمد گجراتی کی زبان پر کسی اور زبان سے زیادہ برج بھاشا کا اثر محسوس ہوتا ہے۔ انھوں نے برج مصادر متواتر استعمال کیے ہیں اور برج مصادر اور افعال سے ان کی زبان غیر معمولی طور پر متاثر نظر آتی ہے۔ نکلی، گرجن، گاون، برسن، ڈھونڈن، دیون، لجاون، رہن، مانگی، توڑن، چھوڑن، بولن، کرن ڈالن۔ راکھن، دیکھن، مٹکاون، سنگارن، جھکی، سہاون۔ ڈرن، رہن اور مرن جیسے بے شمار مصادر مثنوی میں جابجا موجود ہیں ع

جتا کچھ ہوئے مٹکا ون سنگارن
لگی زاری کرن کرتار درگاہ
لگے یوسف دعا مانگی خدا پاس
منگے لتنے تھے من پھل پھول توڑن
لگے لتنے تھے دکھ دہ باغ چھوڑن
لگیا برسن جو مکھ تھے نور پر نور
چلے لے کر کرن یوسف کے تیئں گھات
لگے بولن میٹھے ہونٹاں تھے میرے
کہی اس کا لجاون منج نہ بھاوے

کرے کرتار توں جے کو جے بھاوت

دیکھت اس ہوئے پانی جو پتھر ہوئے

نہ ہو ہے کت دیکھت وہ روپ یعقوب

کہ جاگت روپ پی کا دیکھتی ہوں

کمل کھیلت دیکھت آدت کمل میت

جو دیکھے نگہ جھمکت انگلیاں پر

سہہ کوئی دانت سیتی گانٹھ کھولت

(۵) ضمائر کے استعمال میں بھی احمد گجراتی نے کہیں کہیں برج بھاشا کی پیروی کی ہے۔ برج میں واحد متکلم کے لئے "میں" اور "ہوں" دونوں مستعمل ہیں۔ احمد نے بعض جگہ "میں" کے بجائے "ہوں" استعمال کیا ہے مثلاً،

تردد دل میں تھا بہوتیک نپ یوں

کہ بولوں نظم سیتیں کیا کتاب ہوں

برج بھاشا کے بعض طور ضمائر مثنوی "یوسف زلیخا" میں موجود ہیں۔ مثال کے طور پر ون اور سوہیں (سوہی) تاہیں وغیرہ ع

چلی دل باغ سوں اس باغ کو ون

جو ناہیں ملک ایکس سوں یک پت ہیں

جو کچھ ویسے سو دیسے لال سو ہی

(۶) حروف استفہام میں کاے (کاہے) اور "کائی" بھی استعمال کیا گیا ہے۔ مثلاً،

جو پوچھی دائی وہ توں کائی جلتی

کہ کاہے دند کر کیتی دو جا بند

دکنی میں برج بھاشا کے اثر پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر زور "ہندوستانی لسانیات" میں

لکھتے ہیں:

"دکنی شاعروں کے کلام میں برج بھاشا کے ایسے ایسے الفاظ اور ترکیبیں مستعمل ہونے لگیں کہ سرسری نظر ڈالنے والا یہ مشکل کہہ سکے گا کہ دکنی اردو سو سال تک برج کے اثر سے محفوظ رہ چکی ہے۔"[1]

احمد کا کلام بھی برج بھاشا کے الفاظ اور برج زبان کے اثر سے محفوظ نہیں رہ سکا ہے۔ برج بھاشا کا قدیم نام گوالیاری ہے[2] سکندر لودھی کے عہد سے لے کر شاہ جہاں کے زمانۂ حکومت تک آگرہ جو برج بھاشا کا مرکز تھا حکومت کا پایۂ تخت رہا اور اس طرح ایک عرصۂ دراز تک لودھی، سوری اور مغل حکمرانوں کا پایۂ تخت برج بھاشا کا علاقہ رہا جس کی وجہ سے دو سو سال کے عرصے میں اس زبان نے خاطر خواہ ترقی کی بقول پروفیسر مسعود حسین خاں" دکن کے مصنفین بھی اس کے دائرۂ اثر سے باہر نہیں تھے۔"[3] حقیقت یہ ہے کہ وجہی نے جب "سب رس" جیسی بلند پایہ ادبی تخلیق پیش کی تھی تو گوالیار کے چاتران" ہی سے اپنی انشا پردازی کی داد طلب کی تھی۔ محمد قلی قطب شاہ کی گیت نما غزلیں اس زبان سے اثر پذیری کی ترجمان ہیں۔ دکن میں برج بھاشا کی پذیرائی کا ایک سبب، بھگتی تحریک اور موسیقی بھی تھی۔ مختصر یہ کہ گجرات کا خطہ ہو یا دکن کا علاقہ، برج بھاشا کے اثر سے بچ نہیں سکا تھا۔ اس لسانی پس منظر میں جب ہم احمد گجراتی کی زبان پر جہاں تہاں گوالیاری کی ہلکی سی چھاپ دیکھتے ہیں تو یہ کوئی تعجب خیز امر نہیں معلوم ہوتا۔ لسانی اعتبار سے احمد کی مثنوی "یوسف زلیخا" ادبی زبان کے تدریجی ارتقاء کی ایک اہم کڑی معلوم

۱؎ ڈاکٹر محی الدین قادری زور۔ ہندوستانی لسانیات۔ صفحہ ۱۱۰۔

۲؎ پروفیسر محمود شیرانی۔ پنجاب میں اردو۔ ۱۳۶۔

۳؎ پروفیسر مسعود حسین خاں۔ مقدمہ تاریخ زبان اردو۔ صفحہ ۲۶۳

ہوتی ہے۔ اور اس کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہیں۔

(۱) دوسرے دکنی شعرا کی طرح اکثر جگہ مصمتوں میں "ھ" کی تخفیف کا ر
مشاہدے میں آتا ہے۔ مثلاً اچھنے کو اچنے، بھی کو بی، سدھ کو سد، کھوجتی کو کوجتی
ساتھ کو سات، ہاتھ کو ہات، نگھل کو نگل، چھپتے کو چپتے، سیڑھیاں کو سیڑیاں، دو
کو دود، گواہ کو گوا، دیکھ کو دیک، رکھ کو رک، اٹھ کو اٹ، کچھ کو کچ اور تخت گاہ کو
تخت گا کہا گیا ہے اس طرح کے غیر ہا کاری تلفظ کی بہت سی مثالیں مثنوی "یوسف
میں موجود ہیں۔

زلیخا کو بی صورت خوب اگر تھا

گوا ہونا گیا نا ہیں تو سوگند

چپنے کانٹے جو چپرے گے سو پک مائیں

نہ سوچی اس کہ اس کا کیا سبب ہے

سو آخر جب میلے اس سات یوسف

جو بھیجی دائی کوں یہ بات سکلا ی

کہیا میں روتا یہ ڈرھیا دک

(۲) اس کے برخلاف مصمتوں میں ہائے زائدہ کا استعمال بھی دکنی کی ایک لسانی
خصوصیت ہے۔ اس کی بہت سی مثالیں مثنوی "یوسف زلیخا" میں نظر آتی ہیں۔ مثلاً
کھان (کان) پلکھاں (پلکاں، پلک کی جمع) پاکھ (پاک) کانٹھے
(کانٹے) اینٹھ (اینٹ) الٹھے (الٹے) پیٹھا (پیٹا) پوچھیں (پوجیں) استعمال کیا گیا ہے
دکنی کا یہ ایک عام رجحان ہے کہ اس میں غیر تنفسی "ٹ" اکثر "ٹھ" سے بدل جاتی ہے۔

نیکے مکھ پر جو الٹھے بات ماریں

نین پلکھاں سوں پیہ کی پنتھ جھاڑیں

تیرا من سیت نت منڈھیر تیری

(۳) ۱۔ احمد کی زبان میں تخفیف مصوتہ کا رجحان بھی موجود ہے۔ مثلاً بادل کو بدل، کانپنے کو کنپے، اِبند کو بند، تیرتی کو ترتی، آسمان کو اسمان، پاتال کو پتال سونے کو سُنتے، آنگن کو انگن، پھول کو پھُل، ٹوٹتی کو ٹتی۔ بھوکے کو بھُکے، پاتالوں کو پتالوں، دیپ کو دِپ، غوطے کو غطے، سوکھی کو سُکی، سُوتا کو سُتا، باہر کو بھر، پھوٹ کو پھُٹ، جھوٹ کو جھُٹ اور ڈیلے کو ڈلے بنا دیا گیا ہے ع

جو ہر گھر لوے اسمان کی دھات

سُنتے کے مور انگن میں دم اُچاکر

جو چھاؤں اس کی سورج دِپ کو چمکائے

جے کچ کٹ دوی ہونٹاں ستھے بھر ہوئے

(ب) تخفیف صوت کے ساتھ ساتھ احمد کی زبان میں مصمتوں کی آواز کو طویل کرنے کا رجحان بھی نمایاں طور پر موجود ہے الفاظ کے درمیان اکثر نیم مصوتوں مثلاً (ی) اور (ی) کا اضافہ کیا گیا ہے۔ اور یہ رجحان احمد گجراتی کی زبان کا غالب میلان نظر آتا ہے۔ انھوں نے نس کے بجائے نیس، سُنے کے بجائے سونے، سلے کے بجائے میلے، بکھرے کے بجائے بکھیرے پکارے کے بجائے پوکارے، نت کے بجائے نیت سلگائے کے بجائے سلیگائے، نکلی کے بجائے نیکلی، چپ کے بجائے چوپ، تج کے بجائے توج بچھڑے کے بجائے بیچھڑے، مکھڑا کے بجائے موکھڑا سن کی بجائے سین، چتے کی بجائے چوتے، کندن کی بجائے کوندن بسر کے بجائے بیسر سکھ کی بجائے سوکھ نڈھال کے بجائے نیڈھال اور مکھ کے بجائے موکھ استعمال کیا ہے ع

سدا وہ کل سو منکر سوکھ کے ہیں

سبھی وہ بائیں یوسف تائیں چوتے

نپٹ بکیس کئے یوسف جو سونے

نہ سونے وہ جتا یو کار بارین

انجھوا ڈھالن لگی نیند ھال ہو ہو

سو کیا گن ملینے دن ہور راتی

گگن بھر جوں نکھتر بکھرے ہیں

دوی پردے تھے باہر نیکلی تھی

(۴) لفظوں کا غیر انفی تلفظ بھی اپنی جھلک دکھاتا رہتا ہے۔ احمد گجراتی نے چھنت (نکھ) کو چھت ڈانٹی کو ڈاتی ، انگیٹھی کو اگیٹھی اور کنتاں ککھاو کنول کو کول ، لکھا ہے ع

جو لیں باتاں میں ڈاتی گی مترتھے

نپٹ اس تھے جگائی عشق اگیٹھی

کیا کھل ایک پھل سمدور ہو جائے

کھلیا جوں کول کیتے پھاڑ کپڑے

نہ کھیلے کول جب سورج نہ سپڑے

(۵) مثنوی یوسف زلیخا میں جہاں غیر انفی تلفظ کی مثالیں موجود ہیں انفی تلفظ کا رجحان بھی ہمارے سامنے آتا ہے۔ احمد گجراتی نے بچے کو بانچے ، دنیا کو دنیاں ، ستانا کو سنتانا ٹھیکرا کو ٹھینکرا جیت کو جینیت ، سامیا کو سامیاں ، چشما (چشمہ) کو چشماں ، آگے کو آنگے ، لاگے کو لانگے ، برسات کو برسانت ، سیپیاں کو سینپیاں اور بچانے کو بچانے استعمال کیا ہے ع

نہ کوی دنیا کے داواں سوں سکے جینت

جو یہ حال آئے جس عاشق کے آنگے

نپٹ معشوق کی دوری تھے لانگے

نو ایک جگ دریا میں سیپیاں ہیں

(۶) دکنی میں اکثر یہ مشاہدے میں آتا ہے کہ ایک لفظ میں اگر دو کوزی آوازیں ہوں تو پہلے کو نری آواز دندانی سے بدل جاتی ہے عام بول چال میں بھی یہی طریقہ رائج ہے۔ احمد گجراتی کی مثنوی میں اس کی مثالیں یہ ہیں ؎

تتی ماں باپ ہور سارے جگت تھے
ولی ناہیں تتی تیری پرت تھے
جو تج بن منج کو ٹھنڈک ناہیں
زلیخا کوں سواس تھنڈی لوین تھے
تھنڈی بتول نورانی ستارا

(۷) کلام میں زور پیدا کرنے کے لیے اکثر الفاظ کی تکرار سے بھی کام لیا جاتا ہے۔ مثلاً مثلاً گھر گھر اور روم روم وغیرہ۔ دکنی میں بالعموم لفظ کی تکرار کی صورت میں پہلے لفظ میں یائے معروف کا اضافہ کر دیا جاتا ہے مثلاً گھر گھر کے بجائے گھرے گھر اس کی مثالیں احمد گجراتی کی مثنوی میں بھی ملتے ہیں ؎

جو بھید یا لال یالے یال اُس تن
نہ برسے برس لوں مخلوں سکا مار
جو جیباں ہو تکیں یالے یال سب تن
سٹے پنچھے پنچھ اس اچھے نکوں تل
جیتیاں لاکھاں منے مکلے ملک کیاں
جو چھانٹیاں پر نیکے نکھی کھونٹے کھونٹ

(۸) تلفظ میں اصوات کا اپنی اصلی جگہ بدل دینا بھی ایک طرح کا عمل تقلیب ہے۔ اس طرح کے تبدیل مقام (Transposition) کی مثالیں احمد کی زبان میں بھی پائی

جاتی ہیں۔ قفل کو کلف، لپیٹے کا پلیپے، نبھی کو نہنی، کیچڑ کو چیکڑ، پنکھڑیاں کو پھینکڑیاں پتھر کو پھتر اور کٹھن کو کھٹن کہنا حروف کے مقدم و موخر ہونے کی مثالیں ہیں ع

کلف الماس پر وہ کیوں چلے گی

پنم چند جوں بھنا ہوئے بھنیا پھیر

سٹریا چیکڑ گندا پانی بہو دھات

کمل کی پھینکڑی ہے جیب اصول

نظامی کی کدم راو پدم راؤ اور قریشی کی "بھوگ بل" میں لفظ پلیٹ لپیٹ کے بجائے استعمال ہوا ہے۔ ع

کہ جیں بھینٹ تھیں راج سب لے پلیٹ

(کدم راؤ پدم راؤ)[1]

(۷) اعداد:

احمد گجراتی کی مثنوی یوسف زلیخا" میں حسب ذیل اعداد ملتے ہیں:

ایکس، یکیٹ، ایکین، یکا، یکن	= ایک
یکھادا	= ایک آدھا
دوں، دھوں دوہ۔ دوے	= دو
سپت	= سات
اَشٹ	= آٹھ
یکادس (یکا + دس)	= گیارہ
چودواں	= چودھواں

---

[1] جمیل جالبی۔ کدم راؤ پدم راؤ صفحہ ۶۔

چالس	= چالیس
سہس، سہسر	= ہزار
لک، لکھ، لکھتر	= لاکھ

حسب ذیل اشعار ملاحظہ ہوں ع

(۱) ہمیں ہر ایک خوبی میں یکیٹ ہیں (۲) ہزاراں ناؤں اس ایکیس کے من میں

(۳) دھوں جگ میں لبس اس کی چھاؤں ہنما

(۴) سو کچ اس میں تھے اچھے دوے موتی (۵) نہ کر دودھ تھائل میں دکھ کا زیاں کار

(۶) جو اس کے نام پر دوں جگ فرمان

(۷) جلیں تارے سپت آکاش سوں مل

(۸) پتا یوسف لیکا دس پتر اس کوں

(۹) جو چالیس برس کی رہی تھی چتر نار

(۱۰) اس تھی ہور کوت بولوں سہس لک

متنفس صوتیے

دکنی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں کچھ ایسے صوتیے (Phonemes) موجود ہیں جو جدید اُردو میں نہیں پائے جاتے مثلاً "لھ" (lh) نھ (nh) رھ (Rh) وھ (wh) یھ (yh) اور مھ (Mh) یہ متنفس آوازیں ایک طرح سے دکنی کی پہچان بن گئی ہیں احمد گجراتی کی مثنوی "یوسف زلیخا" سے ان کی چند مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں:۔

(۱) لھ (lh)

دلے اس ہوس تھے وہ دل لھو ہوئے
غریبی تھے یکجا پھٹ کر لھو ہوئی
دلیس اس پر سو لھزاں ہو ہو یک نھار

(۲) نھ (nh) یہ متنفس صوتیہ دکنی میں بکثرت مستعمل ہے۔ احمد کی مثنوی میں بھی یہ بار بار آیا ہے ع

سو نھالی جو بتیں مت انپڑے دُک
اٹھی سو دیک کر نھاٹیا جو ڈر کر
کر سب جگ روتی اس کوں نھلائی

سواں تھے جیو اس کا ناگیا نھاس

(۳) رھ (Rh) یہ صوتیہ بھی مثنوی "یوسف زلیخا" میں اکثر جگہ اپنا روپ دکھاتا رہتا ہے ع

کن اس کی پاتیتی جاگت رھیا ہوئے
رھیا ہے من کمل تنگ ہو کلی سار
تیرے فرماں میں رھوں جب تلک جیوں
سو سبزی میں رھیا جوں مشک کا ناگ

(۴) مھ (Mh) مھ کا صوتیہ مثنوی "یوسف زلیخا" میں زیادہ مستعمل نہیں ہوا ہے۔ کہیں کہیں احمد گجراتی نے اس سے کام لیا ہے مثلاً ع

لٹکی مھور جوں یہ رنگ اپروپ
جگت مھکار اس کی باس امریت
جو مھیندی سوں نکھوں کوں رنگ دیوے

(۵) وھ (wh) احمد نے صوتیہ وہ (wh) سے بھی کام لیا ہے۔ مثالیں درج ذیل ہیں ع

نہ دوجا کوئی وھاں پیچھے نہ آگے
ولیاں کوں سب وھی بخشنے ولایت

امالے

(Dipthongs)

جدید اردو میں دو امالے (au) اور (ai) مستعمل ہیں۔ مثلاً:

(۱) کون :- کون ہوتا ہے حریفِ مے مرگ افگن عشق
ہے مکرر لبِ ساقی پہ صلا میرے بعد (غالب)

(۲) کئی :- قیس پیغام ہی کہتا ہوا اللہ رے شوق
ساتھ قاصد کے گیا تھا کئی منزل دوڑا (ناسخ)

لیکن دکنی میں کچھ اور امالے بھی موجود ہیں جیسے (ui)، (oi)، (ao)، (ae) ([illegible]) دکنی میں بالعموم یہ صوتی رجحان پایا جاتا ہے کہ دو مصوتوں کا تلفظ ایک امالہ کی طرح کیا جاتا ہے مثلاً ہوئی (ہو + ئی)

جو یادیں بکھرے تھے نا راپیا ہوئی
پرت پیاں سوں گذرانی جو ہوئی رین
ولے انجھواں تھے وہ مکھ آرسی ہوئی
نہ ہوئی اس دھات بن کا فر کیری گور
رہی اچھری اسی بھوئیں کی پٹی پر

(۲) دکنی کا ایک اور امالہ (ئے ہ) ہے جو "ہ" اور "ئے" کی آوازوں سے مل کر بنتا ہے ادغام کی یہ صورت اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب دو امالے تلفظ میں متصل واقع ہوتے ہیں ع

جے کوئی من بھاوے پیو سوں من جو باندھے
سو در گند پاس اس تھے کیوں دیکھے کوئی
نہ دیکھیا نہ سنیا یہ دن بڈھائی کوئی
سو بانویں تھے سیدھا پن کیوں دیکھے کوئی

(۳) oe یہ امالہ ہ اور e کے اتصال سے بنتا ہے۔ احمد کی مثنوی سے یہ مثالیں ملاحظہ ہوں ع

کہ ہوئے اس کے خریداراں میں منج نام
جو ہوئے اُس انگ تھے یک بال کا تار
دکھوں جن دھول میں لڑتی پڑی ہوئے
سو کیوں وہ ریشمی تھلی اپر سوئے

(۴)(ai) جب ہ اور ئے کسی لفظ میں متصل ہوتے ہیں تو اس امالے کی تشکیل عمل میں آتی ہے ع

جو بیسی گئی سیہ تن بھار سیتی
سو آخر گئی دگد سوں پائی اُس میں
یہی تھا کئی برس لگ حال اُس کا
جو کئی دن بھاگ سوں میں پائی خواری
کہ بت اُس سے ورا سی گئی اُسی تل

مثنوی کا قصّہ

قصۂ یوسف زلیخا ایک مشہور و مقبول قصہ ہے۔ اس کی ہمہ گیر مقبولیت کا ثبوت، عالمی ادب میں اس کی پذیرائی سے بھی مل سکتا ہے۔ یہ داستان مختلف زبانوں کے بلند پایہ فن کاروں کی توجہ کا مرکز بنی رہی ہے۔ فارسی میں ابوالمویّد بلخی، بختیاری اور پھر فردوسی نے اس قصے کو موضوعِ سخن بنایا تھا۔ اور جامی نے اس کی دلکشی سے متاثر ہوکر اُسے مثنوی کے شعری پیکر میں ڈھالا تھا۔ جرمن زبان میں روزن وے Rosen weigh نے اس قصے کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ پیش کیا ہے۔ آر۔ ٹی۔ ایچ۔ گرافتھ R.T.H. Griffith آئی۔ اے۔ راجر I.A. ROGER نے بھی اس قصے سے دل چسپی لی اور اسے انگریزی ادب کا جزو بنا دیا۔ فردوسی کی "یوسف زلیخا" کا ترجمہ دیانامے ۱۸۸۹ء میں ہلڈن جی ڈیچ نال (Helden gedichvon) نے اور فلک پرلس (Felik Perles) ترجمہ سنہ ۱۹۰۱ء میں برلن سے کیا۔ دکن میں احمد شریف گجراتی وہ پہلا شاعر ہے جسے قصۂ یوسف زلیخا کو نظم کرنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ اس کے بعد متعدد بار قصۂ یوسف زلیخا دکنی مثنویوں کا موضوع بنتا رہا لیکن اولیت اور ادبی عظمت کے اعتبار سے احمد شریف کی مثنوی سب پر سبقت لے جاتی ہے۔

حضرت یوسف کے زمانے میں مصر پر جس خاندان کی حکومت تھی وہ تاریخ میں "چرواہے بادشاہوں (Hyksos Kings) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ لوگ عربی النسل تھے اور دو ہزار سال قبل مسیح کے لگ بھگ فلسطین و شام سے مصر جا کر مصر پر قابض ہو گئے تھے۔ عرب مورخین اور مفسرین نے ان کے لیے "عمالیق" کا نام تحریر کیا ہے[1]۔ پندرھویں صدی قبل مسیح کے اواخر تک یہ خاندان مصر پر قابض رہا اور ان کے زمانے میں مصر کا اقتدار عملاً بنی اسرائیل کے ہاتھ میں رہا۔ اس دور کی طرف سورۂ مائدہ (آیت ۲۰) میں اشارہ کیا گیا ہے۔ اس کے بعد مصر میں قوم پرست تحریک نے زور پکڑا اور ایک دوسرا خاندان برسر اقتدار آیا اور اس نے ڈھائی لاکھ عمالقہ کو ملک سے باہر نکال دیا اور بنی اسرائیل پر اُن مظالم کا سلسلہ شروع کیا جن کا ذکر حضرت موسیٰ کے ضمن میں آتا ہے۔

مصری تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ ان چرواہے بادشاہوں نے مصری دیوتاؤں کو تسلیم نہیں کیا تھا اور اپنے دیوتا شام سے ساتھ لائے تھے۔ ان کی کوشش یہ تھی کہ مصر میں ان کا مذہب رائج ہو۔ موجودہ زمانے کے محقق نے بائبل اور مصری تاریخ کا تقابل کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ چرواہے بادشاہوں میں جس فرمانروا کا نام اپوفس (Apophis) ہے وہی حضرت یوسف کا ہم عصر تھا۔ اس زمانے میں مصر کا دارالخلافہ ممفس تھا جس کے کھنڈر قاہرہ کے جنوب میں چودہ میل کے فاصلے پر اب بھی موجود ہیں۔

قرآن میں یوسف اور زلیخا کے قصے کو "احسن القصص" کہا گیا ہے۔ عبدالماجد دریابادی لکھتے ہیں :۔

---

[1] ابوالاعلیٰ مودودی تفہیم القرآن۔ جلد دوم صفحہ ۳۸۱

"احسن القصص تقریباً ایک مسلسل قصہ پر شامل ہے لسے بہترین قصہ کیوں کہا گیا ہے۔ قصے سے بہترین اخلاقی سبقوں کا نکلنا تو ظاہر ہی ہے ۔۔۔۔ عجب نہیں جو بڑی وجہ یہ ہو کہ جو متعدد مختلف بصیرتیں مختلف قصوں سے مقصود تھیں وہ سب اس میں یکجا کر دی گئی ہوں اور یہ تو بہر حال واقعہ ہے کہ فطرت بشری کی کارفرمائیوں اور اس کے جتنے حقائق و اسرار اس ایک صورت میں اکٹھے مل جاتے ہیں۔ ان کے لحاظ سے یہ سورت بس اپنی نظیر آپ ہے"۔ [1]

علامہ عبداللہ یوسف علی اس قصے کو "احسن القصص" سے تعبیر کرنے کی وجوہات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ قرآن کا سب سے مفصل قصہ ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کی بنیاد انسان کے لطیف جذبات پر رکھی گئی ہے۔ تیسرے یہ کہ گوناگوں تجربات کی اس میں بڑی اچھی ترجمانی کی گئی ہے۔ [2] عبداللہ یوسف علی بائبل کے قصے سے اس کا مقابلہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بائبل میں حضرت یوسف کی جو سرگذشت بیان کی گئی ہے اس کی حیثیت ایک ایسی لوک کہانی کی سی ہے جس میں اس کے اخلاقی اور روحانی پہلو سے سروکار نہیں رکھا گیا ہے جب کہ قرآن میں اسی پر زور دیا گیا ہے۔ قصے کے آخر میں یہ ارشاد کہ لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَى وَلَٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ ۔ بھی اس قصے کے "احسن القصص" ہونے کی دلیل ہے۔ اس قصے کو احسن القصص

---

[1] عبدالماجد دریا بادی۔ تفسیر ماجدی۔ جلد سوم۔ صفحہ ۲۸۵۔

[2] عبداللہ یوسف علی۔ دی ہولی قرآن۔ صفحہ ۵۴۸۔

فرمانے کی وجہ بیان کرتے ہوئے مولانا اشرف علی تھانوی نے "روح المعانی" کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ اس سورے میں چونکہ حاسد ومحسود، مالک ومملوک، شاہد ومشہود، عاشق ومعشوق، ذنب وعفو، حل وارتحال، ذل وعز کی بصیرت موجود ہے اور قضاء قدر کے اٹل ہونے کا بیان ہے اس لیے اس بصیرت افروز قصے کو احسن القصص سے موسوم کیا گیا ہے۔ انھوں نے جلال سیوطی کے حوالے سے لکھا ہے کہ قرآن کے دوسرے قصے مختصر ہیں اور انھیں اشاروں اور کنایوں میں بیان کیا گیا جبکہ قصۂ یوسف "بالاستیعاب" ترقیم ہوا ہے۔[۱]

مقبول احمد نے اپنے ترجمہ قرآن میں "تفسیر صافی" کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

"حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے کو سب سے اچھا قصہ اس لیے فرمایا ہے کہ اس میں بہت سی عجیب اور حکمت وعبرت کی باتیں صحیح واقعات کے ساتھ عمدہ پیرائے میں بہت خوبی سے بیان کی گئی ہیں۔"[۲]

فرمان علی لکھتے ہیں کہ بعض مفسرین نے سورہ یوسف کو "احسن القصص" کہنے کی تین وجہیں بیان کی ہیں۔[۳] "تفسیر القرآن"[۴] میں سورۂ یوسف کی عظمت کے بارے میں سرسید نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ سورۂ یوسف میں ایک طویل قصے کو بڑی جامعیت اور بلاغت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ اس سے "انسانی جذبات کا نقشہ آنکھوں کے سامنے بندھ جاتا ہے اور واقعات دل میں اثر کرتے ہیں"۔

۱؎ شاہ محمد اشرف تھانوی۔ بیان القرآن بارہواں پارہ۔ صفحہ ۴۶ ۲؎ مقبول احمد۔ ترجمہ قرآن جلد پنجم۔ صفحہ ۳۷۵
۳؎ فرمان علی۔ ترجمہ قرآن۔ بارہواں پارہ۔ صفحہ ۳۷۵
۴؎ سرسید احمد خاں۔ تفسیر القرآن۔ جلد پنجم۔ صفحہ ۱۲۷

سورۂ یوسف مکی ہے اور یہ ایک سو گیارہ (۱۱۱) آیتوں، بارہ (۱۲) رکوع، ایک ہزار نو سو چھیانوے (۱۹۹۶) کلمات اور سات ہزار ایک سو چھہتر (۷۱۷۶) حروف پر مشتمل ہے۔ ابن عباس اور قتادہ کا خیال ہے کہ چار آیات کے علاوہ باقی سب آیتیں مکی ہیں۔ حافظ قرطبی، ابن کثیر مفسر سراج اور دیگر کئی مفسرین نے کل سورت کو مکی قرار دیا ہے[۱]۔ اجمل خاں نے ترتیب نزول قرآن مجید" میں سورۂ یوسف کی ترتیب نزول کے بارے میں لکھا ہے کہ ابن عباس نے باون (۵۲)، نعمان بن بشیر نے پانچ سو پانچ اور مسوز، نویل ٹھیکے اور راڈول نے ستہتر (۷۷) بتائی ہے۔ اور خود اجمل خاں نے چوہتر (۷۴) بتائی ہے[۲]۔

سورۂ یوسف کی شان نزول کے بارے میں عبدالحق حقانی لکھتے ہیں کہ اکثر مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ مکے کے کفار سے یہود نے یہ کہلا بھیجا کہ محمد عاد و ثمود کے واقعات بیان کرتے ہیں، یہ کچھ مشکل امر نہیں ہے کیونکہ یہ عرب میں زبان زد خاص و عام ہیں، ان سے دریافت کرو کہ یعقوب کی اولاد مصر کیوں گئی تھی یوسف اور ان کے بھائیوں کا قصہ کیا ہے۔ چنانچہ اہل مکہ نے حضرت سے سوال کیا جس پر یہ سورت نازل ہوئی ہے[۳]۔ مولانا اشرف علی تھانوی سورۂ یوسف کی شان نزول کے بارے میں تحریر کرتے ہیں:

"کفار کی مخالفت کی وجہ سے جو آپ کو غم تھا اس کے ازالہ و تسلی کے لیے یہ قصہ بیان کیا گیا ہے کہ یوسف علیہ السلام کو ان کے اخوان کی مخالفت سے کوئی ضرر نہیں پہنچا بلکہ انجام کار وہی ترقی کا

---

[۱] سید عبدالدائم جلالی۔ بیان السبحان صفحہ ۱۱۳۰
[۲] محمد اجمل خاں۔ ترتیب نزول قرآن مجید صفحہ ۳۸۔
[۳] عبدالحق حقانی۔ تفسیر حقانی صفحہ ۲۵

سبب ہوگیا۔ اسی طرح آپ کو بھی آپ کی قوم کی مخالفت مضر نہ ہوگی[1]

محدث دکن مولانا عبداللہ شاہ "یوسف نامہ" میں اس سورہ کی شان نزول کے بارے میں رقمطراز ہیں :-

"ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امام حسن وحسین کو گود میں لیے خوش خوش بیٹھے تھے کہ حضرت کی گود کو کس برج سے تعبیر کروں کہ چاند اور سورج اس میں چمک رہے تھے ،..... کہ جبرئیل نے آکر عرض کی کہ حسن کو زہر پلایا جائے گا اور حسین تلوار سے شہید ہوں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے۔ یہ پیغام آیا۔ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ احسن القصص" آپ کی تسلی کے لیے بہترین قصہ اتارتے ہیں"۔[2]

سورہ یوسف کے بارے میں ام پکتھال (M. Pickthall) لکھتے ہیں کہ اس کا امتیازی وصف یہ ہے کہ اس میں شروع سے آخر تک ایک ہی پیغمبر کی سرگذشت بیان کی گئی ہے۔ اس سورے کو ہجرت سے دو سال قبل سید المرسلین نے یثرب والوں کو سنایا تھا۔[3]

"قصص القرآن" میں محمد حفیظ الرحمن تحریر کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں چھبیس (۲۶) مرتبہ حضرت یوسف کا ذکر آیا ہے۔ چوبیس (۲۴) مرتبہ سورہ یوسف میں اور ایک بار سورہ انعام اور ایک بار سورہ غافر میں خدا نے آپ کا ذکر کیا ہے۔[4]

---

1. شاہ محمد اشرف تھانوی۔ بیان القرآن۔ بارہواں پارہ۔ صفحہ ۴۶۔
2. عبداللہ شاہ یوسف نامہ۔ صفحہ ۱۷۔
3. محمد پکتھال۔ مترجم۔ شیخ محمد جالندھری۔ صفحہ ۲۵۱۔
4. محمد حفیظ الرحمن قصص القرآن صفحہ ۲۵۸۔

احمد شریف گجراتی کی مثنوی "یوسف زلیخا" میں قصے کی ابتدا "پیدا شدن آدم پیغمبر علیہ السلام" کی سرخی سے ہوتی ہے جس میں شاعر کہتا ہے کہ جب خدا نے حضرت آدم کو خلق کیا تو انھیں ان کی اولاد اپنی اصلی شکل و صورت کے ساتھ دکھائی گئی۔ سامنے انبیا کی صف تھی اس کے پیچھے اولیا و اصفیا کی قطار۔ دوسری طرف بادشاہوں کی صف تھی جس میں وہ اپنے سروں پر تاج پہنے استادہ تھے۔ "باقی خلائق" نے اپنی حیثیت اور درجے کے اعتبار سے مقام پایا تھا۔ جب حضرت آدم نے یوسف پر نظر ڈالی تو ان کی نگاہیں جمالِ یوسف سے خیرہ ہو گئیں اور انہوں نے خدا سے سوال کیا ؎

کہ یارب کس چمن کا پھول ہے یہ نین پتلی کسی ہو کر رہے یہ

خدا نے جواب دیا کہ یوسف تیری اولاد میں سے ہے۔ یہ یعقوب کا دلبند اور زمین مصر کا فرماں روا ہے۔ احمد شریف گجراتی کہتا ہے کہ حسن کے تین حصوں میں سے دو حصے یوسف کو خدا نے عطا کیے تھے اور تمام خلقت کے لیے باقی ایک حصہ۔ "گلزار طریقت" میں عبداللہ شاہ حضرت یوسف کے حسن کے بارے میں تحریر کرتے ہیں کہ آپ کے روئے منور کے سامنے چاند اور سورج بھی ہیچ نظر آتے تھے۔ عمر ابن کثیر قریشی "تفسیر ابن کثیر" میں لکھتے ہیں کہ حضرت یوسف کا چہرہ بجلی کی طرح چمکتا تھا اور یہ کہ حسن کے تین حصے کیے گئے تھے۔ روئے زمین کی تمام مخلوق میں ایک تہائی حسن تقسیم ہوا اور دو تہائی حضرت یوسف اور ان کی والدہ کے حصے میں آیا[1]۔ احمد شریف یوسف کی پیدائش کے بارے میں لکھتے ہیں ؎

پچھیں یعقوب کی نوبت جو آئی کیا انپڑاں امانت خدائی

وہی اسحاق ابراہیم نندن جو مرسل تھے خدا تھے خلق کوں دِن

گنت سے تھے ملک چھپلیاں باہول گس پتا یوسف لیلا دس تیرا اس کوں

---

[1] محمد بن ابراہیم مترجم تفسیر ابن کثیر۔ بارھواں پارہ۔ صفحہ ۴۳۔

حضرت یعقوب کا دوسرا نام اسرائیل بھی تھا۔ آپ کے بیٹوں کی تعداد اکثر مفسرین نے بارہ بتائی ہے چنانچہ محمد باقر مجلسی کی کتاب "حیات القلوب" کے مترجم واجد علی شاہ اختر لکھتے ہیں:

"اور یعقوب کے بارہ اسباط تھے"[1]

ابوالکلام آزاد نے یعقوب کی چار بیویوں کا ذکر کیا ہے اور "ترجمان القرآن" میں لکھتے ہیں۔ کہ انھیں لیاہ سے چھ فرزند روبن، شمعون، لاوی، یہوداہ، اشکار اور زبلون تولد ہوئے، دوسری زوجہ بلہا سے دو لڑکے دان اور نفتالی پیدا ہوئے۔ تیسری سے دو صاحبزادے جد اور آشر اور راخل کے بطن سے یوسف اور ان کے چھوٹے بھائی بن یمیں تھے۔[2] واجد علی شاہ اختر محمد باقر مجلسی کی تصنیف "حیات القلوب" کے ترجمے "ریاض القلوب" میں لکھتے ہیں کہ حضرت یوسف کے بھائیوں کے فرزند بھی اسباط کہلاتے تھے۔[3]

"یوسف عبرانی زبان کا لفظ ہے جس کا مترادف عربی میں "مزید" ہے۔ ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت یوسف کی ولادت کے وقت ان کی والدہ راحیل نے "یوسف" کہا تھا۔ جس سے مراد یہ تھی کہ اللہ انہیں ایک اور فرزند عطا کرے۔ "الجمال والکمال" میں محمد سلیمان سلمان نے اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔[4]

احمد شریف کہتا ہے کہ حضرت یعقوب، یوسف کو اپنے سب بیٹوں سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ جمالِ یوسف، یعقوب کے "نین" کا اجالا" اور "خیالِ یوسف"

---

[1] محمد باقر مجلسی حیات القلوب۔ جلد اول۔ مترجم واجد علی شاہ اختر مخطوطہ ریاض القلوب۔ ورق ۲۲ ا۔ کتاب نمبر ا۔ داخلے نمبر ۶۶۵۔ کتب خانہ سالار جنگ۔ حیدرآباد۔

[2] ابوالکلام آزاد۔ ترجمان القرآن۔ جلد دوم۔ صفحہ ۲۱۹۔

[3] محمد سلیمان سلمان۔ الجمال والکمال۔ صفحہ ۱۸۔

یعقوب کے "چہیت کا نہالا" تھا۔ تفسیروں میں لکھا ہے کہ یوسف دو سال کی عمر میں ماں کی شفقت سے محروم ہو گئے تھے اور صغیر سنی میں انہیں ماں کی جدائی کا صدمہ برداشت کرنا پڑا تھا۔ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ یوسف کے بھائی بن یمین کی ولادت کے کچھ عرصہ بعد آپ کی مادر گرامی نے اس دار فانی سے کوچ کیا۔ حضرت یوسف کی والدہ کا نام راحیل، راحیل اور راخل بتایا گیا ہے۔[1] "بیان السبحان" میں عبدالدائم جلالی نے راحیل اور ابن کثیر نے سارہ[2] بھی بتلایا ہے۔ حضرت یعقوب نے راحیل کی رحلت کے بعد اس کم سن لڑکے کو دیکھ بھال اور پرورش کے لیے اپنی بہن کے حوالے کر دیا۔ پھوپھی بھی یوسف سے انتہائی محبت کرتی تھیں۔ احمد شریف کہتا ہے ؎

پھپی کن پرورش جب پائے یوسف — چلن بولن لگت سب پائے یوسف
پھپی یوں جیو پر توں سوں دیوانی — جو دو جا جیو اس کہ دجانی
جیو ری سو دتا اس لاگ پچاتی — جو کھیلی کھیلتا اس ہو سنگاتی

مقبول احمد نے ترجمہ قرآن میں لکھا ہے کہ حضرت یوسف کی پرورش ان کی خالہ نے کی تھی۔[3]

لیکن یعقوب پر یوسف کی جدائی شاق گزرتی تھی۔ انھوں نے اپنی بہن سے کہا "اے ماتی منمت" حق تو یہ ہے کہ تو نے یوسف کو ماں کی طرح پالا پوسا ہے۔ لیکن اب اس کے فراق میں میری جان پر بن گئی ہے اگر تو یوسف کو مجھ سے دور رکھے گی اور اسے میرے "منہ مہر" نہ بھیجے گی تو سمجھ لے کہ تیرے بھائی کی قضا دور نہیں۔ یہ سن کر بہن نے پہلے تو عذر خواہی

---

[1] عبدالدائم جلالی۔ بیان السبحان صفحہ ۱۱۳۱ [2] ابن کثیر مترجم۔ محمد ابراہیم پارہ۔ صفحہ ۳۴ [3] مقبول احمد ترجمہ قرآن۔ بارھواں پارہ۔ صفحہ ۳۸۱

کی اور کئی "حیلے" کیے بالآخر اس نے حضرت اسحاق کا کمر بند جو گھر میں موجود تھا یوسف کی کمر میں کپڑوں کے نیچے چھپا کر باندھ دیا اور شور مچانے لگی کہ کسی نے میرا کمر بند چرا لیا ہے۔ اور اس کی تلاش میں یوسف کے قریب آئی اور ان کی کمر سے اپنا کمر بند برآمد کیا۔ اشرف تھانوی "درمنثور کے حوالے سے لکھتے ہیں :۔

"اس زمانے کی شریعت کے قانون کے مطابق ان کو پھوپھی کے قبضے میں رہنا پڑا۔ یہاں تک کہ ان پھوپھی نے وفات پائی" [۱]

ابنِ کثیر نے اسے ملت ابراہیمی کا قانون قرار دیا ہے۔ احمد شریف لکھتے ہیں ع

تد ہاں یوں حکم شرعی تھا ۲ لوں پر جو جن جس کا چرائے اُس ہوئے داس
سو اُس بہانے لے گئی یوسف کوں اپ گھر جھوٹیں چوری ستی بدنام کر کر

"قصص الانبیاء" میں لکھا ہے کہ اس واقعے کے دو سال بعد حضرت یعقوب کی بہن نے انتقال کیا۔ پھوپھی کے انتقال کے بعد یوسف اپنے والد کے گھر واپس آئے۔ عبدالماجد دریا بادی حضرت یعقوب اور ان کے مولد و مسکن کے بارے میں تحریر کرتے ہیں :

"یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم کا زمانہ سنہ ۱۹۱۰ ق م تا سنہ ۱۸۰۰ ق م تھا۔ آپ کا وطن ارض فلسطین میں وادی جرون تھا۔ جسے اب الخلیل بھی کہتے ہیں اور یہ یروشلم سے اٹھارہ میل جنوب مغرب میں واقع ہے" [۳]

"تفسیر حقانی" میں عبدالحق حقانی رقمطراز ہیں کہ حضرت ابراہیم حاران سے کوچ کر کے ملک کنعان چلے آئے تھے اور ان کی بود و باش خیموں میں تھی۔ انھوں نے جرعل

---

[۱] شاہ محمد اشرف علی تھانوی۔ بیان القرآن۔ بارھواں پارہ۔ صفحہ ۱۲۔
[۲] مترجم غلام نبی ابن عنایت اللہ۔ قصص الانبیاء۔ صفحہ ۹۱۔
[۳] عبدالماجد دریابادی۔ تفسیر ماجدی۔ جلد سوم۔ صفحہ ۴۸۵

میں زندگی بسر کی اور اسحاق بھی ان کے ساتھ رہے۔ ان کے بڑے بیٹے عیص نے کوہ شعیر کے پہاڑی علاقے کو اپنے لیے منتخب کیا اور یعقوب نے اپنے ماں باپ کی وصیت کے مطابق حاران کا رخ کیا، جہاں ان کے ماموں نحور کے بیٹے لابن سکونت پذیر تھے۔ یہاں سات سال تک ان کی بکریاں چراتے رہے اور بالآخر ان کی خوب صورت بیٹی راحیل سے شادی کی۔ واجد علی شاہ اختر نے محمد باقر مجلسی کی "حیات القلوب" کے ترجمے "ریاض القلوب" میں لکھا ہے "یعقوب کی نبوت زمین کنعان پر تھی وہاں سے مصر میں جا کر رحلت کی اور ان کی لاش پھر کنعان میں لاکر دفن کی گئی"۔ [1]

احمد شریف نے یہاں قصے کو ایک نیا موڑ دیا ہے اور یوسف کی سرگذشت ختم کر کے "در ولایت مغرب بادشاہ نام او طیموس زلیخا دختر او بود" کے زیر عنوان زلیخا کے کردار کو قاری سے متعارف کروایا ہے اور اس کی پیدائش سے لے کر سن شعور کو پہنچنے تک کے حالات مفصل بیان کیے ہیں۔ "انسائیکلوپیڈیا آف اسلام" میں زلیخا کا نام "راعیل" "زلیخا" اور "زلایخا" بتایا گیا ہے۔ [2]

"تفسیر عمدۃ البیان" میں عمار علی کہتے ہیں،

"راعیل جس کو زلیخا بھی کہتے ہیں طیموس بادشاہ مغرب کی بیٹی تھی"۔ [3]

ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں زلیخا کو مصر کے بادشاہ ریان بن ولید کی بھانجی بتایا گیا ہے اور کامل

---

[1] واجد علی شاہ اختر مخطوطہ ریاض القلوب ترجمہ حیات القلوب۔ جلد اول از محمد باقر مجلسی ورق ۱۲۲۔ مخطوطہ نمبر ۱۔ داخلہ نمبر ۶۶۵۔ کتب خانہ سالار جنگ۔ حیدرآباد۔

[2] انسائیکلوپیڈیا آف اسلام۔ ایچ آر اے گبس اینڈ جے ایچ کریمرس صفحہ ۶۴۰، ورق ۹۲۲۔ مخطوطہ نمبر ۱۔ داخلہ نمبر ۶۶۵۔ کتب خانہ سالار جنگ حیدرآباد۔

[3] عمار علی۔ تفسیر عمدۃ البیان۔ صفحہ ۱۰۰۔

نام اُن کے خیال میں راعیل تھا۔ اور اس کی ماں رعابیل مشہور تھیں[۱] زلیخا کے نام کے بارے میں بھی مفسرین میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ عبدالماجد دریابادی اُسے رعابیل کی بیٹی بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ توریت میں عزیز کی بیوی کا نام نہیں بتایا گیا ہے۔ البتہ روایت یہود میں زوجۂ عزیز کا نام زلیخا موجود ہے اور مسلمانوں نے یہیں سے یہ نام اخذ کیا ہے۔ "ترجمان القرآن" کے مصنف امراۃ العزیز کے نام کے بارے میں لکھتے ہیں کہ توریت میں عزیز مصر کا نام تحریر کیا ہوا ملتا ہے لیکن اس کی بیوی کا نام کہیں درج نہیں کیا گیا ہے۔ اُن کا بیان ہے :-

> "نہیں معلوم ہمارے مفسرین نے کہاں سے یہ بات معلوم کر لی کہ اس کا نام زلیخا تھا؟ بہرحال اس کی کوئی قابل اعتبار اصلیت پائی نہیں جاتی"[۲]

"مثنوی یوسف زلیخا" کا قصہ اس طرح آگے بڑھتا ہے کہ ایک رات زلیخا اپنی حریری سیج "پر جیہ" کدم پرمل اور پھولوں" کی خوشبو سے مہک رہی تھی سوئی ہوئی تھی۔ اس نے یوسف کو خواب میں دیکھا کہ ایک ایسا پیکر نور سامنے استادہ ہے جس کی مثال "بنی آدم" تو کیا "فرشتوں" میں بھی نظر نہ آئے۔ ع

بنی آدم میں نہ اُس روپاں دیکھیا کوی   فرشتیاں میں نہ اس صورت اُپر کوی

زلیخا نے یوسف کو خواب میں دیکھا تو اس کی آنکھیں "نینہہ سمدور" میں ڈوب گئیں اور "من" میں "پیرت" کا شعلہ بھڑک اٹھا۔ "احمد شریف" نے "زلیخا در خواب یوسف را دید و بر صورت او بستہ مبتلا شد" کا عنوان قائم کرتے ہوئے زلیخا کے خواب کی تفصیل بیان کی ہے۔ مثنوی کے اس حصے میں حضرت یوسف کا ایک پُراثر سراپا بھی پیش کیا گیا۔ خواب میں یوسف کو دیکھ کر زلیخا کے مبتلائے عشق ہونے کا حال احمد نے اس طرح بیان کیا ہے۔ ع

دیکھی وہ جگ دیپا دل مکھ کا دیوا   سٹی پروانہ کر اُس جوت پر جیوا

---

[۱] محمد بن ابراہیم (مترجم) بارھواں پارہ صفحہ ۲ [۲] ابوالکلام آزاد۔ ترجمان القرآن۔ جلد دوم صفحہ ۲۶۷

دیکھت جوں چاند آدھا وہ پیشانی　　رکھی جیوں چاندماب گھٹ تیں نشانی

اُجال اس کا اُدک سورج تھے دیٹھی　　سورج کوں دیکھ شپرک ہوئے بیٹھی

رکھی وہ روپ جیو میں جیو کر مان　　پرم پیالے لیتی سپنو رمدپان

مثنوی "یوسف زلیخا" کے قصے میں ایک خامی یہ نظر آتی ہے کہ واقعات قصہ کی ترتیب میں عنوانات کے اعتبار سے تقدیم و تاخیر موجود ہے۔ مثلاً یہ کہ مثنوی میں جہاں زلیخا کے دوسری مرتبہ یوسف کو خواب میں دیکھنے کا ذکر ہے، وہاں اس سرخی کے تحت جو اشعار پیش کیے گئے ہیں ان میں خواب کا کہیں ذکر نہیں اس کے بجائے زلیخا کی بے قراری و بے تابی کا حال لکھا گیا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ "دائی" جو ایک کاہنہ تھی اور جس نے اسے بچپن سے پالا پوسا تھا، اس کی اس حالت زار پر تاسف کرتی ہے اور اسے یقین دلاتی ہے کہ اس کے محبوب کو اگر وہ "آسمان کا فرشتہ" بھی ہو تو "آٹھویں آسمان" پر سے دھرتی پر لا سکتی ہے۔ دایہ کہتی ہے اگر وہ کسی پہاڑ میں چھپا ہوا ہے تو میرا سحر وہاں بھی اُسے چین نہ لینے دے گا اور اُسے "شیشے" میں اتار لوں گی۔ تو اس کا نام اور پتہ بتا دے۔ دائی کی اس غمگساری کے جواب میں زلیخا نے آہ سرد بھری اور کہا کہ جس ہستی نے مجھے دیوانہ بنا رکھا ہے میں اس کی "نام و نشانی" سے آگاہ نہیں۔ اگر اس کا نام معلوم ہوتا تو میں رات دن اس کی مالا جپتی۔ دائی کی گفتگو نے زلیخا کے دل میں اپنے محبوب کا نام معلوم کرنے کی خواہش پیدا کر دی کہ کاش دوسری مرتبہ خواب میں وہی خوب صورت پیکر نظر آئے اور وہ اس کا نام دریافت کرے لیکن زلیخا کی بے خواب آنکھوں میں نیند کہاں تھی۔

نہ سوتی نیں سوتے بخت لیائے　　جو دیکھت سپن سو دن نہ پائے

بخیلی بخت کی کیتا کروں عرض　　جو سوں چکھ نہ دیوے نیں کو قرض

اسی اضطراب میں زلیخا نے بحال تباہ ایک سال گزار دیا اور شدت غم سے وہ "ہم چندا چوتھی سو ہوئی نوا چند"۔ احمد گجراتی نے "زلیخا عاشق چناں شد کہ شرم از خلق ناخشتہ کے

زیرِ عنوان زلیخا کے عشقِ یوسف میں از خود رفتہ ہونے کی روداد بیان کی ہے۔ زلیخا کا باپ اس کی حالتِ زار کو دیکھ کر پریشان ہو گیا اور "سنگیان" لوگوں سے صلاح لی لیکن کوئی تدبیر کارگر نہ ہو سکی اور دن بدن زلیخا کی وارفتگی میں اضافہ ہونے لگا۔ مثنوی میں ایک نئے عنوان "زلیخا یک شب لبسیار خوش شدن از صورت سخن کردند" کے تحت زلیخا کے دوبارہ یوسف کو خواب میں دیکھنے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ کس طرح ایک رات جب زلیخا پر بے ہوشی طاری ہو گئی تو اس نے یوسف کو عالمِ رویا میں دیکھا اور ان کے قدموں پر سر رکھ کر اپنی سرگذشتِ عشق بیاں کی ؏

لگی سایکن ستی دکھ بین یو لن کروں قربان تج پر جیو ہور تن
دیتا غم ہور غم خواری نہ کیتا لیتا دل ہور دلداری نہ کیتا
نہ پوچھوں ناؤں تیرا جو کروں درد نہ پادں ٹھاؤں تیرا جو پھروں گرد

جب زلیخا نے اس منت و سماجت سے یوسف کا نام دریافت کیا تو انھوں نے جواب دیا میں مصر کی سلطنت کا حکمراں ہوں۔ مجھے "عزیزِ مصر" کہتے ہیں اور لوگ مجھے بہت عزیز رکھتے ہیں۔ سرزمین مصر[1] میرا ٹھکانہ ہے اور میں تخت و تاج کا مالک ہوں۔ اشرف تھانوی نے بعض قدیم تفاسیر کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت یوسف "عزیزِ مصر کہلاتے تھے"[2] "عمدۃ البیان" کے مفسر نے زلیخا کے دو خوابوں کا ذکر کیا ہے اور تحریر کرتے ہیں "دو مرتبہ اس نے اپنے باپ کے گھر میں حضرت یوسف کو خواب میں دیکھا تھا اور ان کے جمال کی عاشق ہو گئی تھی"۔[3] حضرت یوسف کے زلیخا سے ہم کلام ہونے کا تفسیروں میں کہیں ذکر نہیں۔

---

[1] مصر کے بارے میں "الجمال والکمال" کے مصنف لکھتے ہیں "اسکا نام سام بن نوح علیہ السلام کے نام پر رکھا گیا تھا کیونکہ تقسیم میں یہ ملک ان ہی کے حصے میں آیا تھا"۔ سلمان سلیمان صفحہ ۵۔
[2] شاہ محمد اشرف تھانوی۔ بیان القرآن۔ بارہواں پارہ صفحہ ۲۲۔ [3] عمار علی عمدۃ البیان صفحہ ۱۰۰

شاعر نے ابتدا ہی میں اپنی مثنوی کے متعلق یہ نکتہ واضح کر دیا ہے کہ اس نے کہیں روایت کی پابندی کی ہے اور کہیں ان سے انحراف کیا ہے۔

مثنوی میں قصے کا سر رشتہ یوں جوڑا گیا ہے کہ زلیخا جب خواب سے بیدار ہوئی تو اپنی "داسیوں" کو بلا کر یہ خوشخبری سنائی اور باپ کے پاس احوال کہلا بھیجا۔ شاہ طیموس جو ایک عرصے سے اپنی بیٹی کی وجہ سے فکر مند اور غم زدہ تھا۔ خواب کی حقیقت سن کر نہایت مسرور ہوا اور ملک میں ہر طرف جشن منعقد کرنے اور ضیافتوں کا انتظام کرنے کا حکم دیا۔ زلیخا کے حسن و جمال کی شہرت سن کر کئی ملکوں کے بادشاہ اور شہزادے اس سے شادی کے خواہش مند تھے اور قیمتی تحائف اور بڑی بڑی سلطنتوں کے پیش کش کے ساتھ حاضر ہوئے تھے۔ لیکن ان میں عزیز مصر کا کوئی فرستادہ موجود نہیں تھا۔ طیموس نے ناچار ان سب کو عذر خواہی کر کے رخصت کر دیا۔ چند روز بعد بادشاہ نے اپنے "حاجب" کو مصر روانہ کیا اور جب عزیز مصر نے "بادشاہ مغرب" کے اس حاجب سے گفتگو کی تو اس کی حیرت اور خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی اور اس نے جواب دیا:

کہیا اس کا پرت منج کوں سدا تھا کہ کیرت اس کیری ہیو تیک سنیا تھا
ڈلے منج کیا مجال اس مانگنے کوں کہ میں بندہ کمینہ شاہ کا ہوں
.... اگر اس شہہ کی داسی کتے منج لگ نین دو سات رگڑ دل ہوں کیسے یک
کنواری رائے کی جب منج مانی تو میں ہوں سیوک اس وہ منج رانی

جب شاہ طیموس کا حاجب مصر سے واپس آیا اور عزیز مصر کا پیغام سنایا تو سارے ملک میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور اس بے پایاں مسرت کا مژدہ سن کر زلیخا بے ہوش ہو گئی۔ طیموس نے ہزاروں خوش ادا کنیزوں اور بے شمار مستعد غلاموں کو قیمتی لباس اور زیورات سے مزین کر کے زلیخا کے ساتھ روانہ کیا۔ کئی اعلیٰ نسل کے بیش قیمت گھوڑے اور زر و جواہر سے لدے ہوئے ہزاروں اونٹ اس کے جلوس کی زینت بنے۔ طبل و علم کے ساتھ سلطنت کے

معز زلیخا ایک بھاری لشکر لے کر زلیخا کے ساتھ مصر کو روانہ ہوئے۔ عزیز مصر کے متعلق تفسیر ماجدی میں عبدالماجد دریابادی لکھتے ہیں کہ "وہ حکومت مصر کا ایک بڑا عہدہ دار تھا توریت میں اسی عہدہ دار کو فوطیفار کہا گیا ہے اور قرآن مجید نے آگے چل کر اسی کو عربی زبان میں عزیز سے تعبیر کیا ہے"۔[1]

تفسیر "حقانی" میں عبدالحق حقانی نے عزیز مصر کا نام فوطیفار یا پوتیمار بتاتے ہوئے اُسے فرعون کا امیر اور لشکر کا سردار کہا ہے۔[2] "بیان القرآن" میں اشرف تھانوی ابن عباس کے حوالے سے لکھتے ہیں: "عزیز مصر سلطنت مصر کے مدارالمہام کا لقب ہوتا تھا اور نام اس شخص کا قطیفر ہے"۔[3] "بیان السبحان" میں عبدالدائم جلالی تحریر کرتے ہیں "پوتیمار امیر کبیر اور مصر کی حکومت کا وزیراعظم تھا اسی کا لقب عزیز تھا۔"[4] اس کے برخلاف ابوالکلام آزاد نے "ترجمان القرآن" میں لکھا ہے: "عزیز مصر کا نام فوطی فار تھا اور فرعون کا ایک امیر اور سردار فوج تھا۔ قرآن نے بھی اسے آگے چل کر عزیز کہا ہے یعنی ایسا آدمی جو ملک میں بڑی جگہ رکھتا تھا"۔[5] عمار علی عزیز مصر کے بارے میں لکھتے ہیں "وزیر بادشاہ کا یوسف کے زمانے میں مصر میں قطیفر یا اطیفر نام کا ایک شخص تھا۔ اس کو عزیز مصر کہتے تھے"۔[6] ابن کثیر نے

---

[1] تفسیر ماجدی۔ جلد سوم صفحہ۔ ۴۸۸

[2] عبدالحق حقانی۔ تفسیر حقانی صفحہ ۲۸

[3] شاہ محمد اشرف تھانوی۔ بیان القرآن۔ بارہواں پارہ صفحہ۔ ۵۷

[4] عبدالدائم جلالی۔ بیان السبحان صفحہ ۱۱۴۲۔

[5] ابوالکلام آزاد۔ ترجمان القرآن صفحہ ۲۲۴

[6] عمار علی۔ عمدۃ البیان صفحہ ۱۰۰۔

اپنی تفسیر میں عزیز کا نام قطیفر یا اطیفر بتاتے ہوئے اس کے والد کا نام روحیب تحریر کیا ہے اور لکھتے ہیں کہ وہ مصر کے خزانوں کا داروغہ تھا۔[1] "انسائیکلو پیڈیا آف اسلام" میں لفظ عزیز کے بارے میں تحریر کیا گیا ہے کہ یہ لفظ کسی مخصوص شخص کا نام ہے۔[2] اور یہ کہ عزیز مصر کا نام کنفرء، اطفر، قطیفرا اور قطیفن بتایا جاتا ہے۔[3] پکھتال نے بھی عزیز مصر کا نام قطیفرا اور اطیفر بتایا ہے۔ اور وہ اس کو مصر کے حاکم ریان بن ولید کا وزیر تحریر کرتے ہیں۔[4] مولانا مودودی رقمطراز ہیں "یہ شخص مصر میں کوئی بڑا عہدہ دار یا صاحب منصب شخص تھا کیونکہ عزیز کے معنی با اقتدار شخص کے ہیں۔ جس کی مزاحمت نہ کی جا سکتی ہو۔ بائبل اور تلمود کا بیان ہے کہ وہ شاہی جلوداروں (باڈی گارڈ) کا افسر تھا اور ابن جریر، عبداللہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ وہ شاہی خزانے کا افسر تھا"[5]

مثنوی یوسف زلیخا کا قصہ اس طرح آگے بڑھتا ہے کہ عزیز مصر کو زلیخا کی آمد کی اطلاع ملی تو وہ اپنے لشکر اور امراء کے ساتھ اس کے استقبال کو نکلا۔ جب عزیز مصر زلیخا کی عماری کے قریب پہنچا تو زلیخا نے دائی سے کہا ؏

کد ایسے منج میں نہ رہی کچھ صبوری — کہ ہوئی ات شوق تھے بے تاب پوری
سیہ تھے شوق دل کا تپ ادک ہوئے — کہ رجا من مہانا جب نزدیک ہوئے
ترت تدبیر کر اس کوں دیکھا منج — کہ آوے لاگ شکل جیو نا منج

لیکن جب زلیخا نے عزیز مصر کا چہرہ دیکھا تو ناامیدی اور صدمے سے اس کا حال غیر ہونے لگا۔ یہ وہ عزیز مصر نہیں تھا جسے اس نے خواب میں دیکھا تھا اور جس کا عشق اس کے دل میں

۱؎ مترجم محمد بن ابراہیم۔ بارھواں پارہ۔ صفحہ ۳۹۔

۲؎ صفحہ ۶۳۷۔ ۳؎ ہولی قرآن۔ فتح محمد جالندھری (مترجم) صفحہ ۴۸۳۔

۵؎ ابو الاعلیٰ مودودی۔ تفہیم القرآن۔ جلد دوم

گھر کر چکا تھا۔ زلیخا اپنی "بدبختی کی سختی" سے ہراساں ہو گئی اور "جگ میت" "جگ پالن ہار" سے دعا کی ع

اچھوتی راہتی تیئں جہد ہے منج — کہ اپنے پیو ستیں عہد ہے منج
نہ دکھ بھوں جال منج پے دوس پاکوں — نہ دے منج دھن تلک دست اژدھا کوں
کہ میں سو دھن سدھن اس جگ مائیں — جو منج راکھیا امانت پیو اپے تائیں

زلیخا گریہ وزاری میں مصروف تھی کہ "جگ سائیں میاونت" اور "دیاونت" کی طرف سے "آواز غیبی" نے بشارت دی ع۔

عزیز مصر پیچے دل نہیں تج — ین اس مقصود بھی حاصل نہیں تج
نہیں کچ ڈر تجے اس سنگ راہن — اچھوتا رہے اس تھے ترا دھن

جب عزیز مصر زلیخا کو لے کر مصر پہنچا تو ہر طرف شہنائیاں بجنے لگیں۔ "اور کلاونت" "سہیلا" گا کر مبارکباد دینے لگے۔ عزیز مصر کے محل میں ہر طرح کا عیش و آرام موجود تھا، مال و دولت کی فراوانی تھی سینکڑوں ملازم اور خدمت گار موجود تھے۔ ہمنشیں سہیلیاں اور "میرزادیاں" زلیخا کی دلجوئی کے لیے موجود تھیں۔ لیکن غیر متوقع ناکامی اور مایوسی نے زلیخا کو زندہ درگور کر دیا تھا ع

زلیخا سو دکھوں روتی پکلاتی — دکھ بھر بکستا تلتل چھاتی
بھر یا سینا دکھ دکھ سات سکلا — سما دن سکھ نہیں تھا دن اگلا

"الجمال والکمال" میں محمد سلیمان سلمان لکھتے ہیں:۔

"زلیخا کے متعلق یہ قصہ کہ وہ کسی شاہی خاندان کی لڑکی تھی اس نے قبل از شادی یوسف علیہ السلام کو خواب میں دیکھا اور مصر کا پتہ معلوم کر کے مصر میں شادی کرائی بالکل فسانہ اور لغو ہے۔" [1]

---

[1] سلیمان سلمان۔ "الجمال والکمال" صفحہ ۵۷

"ہمرہی بیان مصر ہمراہ زلیخا نشستہ" کے زیر عنوان احمد گجراتی نے زنان مصر کے لباس اور ان کی آرائش و زیبائش کی اچھی مرقع کشی کی ہے اور بتایا ہے کہ زلیخا ان سب عورتوں کی دلچسپ باتیں سنتی لیکن زبان سے خود کچھ نہ کہتی اور یہ خیال اسے ہمیشہ بے چین رکھتا کہ خواب کے پیکر نے خود کو عزیز مصر بتا کر اس پر بڑا ظلم کیا ہے۔ عزیز مصر کے محل میں زلیخا نے جوں توں ایک طویل عرصہ گذار دیا لیکن عشق کی وہ شمع جو خواب کی شبیہہ نے اس کے دل میں فروزاں کر دی تھی بجھنے نہ پائی تھی۔ زلیخا کو عزیز مصر کے محل میں چھوڑ کر شاعر نے قصے کا رُخ حضرت یوسف کی سرگذشت کی طرف موڑ دیا ہے اور کہتا ہے کہ جوں جوں یوسف پروان چڑھے یعقوب کے دل پر ان کی محبت کا نقش گہرا ہوتا گیا۔ ابوالاعلیٰ مودودی کہتے ہیں کہ یعقوب کے اس غیر معمولی لگاؤ کا سبب ایک تو یہ تھا کہ یوسف اپنی والدہ کی محبت سے بچپن میں محروم ہو گئے تھے اور دوسرے یہ کہ ان میں حضرت یعقوب کو "آثار رشد و سعادت نظر آتے تھے"۔[1] کہتے ہیں کہ یعقوب کے "آنگن" میں ایک "رشک طوبیٰ" تھا جب یعقوب کے گھر فرزند تولد ہوتا تو اس درخت میں ایک نئی شاخ کا اضافہ ہوتا اور لڑکے کے ساتھ یہ شاخ بھی نشو و نما پاتی یہاں تک کہ جب فرزند سنِ شعور کو پہنچتا تو حضرت یعقوب اس کا عصا بنا کر فرزند کے ہاتھ میں دے دیتے لیکن جب یوسف تولد ہوئے تو اس درخت میں نئی شاخ نمودار نہیں ہوئی۔ جب یوسف نے ہوش سنبھالا تو انھوں نے اپنے والد سے کہا کہ آپ خدا سے دعا کریں کہ جنت سے میرے لیے عصا بھیجا جائے۔ ابھی یعقوب کی دعا پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ صدرے سے ایک فرشتے نے آکر یعقوب کو زبرجد کا عصا عطا فرمایا اور کہا کہ "تیشے" اور آندے کا بھی اس پر کوئی اثر نہیں ہو سکے گا، اور اس کو ہاتھ میں رکھنے والا خطرات سے محفوظ رہے گا۔ اکثر مفسرین نے

---

[1] ابوالاعلیٰ مودودی۔ تفہیم القرآن۔ جلد دوم۔ صفحہ ۳۸۶

حضرت یوسف کو جنت سے عصا عطا ہونے کے اس واقعے کی طرف اشارہ کیا ہے۔
"گلزار طریقت" میں عبداللہ شاہ نے اس کی تفصیل بیان کی ہے۔[1]

شاعر کہتا ہے کہ ایک رات یوسف "میٹھی نیند" سو رہے تھے اور حضرت یعقوب کی نظر ان کے چہرے پر تھی۔ یعقوب نے دیکھا کہ یوسف نیند میں ہنس رہے ہیں۔ جب وہ بیدار ہوئے تو یعقوب نے اس کا سبب دریافت کیا۔ یوسف نے جواب دیا۔ ع

کہیا سو نے دیکھیا تارے اگیارا   سورج ہور چاند ستیں ایک بارا
چودہ سجدہ کیتے سب مل کر مہنج   کیتے تعظیم آپیں سر دھرت بہنج

احمد گجراتی نے یہاں قرآن حکیم کی آیت

"اِذْ قَالَ یُوْسُفُ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ"

سے مکمل استفادہ کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

گیارہ ستاروں کے سجدہ کرنے کی تفصیل پر روشنی ڈالتے ہوئے ابن کثیر نے ان ستاروں کے یہ نام بتائے ہیں (۱) جریان (۲) طارق (۳) ذیال (۴) ذوالکتفین (۵) قابس (۶) وثاب (۷) عمودان (۸) فلیق (۹) مصبح (۱۰) فرمح اور (۱۱) فرغ لیکن بعض تفاسیر میں ان کے نام مختلف بتائے گئے ہیں اور تین ستاروں قبریان، فردح اور فرغ کے بجائے حوبان، صدوح اور ذوالفرح کا ذکر کیا گیا ہے۔ شاہ عباس منصوری خراسانی لکھتے ہیں "نور عظیم کی تفسیر سلطنت عظمیٰ ہے، نورانی پوشاک سے نبوت اور دنیا میں عزت، سورج حضرت یعقوب، چاند سے حضرت یوسف کی ماں (راحیل) گیارہ ستاروں سے

---

[1] ملاحظہ ہو صفحہ ۲۰۔

بھائی مراد ہیں۔"[1]

سرسید احمد خاں تفسیر القرآن" میں لکھتے ہیں :۔

"ان (حضرت یوسف) کے دل میں یہ بات بیٹھی ہوئی تھی کہ ماں باپ اور بھائی سب میرے تابع و فرماں بردار ہیں اور میری منزلت و قدر کرتے ہیں۔ یہ کیفیت جوان کے دماغ میں منقش تھی اس کو متخیلہ نے سورج اور چاند ستاروں کی شکل میں جن کو وہ ہمیشہ دیکھتے تھے اور ان کا تفاوت درجات بھی ان کے خیال میں متمکن تھا متشکل کیا اور انھوں نے خواب میں دیکھا کہ گیارہ ستارے اور سورج اور چاند مجھ کو سجدہ کرتے ہیں"[2]

جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ ایک یہودی بشان نے سید المرسلین سے یوسف کو خواب میں نظر آنے والے ستاروں کے نام دریافت کیے تھے جس پر وحی نازل ہوئی اور گیارہ ستاروں کے نام بتائے گئے تھے[3] واجد علی شاہ اختر "ریاض القلوب" میں محمد باقر مجلسی کی تصنیف "حیات القلوب" جلد اول کا ترجمہ ہے لکھا ہے :۔

"جو خواب حضرت یعقوب نے دیکھا کہ گیارہ ستارے اور سورج اور چاند انھیں سجدہ کر رہے ہیں۔ یہ ابتداء ان کی نبوت کی زمین مصر پر تھی"[4]

"الجمال والکمال" میں حضرت یوسف کے خواب اور اس کی تعبیر پر

---

[1] شاہ عباس منصوری خراسانی۔ خود آموز ترجمان القرآن۔ جلد بارہ صفحہ ۲۶۳۸۔

[2] سرسید احمد خاں۔ تفسیر القرآن۔ جلد پنجم۔ صفحہ ۸۲ [3] عمار علی۔ عمدۃ البیان صفحہ ۸۵۔

[4] واجد علی شاہ اختر۔ مخطوطہ ریاض القلوب۔ ترجمہ "حیات القلوب" جلد اول۔ ورق ۱۲۲ مخطوطہ نمبر ا۔ داخلہ نمبر ۶۶۵۔ کتب خانہ سالار جنگ حیدر آباد۔

تبصرہ کرتے ہوئے مصنف لکھتے ہیں کہ حضرت یوسف کا خواب ہر طرح حیرت انگیز تھا۔ انھوں نے تحریر کیا ہے :۔

"یہ نظارہ اس لیے عجیب تھا کہ سورج کی موجودگی میں کوئی ستارہ نظر نہیں آیا کرتا۔ اس لیے بھی عجیب تھا کہ آسمان کے لاکھوں تاروں سے صرف گیارہ ہی نظر آتے تھے۔"[۱]

شاعر کہتا ہے کہ حضرت یعقوب نے یوسف کو تاکید کر دی کہ وہ اپنے بھائیوں سے اس کا ذکر نہ کریں اور پھر خواب کی یہ تعبیر بتائی تھی ؏

سچا تعبیر خواب ہور بھاگ دولت ۔۔۔ کہ دے گا فضل سوں تج رب عزت

کریں سجدہ خدا کیری رضا سوں ۔۔۔ ایگیارا بھائی ہور ماں باپ تج کوں

تفسیر سورۂ یوسف میں عبداللہ شاہ نے "تفسیر عرائس" کے حوالے سے لکھا ہے "جو تجلی الٰہی آدم علیہ السلام پر ہوئی تھی وہی تجلی یوسف علیہ السلام پر ہوئی اس لیے جیسے ادھر فرشتے سجدے میں گرے تھے ویسے ہی ادھر یعقوب اور اولاد یعقوب سجدے میں گرے ہیں۔"[۲] ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں کہ مصر بابل ایران اور سلاطین بنی اسرائیل کے یہاں تعظیم و احترام کا یہی طریقہ رائج تھا وہ سجدے کو تکریم کی علامت سمجھتے تھے۔[۳] مولانا مودودی تحریر کرتے ہیں کہ لفظ سجدے کو موجودہ اسلامی اصطلاح کا ہم معنی سمجھ لیا گیا ہے حالانکہ سجدے کے اصل معنی محض جھکنے کے ہیں۔ مقبول احمد اپنے ترجمہ قرآن میں لکھتے ہیں : یعقوب علیہ السلام اور گیارہ ستاروں سے مراد ان کے گیارہ بھائی تھے۔ چنانچہ جب انھوں نے حضرت یوسف کو دیکھا تو یہ سب خدا کا شکر ادا کرنے کے لیے سجدے میں گر پڑے۔"[۴]

۱۔ سید سلیمان سلمان۔ الجمال الکمال۔ صفحہ ۵۸

۲۔ عبداللہ شاہ۔ یوسف نامہ۔ صفحہ ۲۸ ۳۔ ابوالکلام آزاد۔ ترجمان القرآن۔ جلد دوم۔ صفحہ ۲۴۶ ۴۔ مقبول احمد۔ ترجمہ قرآن۔ بارھواں پارہ۔ صفحہ ۳۷۵۔

احمد گجراتی کہتے ہیں کہ یوسف نے اپنے ایک بھائی سے اپنے خواب کا ذکر کر دیا اور اس نے دوسرے بھائیوں کو اس کی تفصیل سنائی تو ان بھائیوں کے دل میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی اور وہ یوسف کو گزند پہنچانے اور انھیں باپ سے جدا کرنے کے منصوبے باندھنے لگے ابوالکلام آزاد رقمطراز ہیں کہ والدِ ماجد کی نصیحت سے قبل ہی یوسف نے اپنے بھائیوں سے اپنا خواب بیان کر دیا تھا۔[1] ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں کہ بائبل اور تلمود کے بیانات قرآنی قصص سے مختلف ہیں۔ ان میں یہ کہا گیا ہے کہ جب یعقوب نے یوسف کا خواب سنا تو انہیں تنبیہہ کی کہ اب تو اپنے ماں باپ سے بھی اپنی تعظیم کروانے کا خواہاں ہے۔[2] احمد گجراتی کہتا ہے کہ برادران یوسف آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ یوسف سے نجات پانے کا کون سا طریقہ اختیار کریں۔ ایک نے کہا یوسف کو کسی بے آب و گیاہ صحرا میں تنہا چھوڑ دیا جائے جہاں کیہ سوائے "انھواں" کے "پانی" نہ ملے اور "اجت" (سورج) کے سوا روٹی کی شکل نہ دیکھ سکے اور اس پر سب نے اتفاق کیا۔ توریت میں اس بھائی کا نام روبن بتایا گیا ہے۔

ایک دن برادرانِ یوسف اپنے والد کے پاس آئے اور ادب سے ان کے قریب بیٹھ گئے اور عرض کی کہ آپ اجازت دیں تو ہم سیر و تفریح کی خاطر کچھ وقت جنگل میں گھوم کر دل بہلائیں اور یوسف کو بھی اپنے ساتھ لے جائیں اس نے ابھی تک گھر سے باہر قدم نہیں نکالا ہے اور گھر میں "بند" رہنے سے "تنگ دل" ہو گیا ہے۔ ہم اُسے میدانوں اور اونچے پہاڑوں کی سیر کرائیں گے، بکری کا دودھ پلائیں گے اور اس کے گلے میں لال پھولوں کا ہار ڈالیں گے لیکن حضرت یعقوب رضامند نہیں ہوئے اور کہا ؏

کھے اس کا لجا ون منج نہ بھا دسے   کہ بھو تیک سیو اندیشہ مج ڈرآئے

1۔ ابوالکلام آزاد۔ ترجمان القرآن۔ جلد دوم۔ صفحہ ۲۲۰

2۔ ابوالاعلیٰ مودودی۔ تفہیم القرآن۔ جلد دوم۔ صفحہ ۳۸۵

کہ اس جنگل میں ہیں بھیڑتاں بہو تیک   نہتے کوں دیک کر کھائیں لپکا ایک

نمیں سکلے سو ہوتیں کھیل کی غام   تمن انجان تھے ہو جاتے یہ کام

عبدالماجد دریابادی نے "انسائیکلوپیڈیا برٹینکا" کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ اُس زمانے میں فلسطین کے جنگل میں کثرت سے بھیڑیئے موجود تھے۔ مختصر یہ کہ حضرت یعقوب سے یہ سن کر دس بھائیوں نے جواب دیا کہ ہم شیر سے زیادہ طاقتور ہیں اور ہماری زورآوری کے سامنے شیر کا "بازو" بھی "تنکے" سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا اور کوئی جانور یوسف کے قریب بھی نہیں آسکے گا۔ یعقوب نے یہ سن کر با دل ناخواستہ اپنے بیٹوں کو اجازت دیدی۔ دوسرے دن فرزندانِ یعقوب اپنے گھر سے روانہ ہوئے۔ یعقوب نے یوسف کو انتہائی ملال کے ساتھ رخصت کیا اور حدِ نظر تک انھیں جاتا ہوا دیکھتے رہے۔ تفسیروں میں لکھا ہے کہ یوسف کے بازو پر حضرت یعقوب نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وہ پیرہن تعویذ کے طور پر باندھ دیا تھا جو آپ نے آتش نمرود میں ڈالے جانے کے وقت زیب تن کیا تھا۔ حضرت اسحاق کا عمامہ سر پر رکھا تھا اور پاؤں میں نعلین آدم پہنائے تھے۔ اور عصائے نوح ان کے سپرد کیا تھا۔ شہر کنعان کی سرحد پر ایک سایہ دار درخت تھا جسے "شجرۃ الوداع" کہتے تھے اور جب کوئی کنعانی سفر پر روانہ ہوتا تو اس کے خویش و آشنا شجرۃ الوداع تک اسے چھوڑ آتے تھے۔ تفسیروں میں لکھا ہے کہ حضرت یعقوب نے بھی اسی درخت کے نیچے کھڑے ہو کر یوسف کو وداع کیا تھا اور یہ کہ یوسف کی حقیقی بہن دینا بھی اپنے بھائی سے آخری ملاقات کے لیے اس شجر تک آئی تھی۔[۱] احمد گجراتی کی مثنوی میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ یوسف کے بڑے بھائی کبھی ان کو گود میں اٹھا لیتے تھے اور کبھی انتہائی محبت سے کاندھے پر بٹھا لیتے، کبھی "پیشانی، نین اور ادھر" چومتے تو کبھی اُن کے پاؤں آنکھوں

۱؎ عمار علی۔ عمدۃ البیان صفحہ ۹۱۔

سے لگا لیتے تھے لیکن جوں ہی حضرت یعقوب نظر سے اوجھل ہوئے انھوں نے یوسف کو طرح طرح کی ایذائیں دینی شروع کردیں ع

ننگے پاؤں سوں کانٹاں میں چلائے — پھول ایسے پاؤں کا نٹیاں سوں چرائے

پیچھے پیچھے جو یوسف بنیتہ ساریں — نیکھے مکھ پر جو اٹھے بات ماریں

انوں میں جب جبسی تھے جائیں آگل — گندا توں پیٹ تکھیاں مار کو جل

یکس تھے یک ادک آزار دیویں — نہ کوئی دھیرکستی آدھار دیویں

احمد گجراتی نے یوسف کو ایک ایسا کم عمر لڑکا بتلایا ہے جنھیں کوئی بھائی گود میں اٹھالیتا اور کوئی کاندھے پر چڑھالیتا لیکن بعض مفسرین نے حضرت یوسف کی عمر اتنی کم نہیں بتلائی ہے۔ ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں کہ توریت میں ان کی عمر سترہ سال بتائی گئی ہے[1] عبداللہ شاہ کا خیال ہے کہ اس وقت حضرت یوسف کی عمر بارہ سال سے کم نہ تھی[2] مقبول احمد نے ترجمہ قرآن میں تفسیر عیاشی کے حوالے سے امام جعفر صادق کا قول نقل کیا ہے کہ اس وقت حضرت یوسف کی عمر سات برس تھی[3] احمد گجراتی کہتا ہے کہ جب بھائیوں نے یوسف کو ایذائیں دیتے ہوئے ان کے ساتھ "تین کوس" کا فاصلہ طے کیا تو یکا یک انھیں ایک باولی نظر آئی جو انتہائی تنگ و تاریک تھی اور جس میں بے شمار سانپوں نے گھر کر لیا تھا۔ شاعر کنوئیں کے بارے میں کہتا ہے کہ "کافر کی گور" بھی ایسی تاریک اور وحشت ناک نہ ہوگی جیسی کہ یہ باولی تھی ع

اندھاری تنگ سانپوں سات سنپور — نہ ہوسے اس دھات ہن کا فرکیری گور

نہ اس دو نگائی دو نگی فکر میں آئے — اسے دوزخ کیرا کڑکا کہا جائے

---

[1] ابوالکلام آزاد۔ ترجمان القرآن۔ جلد دوم۔ صفحہ ۲۲۰

[2] عبداللہ شاہ۔ یوسف نامہ۔ صفحہ ۵۲ [3] مقبول احمد۔ ترجمہ قرآن۔ بارہواں پارہ صفحہ ۳۷۷

بھری سب جو کہ بینڈک گھنگریاں سات

سڑیا چیکڑ گندا پانی بہو دھات

عمار علی نے اس چاہ کا نام "غیابہ" تحریر کیا ہے [1] شاعر کہتا ہے کہ جب بھائیوں نے یوسف کو کنوئیں میں پھینکنے کا ارادہ کیا تو وہ گریہ وزاری کرنے لگے۔ لیکن انہوں نے ایک نہ مانی اور یوسف کی کمر میں رسی باندھ کر انھیں کنوئیں میں اتار دیا۔ اس کنوئیں میں سطح آب کے اوپر ایک پتھر باہر نکلا ہوا تھا۔ یوسف اس پر بیٹھ گئے۔ احمد گجراتی کہتا ہے کہ یوسف کے نور سے گویا کنوئیں میں سورج طلوع ہو گیا۔ ہر طرف مشک کی خوشبو پھیلنے لگی اور اس باولی کا پانی شہد کی طرح صاف اور میٹھا بن گیا۔ عمار علی اپنی تفسیر میں رقمطراز ہیں" کوئی کہتا ہے کہ بیت المقدس کا کنواں تھا اور زیادہ مشہور یہ ہے کہ وہ کنواں کنعان سے تین فرسخ تھا اور بعضے کہتے ہیں کہ اس کو شداد نے بنایا تھا" [2]

مولانا مودودی لکھتے ہیں بائیبل اور تلمود کی روایات کے مطابق سکم کے شمال میں دُوتن (موجودہ دتان) کے قریب یہ کنواں واقع تھا۔ [3] لیکن عبداللہ شاہ کا بیان ہے کہ یہ کنواں کنعان سے چار کوس دور تھا۔ [4]

احمد گجراتی کہتا ہے کہ جب حضرت یوسف کنوئیں میں انتہائی سراسیمگی کے عالم میں بیٹھے ہوئے تھے تو جبرئیل چاہ میں اترے اور انھوں نے یوسف کو دلاسہ دیا۔ حضرت یعقوب نے رخصت کے وقت یوسف کے بازو پر جس "پیرہن بوقلموں" کو تعویذ کی طرح

---

[1] عمار علی۔ عمدۃ البیان۔ صفحہ ۸۹

[2] عمار علی۔ عمدۃ البیان۔ صفحہ ۹۲

[3] ابوالاعلیٰ مودودی۔ تفہیم القرآن۔ جلد دوم۔ صفحہ ۳۸۱

[4] عبداللہ شاہ۔ یوسف نامہ۔ صفحہ ۵۴

باندھ دیا تھا اور جس نے ابراہیم کو نارِ نمرود سے نجات دلائی تھی اُسے جبرئیل نے یوسف کو پہنا دیا کیونکہ بھائیوں نے ان کا پیرہن اتار لیا تھا۔ جبرئیل نے انھیں بشارت دی کہ ان کا مستقبل درخشاں ہے۔ کنوئیں میں یوسف نے تین دن گذارے اور جبرئیل کی صحبت میں انھیں تنہائی کا مطلق احساس نہیں ہوا۔ ابن کثیر نے محمد بن اسحاق کے حوالے سے لکھا ہے کہ فرزندانِ یعقوب یوسف کو چاہ میں گرانے کے بعد ان کا انجام دیکھنے کنوئیں کے قریب ہی ادھر اُدھر پھر رہے تھے [۱]

احمد گجراتی کہتے ہیں کہ چوتھے دن مدینے کے "بڑے سوداگروں" کا قافلہ جب اس کنوئیں کے قریب سے گذرا تو ایک شخص نے پانی لینے کی غرض سے پانی میں اپنا ڈول ڈال دیا۔ جبرئیل نے حضرت یوسف کو ہدایت کی کہ وہ اس میں بیٹھ جائیں "قصص القرآن" میں محمد حفظ الرحمٰن لکھتے ہیں :-

"بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یوسف کو خود برادران یوسف نے ہی کنوئیں سے نکال کر اسماعیلیوں کے قافلے میں فروخت کر دیا تھا . . . .

. . . مگر مفسرین کے اس قول کی نہ تورات مدافعت کرتی ہے اور نہ قرآنِ عزیز بلکہ دونوں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ قافلہ والوں نے ہی یوسف کو کنوئیں سے نکالا اور اپنا غلام بنا لیا۔" [۲]

مولانا مودودی کا خیال ہے کہ جس قافلے نے یوسف کو کنوئیں سے نکالا وہ جلعاد (شرق اردن)

---

[۱] محمد بن ابراہیم (مترجم) بارہواں پارہ ۔ صفحہ ۳۸

[۲] حفظ الرحمٰن ۔ قصص القرآن ۔ صفحہ ۲۶۵

سے آرہا تھا اور مصر کی طرف عازم سفر تھا۔[۱]

"تفسیر حقانی" میں بھی اس قافلے کو اسماعیلیوں کا قافلہ بتایا گیا ہے اور یہ لکھا گیا ہے کہ یہ لوگ گرم مصالح، عنبر اور روغن بلسان اونٹوں پر مصر لے جایا کرتے تھے۔[۲] عبداللہ یوسف علی نے اس قافلے کو "نامعلوم لوگوں کا قافلہ" کہا ہے اور لکھتے ہیں کہ یہ لوگ مدائن سے مصر کی جانب سفر کر رہے تھے۔[۳] عبدالدائم جلالی کا خیال ہے کہ یہ قافلہ جلعاد سے ہمیشہ بغرض تجارت مصر جایا کرتا تھا۔[۴] احمد گجراتی کہتے ہیں کہ ایک قافلہ والے نے جب ڈول اوپر کھینچا تو یوسف کو اس ڈول میں بیٹھا ہوا دیکھ کر اسے انتہائی تعجب ہوا۔ بعض مفسرین نے اس شخص کو قافلے والوں کا سقہ اور بعض نے اُسے ایک سوداگر بتایا ہے۔ ...ر علی نے قمی کی تفسیر کے حوالے سے لکھا ہے کہ مدائن کا ایک قافلہ راستہ بھول کر ... کنوئیں کے قریب آنکلا تھا اور اس قافلے کا ایک شخص جس کا نام مالک بن زعر خزاعی ... کنوئیں پر پانی بھرنے گیا تھا۔[۵] احمد گجراتی نے بھی اس شخص کا نام مالک بتایا ہے اور ...ے ہیں ع

ہوا یوسف کے تیئں دے دام مالک سو تھا اس تیئں جگت میں نام مالک

...عر نے بتایا ہے کہ جب پانی بھرنے والے شخص نے یوسف کو ڈول میں بیٹھا ہوا دیکھا تو ...ئی متعجب ہوا ع

---

[۱] ابوالاعلیٰ مودودی۔ تفہیم القرآن۔ جلد دوم۔ صفحہ ۳۸۱
[۲] عبدالحق حقانی۔ تفسیر حقانی۔ صفحہ ۲۸۔
[۳] عبداللہ یوسف علی۔ دی ہولی قرآن۔ صفحہ ۵۵۴
[۴] عبدالدائم جلالی۔ بیان السبحان۔ صفحہ ۱۱۴۱
[۵] عمار علی۔ عمدۃ البیان۔ صفحہ ۵۷

جو کاڑیا ڈول اس بائیں منے تھے لگے دیدے پھرن اس دیکھنے تھے
دیکھت مکھ یا "بشریٰ" کہہ اٹھیا۔ خوشی سوں دھن پران امول لوٹیا

"بشریٰ" کا ترجمہ بعض تفسیروں میں "خوشخبری" کیا گیا ہے۔ ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں" وہ پکار اٹھا کیا خوشی کی بات ہے"۔ لیکن عمار علی رقم طراز ہیں "بشریٰ کو اہل کوفہ نے الف سے پڑھا ہے بغیر یا کے اور حمزہ ۔ ۔ ۔ ۔ بعض کہتے ہیں کہ رئیس قافلے کا تھا۔ اور اس کے دو غلام تھے بشیر اور بشریٰ "[1] ابن کثیر لکھتے ہیں "بشریٰ" سقے کو بھیجنے والے کا نام بھی تھا اس نے اس کا نام لے کر پکار کر خبر کی کہ میرے ڈول میں تو ایک بچہ آیا ہے لیکن سدی کا یہ قول غریب ہے"۔[2] احمد گجراتی لکھتے ہیں کہ برادران یوسف نے جب دیکھا کہ یوسف کو چاہ سے نکالا گیا ہے تو وہ قافلہ والوں کے پاس پہنچے اور ان سے کہا یہ ہمارا غلام ہے اور انتہائی سست اور کاہل لڑکا ہے۔ ہمیشہ محنت سے گریز کرتا ہے اسی لیے بھاگ کر کنوئیں میں چھپ گیا ہے۔ اس کی اصلاح ممکن نہیں ہم اسے فروخت کر دینا چاہتے ہیں۔ تم چاہو تو کم داموں میں اسے خرید لو مالک نے جب برادران یوسف کی بات سنی تو اسے یہ سودا بہت نفع بخش معلوم ہوا اور اس نے چند درہموں کے عوض یوسف کو خرید لیا۔ مقبول احمد نے ترجمہ قرآن میں تحریر کیا ہے کہ یوسف علیہ السلام کو بیس (۲۰) درہم میں فروخت کیا گیا تھا۔[3] علامہ عبداللہ یوسف علی لکھتے ہیں کہ درہم یونانی لفظ "ڈراجما" سے ماخوذ ہے جو ایک چھوٹا سا چاندی کا سکہ ہوتا تھا۔ اس کی قیمت چار آنے

---

[1] عمار علی۔ عمدۃ البیان۔ صفحہ ۹۷

[2] محمد بن ابراہیم (مترجم) بارہواں پارہ۔ صفحہ ۳۸ [3] مقبول احمد۔ ترجمہ قرآن۔ بارھواں پارہ صفحہ ۲۷۸

سے آٹھ آنے کے درمیان ہوتی تھی۔[1] بقول شاہ عبدالقادر ابنائے یعقوب نے یوسف کو سترہ یا بائیس (۲۰) (۱۷) درہم میں فروخت کر ڈالا تھا ہر بھائی کے حصے میں دو دو درہم آئے تھے اور یہودا نے رقم لینے سے انکار کیا تھا۔[2] مالک بہت خوش تھا۔ اُسے امید تھی کہ مصر میں (جو بردہ فروشی کا مرکز تھا) اس خوب صورت لڑکے کے اچھے دام وصول ہوں گے۔ وہ تیزی سے منزلیں طے کرتا ہوا مصر پہنچا۔ حضرت یوسف کے حسن کا شہرہ ان سے پہلے مصر پہنچ چکا تھا۔ بادشاہ نے عزیزِ مصر کو حکم دیا کہ وہ خود جا کر یوسف کو دیکھے اور اُسے بادشاہ کے حضور میں پیش کرے۔ اس بادشاہ مصر کے بارے میں مولانا فرمان علی لکھتے ہیں کہ مصر کے دوسرے بادشاہوں کی طرح اس کا لقب بھی فرعون تھا اور اصلی نام ریان تھا اسی کا پوتا ولید بن مصعب بن ریان حضرت موسیٰ کے زمانے میں مصر کا بادشاہ یا فرعون تھا۔[3] واجد علی شاہ اختر ریاض القلوب میں جو محمد باقر مجلسی کی کتاب "حیات القلوب" جلد اول کا ترجمہ ہے، لکھا ہے "اور یوسف سے موسیٰ علیہ السلام تک دس نفر پیغمبر ہوئے ہیں"۔[4] جب عزیزِ مصر نے مالک سے ملاقات کی تو اس نے تین چار دن کی مہلت مانگی تاکہ تھکن دور کر کے بادشاہ کے دربار میں حاضر ہو سکے۔ چوتھے دن حسب وعدہ مالک نے یوسف کو دریائے نیل میں غسل کروایا اور پہننے کے لئے عمدہ لباس مہیا کیا۔ زلیخا مصر میں

---

[1] عبداللہ یوسف علی۔ دی ہولی قرآن صفحہ ۵۵۵۔
[2] شاہ عبدالقادر۔ موضح القرآن۔ صفحہ ۸۶
[3] سید فرمان علی۔ ترجمہ قرآن صفحہ ۳۸۳
[4] واجد علی شاہ اختر۔ مخطوطہ ریاض القلوب ترجمہ حیات القلوب جلد اول از محمد باقر مجلسی ورق ۱۹۔ مخطوطہ نمبر داخلہ نمبر ۶۶۵ کتب خانہ سالار جنگ حیدرآباد۔

یوسف کی آمد سے بے خبر تھی۔ فراق کی ستائی ہوئی زلیخا جنگل میں اپنا غم غلط کرنے ادھر اُدھر گھوم رہی تھی۔ جب یہاں بھی دل نہ لگا تو وہ ہودج میں سوار ہوئی اور اونٹ کا رخ گھر کی جانب موڑ دیا۔ جب زلیخا شہر میں داخل ہوئی اور بادشاہ کے "چھجے" کے سامنے سے گذری تو اس نے دیکھا کہ یہاں ایک ہنگامہ برپا ہے۔ پردہ ہٹا کر جھانکا تو یوسف کے چہرے پر نظر پڑی اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ جب دائی نے یہ حالت دیکھی تو اس وارفتگی کا سبب دریافت کیا۔ زلیخا نے جواب دیا ؎

سپن میں میں جو دیکھی سو یہی ہے ۔۔۔ سمت ہت کر جو لیکھی سو یہی ہے
دھروں تن تاپ من سنتاپ اسی تھے ۔۔۔ غریبی لی ستی مایاپ اسی تھے
اسی تھے جیوتی مرتی رہی ہوں ۔۔۔ اسی کی آس سے یہ دکھ سہی ہوں

مصر کے تمام باشندے یوسف کی صورت پر فریفتہ ہو گئے اور ہر ایک کی دلی تمنا تھی کہ یوسف ان کے ہاتھ لگے۔ کہتے ہیں کہ مصر میں ایک بڑھیا رہتی تھی۔ وہ بھی یوسف کو حاصل کرنے کی خواہش مند تھی احمد گجراتی کہتے ہیں۔

نہ سکی تھا نب اپنے دل کی کلکوت ۔۔۔ سو لے کر آئی واں کتیک پینچے سوت
....
نہ اس کی مول پورت کچھ دھروں ہیں ۔۔۔ دلے کلکوت اپنے تئیں کروں ہیں
کہ ہوئے اسکے خریداروں میں ناوں ۔۔۔ یہی بس منج جیو سنیت اسوں پاؤں

احمد گجراتی نے بازار مصر میں یوسف کے فروخت ہونے کے واقعے کو بڑے ڈرامائی انداز میں پیش کیا ہے۔ یوسف کے خریداروں میں ایک شخص نے قیمتی مشک دوسرے نے اشرفیوں اور تیسرے نے یوسف کے وزن کے برابر "رتن مانیک" کا پیش کش کیا۔ زلیخا نے عزیز مصر سے کہا کہ میرے جہیز میں جو خزانے اور زر و جواہر آئے ہیں ان سب کو دے کر یوسف کو خریدے۔ لیکن خود بادشاہ یوسف کو حاصل کرنے کا آرزومند تھا۔ زلیخا کے سمجھانے پر عزیز مصر نے بادشاہ سے عرض کی کہ وہ لاولد ہے اور یوسف کو اپنا بیٹا بنا کر اپنے محل کو

رونق بخشنا چاہتا ہے۔ بادشاہ نے عزیز مصر کی درخواست قبول کی اور یوسف بڑی عزت وتوقیر کے ساتھ عزیز کے محل میں قدم رنجا ہوئے اور زلیخا کو گویا دولت کونین مل گئی۔ زلیخا نے یوسف کے لیے کئی قیمتی پوشاکیں، زیورات اور آرام و آسائش کے تمام سامان مہیا کردیئے۔ وہ دن رات یوسف کی خدمت اور دلجوئی میں لگی رہتی۔ زلیخا کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا لیکن رفتہ رفتہ اس کی امید مایوسی میں تبدیل ہونے لگی۔ یوسف کبھی اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھتے بھی نہ تھے ؏

زلیخا درشت اس مکھ پہ دھن ہار ۔۔۔ دلے یوسف سو جھک اپنے دکھین ہار
دردن قلتے کیرے وہ مکھ نہ دیکھے ۔۔۔ نین قلتے سو دھن کے جھک نہ دیکھے

پہلے تو زلیخا نے یوسف کے اس رویئے کو ادائے محبوبیت پر محمول کیا لیکن آہستہ آہستہ اسے احساس ہونے لگا کہ یوسف کو اپنی طرف مائل کرنا آسان نہیں ہے۔ اس صدمے نے زلیخا کی حالت تباہ کردی۔ اس نے کھانا پینا، ہنسنا بولنا چھوڑ دیا اور سارے سنگار ترک کر دیئے۔ دائی نے جب اس کا یہ حال دیکھا تو فکر و تردد کی وجہ دریافت کی زلیخا نے جواب دیا یوسف "میری چھاؤں" سے بھی بیزار ہے۔ میں اس کو جتنا رجھانے کی کوشش کرتی ہوں وہ مجھ سے اتنا ہی گریزاں ہے تو یوسف کو جا کر میرے حالِ زار کی خبر سنا اور اس سے رحم کی درخواست کر۔ دائی نے یوسف کو زلیخا کا پیغام سنایا تو انھوں نے جواب دیا۔ ؏

زلیخا دام دے لی سویندا ہوں ۔۔۔ بہوت اس کے کرم کا شرمندا ہوں
میرا تن من پران اس کا سیت ہے ۔۔۔ سیت دھاتوں سنے اس کا پرت ہے
دلے جب جلائے پیارا جیو میرا ۔۔۔ نہ ان بھاتا کردن کرتار کیرا
عزیز آپیں ہیجے بینکڑا کر آکھیا ۔۔۔ بیٹا کر آپنے گھر ماں راکھیا
نظر اس کے نمک پر کیوں نہ راکھوں ۔۔۔ اسی کی شرم لیوں کیوں نہ دھاکوں

یوسف نے دائی کو سمجھایا اور کہا کہ میں پیغمبروں کی نسل سے ہوں۔ میں یعقوب بن اسحاق بن

ابراہیم ہوں، لہذا ان کی روش چھوڑ کر معصیت سے اپنا رشتہ نہیں جوڑ سکتا" اندر ان کی بیل میں" انگور نہیں لگتے" اور دھتورے کا پودا" پھنّس" پیدا نہیں کر سکتا۔ میرے سینے میں" جبرئیل" کا" علم" اور" عزرائیل" کی" حکمت" پوشیدہ ہے اور ؏

نہیں لائق زلیخا کوں بھی یہ بات جو یوں چوری کرے اپنے دھنی سات

اُسے کہہ جے رہے اس فکر سے دور رکھے اس بات تھے منج کوں بھی معذور

علامہ محمد باقر مجلسی نے" حیات القلوب" جلد اول میں حضرت یوسف کے متعلق لکھا ہے کہ آدمؑ نوح، صالح، شعیب ابراہیم، اسحاق اور یعقوب سے حضرت یوسف تک نبوت کا سلسلہ پہنچا ہے[۱]

جب دائی نے یوسف کا یہ جواب زلیخا کو سنایا تو اس کا" کلیجہ"" غم" سے" پھٹ" گیا اور وہ خود بے قرار ہو کر یوسف کے پاس پہنچی اور اپنی روداد محبت سنائی۔ یوسف زار و قطار رونے لگے اور کہا کہ افسوس کسی کی محبت مجھے راس نہیں آتی۔ میری پھوپھی مجھے جان سے زیادہ عزیز رکھتی تھی۔ لیکن اس نے چوری کا الزام لگا کر مجھے رسوا کیا پھر میرے باپ یعقوب نے مجھے چاہا تو میرے بھائی میرے دشمن بن گئے۔ اب نہ جانے تیری محبت مجھے کس مصیبت میں مبتلا کرے۔

زلیخا نے یوسف کا دل بہلانے کے لیے ایک پُر فضا باغ کی تیاری کا حکم دیا اس میں خوب صورت" داسیوں" کو یوسف کی خدمت کے لیے متعین کیا اور انھیں تاکید کی ؏

بہو شوخی سوں شوخی سیکلا دے بہو چھند بند کر اس کو دکھلا د

۱؎ واجد علی شاہ اختر مخطوطہ ریاض القلوب ترجمۂ حیات القلوب جلد اول از محمد باقر مجلسی ورق ۸ اب مخطوطہ نمبر ا۔ داخلہ نمبر ۶۶۵ کتب خانہ سالار جنگ ۔ حیدر آباد۔

دلے جس پر جیا اس رغبت کرے گا　　　جسوں مل سُونے نس جیت دھرے گا
تو اول وہ خبر منج پاس لیاؤ　　　ترت وہ بات آ ر منج کوں سناؤ

زلیخا کی حسین و جمیل کنیزیں یوسف کی توجہ اپنی طرف منعطف کرنے سے قاصر رہیں۔ یوسف نے "داسیوں" کو وحدانیت اور حقانیت کا درس دیا اور انھیں بت پرستی سے منع کیا۔ خدا کی عظمت و جبروت کے راز سمجھائے اور گناہ سے دور رہنے کی تلقین کی۔ جب زلیخا کی یہ تدبیر بھی کارگر نہ ہو سکی تو اس نے پھر دائی سے صلاح کی کہ یوسف کو کس طرح رام کروں۔ دائی نے بڑے غور و فکر کے بعد جواب دیا "میں یہ کام کر سکتی ہوں مگر اس کے لیے تجھے اپنے خزانے خالی کرنے پڑیں گے۔ میں ایک ایسی عمارت تعمیر کرواؤں گی جو اپنے محلِ وقوع اور خوب صورتی میں بے مثل ہو گی۔ دلکش باغات سے گھری ہوئی اس عمارت کے در و دیوار، فرش اور چھتوں پر ہر جگہ یوسف و زلیخا کی عریاں تصویریں کھینچی جائیں گی اور اور اس میں یوسف کی رہائش کا انتظام ہو گا اس تدبیر سے یوسف کے دل میں محبت کا تلاطم اور اس کے جذبات میں ہیجان پیدا کرنا ممکن ہو گا۔ جب یہ خوب صورت اور عالی شان عمارت تیار ہو گئی" جس میں "سات گھر" اور سات دروازے" تھے تو زلیخا نے ایک دن یوسف کو یہاں بلوایا اور یکے بعد دیگرے تمام گھروں سے گزرتی ہوئی اور ہر گھر کے دروازے کو مقفل کرتی ہوئی ساتویں گھر میں پہنچی۔ زلیخا کی نفس پرستی اور جسارت کا جو نقشہ یہاں احمد گجراتی نے کھینچا ہے وہ وہی ہے جو قرآن میں بیان کیا گیا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ جب زلیخا نے یوسف کو مادی آسائشوں کی ترغیب دی تو انھوں نے کہا ع

قیامت میں خدا کے قہر سوں اُٹھ　　　یکیلا ہوں پڑیاں تھے آپنے تھ
عزیز مصر سوں کیوں بے وفا ہوں　　　خدا کے قہر تھے کیوں نہ بیہا ہوں

زلیخا نے جواب دیا میں عزیز مصر کی شراب میں زہر ملا کر اُسے اپنے راستے سے ہٹا دوں گی۔ میرے پاس مال و دولت کی کمی نہیں میں غربا اور مساکین میں زر و جواہرات تقسیم کر کے

بڑی آسانی سے اس گناہ کا کفارہ ادا کر دوں گی۔ یوسف نے جواب دیا "میری خاطر کسی کو اپنی زندگی سے کیوں ہاتھ دھونا پڑے۔ میرا خدا دلوں کا حال جانتا ہے اور اس کے قہر سے دنیا کی کوئی طاقت نجات نہیں دلا سکتی۔"

عمار علی "مصابیح القلوب" میں ابن عباس کی روایت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس واقعے کے بارے میں لکھتے ہیں:-

"زلیخا نے ایک مکان شیشے کا بنوایا تھا اور صورت اپنی اور یوسف کی اس میں منقش کروائی تھی اس طرح سے کہ دونوں آپس میں بغلگیر ہو رہے تھے۔ یوسف کو زلیخا نے حکم دیا کہ اس گھر میں جا کہ کبھی ایسا مکان نہیں دیکھا ہوگا۔ یوسف بموجب اس کے کہنے کے اندر گئے اور پیچھے سے زلیخا پہنچی اور دروازے اس کے بند کر دیئے کہ اس کے بھی سات دروازے تھے ...... زلیخا نے کہا میرے پاس مال بہت ہے کفارہ دیدوں گی تاکہ اس گناہ سے پاک ہو جائیں اور اگر تجھ کو عزیز کا خوف ہے تو میں اس کو زہر دے کر ہلاک کرتی ہوں۔[1]

احمد گجراتی نے یہاں حضرت یوسف کا یہ بیان پیش کیا ہے ع

خدا معصوم کر پیدا کیتا منج
خطا کیوں آئے عصمت ہے عطا منج

سورہ یوسف کی تفسیر میں اس موقع پر عمار علی نے امام رضا علیہ السلام کا قول نقل کیا ہے کہ "فرمایا ہے کہ یوسف معصوم تھا اور معصوم قصد گناہ کا نہیں کرتا

---

[1] عمار علی۔ عمدۃ البیان۔ بارہواں پارہ۔ صفحہ ۱۰۲

اور نہ مرتکب گناہ کا ہوتا ہے۔[1]

ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں "مہذب مصر میں بالعموم اور اس کے اونچے طبقے میں بالخصوص صنفی آزادی قریب قریب اسی پیمانے پر تھی جس پر ہم اپنے زمانے میں اہل مغرب اور مغرب زدہ طبقے کو فائز پا رہے ہیں"۔[2]

احمد گجراتی لکھتے ہیں کہ یوسف کو جب زلیخا نے اپنے دام ہوس میں گرفتار کرنا چاہا تو ان کی نظر ایک خوب صورت پردے پر پڑی انھوں نے سوال کیا کہ اس پردے کے پیچھے کون ہے۔ زلیخا نے جواب دیا "اس کے پیچھے وہ سونے کا بت ہے جس میں قیمتی جواہرات جڑے ہوئے ہیں۔ میں اس کو اپنا خدا مانتی ہوں اور اس وقت میں نے اس لیے اس پر پردہ ڈال دیا ہے کہ وہ میری اس نازیبا حرکت کو نہ دیکھ سکے۔ یوسف نے برجستہ جواب دیا ع

سو یوسف کہہ اٹھے ترت یہ سنے جوں ۔۔۔ کہ جب بز جیو تھے توں لاجتی یوں
جو وہ نا سونتا نا دیکھتا ہے ۔۔۔ نہ خوبی نہ برائی لیکھتا ہے
سو میرا تو خدا سب پر سکن ہار ۔۔۔ سدا اک درشٹ سوں سب جگ دیکھن ہار
سو میں ایسے دھنی سے کیوں نہ ڈھاکوں ۔۔۔ شرم ان دیکھنے پر کیوں نہ راکھوں

شاہ عبدالقادر کے "موضح القرآن" سے احمد گجراتی کے اس بیان کی تصدیق ہوتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"حضرت یوسف نے دیکھا کہ اب بڑی خرابی ہوئی اور کہا جلدی نہ کر جو تو کہے گی سو کروں گا۔ سامنے ایک پردہ لٹکتا تھا حضرت یوسف نے پوچھا کہ اے زلیخا اس پردے کے پیچھے کیا ہے۔ اس نے کہا کہ ایک

---

[1] عمار علی۔ عمدۃ البیان۔ بارہواں پارہ صفحہ ۱۰۳۔
[2] ابوالاعلیٰ مودودی۔ تفہیم القرآن۔ جلد دوم صفحہ ۳۹۴

صورت ہے کہ جس کی میں پوجا کرتی ہوں اس وقت شرم سے اس کے آگے پردہ ڈالا ہے۔[1] شاعر کہتا ہے کہ یوسف نے اپنے آپ کو زلیخا کی گرفت سے اس طرح آزاد کیا جیسے ہرن پھندا توڑ کر نکل بھاگتا ہے۔ وہ جس دروازے کو انگلی دکھاتے کھل جاتا تھا۔ زلیخا دوڑتی ہوئی برابر پیچھے آ رہی تھی اور ع

جو بات اس پرستی راکھن پکڑ کر　　پچھیں تھے پیرہن پھاٹا سنپڑ کر

جب یوسف زلیخا سے دامن چھڑا کے محل سے باہر نکلے تو عزیزِ مصر سے مڈبھیڑ ہو گئی زلیخا نے جب معاملہ بگڑتے دیکھا تو اپنے شوہر سے کہنے لگی کہ یوسف نے ہتک حرمت کی کوشش کی ہے اس کو سخت سزا ملنی چاہیئے۔ عزیزِ مصر یہ سن کر "غصّے" سے کانپنے" لگا اور کہا "میں نے تجھے اپنے فرزند کی طرح پالا تھا۔ مجھے تجھ سے ایسی بے وفائی کی امید نہ تھی۔ یوسف نے عزیزِ مصر کو سارا قصہ کہہ سنایا اور زلیخا اپنی پاک بازی جتانے کے لیے قسمیں کھانے لگی کہ یہ من گھڑت قصہ ہے۔ بالآخر عزیزِ مصر نے "بندی خانے" کے "شحنے" کو بلا بھیجا کہ وہ یوسف کو گرفتار کر کے زنداں میں بند کر دے۔ یوسف نے اپنے "گھٹ گھٹ بجھن ہارے گسائیں" سے دعا کی کہ اے خدا تو میری بے گناہی ثابت کر دے۔ زلیخا کی ایک سہیلی جو اس کی رشتہ دار اور ہم نشین تھی ہمیشہ اس کے ساتھ رہا کرتی تھی۔ اس وقت بھی وہ وہاں موجود تھی اور اس کی گود میں اس کا شیر خوار بچہ تھا جس کی عمر تین مہینے سے زیادہ نہ تھی۔ اس نے خدا کے حکم سے عزیزِ مصر کو آواز دی میں گواہی دیتا ہوں کہ یوسف بے گناہ ہے اور ع

دے تج کوں کہوں گا یک نشانی　　جو توں اس تھے سمجھے ہوئی کہانی
نظر کر دیکھ اس کے پیرہن پر　　کہ پھاٹا کس طرف تھے اس کے تن پر
اگر آگے تھے پھاٹا ہوئے پیرہن　　اچھے بے شک زلیخا پاک دامن
جو پھاٹا ہوئے پچھیں تھے پیرہن اس کا　　اچھے اس تھے پوتّر دامن اس کا ....

عزیزِ مصر نے جب پیرہن یوسف پر نظر ڈالی تو اس پر حقیقت منکشف ہو گئی کہ اقدام یوسف کی جانب سے نہیں تھا۔ احمد گجراتی نے یہاں زلیخا کی رشتہ دار عورت کے شیر خوار بچے کو

---

[1] شاہ عبدالقادر۔ موضح القرآن۔ صفحہ ۸۹

یوسف کا گواہ بتلایا ہے لیکن تفاسیر میں یوسف کے گواہ کی حیثیت سے مختلف اشخاص کو پیش کیا جاتا ہے۔ ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں کہ قرآن نے گواہ کی تصریح نہیں کی ہے۔ حضرت یوسف کی راست گوئی اور زہد و تقویٰ نے گھر کے تمام افراد کو ان کا معتقد بنا دیا تھا" حتیٰ کہ خود عورت کے ایک رشتہ دار نے اپنی رشتہ داری کا لحاظ نہیں کیا، یوسف کی حمایت میں سچائی ظاہر کر دی"[1] عبدالماجد دریا بادی لکھتے ہیں کہ بہت سے ائمہ تفسیر نے اس گواہ کو زلیخا کا چچا زاد بھائی اور "حکیم وقت" بتلایا ہے اور لکھتے ہیں کہ اس شخص کو تقرب سلطانی حاصل تھا[2]۔ ابن کثیر نے ابن عباس سے روایت نقل کی ہے کہ یوسف کی عصمت و نزاہت کی گواہی فرعون کی لڑکی کی مشاطہ کے لڑکے نے دی تھی[3]۔ اور عمار علی کا خیال ہے کہ گواہ زلیخا کے چچا یا اس کی خالہ کا بیٹا تھا[4]۔ فرمان علی نے گواہ کو زلیخا کا ماموں یا خالہ زاد بھائی بتایا ہے اور اس کی عمر چار ماہ بتاتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ یہ بچہ اس وقت اپنے گہوارے میں تھا اور اس کا نام خلیخا رکھا گیا تھا اور یہ کہ حضرت یوسف نے مصر کی عنان حکومت ہاتھ میں لینے کے بعد اس کو اپنا وزیر مقرر کیا تھا[5]۔ مولانا مودودی نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ شیر خوار بچے کی شہادت کا قصہ دراصل یہودی روایات سے آیا ہے وہ رقمطراز ہیں: "اس معاملے میں خواہ مخواہ معجزے سے مدد لینے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوتی"[6]

---

[1] ابوالکلام آزاد۔ ترجمان القرآن۔ جلد دوم۔ صفحہ ۲۲۶۔

[2] عبدالماجد دریا بادی۔ تفسیر ماجدی جلد سوم۔ صفحہ ۴۹۰

[3] محمد ابراہیم (مترجم) بارہواں پارہ۔ صفحہ ۴۲۔

[4] عمار علی۔ عمدۃ البیان۔ صفحہ ۱۰۵

[5] فرمان علی۔ ترجمہ قرآن بارہواں پارہ۔ صفحہ ۳۷۹

[6] ابوالاعلیٰ مودودی۔ تفہیم القرآن۔ جلد دوم۔ صفحہ ۳۹۴

انھوں نے گواہی دینے والے شخص کے بارے میں یہ بتایا ہے کہ وہ زلیخا کے بھائی بندوں میں سے تھا۔ "یہ شخص ایک معاملہ فہم اور جہاندیدہ آدمی تھا۔ جو صورت معاملہ سامنے تھی اس کی تہہ کو پہنچ گیا بعید نہیں کہ کوئی جج یا مجسٹریٹ ہو۔"[۱] مختصر یہ کہ تفاسیر میں اس گواہ کے متعلق بیانات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ عرفی اسے طفل شیرخوار کہتے ہیں عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ وہ کوئی معمر "داڑھی والا شخص تھا"۔ سدی اور ابن اسحاق بھی اس سے متفق ہیں۔ لیکن ابن اسلم اور سدی نے گواہ کو امراۃ العزیز کا چچا زاد بھائی بتاتا ہے[۲] احمد گجراتی کہتے ہیں کہ جب زنانِ مصر نے یہ واقعہ سُنا تو وہ زلیخا کو طعنہ دینے لگیں کہ تو ایک عبرانی غلام کے عشق میں مبتلا ہے۔ زلیخا انھیں یہ دکھا دینا چاہتی تھی کہ یوسف کا حُسن کتنا ہوش ربا اور مسحور کن ہے۔ اس نے ایک شاندار ضیافت کا اہتمام کر کے مصر کی معزز خواتین کو مدعو کیا۔ عمار علی تحریر کرتے ہیں کہ زلیخا نے مصر کے طبقہ امراء کی چالیس معتبر خواتین کو مدعو کیا تھا[۳] زنانِ مصر کی اس دعوت کے بارے میں سرسید اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جب "عزیز مصر کی عورت" نے خواتین مصر کی چہ میگوئیوں کے بارے میں سُنا تو یہ ثابت کرنے کے لیے کہ اگر وہ یوسف جیسے حسین شخص کے عشق میں گرفتار ہے تو اس کو موردِ الزام ٹھیرانا غلط ہے کیونکہ یوسف کا حسن ایسا سحر انگیز ہے کہ اس سے غیر متاثر رہنا ممکن نہیں، انھیں مدعو کیا تھا اور جمالِ یوسف کی ایک جھلک دکھائی تھی۔[۴] احمد گجراتی لکھتے ہیں کہ اس دعوت میں زلیخا نے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک "ترنج" اور سونے کی چھری"

۱۔ ابوالاعلیٰ مودودی۔ تفہیم القرآن۔ جلد دوم صفحہ ۴۹۵

۲۔ سلیمان سلمان۔ الجمال والکمال صفحہ ۹۶

۳۔ عمار علی۔ عمدۃ البیان۔ بارہواں پارہ۔ صفحہ ۱۰۶

۴۔ سرسید احمد خان۔ تفسیر القرآن۔ جلد پنجم۔ صفحہ ۹۷

دے دی اور دائی کو بھیج کر یوسف کو بلوایا۔ جب مصر کی عورتوں نے حضرت یوسف کو دیکھا تو ہیبت و جلال اور رعبِ حسن سے ہوش و حواس کھو بیٹھیں ؏

جو بے ہوش ہو ترنج کاٹن کیا سب
سو ہات اپنے نسنگ کاٹن لگیاں سب

بعض عورتوں نے اپنی انگلیاں قلم کرلیں، بعض کی ہتیلیوں میں جا قو اتر گیا اور بعض بے ہوش ہو کر گر پڑیں۔ ابن کثیر نے زید بن اسلم کے حوالے سے لکھا ہے کہ با قاعدہ ضیافت تو پہلے ہو چکی تھی اب صرف میوے سے تواضع ہو رہی تھی۔ سرسید لکھتے ہیں کہ ان عورتوں نے حضرت یوسف کو مبتلائے مصیبت کرنے کے لیے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے:

"ان عورتوں نے صرف حضرت یوسف کو جرم میں پھنسانے کے لیے خود دانستہ اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور اسی جرم کے اہتمام میں ان کو قید خانہ میں بھیجا۔"[1]

شاعر کہتا ہے کہ زلیخا نے مصر کی بیبیوں سے کہا کہ جمال یوسف کی ایک جھلک نے جب تم کو ایسا بے خود کر دیا ہے تو میرے دل کی حالت کا اندازہ کر سکتی ہو جسکے پیش نظر ہر وقت حسن یوسف رہتا ہے۔ تم لوگ میری ہمدرد اور غم گسار ہو یوسف کو سمجھاؤ کہ وہ مجھ سے بے اعتنائی نہ کرے۔ زنانِ مصر نے یوسف کو بہت سمجھایا لیکن ان کی طہارتِ فکر کو متاثر نہ کرسکیں۔ حضرت یوسف نے خدائے پاک سے دعا کی کہ تو مجھے ان شیطانی ترغیبات سے بچا ؏

جے کچھ منج تھے انوں کا منگتا ہے
بندی خانہ مجھے اس تھے بھلا ہے

یہاں احمد گجراتی نے رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْہِ کا ترجمہ پیش کیا ہے۔

مصر کی عورتوں نے زلیخا سے کہا کہ یوسف جتنا "روپ دنتا" ہے اتنا ہی "سرکش" بھی ہے ہم اُسے رضامند کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکی ہیں۔ زلیخا نے عزیز کو سمجھایا کہ یوسف

---

[1] سرسید احمد خاں۔ تفسیر القرآن۔ جلد پنجم۔ صفحہ ۹۷۔

کی وجہ سے میری رسوائی ہو رہی ہے۔ اس صورت میں یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کو قید کر دیا جائے۔ عبداللہ شاہ لکھتے ہیں کہ مصر میں تین قسم کے قید خانے تھے[۱]۔ "سجن القتل" جو چالیس گز گہرا تھا اور تہہ تک پہنچتے پہنچتے قیدی مر جاتا تھا۔ ۲۔ سجن العذاب: اس میں سانپ بچھو اور تاریکی کی اذیت تھی اور ۳۔ سجن العافیہ۔ زمین کے اوپر تھا اور عزیز کے محل کے قریب واقع تھا۔ جب کسی پر بادشاہ کا معمولی عتاب نازل ہوتا تو اس کو یہاں بند کر دیا جاتا تھا۔ یوسف اسی میں قید کیے گئے تھے۔[۲]

جب یوسف "بندی خانے" میں پہنچے تو زلیخا نے زندان کے داروغا سے کہا کہ یوسف کو، دوسرے قیدیوں کی طرح پا بہ زنجیر نہ کرنا اور طوق و بیڑی کی تکلیف نہ دینا۔ اس کے لیے "ریشمی کسوت" اور "حریری سیج" کا انتظام کیا جائے۔ جب یوسف اس گوشۂ عافیت میں پہنچے تو خدا کا شکر ادا کیا کہ اس نے سازش کرنے والوں کے مکر سے انھیں محفوظ رکھا اور وہ حسب عادت عبادت میں مشغول ہو گئے۔ یوسف کے قید ہونے کے بعد زلیخا غم و اندوہ سے بے تاب ہو گئی۔ وہ اپنی ناشائستہ حرکت پر پشیمان بھی تھی اور یوسف کی جدائی سے دل شکستہ بھی۔ یوسف محل میں موجود نہ تھے۔ لیکن ان کا تاج، کمر بند، قبا اور کفش رکھے ہوئے تھے۔ وہ انھیں دیکھ دیکھ کر آنسو بہاتی۔ ایک رات اس نے دائی کو بلایا اور کہا یوسف کے فراق نے مجھے دیوانہ کر دیا ہے۔ ہم تاریکیٔ شب میں سب کی نظروں سے بچ کر بندی خانہ جائیں گے اور وہاں میں دور سے یوسف کا دیدار کروں گی۔ جب رات کی خاموشی اور سناٹے میں یہ دونوں کسی طرح زندان کے احاطے میں داخل ہوئے تو یوسف کو مصلے پر رونق افروز دیکھا۔ در و دیوار سے نور ساطع ہو رہا تھا۔ مصلے پر سجدے میں جھکے ہوئے یوسف پر آسمان کے ہلال کا گمان گزرتا تھا۔ عبدالماجد

۲۔ عبداللہ شاہ۔ یوسف نامہ۔ صفحہ ۱۷۰

دریابادی توریت کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ یوسف "خوب صورت" اور "نور پیکر" تھے اور تقویٰ وعفاف میں اپنی مثال آپ تھے۔[1] جب سے یوسف قید خانے میں آئے تھے، ان کے "قدم" سے "بندی خانہ" "سرگ بن" میں تبدیل ہو گیا تھا۔ اور قیدیوں کو طوق و زنجیر جنت کا زیور معلوم ہونے لگے تھے۔ اگر کوئی قیدی بیمار ہو جاتا تو یوسف کی دعا سے صحت یاب ہوتا اور ہر قیدی کی آرزو پوری ہوتی تھی۔ وہ خوابوں کی سچی تعبیر بیان کرتے اور انھیں ہر طرح دلاسہ دینے کی کوشش کرتے تھے۔ نذیر احمد اپنے ترجمہ قرآن میں رقمطراز ہیں "قیدیوں نے حضرت یوسف کے چہرے کی نورانیت کو دیکھ کر یہ سمجھا ہوگا کہ یہ شخص عالم قدس کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اور اسی لیے وہ یوسف سے اپنے خوابوں کی تعبیر دریافت کرتے تھے"[2] بادشاہ مصر[3] یا ان کے دو "مقرب" بھی سزا کی پاداش میں گرفتار ہو کر اسی قید خانے میں مقید تھے۔ ابوالکلام آزاد توریت کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ان میں سے ایک بادشاہ کے ساقیوں کا سردار اور دوسرا نان بائی تھا اور بادشاہ نے کسی بات پر ناراض ہو کر ان دونوں کو قید کی سزا دی تھی۔[3] "بیان القرآن" میں اشرف تھانوی تحریر کرتے ہیں :-

"یوسف علیہ السلام کے ساتھ یعنی اسی زمانے میں اور بھی دو غلام (بادشاہ کے) جیل خانہ میں داخل ہوئے۔ جن میں سے ایک ساقی تھا دوسرا اخباز اور ان کے قید ہونے کا سبب یہ تھا کہ ان کی نسبت شبہ ہوا تھا کہ انھوں نے کھانے میں اور شراب میں زہر ملا کر بادشاہ کو دیا ہے سو مقدمہ زیر تحقیق تھا اور یہ دونوں حبس میں بھیج دیئے گئے تھے۔"[4]

ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں ساقی کا نام ہندار اور باورچی کا بجلث بتایا ہے۔[5] اور قربان علی و عمار علی نے بادشاہ مصر کے ساقی کا نام یونان لکھا ہے۔ عمار علی طباخ کا نام محیلا اور

---

[1] عبدالماجد دریابادی۔ تفسیر ماجدی۔ جلد سوم۔ صفحہ ۴۹۱ [2] ڈپٹی نذیر احمد۔ قرآن مجید مترجم و بامحاورہ مع فوائد نامعہ صفحہ ۳۳۲ [3] ابوالکلام آزاد۔ ترجمان القرآن۔ جلد دوم۔ صفحہ ۲۲۸۔ [4] شاہ محمد اشرف تھانوی۔ بیان القرآن۔ جلد دوم۔ بارھواں پارہ۔ صفحہ ۶۰ [5] محمد بن ابراہیم (مترجم) بارھواں پارہ صفحہ ۴۴

فرمان علی حیلہ بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ دونوں بادشاہ کو زہر دینے کے شبے میں قید کیے گئے تھے۔[1] اس کے برخلاف شاہ عبدالقادر نے اپنی تفسیر میں ایک کو "آبدار" اور دوسرے کو باورچی بتایا ہے۔[2] تفسیر ماجدی میں عبدالماجد دریا بادی نے دونوں قیدیوں کو فرعون وقت کے سردار تحریر کیا ہے اور لکھتے ہیں کہ ان میں سے ایک سا قیوں کا صدر تھا اور دوسرا نان پزوں کا داروغہ تھا۔ یہ دونوں کسی عام قید خانے میں نہیں رکھے گئے تھے بلکہ "جلو داروں کے سردار کے گھر" میں بند کر دیئے گئے تھے۔[3] انسائیکلوپیڈیا آف اسلام" میں ریان بن ولید بادشاہ مصر کے ساقی کا نام نابو (NABU) اور نان بائی کا نام مودیلیب (Mudilib) بتایا گیا ہے۔ مولانا مودودی کا بیان ان سب بیانات سے مختلف ہے وہ لکھتے ہیں کہ بادشاہ نے باورچی کو اس لیے قید کیا تھا کہ ایک دعوت کے موقعے پر "روٹیوں" میں کچھ "کرکراہٹ" پائی گئی تھی اور شراب کے ایک جام میں مکھی نکل آئی تھی۔[4] احمد گجراتی نے نہ ان کے نام ظاہر کیے ہیں اور نہ انھیں شاہی خدمت گار بنایا ہے۔ وہ انھیں "مقرب" کہتے ہیں۔ مثنوی کا قصہ اس طرح آگے بڑھتا ہے کہ ان دونوں قیدیوں نے دو خواب دیکھے تھے۔ ایک نے عالم رویا میں خود کو انگور سے شراب نچوڑتے دیکھا تھا اور دوسرے نے خواب میں یہ دیکھا تھا کہ وہ اپنے سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہے اور پرند انھیں کھا رہے ہیں۔ جب ان دونوں نے حضرت

---

[1] فرمان علی ترجمہ قرآن صفحہ ۳۸۰ - [2] شاہ عبدالقادر موضح القرآن - بارھواں پارہ صفحہ ۹۵

[3] عبدالماجد دریا بادی تفسیر ماجدی - جلد سوم صفحہ ۴۹۲

[4] ابوالاعلیٰ مودودی - تفہیم القرآن - جلد دوم صفحہ ۴۰۰

سف سے تعبیر دریافت کی تو آپ نے ساقی سے فرمایا کہ تو دوبارہ بادشاہ کا مصاحب
ے گا اور اس کو شراب پیش کرے گا اور دوسرے سے ارشاد فرمایا کہ تجھے سولی پر چڑھایا
اے گا اور پرندے تیرے سر کے مغز سے شکم سیر ہوں گے [۸] حضرت یوسف نے ساقی
سے کہا کہ جب تجھے تقرب سلطانی نصیب ہو گا تو بادشاہ کو میرے حال سے آگاہ کرنا لیکن
ب وہ قید سے رہا ہوا اور بادشاہ کا مقرب بن گیا تو شیطان نے حضرت یوسف کا خیال
کے دل سے محو کر دیا۔ ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں کہ تیسرے دن فرعون کی سالگرہ تھی "سردار
قی" کو بحال کر دیا گیا مگر نان پزوں کے سردار کے لیے سزائے موت تجویز ہوئی [۹] شاہ
بدالقادر "موضح القرآن" میں لکھتے ہیں "آبدار نے حقیقت میں خواب دیکھا تھا لیکن شاہی
رچی نے محض حضرت یوسف کی صداقت کا امتحان لینے کے لیے دل سے خواب بنا کر آزمانے
ے واسطے کہا تھا" [۱۰]

احمد گجراتی کہتے ہیں کہ کئی سال" تک یوسف قید خانے میں محبوس رہے۔ قید میں
ضرت یوسف کے قیام کی مدت ابوالکلام آزاد نے گجراتی کی طرح "کئی سال" بتائی ہے لیکن
الماجد دریابادی لکھتے ہیں کہ قرآن میں جو "بضع سنین" کے الفاظ آئے ہیں ان سے معلوم
تا ہے کہ حضرت یوسف کا زمانہ قید تین سے نو سال پر محیط ہو گا کیونکہ عربی میں "بضع سنین"
اطلاق انہیں اعداد پر ہوتا ہے [۱۱] ابن کثیر اپنی تفسیر میں تحریر کرتے ہیں کہ حضرت یوسف

مقبول احمد نے ترجمہ قرآن میں تفسیر قمی کے حوالے سے لکھا ہے کہ باورچی نے خواب نہیں دیکھا تھا اور
محض جھوٹ بولا تھا" صفحہ ۳۸۲

۹ ابوالکلام آزاد۔ ترجمان القرآن۔ جلد دوم۔ صفحہ ۲۳۰۔

۰ شاہ عبدالقادر۔ موضح القرآن۔ صفحہ ۹۵

عبدالماجد دریابادی تفسیر ماجدی۔ جلد سوم۔ صفحہ ۴۹۴

سات سال تک قید خانے میں مقیم رہے۔ ابن عباس نے اس کی مدت بارہ اور ضحاک نے چودہ برس بتائی ہے[1]۔ اشرف تھانوی نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ "بضع کا اطلاق عربی میں تین سے دس تک آتا ہے۔ پس اس کے درمیان جتنے عدد ہیں ہر عدد کا آیت میں احتمال ہے۔"[2] "انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں بھی یوسف کی مدت قید سات سال لکھی گئی ہے[3]۔ عمار علی حضرت یوسف کے قید کا عرصہ سات برس بتاتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ جعفر صادق علیہ السلام کے ارشاد سے اس کی تصدیق ہوتی ہے[4]۔

بالآخر خدا نے حضرت یوسف کی رہائی کا سامان کیا اور ریان نے خواب میں دیکھا ع

سورایا مصر کا سُہنے میں یک رات	دیکھیا جے سات گایاں تازگی سات
یکس تھے یک موٹیاں ہور خوش رنگ	جو پھیلیں بات جے راکھیں چُپک اُن انگ
پچھیں تھے ہور سات آیاں جو ہر ایک	یکس تھے یک دسیں دبلی بہوتیک
سو دبلیاں سات موٹیاں سات کوں بی	سہہ کھائیں ہری جیوں گھانس یو سی
دیکھیا بھی اس پچھیں بھرتے ہرے سات	جو نیتوں سکھ پڑے جکھ دیکھنے سات
سُکے بھی سات آکر اس ہریاں سات	پلیٹے جا سکائے آپنی دھات

صبح بادشاہ مصر نے "حکیموں" کو بلایا اور اپنے خواب کی تعبیر دریافت کی۔ کاہنوں اور نجومیوں نے جواب دیا کہ یہ "خواب پریشان خیالی کا "سپن" ہے اور اس کی سچی تعبیر بتانی مشکل ہے۔ اس وقت دربار میں ساقیوں کا وہ سردار بھی موجود تھا جس کے خواب کی یوسف نے سچی تعبیر بتائی

---

[1] محمد بن ابراہیم دمترجم بارہواں پارہ۔ صفحہ ۴۷

[2] شاہ محمد اشرف تھانوی۔ بیان القرآن۔ بارہواں پارہ۔ صفحہ ۶۲

[3] انسائیکلوپیڈیا آف اسلام۔ صفحہ ۶۴۷

[4] عمار علی۔ عمدۃ البیان۔ بارہواں پارہ۔ صفحہ ۱۱۲

تھی "تفسیر سورہ یوسف" میں عبدالحی فاروقی نے لکھا ہے کہ یوسف کا لقب "صدیق" تھا۔ اور اس صادق القول کی باتیں مستقبل میں تمام کی تمام سچ ثابت ہوتی تھیں[۱]۔ شاہی ساقی کو یکایک حضرت یوسف کا خیال آیا اور اس نے بادشاہ سے عرض کی کہ قید خانے میں ایک "روشن دل جوان" ایسا قید ہے کہ اس کے علم و دانش کا کوئی ذی روح مقابلہ نہیں کر سکتا۔ خواب کی حقیقی تعبیر سے آگہی حاصل کرنے کے لیے اس روشن دل سے رجوع کیا جائے۔ مقرب شاہی بادشاہ کے حکم پر جب زنداں پہنچا تو حضرت یوسف نے بادشاہ کے خواب کی یہ تعبیر بتائی کہ سات سال مصر میں فصل ایسی اچھی ہو گی کہ اناج کے ڈھیر لگ جائیں گے اور اس کے بعد کے سات سال قحط سالی کے ہوں گے اور آسمان سے پانی کے بجائے "دھوپ برسے" گی۔ جب شاہی ساقی نے یہ تعبیر سنی تو دوڑا ہوا بادشاہ کے پاس پہنچا اور تعبیر خواب بیان کر دی۔ بادشاہ حضرت یوسف کی غیب دانی اور فراست و دانائی سے بہت خوش ہوا۔ اور انھیں دوبار میں حاضر کرنے کا حکم دیا۔ جب ساقی رہائی کی خوش خبری لے کر زندان پہنچا اور حضرت یوسف سے ہمراہ چلنے کی درخواست کی تو انھوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ اگر بادشاہ مجھے رہا کرنا چاہتا ہے تو ان زنانِ مصر سے میری بے گناہی کی حقیقت دریافت کرے جنھوں نے مجھے دیکھ کر اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے۔ مثنوی کے اس حصے میں شاعر نے قصے کو بڑی تیز رفتاری کے ساتھ آگے بڑھایا ہے اور صرف چند بیتوں میں ایک طویل قصے کا لب لباب سمو دیا ہے احمد گجراتی کہتے ہیں کہ بادشاہ مصر کے دریافت کرنے پر مصر کی عورتوں نے سارا قصہ سچ سچ سنا دیا اور کہا کہ یوسف ایک فرشتہ صفت انسان ہیں۔ ان سے شیطانی صفات منسوب کرنا بھی گناہ ہے۔ زلیخا بھی موجود تھی۔ احمد گجراتی کہتے ہیں کہ اس عرصہ میں وہ آداب عشق سے واقف ہو چکی تھی اور اس کی محبت نے "پختگی" کی منزلیں طے کر لی تھیں۔ اس نے بے تامل

---

[۱] عبدالحی فاروقی۔ تفسیر سورہ یوسف۔ صفحہ ۳۰۔

اپنی خطا کا اقرار کرلیا۔ ریان نے حکم دیا کہ یوسف کو فوراً آزاد کرکے انھیں انتہائی عزت و تکریم کے ساتھ دربار میں لے آئیں ؎

کروں میں بخشش اس کوں تخت ہو تاج
نہ ساجے راج کو بن بخت ہور تاج

دربار میں حضرت یوسف کی آمد سے بادشاہ کی عزت افزائی ہوئی اور جب اس نے ان سے گفتگو کی تو اس کے دل پر اُن کے علم و فطانت اور تقدس کا سکہ بیٹھ گیا۔ بادشاہ نے دریافت کیا کہ جب سات سال تک بارانِ رحمت کے باعث اناج کی فراوانی ہوگی تو اس کی حفاظت کس طرح کی جائے۔ آپ نے فرمایا کہ دانوں کو علحدہ کیے بغیر اناج رکھا جائے تو وہ محفوظ رہ سکتا ہے۔ یوسف نے فرمایا ؎

کرے یہ کام توں میرے حوالے
تو جگ سب قحط میں جاویں سنبھالے

سر سید احمد خاں نے اپنی تفسیر میں اس قحط کے بارے میں تحریر کیا ہے کہ یہ قحط افریقہ کے اکثر حصوں میں اور "بالخصوص یمن میں اور تمام فلسطین میں نہایت شدید تھا۔" انھوں نے "عبری توریت" کے حساب سے اس قحط کا سنہ ۲۲۹۶ دنیاوی یعنی ۱۷۰۸ قبل مسیح بتایا ہے اور لکھتے ہیں کہ یہ قحط سنہ ۲۳۰۲ دنیاوی یعنی ۱۷۰۲ ق مسیح میں ختم ہوا۔[۱]

عبدالماجد دریابادی تحریر کرتے ہیں :۔

"یہ قحط عالم کی تاریخ قحط میں ایک اہم مقام رکھتا ہے۔ آگے چل کر یہ حدود مصر تک محدود نہیں رہا بلکہ حجاز فلسطین شام اور تمام ممالک ملحقہ میں اس کی شدت محسوس ہوئی۔ بلکہ توریت میں تو یہاں تک درج ہے کہ یہ قحط عالم گیر تھا۔"[۲]

احمد گجراتی کہتے ہیں کہ بادشاہ مصر نے یوسف کو شاہی لشکر، خزانے اور اقتدار سے

۱۔ سر سید احمد خاں ۔ تفسیر القرآن ۔ جلد پنجم ۔ صفحہ ۸۴

۲۔ عبدالماجد دریابادی ۔ تفسیر ماجدی ۔ جلد سوم صفحہ ۲۹۵

نوازا اور عزیز مصر کے خطاب سے سرفراز کیا۔ کیونکہ اس اثنا میں عزیز مصر کا انتقال ہو چکا۔ مولانا مودودی نے لکھا ہے کہ زمانہ قحط میں حضرت یوسف کی بہترین کارکردگی کو دیکھ کر بادشاہ مصر نے آپ کا نام "صفنات فعنیح" دنیا کا نجات دہندہ رکھا تھا۔[۱]

ڈپٹی نذیر احمد نے "ترجمہ قرآن مجید مترجم و با محاورہ مع فوائد نافعہ" میں لکھا ہے کہ مصر میں حضرت یوسف نے یہ انتظام کیا تھا کہ قحط کے لیے غلہ جمع کر رکھا تھا اور بادشاہ کی طرف سے اپنے اہتمام میں اس کو بکواتے تھے مگر لوگوں کو ضرورت سے زیادہ غلہ نہ دیتے تھے کہ کہیں جمع نہ کر رکھیں یا تجارت نہ کریں۔[۲]

حضرت یوسف کو کس عمر میں مصر کی سلطنت کے اختیارات ملے تھے اس کے بارے میں مفسرین میں اختلاف رائے ہے۔ ابن عباس، مجاہد اور قتادہ نے تینتیس (۳۳) سال ضحاک نے بیس (۲۰) سال عکرمہ نے پچیس (۲۵) سال حسن بصری نے چالیس (۴۰) سال اور سدی نے تیس سال بتائی ہے۔[۳] ابوالکلام آزاد نے توریت کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ اس وقت آپ کی عمر تیس سال تھی۔[۴] عبدالحق تفسیر سورۂ یوسف میں لکھتے ہیں کہ حضرت یوسف کا سن شریف بائیس، تیئس سال سے زیادہ نہ تھا۔[۵]

احمد گجراتی کہتے ہیں کہ یوسف مصر میں اطمینان اور آرام سے زندگی بسر کرنے لگے زلیخا کا حال یہ تھا کہ اسے دولت و ثروت اور شہرت و نیک نامی سے ہاتھ دھونا پڑا تھا۔ غم دوراں نے اسے گوشہ نشین بنا دیا تھا۔

---

[۱] ابوالاعلیٰ مودودی تفہیم القرآن۔ جلد دوم صفحہ ۴۱۲

[۲] ڈپٹی نذیر احمد۔ ترجمہ قرآن مجید صفحہ ۳۸۷

[۳] عبدالحق حقانی۔ تفسیر حقانی صفحہ ۱۱۵۶۔

[۴] ابوالکلام آزاد۔ ترجمان القرآن۔ جلد دوم صفحہ ۲۳۵

[۵] عبدالحق فاروقی۔ تفسیر سورۂ یوسف صفحہ ۳۴

احمد گجراتی نے زلیخا کے خزانے خالی ہونے کی وجہ یہ بتاتی ہے کہ جب کوئی شخص اسے یوسف کی خبر سناتا تو وہ خوش ہو کر اسے مالا مال کر دیتی اور اس طرح چند برسوں میں اس کے سارے خزانے خالی ہو گئے۔ شاعر کہتا ہے کہ جب زلیخا کو غربت نے آگھیرا تو وہ یوسف کی رہ گذر پر گھانس پھونس کی جھونپڑی میں رہنے لگی جس وقت یوسف اپنے گھوڑے پر اس راستے سے گذرتے تو شاہی نقیب حاجب اور چوبداران کے آگے پیچھے موجود ہوتے اور جس طرف سے اُن کی سواری گذرنے والی ہوتی وہاں ہٹو بچو کا غل برپا ہوتا اور لشکر کی گذرگاہ پر لوگوں کا ہجوم ہوتا "قصص الانبیاء" میں لکھا ہے کہ یوسف کی حشمت اور اُن کے دبدبے کا یہ عالم تھا کہ جب وہ راستے سے گذرتے تو چالیس ہزار جوان سلح پوش اور چار ہزار جوان با کمر بند زین اور ایک ہزار حاجب ہوش مند ہمراہ چلتے"۔[1]

جب یوسف کی سواری گذرتی تو ہنگامہ اور شور و غل سن کر زلیخا بھی اپنی جھونپڑی سے سے باہر نکل آتی تاکہ "مت" "کے راستے کی دھول" "اس پر پڑے۔ لڑکے زلیخا کو ستایا کرتے تھے۔ جس وقت لشکر میں یوسف موجود نہ ہوتے۔ وہ چلا چلا کر زلیخا سے کہتے تھے کہ یوسف کی سواری آ رہی ہے جھونپڑی سے جلد باہر نکل آ لیکن زلیخا لڑکوں کے اس مذاق سے بددل نہ ہوتی اور جواب دیتی تھی کہ یوسف کی خوشبو خود مجھے بتا دے گی کہ وہ راستے سے گذر رہا ہے یا نہیں۔ شب و روز اسی طرح گذرتے رہے اور زلیخا کے بالوں میں چاندی چمکنے لگی اور اس کی کمر خمیدہ ہوتی گئی۔ ایک دن جب یوسف کی سواری راستے سے گذری تو زلیخا داد خواہوں کی طرح رہگذر پر کھڑی ہو گئی اور فریاد کرنے لگی لیکن ٹاپوں کی آواز اور لشکر کے ہنگامے میں اس کی صدا ڈوب کر رہ گئی وہ غم و غصے سے بھری ہوئی۔ اپنی جھونپڑی میں گئی اور اس "پتلی" کو جس کی وہ پرستش کیا کرتی تھی مخاطب کر کے برا بھلا کہا اور ع

---

[1] مترجم غلام نبی ابن عنایت اللہ۔ قصص الانبیاء۔ صفحہ ۱۱۷

مسلماں ہو ستی بُت ہو زنار

زلیخا نے خدا سے دعا کی کہ وہ اس کے بے قرار دل کو سکون عطا فرمائے اور اس کی بے نور آنکھوں کو بینائی دے تاکہ وہ دیدار یوسف سے محروم نہ رہے جب یوسف راستے سے گذرے تو زلیخا نے کہا بے شک خدائے عزوجل کی شان نرالی ہے۔ وہ جسے چاہے تخت و تاج عطا کرتا ہے اور جسے چاہے دولت و ثروت اور جاہ و تجمل سے محروم بھی کر سکتا ہے۔ احمد گجراتی نے یہاں اس قرآنی آیت سے استفادہ کیا ہے :۔

"سُبحَانَ مَنْ جَعَلَ المُلُوكَ عبید بالمعصية وَجَعَلَ العَبِیْدَ مُلُوکًا عَلَی الطَّاعَةِ"

(پاک ہے وہ ذات جس نے بادشاہوں کو غلام بنایا گنہگاری کے سبب اور غلاموں کو بادشاہ بنایا اپنی طاعت اور تابعداری کے سبب سے)

جب یوسف نے یہ کلمات سنے تو "بھالدار" کو حکم دیا کہ وہ "تسبیح خواں" کو ان کے محل میں لے آئے۔ جب یوسف اپنے محل میں پہنچے اور اپنے فرائض سے فراغت حاصل کی تو حاجب نے بڑھیا کو حاضر کیا۔ یوسف اُسے پہچان نہ سکے اور اس کا نام اور پتہ دریافت کیا۔ زلیخا نے جواب دیا میں وہی ہوں جس نے خواب میں تجھے دیکھ کر تجھ سے محبت کی اور تیرے لیے اپنا سب کچھ لٹا دیا۔ جب یوسف نے زلیخا سے یہ باتیں سنی تو رونے لگے اور اس کی حاجت دریافت کی۔ زلیخا نے جواب دیا ع

کہی اول جوانی روپ اجکل   پھران منج کوں دیلا جیسی تھی اول
دلا اُس بعد نینوں نور منج کوں   جو دیکھیں دو نین بھر پور تج کوں

حضرت یوسف نے خدا سے زلیخا کے لیے دعا کی اور اس کی جوانی لوٹ آئی اور بے نور آنکھیں روشن ہو گئیں۔ اب زلیخا نے اپنی آخری خواہش کا اظہار کیا اور کہا۔ تیری سالہا سال کی مفارقت کو مژدۂ وصال سے بدل دے۔ یوسف نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا اور حکم الٰہی

کا انتظار کرنے لگے۔ اتنے میں جبرئیل آئے اور تحفۂ درود و سلام کے بعد خدا کا حکم سنایا۔ ع

کہ ہم دیکھے زلیخا کی جو زاری — تیری بیرت منے بھو تیک خواری
سو تُرت اس کو ہمیں من آس دیتے — اسی تج سوں عرش پر عقد کیتے
سو توں بھی عقد کر ل رہ اسوں جم — مدن بیلاس بھو تیک بھوگ سوں گم
ہمیں جوں دو رتن دونوں میلے — چلے اولاد جگ میں ہور تن سر

مثنوی میں یہاں شاعر نے جو واقعات بیان کیے ہیں سورہ یوسف میں کہیں ان کا ذکر موجود نہیں ہے۔ "بیان السبحان" کے مصنف عبدالدائم جلالی لکھتے ہیں :۔

زلیخا کے متعلق آسمانی کتب خاموش ہیں مگر اہل سیرت نے لکھا ہے کہ یوسف کی شادی زلیخا سے ہوئی تھی دو بیٹے اور ایک بیٹی بھی پیدا ہوئی"[1] محمد باقر مجلسی نے "حیات القلوب" جلد اول میں حضرت یوسف کے فرزند کا نام "شبریا" بتلایا ہے[2]۔

"تفسیر حقانی" میں عبدالحق حقانی لکھتے ہیں " زلیخا جو عزیزِ مصر کی بیوی حضرت پر عاشق تھی۔ اس کا باقی حصہ نہ قرآن نے بیان کیا ہے نہ توریت میں موجود ہے مگر اہل سیر نے لکھا ہے کہ اس سے شادی ہوئی اور دو بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئی"[3] اشرف تھانوی نے درمنثور کے حوالے سے لکھا ہے کہ عزیزِ مصر کے انتقال کے بعد زلیخا سے یوسف کا نکاح ہوا تھا[4]۔ ابوالاعلیٰ مودودی کا خیال ہے کہ زلیخا سے یوسف کا نکاح نہیں ہوا تھا۔ "ایک من گھڑت قصہ" ہے جس کی نہ قرآن سے تصدیق ہوتی ہے اور نہ اسرائیلی تاریخ سے وہ

۱؎ عبدالدائم جلالی۔ بیان السبحان صفحہ ۱۳۷

۲؎ واحد علی شاہ اختر مخطوطہ ریاض القلوب ترجمہ حیات القلوب جلد اول از محمد باقر مجلسی مخطوطہ نمبر ۶۶۵۔ ورق ۱۸۔ ب کتب خانہ سالار جنگ۔ حیدر آباد۔

۳؎ عبدالحق حقانی تفسیر حقانی صفحہ ۱۲۔ ۴؎ بیان القرآن۔ تیرھواں پارہ صفحہ ۴

تحریر کرتے ہیں "ایک نبی کے مرتبے سے یہ بات بہت فروتر ہے کہ وہ کسی ایسی عورت سے نکاح کرے جس کی بدچلنی کا اس کو ذاتی تجربہ ہو چکا ہو۔ آگے چل کر وہ لکھتے ہیں کہ قرآن میں کہا گیا ہے کہ "بری عورتیں برے مردوں کے لیے ہیں اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے"[۱]

عبدالماجد دریابادی یوسف اور زلیخا کے عقد کے بارے میں رقمطراز ہیں :-

"مشہور یہ ہے کہ یہ (زلیخا) بعد کو حضرت یوسف کے نکاح میں آ گئی تھیں لیکن اس کی سند نہ قرآن مجید سے ملتی ہے نہ حدیث صحیح سے نہ توریت سے۔"[۲]

احمد گجراتی کہتا ہے کہ کئی سال تک زلیخا اور یوسف پُرمسرت ازدواجی زندگی گزارتے رہے اور بالآخر زلیخا کا دل دنیا سے اچاٹ ہو گیا۔ اس نے زندگی کے ایسے نشیب و فراز دیکھے تھے کہ مادی آسائشوں اور دنیوی معاملات سے اُسے کوئی دل چسپی باقی نہیں رہی تھی۔ شاعر کے الفاظ میں اس نے "دوی کے پردے" سے باہر نکل کر "وحدت کے آنگن" میں قدم رکھا تھا۔

دوی پردے تھے باہر نیکلی تھی   سو وحدت کے انگن میلنے چلی تھی
دوی سب دور ہو یک نور دیٹھی   چھٹک پھر جا دریا کی پور دیکھی
عبادت بندگی میں ایک چت ہو   شمت ہو مت ستیں آپ مت ہو

جب یوسف نے زلیخا کا یہ حال دیکھا تو بڑے اہتمام کے ساتھ اس کے لیے ایک خانقاہ تیار کروائی۔ زلیخا اس میں بیٹھ کر رات دن ذکر الٰہی کرنے لگی۔ ایک رات حضرت یوسف نے اپنے ماں باپ کو خواب میں دیکھا کہ وہ ان کی جدائی سے بہت بے چین ہیں اور ملاقات کے مشتاق ہیں۔ یوسف جب صبح اٹھے تو دنیا سے دل سرد ہو چکا تھا خدا سے لو لگی تھی اور والدین کی زیارت کے لیے

---

[۱] ابوالاعلیٰ مودودی تفہیم القرآن۔ جلد دوم۔ صفحہ ۳۹۱
[۲] عبدالماجد دریابادی۔ تفسیر ماجدی۔ جلد سوم۔ ۴۸۸

بے چین تھے۔ یوسف نے حسبِ معمول شاہانہ لباس زیبِ تن کیا اور رکاب میں قدم رکھا ہی تھا
جبرئیل آئے اور یوسف سے کہا ؎

ترے تن کی نگر میں جیو جو ہے راج
نکلتا ہے سحاری دور کی آج

یہ سن کر یوسف خوشی سے پھولے نہ سمائے اور تخت پر اپنے جانشین کو بٹھا کر آخری ملاقات کے لیے زلیخا کو طلب فرمایا۔ اشرف تھانوی تحریر کرتے ہیں کہ حضرت یوسف کی وفات کے بعد سلطنت مصر سلاطین مصر کی طرف منتقل ہو گئی۔ اگرچہ مصر کے حکمران ریان نے سلطنت کے اختیارات حضرت یوسف کے سپرد کر دیئے تھے مگر باضابطہ طور پر سلطنت ان کے حوالے کر کے انھیں تخت نشین نہیں کیا گیا تھا۔ اسی لیے حضرت یوسف بادشاہ مصر نہیں "عزیز مصر" کہلاتے تھے[1]۔ "تفسیر حقانی" کے مفسر نے بھی اسی خیال کا اظہار کیا ہے اور لکھتے ہیں کہ فرعونِ وقت نے یوسف کو اپنی تمام "رعیت" اور سلطنت پر اختیار دیا" اپنی انگشتری پہنائی تھی اور تخت نشینی کے سوا تمام مراعات دیئے تھے۔[2]

احمد گجراتی نے اپنی مثنوی میں حضرت یوسف کی وفات کا حال بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جبرئیل کے پاس جنت کا ایک سیب تھا۔ حضرت یوسف نے جیسے ہی اُسے سونگھا ان کی روح نے جنت کی طرف پرواز کی۔ عبداللہ شاہ نے بھی "یوسف نامہ" میں حضرت یوسف کی وفات کے متعلق یہی لکھا ہے۔[3]

۱۔ شاہ محمد اشرف تھانوی۔ بیان القرآن۔ تیرھواں پارہ۔ صفحہ ۲۲
۲۔ عبدالحق حقانی۔ تفسیر حقانی۔ صفحہ ۴۹۷
۳۔ عبداللہ شاہ۔ یوسف نامہ۔ صفحہ ۳۶۲

عمارعلی لکھتے ہیں کہ جب حضرت یوسف نے وفات پائی تو مصری سردار آپس میں جھگڑا کرنے لگے ہر سردار یہ چاہتا تھا کہ اس کے خاص خطے میں یوسف کا تابوت رکھا جائے تاکہ اس کا علاقہ بلاؤں سے محفوظ رہے اور اُسے خیر و برکت نصیب ہو۔ بالآخر یہ طے پایا کہ پتھر کے صندوق میں لاش کو محفوظ کر کے رود نیل میں دفن کر دیں تاکہ اس پر سے پانی گذرے تو مصر کے تمام علاقوں تک خیر و برکت ساتھ لے جائے۔ ابوالکلام آزاد رقمطراز ہیں کہ مصریوں کے رواج کے مطابق حضرت یوسف کی نعش "ممی کر کے رکھی گئی تھی"۔[1]

شاعر مثنوی میں یہ بتایا ہے کہ زلیخا یوسف کے انتقال کی خبر سن کر بے ہوش ہو گئی تھی۔ تین دن بعد جب اُسے ہوش آیا تو وہ عماری میں سوار ہو کر حضرت یوسف کے مزار پہ پہنچی اور نالہ و فغاں کرتے کرتے وہیں اس نے جان دیدی۔ زلیخا کو غسل دے کر یوسف کی "پگڑی" کا کفن دیا گیا اور مرقد یوسف کے پہلو میں اسے دفن کیا گیا۔ حضرت یوسف کا مزار دریائے نیل کے کنارے واقع تھا۔ دریائے نیل کی طغیانی کی وجہ سے یہ مقام محفوظ نہ تھا اسلیئے پتھر کے ایک صندوق میں حضرت یوسف کی لاش رکھی گئی اور اسے وہاں سے ہٹا دیا گیا اور اس طرح یوسف اور زلیخا پھر بعد مرگ ایک دوسرے سے بچھڑ گئے۔ اشرف تھانوی کہتے ہیں کہ حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں کو وصیت کی تھی کہ جب وہ مصر کا وطن ترک کر کے اپنے آبائی وطن شام کو واپس جائیں تو اُن کی لاش بھی ہمراہ لیتے جائیں۔ چنانچہ جب حضرت موسیٰ نے مصر سے کوچ کیا تھا تو حضرت یوسف کی نعش کا صندوق بھی ساتھ رکھا تھا۔ تفسیر حقانی کے مفسر نے لکھا ہے چارسو سال بعد حضرت موسیٰ سنگ مرمر کا وہ صندوق جس میں خوشبودار مسالہ بھر کر حضرت یوسف کی لاش رکھی گئی تھی ساتھ لیکر مصر سے روانہ ہوئے تھے لیکن راستے میں آپ فوت ہو گئے تھے اور بعد میں بنی اسرائیل نے حضرت یوسف کو کنعان میں میں بمقام نابلس دفن کیا تھا۔[2]

---

[1] ابوالکلام آزاد۔ ترجمان القرآن۔ جلد دوم صفحہ ۲۶۷ [2] عبدالحق حقانی۔ تفسیر حقانی۔ صفحہ ۴۹۷۔

عمار علی نے لکھا ہے کہ حضرت جعفر صادق سے روایت ہے کہ حضرت موسیٰ پر وحی نازل ہوئی تھی کہ وہ یوسف علیہ السلام کی نعش کے صندوق کو رودِ نیل سے نکال کر شام لے جائیں۔ کہتے ہیں کہ انھیں بیت المقدس میں ان کے آبائی قبرستان میں دفن کیا گیا تھا۔[۱] "الجمال والکمال" کے مصنف محمد سلیمان سلمان کا خیال ہے کہ یوشع نے حضرت یوسف کے تابوت کو ان کے جدی گورستان میں لاکے رکھا تھا۔[۲]

احمد گجراتی کی مثنوی میں برادرانِ یوسف کے زمانۂ قحط میں واردِ مصر ہونے کے بیان اور اس سلسلے کی ضروری تفصیلات مثلاً حضرت یعقوب کا اپنے قبیلے کے ساتھ کنعان سے مصر کو کوچ کرنا اور قصۂ یوسف زلیخا کی بعض دوسری جزئیات سے شاعر نے کوئی سروکار نہیں رکھا ہے۔ قصے کے اس حصے کو حذف کر دیا گیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ احمد گجراتی نے قصۂ یوسف کے مذہبی اور اخلاقی پہلو سے زیادہ اس داستان کی رومانی فضا اور رومانی مزاج کی مناسبت سے اپنی مثنوی کے واقعات کا انتخاب کیا ہے۔ وہ اس مثنوی کو ایک ایسے بادشاہ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا تھا جو رنگین مزاج اور عشق پیشہ شخص تھا، زاہد خشک نہ تھا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حکمرانِ وقت کی "نجانِ مرنج اور سراپا رہینِ عشق" فطرت اور اس کی زندہ دلی و وارفتہ مزاجی کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے قصۂ یوسف کو ایک خالص عشقیہ کہانی کی حیثیت دی گئی ہے اور "احسن القصص" کے اُن حصوں سے جہاں رومانی لطف اندوزی کی گنجائش تھی احمد گجراتی نے پورا پورا استفادہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ احمد گجراتی کے اس قصے کی تان تصوف پر کیوں ٹوٹتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ احمد گجراتی نے قصہ کی پیش کشی کے ضمن میں جامی کی مثنوی کا تتبع کیا

---

[۱] عمار علی۔ عمدۃ البیان۔ بارھواں پارہ صفحہ ۱۸۳ [۲] سلیمان سلمان۔ الجمال والکمال۔ صفحہ ۱۹۔

تھا۔ جامی کے یہاں قصۂ یوسف زلیخا میں زلیخا کا یہی انجام بتایا گیا ہے اور چونکہ شاعر کے پیش نظر یہی مثنوی تھی اس لیے فطری طور پر انھوں نے آخر تک اس کی پیروی کی ہے۔
دوسرے یہ کہ احمد گجراتی شاہ وجیہہ الدین گجراتی کے مرید خاص اور خلیفہ تھے۔ ان کی زندگی کا بڑا حصہ خانقاہوں اور تکیوں میں گذرا تھا۔[1] محمد قلی کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اس نے قصے کے رومانی پہلو پر زور دیا تھا۔ لیکن قصے کے اختتام تک پہنچتے پہنچتے یہ ملمع کاری پھیکی پڑنے لگتی ہے اور آخر میں احمد گجراتی شاہ وجیہہ الدین کے خلیفہ اور مرید بن کر ہمارے سامنے جلوہ گر ہوتے ہیں اور عشق مجازی کو قنطرۃ الحقیقت ثابت کرنے پر مصر نظر آتے ہیں۔

آخر میں قصۂ یوسف زلیخا کے بارے میں یہ کہنا ہے کہ بعض دکنی شاعروں نے "احسن القصص" سے اپنی مثنویوں کو مزین کیا ہے۔ ہاشمی (۱۰۹۹ھ) امین (۱۱۰۹ھ) معتبر خاں عمر (۱۲۰۱ھ) اور فگار (۱۲۱۳ھ) وغیرہ نے اس مشہور قصے سے دلچسپی لی ہے۔ لیکن ان سب پر احمد گجراتی کو اولیت اور تقدم حاصل ہے۔ انھوں نے پہلی بار اس کو پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

---

[1] ملاحظہ ہو "مجموعہ حالات شاہ وجیہہ الدین علوی گجراتی قدس اللہ سرہ العزیز" از نصیر خاں بن کمال خاں قریشی۔

جامی اور احمد گجراتی کی مثنویاں

احمد گجراتی اپنی مثنوی کی ابتدا میں کہتا ہے کہ میں محمد قلی قطب شاہ کی خدمت میں کوئی نمایاں شعری کارنامہ پیش کرنا چاہتا تھا۔ لیکن رہبری اور رہنمائی کے لیے میرے پاس کوئی اچھی کتاب موجود نہیں تھی۔ میں نے اپنے دوستوں کے پاس ایسے "نسخے" تلاش کیے جن سے استفادہ کرسکتا تھا۔ میری خواہش تھی کہ فارسی کی کوئی گرانقدر کتاب دستیاب ہو جائے۔ اگر خسرو اور نظامی کی کتابیں ہاتھ آئیں تو انھیں "ہندوی" زبان میں منتقل کروں۔ کئی دن بعد میرے ایک "برادر" نے مجھے یوسف زلیخا دی ؎

دلے منج کن نہ ہووے تھی کتاب ایک — حوادث ہور وقائع تھے بہوتیک
کیا بھوتیک تفحص داستاں کن — کہ کچ نسخے مناسب ہوئیں اُنو کن
اگر خسرو نظامی کیاں کتاباں — جو بات آویں کروں ہندوی شتاباں
سو کئی دن بعد منج کو یک برادر — دیتا یوسف زلیخاں عاریت کر

یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ احمد گجراتی نے اپنے قصے کے ماخذ کی بڑی صاف گوئی اور ادبی دیانت داری کے ساتھ نشان دہی کر دی ہے اور کھلے الفاظ میں جامی کی "یوسف زلیخا" سے اپنی خوشہ چینی کا ذکر کیا ہے۔

جامی کی مثنوی "یوسف زلیخا" فارسی ادب میں اپنا ایک منفرد مقام رکھتی ہے۔

ردوسی نے بھی آل بویہ کے بہاء الدین دیلمی کے عہد میں اس کے وزیر اعلیٰ حسن موفق کی رمائش پر مثنوی "یوسف زلیخا"، بغداد میں ۳۸۴ھ کے قریب لکھی تھی۔ اس کا ماخذ قرآن مجید سورۂ یوسف اور یہودیوں کی کتابیں ہیں۔ بعض محققین مثنوی "یوسف زلیخا" کو فردوسی ی تصنیف قرار نہیں دیتے۔ رضازادہ شفق نے اپنی تصنیف "تاریخ ادبیات ایران" ں اس سے بحث کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ایک ایرانی محقق نے "یوسف زلیخا" کے ایک ایسے ی نسخے کا پتہ چلایا ہے جس کے مقدمے کے اشعار سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ شعری اکتساب سلطان ک شاہ سلجوقی (۴۶۵ھ - ۴۸۵ھ) کے عہد کے ایک مصنف نے اس کے بھائی طغان شاہ بن الپ ارسلان کے نام سے پیش کیا تھا۔[1] فردوسی سے منسوب یہ مثنوی شاہنامے کے بحر پر لکھی گئی ہے۔

محمود شیرانی اپنے مضمون "یوسف زلیخائے فردوسی" میں لکھتے ہیں کہ جامی کی یوسف زلیخا" سے فردوسی کی "یوسف زلیخا" کا مرتبہ بلند ہے۔ لیکن بہت زیادہ مقبولیت جامی ی مثنوی ہی کو حاصل ہوئی:—

> "یوسف زلیخائے جامی اس قدر مشہور ہے کہ بچے سے لے کر بوڑھے تک سب اس کو جانتے ہیں۔ حالانکہ تاریخی حیثیت سے دیکھتے ہوئے خواہ باعتبار قدامت خواہ بہ لحاظ روایت قصہ یوسف زلیخائے فردوسی نہایت مستند اور یوسف زلیخائے جامی اس کے مقابلے میں بالکل بے قدر ہے۔"[2]

نورالدین جامی نویں صدی ہجری کے معروف شاعر ہیں اور فارسی کی بلند پایہ ادبی شخصیتوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ ان کی ولادت ۸۱۷ھ مطابق

---

[1] مبارز الدین رفعت (مترجم) صفحہ ۱۲۶

[2] محمود شیرانی۔ یوسف زلیخائے فردوسی (مضمون) مقالات شیرانی جلد چہارم صفحہ ۳۱۴

۱۴۱۴ء میں قصبۂ جام میں ہوئی اور چونکہ انھیں شیخ احمد جام سے غیر معمولی عقیدت تھی اسی بنا پر انھوں نے جامی تخلص اختیار کیا تھا۔ چنانچہ خود کہتے ہیں ع

مولدم جام و رشحۂ قلمم   جرعۂ جام شیخ الاسلامیست
زاں سبب در جریدہ اشعار   بدو معنی تخلصم جامیست[1]

جامی نے نظامی کی مثنوی "خسرو شیریں" کے جواب میں مثنوی "یوسف زلیخا" لکھی تھی[2] ڈاکٹر زہرا خانلری (کیا) کے خیال میں جامی کی ساتوں مثنویاں نظامی گنجوی کے تتبع میں کہی گئی ہیں اور انھیں "ہفت اورنگ" کہا جاتا ہے۔[3] جامی نے ۸۹۸ھ مطابق ۱۴۹۲ء میں بمقام ہرات وفات پائی۔ نظام الدین میر علی شیر نے جو جامی کے معتقدین میں سے تھے ان کی تاریخ وفات اس طرح پیش کی ہے۔ ع

کاشف سر الٰہی بود بے شک زاں سبب
گفت تاریخ وفاتش "کاشف سر الٰہ"

جیسا کہ اس سے قبل کہا جا چکا ہے۔ یوسف زلیخا کے قصے نے دنیا کے بہت سے نامور شاعروں کو اپنی طرف متوجہ کیا ہے۔ یوں تو مختلف زبانوں کے کئی عظیم شاعروں نے اس قصے سے دلچسپی لی اور اس کو اپنے انداز میں پیش کیا ہے۔ لیکن بقول عبداللہ یوسف علی جامی کی مثنوی "یوسف زلیخا" کو ادبیات عالم میں ایک شاہکار کی حیثیت حاصل ہے۔[4] جہاں انگریزی میں گرای فت (Griffith) نے جامی کی مثنوی پر اپنے ترجمے کی بنیاد رکھی ہے وہیں احمد گجراتی نے دکنی میں جامی کی اس معرکۃ الآراء مثنوی سے استفادہ کیا ہے۔

---

[1] میا رضا الدین رفعت (مترجم) رضازادہ شفق۔ تاریخ ادبیات ایران صفحہ ۴۴۳
[2] ڈاکٹر نور الحسن انصاری (مترجم) فارسی کی دلکش داستانیں۔ صفحہ ۲۳۰
[3] ~~
[4] عبداللہ یوسف علی۔ دی ہولی قرآن۔ صفحہ ۵۹۴۔

جامی کی مثنوی "یوسف زلیخا" کی ابتداء اس طرح ہوتی ہے کہ شاعر نے چودہ تمہیدی اشعار کے بعد "افتتاح نامہ بنام نامی یگانہ" کی سرخی قائم کر کے حمد کے اشعار کہے ہیں اور پھر "ترتیب دلائل ہستی واجب تعالیٰ نمودن و ترغیب بتامل دراں فرمودن" کے تحت بھی حمد کے مضامین باندھے گئے ہیں اور اس کے بعد مناجات شروع کی ہے جو دو عنوانات پر محیط ہے۔ احمد گجراتی کی مثنوی "یوسف زلیخا" کی ابتداء دکن کی ادبی روایات کے مطابق حمد سے ہوتی ہے۔ لیکن حمد کے ضمن میں احمد گجراتی کے خیالات وافکار جامی کے تصورات کی آواز بازگشت نہیں۔ اس نے نئے نئے مضامین اور تصورات سے سروکار رکھا ہے اور یہاں اس کی انفرادیت کی جھلک دیکھی جا سکتی ہے۔ اس کے بعد دونوں مثنویوں میں مناجات نے جگہ پائی ہے۔ احمد نے اپنے نام کی رعایت سے نبی کریم سے دستگیری اور مغفرت کی التجا کی ہے۔ اس کے بعد دونوں شاعروں نے نعت پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ نعت کے مضامین میں جامی اور احمد کے یہاں یکسانیت نظر آتی ہے۔ جامی نے نعت میں سرور کائنات کی مدح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ حضرت آدم، نوح، ابراہیم، عیسیٰ اور حضرت یوسف کے نجات دہندہ تھے۔ آنحضرت کے رحمت للعالمین ہونے کے بارے میں جامی کہتے ہیں ع

چو آدم در رہِ ہستی قدم زد — ز مہر روئے صبح آرائش دم زد
ز جودش گر نگشتی راہ مفتوح — بجودی کی رسیدی کشتی نوح
خلیل از وی نسیمی یافت کاتش — برو شد چوں گلستاں خرم و خوش
مسیح از مقدم او مژدہ گوئی — کلیم از مشعل او شعلہ جوئی
بمصر جاہش او کنعاں رسیدہ — غلامی بود یوسف زر خریدہ

احمد گجراتی کہتے ہیں ع

مدد اس ناؤں نیکے گن جو لیا یا — گنہ تھے بخشش آدم اس تھے پایا
جو اس تھے نوح کو ہوتی نہ کشتی — تو اس طوفان میں رہتی نہ کشتی

جو اس کی باس کی امرت پون تھے — نکلا بن پائے ابراہیم اگن سے تھے
جیو روح اللہ جیو دیتے تھے دم تھے — سو وہ گن آئے اس امرت قدم تھے
جو امرت روپ یوسف کا ادک تھا — سو اس کے روپ سُوں ور تھے چھنک تھا

حضرت یوسف کے بارے میں یہاں جامی اور احمد کے بیانات میں اختلاف نظر آتا ہے۔ احمد نے ہر جگہ جامی کی کورانہ تقلید نہیں کی ہے۔ اس کے بعد دونوں مثنویوں میں ایک مشترک سرخی "معراج رسالت پناہ" مشاہدے میں آتی ہے۔ اس سرخی کے تحت احمد نے زیادہ شعر کہے ہیں۔ لیکن جامی کی متعاقب سرخی "ضراعت پوشیدن و در اقتباس شفاعت کوشیدن" احمد کی "یوسف زلیخا" میں موجود نہیں ہے۔ اس نے اس کے بعد "مدح امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ" کے تحت حضرت علی کے فضائل بیان کیے ہیں اور ان سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے اور آخر میں دعا کی ہے کہ ان کی مودت سے میرا خانہ دل روشن کر اور ان کی پیروی کی توفیق عطا فرما۔ اس کے بعد پھر ایک بار دونوں مثنویوں میں اشتراک موضوع کا احساس ہوتا ہے۔ جامی نے اپنے پیر و مرشد خواجہ عبید اللہ احرار کی مدح کی ہے اور ان سے اپنے دلی لگاؤ اور وابستگی کا اظہار کیا ہے تو احمد نے اپنے پیر و مرشد قطب الاقطاب شیخ وجیہہ الدین کی تعریف و توصیف کی۔ جامی نے اپنے مرشد کی تعریف کرنے کے بعد سلطان حسین کے اوصاف حمیدہ اور ان کی پر عظمت شخصیت کی مدح کی ہے اور دنیا بادشاہ وقت کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔

"در بیان آنکہ ہر یک از جمال و عشق مرغیست از آشیانہ وحدت پریدہ در شاخسار مظاہر کثرت آرمیدہ" میں وحدۃ الوجود کے نظریے پر جامی نے اپنے مخصوص انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ جامی فارسی کے سربرآوردہ صوفی شعراء میں شمار کیے جاتے ہیں۔ بقول زہرا خانلری

ایران کے صوفی شعرا کا سلسلہ جامی پر آکر ختم ہوتا ہے۔ ۱؎

مثنوی کے اس حصے میں انھوں نے مسائل تصوف سے بحث کی ہے اور وحدت الوجود کے نظریئے کو خوب صورت تمثیلوں کے ذریعے سے واضح کیا ہے۔ احمد گجراتی کی مثنوی میں "تعریف شاعر خود" کا عنوان قائم کر کے شاعر نے شاعرانہ تعلی سے کام لیتے ہوئے اپنی علمیت، ہمہ دانی اور اپنی شاعرانہ صلاحیتوں کا ذکر کیا ہے۔ یہاں احمد گجراتی نے "بچن" کی اہمیت واضح کرتے ہوئے بتایا ہے کہ "بچن" یا شاعری ہی سے ساری دنیا کی رونق ہے۔ جنت دوزخ خیر و شر" "مصحف و پیغمبر" "دیا" "دان" اور "راجاؤں کے راج" کا انحصار اسی پر ہے۔ اس کے بعد قصیدے کے گریز کی طرح شاعر اپنے مدعا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اپنی "زبان" اور "بچن" کے اعتماد پر بادشاہ وقت کی خدمت میں حاضر ہونے کا شرف حاصل کر رہا ہوں اور اس بادشاہ کے درِ دولت پر حاضر ہوا ہوں جس کی تعریف کا کوئی شاعر حق ادا نہیں کر سکتا۔ اس سلسلے کی دوسری کڑی "تعریف قطب شاہ محمد قلی" ہے جس میں گولکنڈے کے پانچویں حکمران سلطان محمد قلی قطب شاہ کا سراپا پیش کیا گیا ہے اور پھر اس کے اوصاف و فضائل کی مدح کی گئی ہے۔ جامی کی مثنوی میں عشق کی تعریف اور پھر مثنوی کے سبب تالیف کی وضاحت کی گئی ہے۔ "بر سبیل تمثیل" کے زیر عنوان ایک حکایت بھی بیان کی گئی ہے۔ "دستہ گل از چمن فضائل چیدن در رشتہ اتمام نظم کتاب بران پیچیدن" میں جامی نے "سخن" کی لامحدود اثر آفرینی اور اس کی ہمہ گیر خوبیوں کو سراہا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ درمیان کی دو سرخیوں کو چھوڑ کر احمد نے "تعریف شاعر خود" میں "بچن" کے اسرار و رموز پر جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ جامی کے تتبع ہی کا نتیجہ ہیں۔ اس کے بعد کی سرخی اصل قصے کی طرف پہلا قدم معلوم ہوتی ہے اور اس میں "فریفتیں آدم بر جمال یوسف"

۱؎ مترجم ڈاکٹر نور الحسن انصاری صفحہ ۲۳۰۔

کی تشریح کی گئی ہے کہ کس طرح حضرت آدم یوسف کے جمال کو دیکھ کر مبہوت رہ گئے تھے احمد کی مثنوی میں ایک زائد سرخی "شاعر تعریف بخت خود گردند" ہے جس کے بعد اس نے جامی کی کی طرح "پیدا شدن آدم پیغمبر علیہ السلام" کے زیر عنوان آدم کی پیدائش اور یوسف کے حسن دل افروز سے ان کے متاثر ہونے کا حال بیان کیا ہے۔ یہاں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ احمد گجراتی نے جامی کی مثنوی کے اکثر اشعار کا آزاد ترجمہ پیش کر دیا ہے۔ جامی کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں ؏

صفوف انبیا یکجا پس و پیش　　ستادہ ہر صف بر پایۂ خویش
صفوف اولیاء قائم دگر جائی　　نہادہ در مقام پیروی پائی
گروہ باشکوہ بادشاہی　　بتاج شوکت شاہی مباہی
ستادہ صف بصف دیگر خلائق　　بترتیب خویش و دستور لائق

احمد گجراتی کہتے ہیں ؏

صفاں سب انبیاء کی یک طرف کر　　پچھیں ان کے ولیاں نیکیاں کی صف کر
جماعت بادشاہاں کی دو جی دھر　　کھڑے سب راج کیرا تاج دھر سر
کھڑے یوں صف بصف باقی خلائق　　کہ جوان ہر یکن کا ہوئے لائق

یہاں فرق صرف یہ ہے کہ جامی نے یوسف کے حسن کا مفصل سراپا پیش کیا ہے اور احمد دو چار اشعار کہہ کے آگے بڑھ گئے ہیں۔ جامی کی مثنوی میں اس کے بعد کی دو سرخیاں بھی اسی موضوع سے مربوط ہیں۔ حضرت آدم کا یوسف کو دیکھ کر تعجب کے ساتھ ان کے بارے استفسار کرنا دونوں مثنویوں میں ایک ہی انداز سے پیش ہوا ہے۔ جامی اور احمد کے بیانات میں یہاں بھی یکسانیت نظر آتی ہے۔

جامی

از آں ماہ و جلال آدم عجب ماند　　بہ عنوان تعجب زیر لب راند

که یارب این نہال از گلشن کیست ــ تماشا گاہ چشم روشن کیست

احمد

رہے بھوتیک عجیب اُس دیکھ آدم ــ لگے پوچھن عجب ستیں کہ ہر دم

کہ یارب کس چمن کا پھول ہے یہ ــ نیلی چنپلی کسی ہو کر رہے یہ

احمد گجراتی نے اپنی مثنوی میں اس موقعے پر اختصار سے کام لیا ہے اور ایک دوسری سرخی قائم کرنے کے بجائے اسی سرخی کے تحت حضرت یعقوب کے گھر، یوسف کی ولادت اور باپ بیٹے کی غیر معمولی محبت کا حال بیان کیا ہے۔ احمد گجراتی نے بعض اشعار میں جامی کے بیانات کا چربہ ضرور اتارا ہے لیکن مجموعی طور پر ان کا طرز ادا پیشکش کا انداز اور خیالات و افکار جامی کے تتبع کا نتیجہ نہیں معلوم ہوتے۔ انفرادی غور و فکر، شاعرانہ محاسن اور قصہ گوئی کا اثر طرز احمد گجراتی کی مثنوی کی تقلیدی حیثیت سے زیادہ اس کی انفرادیت کی ترجمانی کرتا ہے۔ اس کے بعد دونوں مثنویوں میں ایک اور مشترک بیان جو زلیخا اور اس کے والد بادشاہ مغرب طیموس سے متعلق ہے، ہماری نظر سے گذرتا ہے۔ یہاں دونوں شاعروں نے زلیخا کے حسن و جمال کی تعریف و توصیف کی ہے۔ احمد نے تفصیل سے کام لیا ہے اور جامی کا سراپا مختصر پیش کیا گیا ہے۔ دونوں شاعروں نے تشبیہات و استعارات سے پیکر زلیخا کی تصویر کشی کی ہے۔ لیکن فرق یہ ہے کہ احمد گجراتی نے اپنی تشبیہات اور اپنے استعارے اور کنایے ہندوستانی معاشرت اور ہندوستانی تہذیب سے اخذ کیے ہیں اور مثنوی میں قصے کی ابتدا ہی سے ایک مانوس فضا تخلیق کی ہے۔ انھوں نے زلیخا کی زلفوں کو ناگ اور کیس (بالوں) کو "ہندو سحر" سے جوڑے کے پھولوں کو سنبل میں کیوڑے کی "پھنکڑی" سے، جیب کو کنول کی پنکھڑی سے آواز کو کوئل سے اور خرام ناز کو مور کی چال سے تشبیہہ دی ہے۔

اس کے بعد دونوں مثنویوں میں زلیخا کے خواب بیان کیے گئے ہیں کہ کس طرح

وہ حضرت یوسف کو خواب میں دیکھ کر ان کے عشق میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ اور کس طرح رفتہ رفتہ سوزِ عشق اس کے وجود کو بھسم کر ڈالتا ہے۔ محل کی کنیزیں اس کا یہ حال دیکھ کر پریشان ہو جاتی ہیں کوئی کنیز کہتی ہے کہ شائد اس کو کسی کی نظر لگ گئی ہے، کوئی اس کو بھوت، پری، آسیب اور جادو کے اثر سے تعبیر کرتی ہے، لیکن ایک جو سب سے زیادہ دانا تھی اُسے "آثار محبت" بتلاتی ہے۔ جامی کہتے ہیں ع

یکی گفت کسی مثلش ندیدست — ہمانا کز کسی چشمش رسیدست
یکی گفتا ہمانا سحر سازی — کہ سحرش بستہ بہر دامن طرازی
یکی افتاد ایں معنی پسندش — کہ از دیو و پری آمد گزندش
یکی گفت ایں ہمہ آثار عشق ست — دلش بی شک بزیر بار عشق است

جامی کے اس بیان سے احمد گجراتی کے مندرجہ اشعار کا محاکاتی مقابلہ کیجئے ع

یکن بھوتیک گماناں سوی کہی کی — اسے شائد نظر لاگی کسی کی
کہی کوئی یہ جھڑپ ہے بت پری کی — کوئی آکھی یہ نشانی ہے سحر کی
کہی کوئی یوں کہ یہ آثار نیہہ کے — جے کچ یہ چیشٹی سکلی برہ کے

پھر دائی کے استفسارات اور زلیخا کا حالِ دل بیان کرنا دونوں مثنویوں میں موجود ہے۔ یہاں ایک اعلیٰ احمد نے جامی کے اشعار سے براہ راست انداز میں استفادہ کیا ہے۔ اشعار ملاحظہ ہوں۔ دائی زلیخا سے اس کے محبوب کا پتہ دریافت کرتی ہے۔ کہتی ہے ع

اگر بر آسماں باشد فرشتہ — ز نور قدسیاں دانش سرشتہ
بہ تسبیح و دعا خوانم چنانش — کہ آدم بر زمیں از آسمانش
اگر باشد پری در کوہ و بیشہ — عزائم خوانیم کاریست و پیشہ

احمد گجراتی کہتے ہیں ع

اگر ہوئے فرشتا آسماں پر — جو ہوئے نور سوں سرجیا سراسر

دعا تسبیح ایسا کر پڑوں میں — جو آٹھویں آسماں تھے اس حضرت تئیں
اگرچہ گھاٹ ڈونگر میں پڑے ہوے — تو میری بات بھی کچھ ساحری ہوئے

خواب میں حضرت یوسف کی زلیخا سے گفتگو، طیموس کا زلیخا کے عشق کی خبر پانا، مختلف ممالک کے شہزادوں کا زلیخا سے شادی کی درخواست کرنا۔ طیموس کا اپنے حاجب کو مصر بھیجنا اور زلیخا کی مصر کو روانگی ایسے واقعات ہیں جو دونوں مثنویوں میں سلسلہ وار بیان کیے گئے ہیں اور دونوں مثنویوں میں ان سے متعلقہ سرخیوں کی ترتیب بھی وہی نظر آتی ہے۔ احمد گجراتی کی مثنوی کی تمام سرخیاں فارسی میں ہیں وہ چاہتے تو جامی کی سرخیوں کو اپنا سکتے تھے لیکن انھوں نے قصے کو اسی سمت میں متحرک کرنے کے باوجود اپنے طور پر سرخیاں قائم کی ہیں۔ مثلاً زلیخا کے مصر پہنچنے پر عزیز مصر کو دیکھنے کے واقعے کی سرخی جامی کی سرخی "دیدن زلیخا عزیز مصر را از شگاف خیمہ و فریاد برداشتن کہ ایں آنکس کہ من اورا بخواب دیدہ بودم و سالہا بمحنت کشیدہ نیست" کی جگہ احمد نے "عزیز مصر چوں نزدیک آمدند زلیخا دائی را گفتند کہ بنماینذ" کی مختصر سرخی قائم کی ہے۔ اسی طرح بعد کا قصہ بھی واقعات کی یکساں کڑیوں کو جوڑتا ہوا دکھائی دیتا ہے لیکن احمد نے علیحدہ عنوانات قائم کیے ہیں اور اپنے طور پر اس قصے کو پیش کرنے کی کوشش ہے۔ جامی نے زلیخا کو عزیز مصر کے محل میں پہنچا کر مثنوی کے قصے کو اسی منزل کی طرف آگے بڑھانے کے بجائے اسے ایک نئے موڑ سے آشنا کیا ہے۔ اور ابنائے یعقوب کے حسد کی داستان شروع کی ہے۔ ان ہی کی تقلید میں احمد نے اپنی مثنوی میں "داستانِ یوسف علیہ السلام تولد شد و پرورش یافتند" کے زیر عنوان حضرت یوسف کے پرورش پانے اور یعقوب سے عصائے زبرجد حاصل کرنے کی روئیداد بیان کی ہے۔ وہی واقعات بیان کرتے ہوئے احمد نے جامی کی سرخیوں کو نظر انداز کر کے اپنے طور پر نئے عنوانات قائم کیے ہیں مثلاً:

جامی۔ بردن برادران یوسف را از پیش پدر و در چاہ افگندن

احمد۔ برادران یوسف را بردند در چاہ افتادند

جامی۔ باب نیل درآمدن یوسف و غبار سفر شستن و بر ہودج اعلیٰ نشستن۔

احمد۔ مالک بعد چہار روز یوسف را غسل دادند در دریائے رود نیل۔

جامی۔ بغرض بیع آمدن یوسف و خریدن زلیخا وبہ قیمت دو چند۔

احمد۔ در دربار بادشاہ آوردند یوسف را برائے خریدی بہا کردند

کہیں کہیں درمیاں میں احمد نے نئی سرخیوں کا اضافہ کیا ہے مثلاً

"یوسف در چاہ سہ روز ماندہ بودند، جبرائیل ہمراہ او بودند" یا " مالک یوسف را در چاہ بیرون کردند در دیرۂ خود نہادند"

جامی کی مثنوی میں قصے کے سلسلے میں قائم کی ہوئی آخری سرخی "وفات یافتن حضرت یوسف و ہلاک شدن زلیخا از الم مفارقت آن حضرت" ہے جس کے اختتام پر انھوں نے ایک حکایت نقل کی ہے کہ جب حضرت یوسف کا تابوت دریائے نیل کی ایک جانب رکھا گیا تو دوسری جانب کا علاقہ انکے برکات سے محروم ہوگیا اور وہاں مختلف قسم کی بلائیں لازم ہونے لگیں ع

بدیگر جانبش قحط و وبا خاست

بجائے نعمت انواع بلا خاست

بالآخر مجبور ہو کر حضرت یوسف کے تابوت کو دریائے نیل کے درمیان ایک سنگ بستہ تابوت میں رکھا گیا تاکہ اس پر سے گذرنے والا پانی دونوں کے خطوں کو اپنی برکات سے مستفید کرے اس کے بعد کے عنوان کے تحت "فلک کج رفتار" کی شکایت کی ہے۔ اس کتاب کا آخری عنوان قائم کر کے شاعر نے اپنے فرزند کو مختلف کارآمد نصیحتیں کی ہیں اور سب سے آخر میں مثنوی کے ختم ہونے پر خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے "تاریخ اختتام" پر روشنی ڈالی ہے۔ احمد کی مثنوی کا اختتامی حصہ اس سے بالکل مختلف ہے یہاں اس نے اپنے عقائد کا اظہار کیا ہے اور خود کو بادشاہ کے ہوا خواہوں میں بتاتے ہوئے اس کے دشمنوں کے لیے بد دعا اور

دوستوں کے لیے دعا کرکے اپنی مثنوی ختم کی ہے۔

جیسا کہ اس سے قبل کہا جا چکا ہے احمد گجراتی نے اپنی مثنوی میں اختصار سے کام لیا ہے اور قصے کی جن جزئیات کو وہ غیر ضروری تصور کرتے تھے انھیں حذف کر دیا ہے۔ مثلاً جامی کی مثنوی میں قوم عاد کی ایک شہزادی بازغہ کا کردار بھی قصے کے درمیان میں اُبھرتا نظر آتا ہے۔ اس کردار سے ہم بازارِ مصر میں یوسف کے داخلے کے وقت متعارف ہوتے ہیں۔ بازغہ کا کردار یکایک اور بالکل غیر متوقعہ طور پر مثنوی کے قصے میں نمودار ہوتا ہے اور اپنا مختصر سا رول ادا کرنے کے بعد اسی تیزی کے ساتھ روپوش بھی ہو جاتا ہے۔ بازغہ کا عشق حقیقی کی طرف مائل ہونا، دنیا کے ہنگاموں سے کنارہ کشی اختیار کرنا۔ اپنی دولت مساکین میں تقسیم کر کے یادِ خدا میں مشغول ہونا اور دریائے نیل کے کنارے معتکف ہونا، مثنوی کے اصل قصے کے انجام کی طرف ایک اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ عبداللہ شاہ نے بازغہ کا نام فارغہ بتایا ہے اور لکھتے ہیں کہ وہ مصر کی ایک رئیس زادی تھی جو ایک ہزار خچر مال و دولت سے بھرے ہوئے لے کر حضرت یوسف کو خریدنے آئی تھی۔[۱] شاہ صاحب رقمطراز ہیں کہ جب اس نے یوسف کو دیکھا تو اس کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں "صنعت" کو دیکھ کر اسے "صانع" کا خیال آیا۔ اس نے حضرت یوسف سے سوال کیا "آپ حسن کا مجسمہ ہیں آپ کو پیدا کرنے والا کون ہے" حضرت یوسف نے جواب میں اُسے خدا کی حقانیت اور وحدت کا وہ درس دیا جس نے اس کے تصورات کی کایا پلٹ دی اور بول اٹھی ع

جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی
مرا با جان جاں ہمراز کردی
ز مہرِ غیر بگسستی دلِ من
حریمِ وصل کردی منزلِ من

---

[۱] عبداللہ شاہ۔ یوسف نامہ صفحہ ۸۰۔

عبداللہ شاہ صاحب اس کے انجام کے بارے میں لکھتے ہیں "سارا مال گھر دار خدا کی راہ میں لٹا دیا۔ پھر وہ دریائے قلزم کے کنارے مکان بنا کر عبادت کرتے کرتے مرگئی"۔[۵] احمد کی "یوسف زلیخا" میں کہیں بازغہ یا فارغہ کا کردار نظر نہیں آتا۔ چونکہ یوسف زلیخا کی داستان سے اس کے قصّے کا براہ راست تعلق نہیں تھا اور یہ مثنوی کا ایک ذیلی قصہ تھا، غالباً اسی بنا پر احمدؔ نے اسے نظر انداز کر دیا ہے۔ احمدؔ نے غیر ضروری تفصیلات سے پرہیز کیا ہے مثلاً جامی اپنی مثنوی میں کہتے ہیں کہ زلیخا کے محل میں آنے کے بعد سے یوسف کا اس ماحول میں دل نہیں لگتا تھا انھوں نے زلیخا سے کہا۔ میری "خواہش ہے کہ میں اپنے آباؤ اجداد کی طرح گلہ بانی میں وقت گذاروں"

زلیخا نے فوراً گڈریوں کو حکم دیا کہ یوسف کے لیے بھیڑیوں کا ایک گلہ اکٹھا کریں اور خود دور سے نگرانی کرتے رہیں تاکہ یوسف کو کوئی جنگلی جانور گزند نہ پہنچا سکے۔ جامی کے الفاظ میں حضرت یوسف جنگل میں بھیڑوں کو چراتے اور محل میں زلیخا کے دل پہ حکمرانی کرتے تھے۔ جامی نے اس واقعے کو "تمنا کردا یوسف شبانی را بحکم آنکہ ہیچ پیغمبر نبودہ است کہ شبانی نکردہ" کی سرخی سے مزین کیا ہے۔ احمدؔ گجراتی کی مثنوی میں اس کی طرف کوئی اشارہ موجود نہیں۔

اپنی قصہ گوئی کے بارے میں احمدؔ کہتے ہیں کہ میں نے جامی کا "تتبع" نہیں کیا ہے۔ کہیں "روایت" کی پیروی کی ہے اور کہیں اپنی ذاتی اپج، تخیل اور انفرادیت کو بروئے کار لا کر مثنوی میں واقعات کی کڑیاں جوڑی ہیں ؎

نا تابع ہوں جو جامی کا کدھیں میں
روایت جن کہیں تابع کہیں میں

۵۔ عبداللہ شاہ۔ یوسف نامہ صفحہ ۸۹

آگے چل کر شاعر کہتا ہے کہ میں نے اپنی مثنوی میں شاعری کے فنی تقاضوں کو بطور خاص پیش نظر رکھا ہے اور جامی سے زیادہ معانی و بیان کی طرف توجہ کرکے زور بیان اور محاسن کلام کو اپنی مثنوی میں جگہ دی ہے جس کی وجہ سے جامی کی مثنوی میری مثنوی کے سامنے "سست" معلوم ہوتی ہے ع

جے کچھ اس کا شعر ہوئے سو لیاؤں　　زیادت شاعری کے فن دیکھاؤں

معانی ہور عبارت کی توفیق　　ادک لیاؤں جے کچھ لیا یا اچھے اُن

سو کچھ باندھوں کوت پر زورات بل　　جو دیسے سست اس کا نظم اس تل

حقیقت یہ ہے کہ اگرچہ بعض جگہ احمد گجراتی کی مثنوی جامی کی "یوسف زلیخا" کا چربہ معلوم ہوتی ہے اور واقعات کی ترتیب میں تقلیدی عنصر کے باعث اکثر جگہ اشتراک مضامین اور قصے کی یکسانیت کا احساس بھی ہوتا ہے، لیکن بہ حیثیت مجموعی احمد گجراتی نے اپنی طباعی اور ذہانت سے قصے کو ایک نئی آب و تاب اور دل کشی عطا کی ہے۔ شاعر نے چونکہ ایک مشہور و معروف اور بار بار سنے ہوئے قصے کو اپنی مثنوی میں پیش کیا تھا اور چونکہ پلاٹ یا ترتیب واقعات میں کتر بیونت اور ندرتِ فکر کے اظہار کی گنجائش کم تھی اس لیے اس نے اپنی بہترین شاعرانہ صلاحیتیں اور اپنی فن کاری کا سارا زور تازگی بیان اور طرز ادا کی اثر آفرینی، صنائع بدائع کی پر لطف پیشکشی اور صوری قدروں پر صرف کر دیا ہے۔ کیونکہ مثنوی میں یہی ایک ایسا پہلو تھا جس میں وہ اپنے انفرادی جوہروں کی داد پا سکتا تھا۔ دوسرا اہم نکتہ یہ تھا کہ احمد گجراتی نے جس قصے کا انتخاب کیا تھا وہ ایک معروف قرآنی قصہ تھا اور اس میں کہانی کی اٹھان سے تحیر پیدا کرنے یا محیر العقول بیانات سے دلچسپی بڑھانے، سحر و طلسم دیو، پری اور ما فوق الفطرت اجزا ر قصہ سے قاری کی توجہ اسیر کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اس لیے طرز بیان اور صوری حسن ہی وہ واحد وسیلہ تھا جو تعریف و تحسین، اعتراف کمال اور داد

کی قدر افزائی کا سبب بن سکتا تھا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ مثنوی میں جہاں شاعر
کو موقع مل سکا ہے اس نے خوب صورت تشبیہات، اچھوتے استعاروں اور دل کش
صنعتوں اور طرزِ ادا کے دیگر محاسن سے اپنے بیان کو پرزور انگیز آفریں اور دل فریب
بنانے کی کوشش کی ہے۔ اُس عہد تک زبان نے زیادہ ترقی نہیں کی تھی۔ اس پس منظر
میں شاعر کی یہ سعی حیرت انگیز اور قابلِ تعریف معلوم ہوتی ہے۔

یوسف زلیخا

نام این کتاب یوسف زلیخا تصنیف شیخ احمد شریف

پہلیں لیوں اس اللہ کا ناؤں
جو رحمٰن و رحیم اس کی صفت پاؤں

سراؤں حمد سب اس کو سہاوے
جو وہ قدرت ستیں سب جگ پیاوے

اگر یوسف عزیز اچھیں وھوں ٹھار
کمینہ ایک بندہ اُس کیرے دار

اُجکل روپ اگر یوسُف کوں دیتا
نہ کچھ اس پہ بلا تیئں عار کیتا

نوازیا سو بندا یعقوب اگر تھا
زلیخا کوں بی صورت خوب اگر تھا

اُنوں دونوں کوں بخشتا تھا بڑائی
سو آخر پھر کیا ایسی خدائی

جو کیتے دھات دُکھ خواری دکھایا
دُکھوں رُلا رُلا نیئوں چھپایا

کیا ان کو ملامت کا نشانہ
کرن ہار آپ تس پر لائے بہانہ

نہ کچھ پرواہ اُسے سب تھے غنی وہ
جکچھ لوڑے کرے سب کا دھنی وہ

ہمارے سر ڈھولایا عشق کا بھار
جس انیر دھر تیرے ڈھونا سکن ہار

دیتا عاشق کیرے دل کوں سو حالت ۔۔۔ جو مانے جیو کہنا آپ راحت

دُکھ بھرے دُکھ مَینَن ذوق دھرتے ۔۔۔ زیارت درد کے تئیں شوق کرتے

رکت رُو جن لہو سوں ہو کھڑا دھوئے ۔۔۔ سو سارے عاشقاں میں سرخرو ہوئے

لہو گھُٹ گھُٹ کلیجا پھُٹ مرے جن ۔۔۔ بڑائی سب شہیداں میں دھرے تِن

جیسے سولی چڑاویں عاشقی مائیں ۔۔۔ شہادت کی سہیلی اُس اُپر گائیں

جکچ لوڑے کرن اُس پر سکن ہار ۔۔۔ سکت یک دھات سب کچ پر رکھن ہار

نہ کس کا فہم اس کی ذات لگ جائے ۔۔۔ نہ اس کا کام کس کی فہم میں آئے

سنبھالے تھانب کر بن تھانب انبر کوں ۔۔۔ دِوا دس نام دیتا یک چندر کوں

چندر کو رات کا سنگار کیتا ۔۔۔ سورج سوں دیس کوں سنگار دیتا

زمیں کو آدمیاں سیتیں سنواریا ۔۔۔ ستاریاں سات سات انبر سنگایا

جکچ پیدا ہوا ہے سب جگت میں ۔۔۔ سدا مشغول ہے اس کی صفت میں

دھوں جگ ینبر اگر مس کر بھریں گے ۔۔۔ دھرت کھن پات رکھ کاغذ کریں گے

قلم سب پات ہور دوہ جگ کیرے جھار ۔۔۔ جو گھٹ گھٹ پھیر پھیر نچے کیتے ہار

فرشتے جن پری مانس لکھیں سب ۔۔۔ سراون اُس سرا دن نا سکیں سب

جو اُس کے لطف کا بار لہے جیکھ ۔۔۔ جگت بن کھیل پھول تازا کرے مکھ

جو اس کا قہر یک بھڑ کا دکھالے ۔ نہہ انبر کوں پتالوں سات جالے
جگت کوں بن لکھے بانٹے سو نعمت ۔ کہے ابلیس میں بی پاؤں قسمت
فرشتے عرش پر کے سُد گنواویں ۔ جو بات اس قہر کی ان کو سناویں
نہ جاگا اُس نہ اس بن کوئی جاگا ۔ نہیں اس باج نس دن کوئی جاگا
جکچھ ہے سو ہی اس باج کچ ناہ ۔ کہیں اس باج کچھ ہستی کوں رُچ ناہ
نہیں اس روپ ہور سب روپ اُسی کا ۔ کہ ہے سب روپ تیں نیروپ اسی کا
نہ شکر اُس نعمتاں کیرا کیا جائے ۔ نہ انت اس نعمتاں کیرا کہیا جائے
کہ جس کوں شکر کا توفیق بخشائے ۔ جو وہ بھی نعمتاں میں پھر گنت آئے
سو اس نعمت اپن بھی شکر لوڑے ۔ اُسوں بھی جے زنجیری شکر جوڑے
تو بھی اُس پر سو لوڑے شکر ناچار ۔ سو کیوں ہووے یو زنجیری کو سر کار
نشاں اُس بے نشانی بن نہیں کچھ ۔ نہیں اس کی نشانی بن کہیں کچھ
فرشتے نور کے جے عرش پر ہیں ۔ سو اُس کوں پوجھنے میں بے خبر ہیں
نہیں بن عاجزی اس کی صفت میں ۔ صفت اسکی بھری ہے سب جگت میں
نہ عارف کوئی اُس بن کچ دیکھے ۔ نہ اس بن ہور کچ کوں کچ لیکھے
جو وہ اپنا اپیں پر دا ہوا ہووے ۔ سو وہ پردا اچھا دن کیوں سکے کووے

جکچ دیکھے اسی دیکھے و لیکن
نہیں پوچھا نہیں دیکھا اُسے کن
جہاں جاوے جگت اس بن نہ کچ پائے
دسے یا دل ہوے سب اس ڈھنڈاجائے
اپے بے رنگ ہور دکھلائے یہ رنگ
اسی بے رنگ کی رنگ جگ ان چھپے تک ار
جو وہ یہ بھیس ہور یہ رنگ یہ روپ
نہ لیکھیا جائے سو بہتر رہن چُپ

مناجات باری تعالیٰ

الٰہی میں سدا تج سوں سرن سات
نہ آوے بن شرن ہور کچ میرے ہات
سرن بن ہور خوبی نا رکھوں میں
سرن بن تج لائق نا سکوں میں
الٰہی میں اگر بھو تیک بُرا ہوں
تو بھی ہر حال سوں بندہ ترا ہوں
الٰہی جو گنہ بندیاں تھے نا آئے
تو قہر و مہر تیرا کیوں بوجھا جائے
سُہے تج کوں جو پکڑے مہر سنتیں
سکے بخشش جو لوڑی مہر سستیں
الٰہی میں گنہ جیتا کروں گا
تو بھی آس اُوتی اگلی دھروں گا
کہ جتنا پاپ مرا ہوئے زیادت
سو کر حاجت تھے توں رحمت زیادت
میرے پاپوں کوں ہور حاجت کوں ہے انت
ولیکن نا تیری رحمت کوں ہے انت
الٰہی جے گناہاں کے پیٹ سب
اچھیں چوڑے جتے چوڑے انبر سب

تیری رحمت سمندر کی ہتک ہوئے
تو یک تل ماں نامے سب دھوئے

الٰہی منج بن ہے تج بہوت کوئے
جو تیرا قہر اُن ستین نکٹ ہوئے

ولے تج باج دوجا مج ناہیں
جو ہوئے منج بخشن ہار سائیں

الٰہی جیسے بخشش ناہیں منج
تو بخشن ہار کن مل سی کہیں منج

جو چالے منج سہتے تج جے وہی توں
جو بخشش کیا گھٹے سب تھے غنی توں

الٰہی توں منجے بخشے تو منج لاب
کہ میرا لاب تجکوں نشت کس باب

جو ناہیں نشت تج مج فائدے ماں
سو یوں کر جو منجے رکھ نشت ہوے ناں

الٰہی تج رحیمیں سوں کروں یار
اسی یادوں سوں جیت اپنا دھروں شاد

سو کر منج پر رحیمی کا تجلا
رحیمیں سات دے منج من تسلا

الٰہی منج سدا تج یاد میں راکھ
میرا من راکھ دوجی یاد تھے پاکھ

نہ اپنے غیر پر میری نظر پاڑ
منجے اپنی خودی تھے تو بھر کاڑ

الٰہی غیر پر کیوں نین کھولوں
جو لا موجود الا اللہ بولوں

نہیں تج بن ٹھاؤں ہور ہر ٹھاؤں تج پاؤں
نہیں تج روپ ہور ہر روپ تج پاؤں

الٰہی دے سعادت دو جہاں میں
نہ گن منج کوں شقی کر دوزخیاں میں

کتیں دیوے سعادت ہور شقاوت
کرے کرتار توں جی کو جے بھاوت

الہی منج کوں ایمان سوں مار نہ بن ایمان میری گت کر خوار
شہادت سوں میریاں انگلیاں کھڑیاں کر شہیداں میں میریاں ڈھالاں کھڑیاں کر
الہی درد دکھ بہوت یک دھروں میں ولے اس پر بھی شکرانا کروں میں
سو شکرانے کی بھی توفیق دی توں سو تیرا شکر کر کس دھات سکسوں
الہی منج جتا دیئے درد دکھ منجے دے عاقبت اسکے بدل سکھ
سو کچ منج اشت دکھ تھے دکھ روندھیا جواب روندھن تھے سکھ کی دار سوندھیا
الہی دکھ میرا توں خوش جو مانے تو دکھ منج خوش لگے جتنا رنجانے
جو کچ ان بھاوتا میرا جو تج بھائے سو جے کچ بھاوتا تیرا سو منج بھائے
الہی دکھ میرا اسکھ کا سبب کر نہ یہ دکھ عاقبت دکھ کا سبب کر۔
سدا رہتے سو جگ میں منج نہ کر خوار نہ کر دوں تھاوں بھی منج کوں نیاں کار
الہی منج دنیا میں بخش توفیق جو سیدھی پینتھ چل تج پاوں تحقیق
ترا ان بھاوتا کرنے نہ دے منج برائی پینتھ پگ دھرنے نہ دے منج
الہی کیوں سہوں تج عدل کا ڑا نہیں تج فضل کے تئیں کوچ آڑا
نہ دیکھلا عدل منج پر آخرت کوں نہ کر بن فضل منج پر عاقبت کوں
الہی میں جلکچ دل تھے منگوں گا سو لائق آپنے تجھ تھے منگوں گا

دیوے توں بخش اپ لایق کی بخشش
میرا مقصود سب دے باج کوشش

الٰہی تج نبی احمد، محمد
جو اس کا نام کاڑے ہوں میں احمد

سو اسکے ناؤں کے صدقے تھے منج ماں
جو اس کے ناؤں پر دو جگ قرباں

الٰہی بھیج ان پر نت لکھ بار
بہو صلواۃ تحفے دوں جگ بھار

جو ہے اس کی شفاعت کی ہنجے آس
سو دے اس کی شفاعت تھے منجے آس

نعتِ سیّد المرسلین حضرت محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم

محمد جو رسول اللہ ہے وہ
رسولاں انبیاں کا شاہ ہے وہ

وہ ہے راجا دھوں جگ لشکر اس کا
چلے فرمان سارے جگ پر اس کا

جو اسکی چھاؤں تل ہے عرش کا تھاون
سو دھرتی پر پڑے کس دھات وہ چھاون

جو وہ چھاؤں اس جگت ظاہر نہ پائے
رکھیا ہے مت چھپا محشر کے دن چھائے

جو نیڑے وار زحمت بھیجے پکاوے
سو تب امت کی سر وہ چھاؤں چھائے

اپسے اچھات آپسے جیو تھے وہ تن
سو آچھا کیوں نہ لیوں اپسے یو جیون

دھوں جگ نور اسکے نور تھے ہوئے
نہ دیکھے چھاؤں جگ میں نور تھے کوئے

جو نور اپنا اندھارا سب کرے دور
اندھارا چھاؤں کیوں دیوے سو وہ نور

نہیں اس چھاؤں ہور اس چھاؤں تل جگ — منگے چوں چھاؤں اپن اس پاؤں تل جگ

اگر جیدا نہ تھا اس ایک سبندا — تو کیوں اس کی اشارات سات چندا

آپس کوں ترت ٹکڑے دوی کیتا — انبر تھے بھوئیں پر آپس سٹ جو دیتا

جگت کرتا اُس تئیں جگ نپایا — دھوں جگ بادشاہی اس دیلایا

سبہ آکاش دھرتی کھاں سمندر — نہیں جگ میں کچ اسکے حکم تھے ور

خدا بن اس نہ دوجا کوئی ساتی — خدا اور ان نکیں کے ایک ساتی

بڑا ہی اسکی امت کی جو بھو سول — کیتے موسیٰ اس کی امت ہوں

جو اس کے پیرواں ہوئیں انبیا سار — سو اس کی قدر کوں کیوں ہوے مقدار

سو کچ ہے مرتبا اس پیرواں کوں — جو ان کی ریس اچھے پیغمبراں کوں

جکچ بولیا آن اسکا سو بہوت ست — خدا کے اولیاں تئیں ہوے حجت

جگت اُس دِشٹ تل کم ایک تِل تھے — نہ بولے وحی بن یک بات دل تھے

کھیا سو ہے جی کچ کھیا خدا سو — نہ بولے کچ خدا تھے وہ جُدا ہو

جسے مانیا تسے مانیا خدا بھی — جسے رانیا تسے رانیا خدا بھی

جن اس کی کھوج پر سر راکھ چل سے — سو سُد پنتھی دھنی سوں جائے مل سے

جو آدم کی پیشانی میں نہانی — ملک اُس نور کی دیکھے نشانی

بھو تعظیم کر سر بھوئیں رکھے اس　　سبھہ سجدے کے تئیں قبلہ دیکھے اس

مو د اس ناؤں نبی کن جو لیایا　　گنہ بھے بخشش آدم اُس تھے پایا

جو اُس تھے نوح کوں ہوتی نہ پشتی　　تو اس طوفان میں رہتی نہ کشتی

جو اس کے پاس کی امرت پون تھی　　پھُلا بن پائے ابراہیم اگن تھے

جو روح اللہ جیو دیتے تھے دم تھے　　سو وہ گگن آئے اس امرت قدم تھے

جو امرت روپ یوسف کا اوک تھا　　سو اسکے روپ سُمندر تھے چھٹک تھا

دیا ڈول اُن جو بائیں میں نہ بہتا　　اچھوں لگ یوسف اس بائیں میں رہتا

نبی کر جن اسوں ایمان لیاوے　　ولی ہو کر خدا کا قرب پاوے

جے کوئی فرمان اس کا سیس لیتا　　ملک اسکے چرن آپیں لیتا

ادب سیتی جن اس کا نام لیوے　　سرگ بن سر پر اسکے پاؤں لیوے

وجود اس کا سبھہ عالم کوں رحمت　　جگت سر جیا اُس راکھ محبت

جگت سمدر سب اسکے نور کا بُند　　دیا سمندر سوں دوزخ کوں کرے کند

جیو احمد جیو سوں اس کا بندلہے　　درود اس کا سدا اسکوں دھندلہے

گنہ میرے گگن پلٹے نہ ما دیں　　دھرت پربت پٹوں تھے بھار آدیں

دلیے امید اچھوں بھی نا سٹوں میں　　کرمت اسکی شفاعت سے چھُٹوں میں

جدھاں اسکے کرم اندیش دیکھوں
ایس کوں اولیاء کی سار یکھوں

عجب کیا جو کرم سوں منج چھوڑا دے
خدا کے اولیاء ستیں ملاوے

جو آس اسکے کرم تھے جم نہ راکھوں
تو چھاتی پھٹ مروں یا لوں کے دھاکوں

نہ ڈر ہووے منجے اس دوں جگ میں
جو اسکا ناؤں کاڑے ہوں جگت میں

سدا اُس پر خدا تھے ہوئے صلواۃ
جو نا ہوی اس گفت ہورا کوئی دھات

صفت شب معراج رسول صلی اللہ علیہ وسلم

سلونی سانولی لکھی لکھن رین
سُہا دین جس نگہ تیں سارگی نین

سہاگن کیاں پٹیاں کالیاں سہن ہار
سو اس میں مانگ سیدھی کہکشاں سار

سو اس مشکیں پٹیاں میں مشک جھنکائے
ٹھنڈا چند نا چندن سہاگ کالائے

بھلیا چوڑا دیکھت اس کے شمائل
کھڑا اس بین گل لیکر حمائل

سو جب وہ نار سانولی ہوئے کر داس
تلاسن آئی تلوے مصطفیٰ پاس

سو سُکھ کی نیند سوں موندے نین دوئے
دلے بخت ہور من اسکا نہ کد سوئے

جو اتنے میں یکایک جبرئیل آئے
جگت کرتار تھے صلواۃ انپڑائے

کتے نبیؐ بہو دھا توں سر اکر
کہ اڑ چل آتما شا عرش کا کر

جو شاہِ انبیاء اوٹھے اُتا دل   براق اس تیئں کیتے جبرئیل آگل
جو سر تھے پاؤں سب تن نور نرمل   دسیں گُند اس کیرے تیزی سوں بجلّ
نیچے دو نین زہرا مشتری سار   جھمکتے تار جوں سورج کیرے تار
سو کچ نازک دیسے ریشم انگ پر کا   جو ریشم سُرگ کا نا ہووے سر کا
سو کچ باریک ساقاں اس ترنگ کیاں   جو انگلیاں ہوئیں حورانی سرک کیاں
سُم اس کے چار جیسے چودویں چاند   ہلال اُس تل دیکھائے نعل اُس باند
سہادے دوم اس کی جب چُھلاوے   کہ جانوں حور کا جوڑا سُہاوے
ترنگ اول مانس مکھ مورت   بچن ہور بُد مانس سار پورت
فرشتیاں سار اسے دو پنکھ نرل   ایال اس بال پر حوراں کے نکبل
دَسن موتیاں کوں پانی دین ہارے   اَدھر کوثر تھے پانی لین ہارے
سُرگ امرت کا سبزا چر نہار   فرشتے اہتمام اس کا کر نہار
جگت میدان اسے یک چھال تئیں تنگ   اُس آگل فکر اندیشے کا ترنگ لنگ
جو من جتنا انبر لانگھن تہیں بار   سو وہ اتنے میں کئی پھیرے پھر نہار
جو جتنا زدرسوں کئی برس دھاوے   تو اس یک دُک کی پورت ناکھتاوے
بہشتی باغ کیرا زین گھالے   بہو رنگ رنگ نقش اس پر دیکھالے

رکیباں دوی جوں دو نور کے طوق
کرن گل ہانس راکھے اچھریاں شوق

جو شاہِ انبیا اُس پر چڑے ترت
سو جا بیت المقدس انپڑے ترت

وہاں کیتے دوگانے تیئں اقامت
کیتے سب انبیاں کے تیئں امامت

وہاں تھے اُڑ چلن لاگے ہوا پر
ہوا ہو باولی اس کی ہوا دھر

اگن کا دائرا نیڑے جو آیا
نبی کی نیہ میں ایسی کرم پایا

دلے اس کے قدم کی آس پر پھول
اگن سب ہو رہیا گلزار کھل پھول

وہاں تھے انبری پہلی انبر پر
کیتے روشن چندر کوں یک نظر کر

دیتے بندگی کیرا داغ اُس پیشانی
سو دیسے اُس پیشانی وہ نشانی

ہوا روشن دوجا اسماں اُس تھے
عطا پایا عطارد گیان اُس تھے

سو وہ اُپکار دیک لیتا قلم ہات
کہ جم اسکی صفت لکھے بہو دھات

چلایا جب ترنگ تیجے انبر پر
سو زہرا پایا تری ناچے خوشاں کر

سبھن کے روپ کی اس پر پڑی چھاؤں
سو اُس تھے پائیں سب جگ روپ کا ناؤں

جو دیتا نور سورج کی انبر کوں
سو لیتا سور بھی نور اس نظر سوں

جو تھا سورج بھی ہوا اُس پرم تھے
ہوا امریت چشماں اس قدم تھے

جو کیتا پانچویں انبر اوپر ٹھار
کیتا ارداش سر بھوئیں دھر سلحدار

کہ منج مریخ کوں کیتا قوی توں — ہوس دیک چھوڑ کر دشمن قوی سوں

پچھے ڈکھن پر چڑیا جب وہ پراُپکار — سکیا آ بوجھ قاضی علم آچار

جو اُس دوں جگ گردتھے لاب لیتا — گرد ہوکر جگت کوں لاب دیتا

زحل کتوال انبر ساتواں سب — ستکاریا جی رکھے شہ یک دہاں تب

سو جب سب جاے کا تشہ اُس پر آیا — خبر اپنی نگر کی انپڑا ایا

وہاں تھے روک سدرے لگ جو آئے — سو رحمت میگ ہو اس کوں جیو آئے

فرشتے سب وہاں کے ہوئے حاضر — جکچ اموال واں کا لیائے خاطر

جو جبرائیل تھے سنگات واں لگ — رہے اس ٹھاؤں آگل نار کھے پگ

سو لکھے یا اخی جبرئیل منج کوں — یہاں تھے کیوں اکیلا چھوڑتا توں

کہے جبرئیل جے انکھیں رکھوں پاؤں — تو نورِ غیب سوں سر لگ جل جاؤں

سو میکائیل اس سنگات آئے — وو آدس برج کی کھن پر چڑائے

دیکھلائے سب سُرگ بن ماں ہنڈلائے — سرگ میں جیا ٹھاریاں کوں بھی دیکھلائے

جو گے زغرب مشرق ہو گزر کر — سٹے لوح و قلم پر بھی نظر کر

وہاں تھے جب عرش پھیلار لانگے — نہ دوجا کوئی واں پیچھے نہ آگے

نہ کچ اس ٹھاؤں عالم کی نشانی — اشارت ہور نشاں اس تھے برانی

نہ ٹھاؤں ہے وہاں نا اشٹ دِک ہے جلکچ ہے فکر اندیشے تھے ادک ہے
بنی میں تھا جو مخلوقی کیرا رنگ سو دریا خالقی ہیں نا رہیا تنگ
ہوا تھا جوں چھٹک سمدور تھے دور پڑے پھر جا چھٹک سمدور کی پور
نپٹ رہیا دوئی تھے ہوئے خالی نہ رہیا ہور کچ بن ایک جالی
خدائی میں سو کچ کھویا خدائی خدائی بن نہیں گویا جدائی
جلالت کبریا پر دیالیاں چھپ جائے بھترلا ہو رہیا پرکٹ تھے باز آئے
ازل میں تھا جلکچ سو ہے ہوا پھر ہوا باطن جلکچ تھا ہوئے ظاہر
دیکھن ہارا دیسن ہارا نہ بن ایک کہیں ہارا سُونن ہارا نہ بن ایک
آپس سوں آپ بولیا ہور سنیا بھی آپس کوں آپ دیکھتا ہور دیسیا بھی
جو باطن بھیس ظاہر کا لیتا پھیر لیتا بھی بندگی کا مرتبا پھیر
سو بندگی سوں کھڑا ہو کر سرن سات کیتا امت کوں بخشانے کے تئیں بات
جلکچ اس وقت جو مانگیا خدا تھے سبھہ حاصل ہوا اس کی دعا تھے
بہوت تحفے لے کر آیا امت کاں لیتا امت کے تئیں منگ مان ہو داں
وہاں لگ جائے کیتا کام کیتا تعظیم سوں بہو را جو لیتا
نچھانا گرم اچھے لگ پھر کر آیا قدم امرت سوں دھرتی کوں جیو ایا

جو ہوں اسکا ہور اسکی آل کا داس ۔۔۔ دھروں اس تھے ہور اسکی آل تھے آس

الٰہی اس پر اس کی آل سنگات ۔۔۔ کرم کر باج لیکھے نیت صلوات

مدح امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ

جیوں بھاؤں سوں اس پر نیت بل جاؤں ۔۔۔ علی المرتضیٰ جس کا ہے ناؤں

فرشتے ناؤں کوں اس کے کریں ورد ۔۔۔ پھریں ہوں پاسباں اس گھر کیرے گرد

وہی ہے مصطفیٰ کی ٹھاوں بہنا ۔۔۔ دھوں جگ میں بس اسکی چھاؤں سہنا

علی ہور مصطفیٰ کوں دو دیکھے جن ۔۔۔ جو یک دو کر دیکھے دھیرا دیکھے تن

نبی بولئے تن اس کا اپنا تن ۔۔۔ سو یک تن کوں جدا کر دے نا گن

مدینہ علم کا سو مصطفےٰ تھے ۔۔۔ ولے دروازہ اس کے مرتضیٰ تھے

خلیفہ مصطفےٰ کا سو وہی ہے ۔۔۔ دھنی صدر و صفا کا سو وہی ہے

جگت کوں روز محشر عیب ڈھانکن ۔۔۔ کرے بس مرتضیٰ کا پاک دامن

خدا کا پاک ناؤں اس کا خدا تھے ۔۔۔ سبھو پر غالب اس نیچا خدا تھے

ولیاں کو سب دیا ہے بخشنے ولایت ۔۔۔ بنیاں کوں بھیر بھیر اس کی حکایت

وہی ہے حوض کوثر کا دھنی سو ۔۔۔ وہی ہے فقر سوں سب تھے غنی سو

خدا کا دین کیتا آشکارا — کیتا اس کفر جگ میں تھے نوارا
ہوا اس کی مدد سوں غالب اسلام — نبی اس کی مدد سیتی کیسے کام
جو کوئی دل سوں سدا اس دوست راکھے — سدا بھو تیک خدا اس دوست راکھے
جو کوئی اس دوستی میں ہوئے کامل — سبھہ مقصود اس کے ہوئے حاصل
جو کوئی جو مرتضیٰ سوں ہوئے دشمن — سو وہ اپنے خدا سوں ہوئے دشمن
جکوئی دشمن اچھیگا مرتضیٰ کا — سو وہ کیوں یار ہوسے مصطفیٰ کا
جکوئی اس کوں نہ مانے دشمنی رکھ — خدا تھے لعنت اس پر نت سہس لگ
علی المرتضیٰ جس کوں قبولے — خدا ہور مصطفیٰ تس کوں قبولے
جکوئی مردود ہوئے مرتضیٰ کا — سو مردود ان خدا ہور مصطفیٰ کا
جکوئی تعظیم رکھے مرتضیٰ کی — بہو تعظیم پاوے ان خدا تھے
وہی ہے بوج ہور گن کے آگو پار — جو اس میں دو ں جگت گم ہیں چھٹک سار
سو کچ اس میں تھے اپجے دوئی موتی — جو ان پگ کے تھے ہوسے سور جیوتی
نبی بولیا جنوں کوں کاج اپنا — بھریا ان کی پریت سوں رج رج اپنا
بڈھے جی کوئی کی گود بھیتر — پہ چڑے کھاندے ہور اس کی پیٹھ اوپر
خدا کی بن رضا کچ کیوں کریں وہ — خدائے پاک تھے عصمت ہمیں وہ

انوں معصوم ہور فرزنداں انوں کے
سدھی ہنتھ پائیں اماماں وہ جنوں کے

جکوئی ان کی امامت کوں نہ مانے
خدا تھے ہوے جوں ابلیس رائے

انوں کی پیروی جن سٹ چلے گا
سو جوں ابلیس دوزخ میں جلے گا

انوں کی بندگی منج بخش الٰہی
جو پاؤں دوں جگت کی بادشاہی

انوں کی پیروی کر دین میرا
انوں میں تیئیں قوی کردین میرا

بندا احمد سو کیا ان کوں سراوے
بہوت تاں خدا ان کو سراوے

سلام اُن پر خدا کا نت لکھ بار
انوں پر کھول دے صلواہ کی دار

تعریف شیخ وجیہہ الدین بزرگ

جکوئی جو فخر سوں دو جگ کرے اچ
وجیہہ الدین دنیاں کا اچھے آج

سُہاوے اس جو روح اللہ کہاوے
کہ ہر دم کیتے مردے جیو آوے

سدا سر دنگ حق کے نور میں غرق
نبیاں ہور اس منے یک حرف کا فرق

نبی جے نہ نبی جیسا تو ہے وہ
نبیاں تھے بھی کرم پایا تو ہے وہ

خدا سوں جوں خلیل اللہ کیتا عہد
دنیا میں جو خلیل اللہ رکھیا جہد

جو خضر استاد تھے موسٰی کیری تائیں
سو حاضر ہوئیں اس کے مدرسے تائیں

نبی کا آل ہے دو دھات سیتن
حسب کے ہم نسب کیرے سبب تھیں

سبھہ علما میں حاوی مرتضیٰ سار — بہو تصنیف اسکے دوں جگت بھار

شریعت ہور طریقت کا ندھانی — وہی کھولے حقیقت کے معانی

خطاب عجیب تاج الاولیا اُس — ویلایت کا سنگاسن زیر پا اُس

وہی ہے قطب اکبر دوں جگت میں — جگت حیران ہے اسکی صفت میں

جگت یک تل تھے اسکی دِشت تل خوار — نہ وہ کرتار بن ہور کچ منگن ہار

چلنہارا نبی کی کھوج پر کھوج — ویلایت کی ویلایت بخشتا بھوج

مسلم اُس مقامِ استقامت — دیکھلے معجزے اس کی کرامت

قدا اسکا دین کے گھر کوں رکھے تھانب — وہی اسلام کوں رکھن سکے تھانب

جکوی اسکے پگ اپنے سیس لیوے — سو اپنے پگ انبر کے سیس دیوے

جتنے ہیں بال بال اس انگ ماں ہیں — سبھہ تسبیح تیئں لک لک زباں ہیں

اگرچہ وہ دھرت پر دیہہ سوں ہے — سدا معراج اس کی جیو کوں ہے

دوئی تھے دور اس کے پیرواں سب — دیکھیں یک نور اسکے پیرواں سب

جو اس کے ناؤں کیرا کوئی کرے ورد — سو پاوے آرزو جے کچ دھرے ہرد

گنہگاراں اُپر جیا دِشت بھاوے — گنہ بخشا خدا کوں انپڑاوے

جو ہے احمد کمینہ ایک بندا — سو ناہیں پاپ بن اُس ہور دھندا

ڈوبیا ہے پاپ سمندر ماہنہ سب تن | جو ناہیں لنٹھ تن کیوں پائے نکلن
رہیا دوسوں تھے تن من ہوے کسمل | سونا ہوئے سات سمندر سات نرمل
جو جاؤں کسملی سوں اس نرگ مائیں | نرگ وہ نرگ کی سب لوک کندرائیں
سو وہ اپنے کرم ستیں دیا مان | قبولیا منج مریداں میں جمع آن
وہی ہے رحمتہ اللعالمیں اب | منج ایسے رحمت اس تھے پاوے جب
کرامت منج کیا اپنی خلافت | دیکھو اندیش کر اس کی کرامت
دھرو اسکی کرامت تھے بہو آس | جو رضواں ہوئے منج سیوکے تیں داس
جسے ایسا (ٹھکانا) دوئے جگ میں | اسے کون ہوئے سمکھارو ہے جگ میں
جنے پیر دستگیر ایسا دھرے سو | پڑے کیوں پلصراط او پر تھے گرا و
جو محشر مانہ نیڑے وار آجت آئے | اسے کیا ڈر جو چھاؤں ایسی ٹھنڈی چھائے
الٰہی چھاؤں اسکی جم ٹھنڈی راکھ | جو ہیں اس چھاؤں تل عالم سہس لاکھ
الٰہی منج رکھ اسکے پیرواں میں | منج اس کی پیروی دے دو جہاں میں

تعریف شاعر خود

کیتا پھر جوش منج من سمند آپار | نو اانبر ہوا موتی ستھن ہار

جو مول اس ایک موتی کا نہ پاوے | جو دوں جگ سار کیتے جگ نہ پاوے

بچن مانک جو مہنہ دو جگ تھے رولوں | جگت سنچکار اسکا نا قبولوں

بچن کی دو ہی ابھر تھے دُرّے جگت ہوئے | سو کیوں سنچکار اس کا ہوئے جگ دوئے

اچھوں بھی جی کریں اس اچھراں سات | انت آپار جگ ہوئیں دوی جگ دھات

جو مانس کاڑنے دوں جگ نیاوے | سو مانس بات تھے مانس کہاوے

سبہہ برتن جگت میں بات تھے ہے | بھی گن وگن جگت میں بات تھے ہے

سُرگ دوزخ کریں سو بات پر تھے | انوں دو کھو بھریں سو بات پر تھے

فرشتے مان دئے سجدہ جو کہتے | سو آدم بات پر تھے مان لیتے

کتاباں ہور مصحف بات تھے ہوئی | نہ پیغمبر کوں بوجھے بات بن کوئی

چلیا ہے دین سنت بات تھے سب | دلیسے ست ہور اوست بات تھے سب

جی کچھ ہے لین دین اس دوی جگت ماں | سبہہ ہے بات تھے کچ بات بن ناں

نہ چل سے راج راجیاں کا بچن باج | نہ حاجت پاوسے بن بات محتاج

بچن تھے پائیں مسکیناں (ں) نیا داں | بچن تھے شاعراں کوں دیں شہاں مان

سو بھو تیک ماں تیں یہو آس رکھ میں | کروں کچ شاعری شاہ جہاں تیں

گرت ہا نیک امولک دوے جگ ماں | جو جگ اسکے دلائے پاوسے ناں

سو ما نیک شہ کی کیرت کاں پر توں　　جو دیوے شاہ بھوتیک ہاں پر توں

سو کیرت شاہ کا آکھوں جگت میں　　جو جگ پر اہے تلک پر اہوں جگت میں

شمع جیا گار کھے جب سور ہوئیے ور　　نہ اس بگ کس کا جیا گار کھے سور

چلے رکھ پا پدم جب پنتھ وہ کنٹھ　　سو کیا اس پنتھ کی سو کچ دھسے پنتھ

چندا تیرے ترنگ کی کھوج لے ریں　　ہوا اس کھوج پر گھٹ گھٹ ہر یک نیں

تُلنگ کر تیں ترنگ کا نعل جھڑ کر　　تو اچندا دیسے انبر کے سر پر

نینوں تھے جب یک تیر چھوڑیں　　سر ب دل کے سر ب دل بھار پھوڑیا

کھڑک بیجل ہنکارا مار جھمکائے　　تو جیوں گرجن اٹھے مریخ اڑرائے

جیسی کرڈی نظر دیکھے جو یکبار　　مرے بس جڑپہ جوا مرت پویئے لکھ بار

بکٹ فولاد کی پھر اُن بلند ہوئیے　　تو ان کا ناؤں سن کر جل سمندر ہوئیے

سو توں یک شاہ عادل ہے جگت میں　　جو تا ہیں ملک یکیس سوں یک رتیں

جو ہوئے طوفاں یاں آچلن ہار　　نہ نادیوانہ ہوئے اس تھے ہلنہار

کہیں سب عدل جگ میں مشتری تھے　　سکیا وہ عدل تیری داوری تھے

سخاوت معتدل ہے مشتری کا　　اسے کھاں لاف اچھے تج سروری کا

ترازو داں کی توں ر اکھیئے جب　　نہ پا سنگ ہو سکے گا مشتری تب

اچھل روپ زہرا نار تب پائی | پڑی جب چھاؤں تیری اُس اپر جائی
کھیں جگ یوں جی کچ ہے روپ اگلا | سو وہ تاثیر تھے زہرا کی سکلا
سہتا بازی خوشی خوشبو کی اسباب | سبھ کچ ناچ گادن بھرت کی بات
جتا کچ ہوئے مٹکاؤں ستگاؤں | جی کچ چو سار گی کوں ہوئے کارن
جو کچ ہے کوک ہور کام آرتی سکھ | نہیں تاثیر بن زہرا کیری چکھ
جو کچ تاثیر دھرتا امرت نیر | سو تج بندگی تھے (وہ)[1] پائے تاثیر
علم سرمایہ تیری زر نگاری | سُتھے چھتری نکٹ سوں بھو سنگاری
سو اس چھتری علم کی چھاؤں پڑکر | دیسے چندا سورج تاریاں سوں انبر
جگت میں راج تجھ سا کوئی کیوں آئے | جو تج سیوک مہاراجاں کوں ہیں رائے
سبھن جگ میت جگ راجن جگت پال | جگت آدھار جگ راکھے جو سنبھال
جگت کوں قطب توں ہور قبلہ گہ بھی | تھیں ماں باپ جگ کوں ہور شہ بھی
خدا کی چھاؤں توں تج چھاؤں جگ پر | خدا کی چھاؤں تج سر چھاؤں چھتر
سدا جگ راج تج تھے تج سدا راج | جرم تج کاج تھے جگ کوں خوشیاں کاج

عل[1] یہ لفظ مصرعے میں زائد تحریر کیا گیا ہے

جو شیخ احمد شریف اپنی زباں رکھ سرن آیا سراون تج ناسک
کہ جے سو لاکھ دفتر ہور لکھے تو بھی وہ گن نیکے لیکھن نہ سکھے
جتا بوبوں بھوتیک تج کیرت اچھے تھوڑا تیری کیرت کی نسبت
ولے من سمد کوں بھر جوش آوے کہ موتی بن لکھے باہر لیاوے
ولے بھی من منیں راکھوں چھپالے کہ مت سب جگ نہ سکیں اس سمالے
انت موتی جو بھر دیسے نہ ہاروں ڈروں جی مت جگت کچواے بھاروں
ولے جتنے دکھایا ہوں سو موتی جو سب جگ کوں دیا ون ہار جوتی
نہ بن تیری دیا کچ مول اپنوں کا نہ بن تج دان راکھے تول اپنوں کا
سرن ستیں کروں تج تئیں دعا اب کہوں تیری دعا میں روز ہور شب
کہ جن لاہی دعاگو ہو شہاں کاں شہاں تھے پائی بھوتیک مال ہور دان
جدھاں لک چاند تاریاں ماں دستا رہے توں شاہ لشکر سات بستا
جدھاں لگ دیس اجالا ہور رہے سور سو تیرے مکھ تھے منگتا رہے نور
جدھاں لگ سمد رہا رہے موج پر موج ادک ہوئے تجے نت فوج پر فوج
جدھاں لگ جل منگے یا دل سمد پاس دیے سمدر تیری دان تھے پیاس
جدھاں لگ ہوئے جگ میں آس کا ناؤں خدا تجھے پائے توں من آس ہر ٹھاؤں

تعریف قطب شاہ محمد قلی

جو شہہ کا یاد ہل تل من بھرے منج — سرائے باج یک تل نا سرے منج

بہو دھاتاں سراپا شہ کوں اول — سراؤں اب سخن کا روپ آ چکل

بکھانوں سیس تھے پگ لگ بہو دھات — جو سر تھے پاؤں منج ڈوبے کتک سات

دیا ونتا گسائیں روپ سو دھن — جگت موہت ترے توں جگ موہن

جو درسن باج موہے جگ تج کوں — دیکھت کیوں نا بھلے جیو لگ تج کوں

نین دیدار تج کوں دیکھن آئے — نین منج سمد آپار دیکھن آئے

توں اب کیوں ہوئے وہ تج بندھن آلی — پائیں بھی تج رویوں درسن آلی

نین جی کچ ہیں جو خوبصورت — سو تس سرا بھاگ ہے یوسف کی نسبت

تیرے سر ہے سبھ کچ بھاگ دولت — سُہے سر تاج تج ہور راج شوکت

شہانی تاج جب توں سر چڑاوی — سُہے دنیاں عروسانی پہ حاوی

لگیا جلوا دیون دیتا انو آس — کہ جی آوے تیرے نزدیک آپیں داس

تو اپنے ہات تیرے سیس پروار — لگا دے سیس اپنے لکھ لکھ بار

جو آت نیکا سلکھن سیس مونڈائے — روپے بیڑیاں تھے مشک اچھر کھرو نچائے

جھمکتا اُسترا جیسا جھمک سُور / دکھائے دیس تجھے لے رین ہوئے دور
سو گُج برق اُسترے پانی دھرن ہار / جو نیلم پر اَدِک پر جون پھرن ہار
نہ کچ اس اُستریاں کی کند ہوئے دھار / جو کھوئے گے سہس نیلم کیرے تار
نویلی بال پھٹتے سو سُہے یوں / سرگ سہرے کی مُلکے چُھٹت رہے جوں
جو میں تج کوں سراؤں بھاگ دولت / نہ کم ہے منج تیرا جو سر سلامت
سُہے سر پر تکٹ کا لال سر بند / طرا مونیاں اُس پر دیسے چند
سُہے اُس لال سر بند طرا یوں / کنارے پر شفق کے سُنبلا جوں
پشانی بی دیسے سر بند نیچے / شفق جوں اُدہم کے چند نیچے
للاتی کر بیٹی کاچی سُنے کی / لکھی بات اس میں دوں جگ بھوگنے کی
کمانا قبح کیاں نیکیاں بھنواں دے / جو وہ تیراں کٹاری چھوڑتا ہوئے
جکوئی ایسے چتر ہوئے کماں دار / سو کیوں نا ہوئے جگ پاڑ دکرن ہار
سلونے نین سُدمُد سوں ڈُلن ہار / جو بن مد پان ات رنگوں کھلن ہار
ڈھلکتے نین ڈُھالے چھند سوں سب / تو حیرانی میں گھالے جگ کوں سب
جو تھرکیں نین جوں گورٹیاں چنچل / تو باندھے جائیں کھندایت آن گل
ہرن مانس کوں جگ پاڑ دکرن ہار / سو دو لوین تیرے پھاندے دھرن ہار

جسے توں دِشٹ تل یکبار دیکھے
تو سب جگ دِشٹ تل اُن خوار دیکھے

تیری یک دِشٹ پر میں آس لاکر
رہیا ہوں سب جگت تھے دِشٹ اُچاکر

بڑای دِشٹ کی کہہ کیوں سکے کوئی
جو سب جگ اس منیں یک تِل تھے کم ہوئی

نکی وہ ناک الف سو ہے سوں دیکھے
جو اُس خوش خطّ تھے یاقوت سیکھے

لکی چنپے کی دیکھ وہ ناک نیکی
رہی نیہہ لائے پیلی ہوئے پھیکی

جو سوون ناک تھے دم دم مہکتا
سُرگ چنپے تھے وہ خوشبوئی رکھتا

سبھہ جگ دیپ نکھتار سے نِچھل نور
نیم چنداریں کوں دیس ہور سور

نکے دو گال روشن آرسیاں دوئے
نہ نرم اس دھات مخمل جگ منیں ہوئے

لگے چنداں جلیے سورج ہوس کر
کہ ہوئیں اس گال کے اِسپند کوں مجمر

جو سبزا رنگ خط چھٹیا نو میلا
سو جوں ریحان جنت کا چھبیلا

جے کوئی وہ گال ہور خط دِشت تل لیائے
سو اس کوں سنّجی و لیلّی یاد آئے

جڑے نیلم سُنے کیاں پتریاں پر
بھنور بیٹھے کمل کی پھنکڑیاں پر

کلنگ دھرتا سو چنداجس کہیں ناؤں
سو وہ اس گال ہور اس خط کی چھاؤں

سورج پر چھاؤں پڑتیں نا دیکھے کِن
نہ یوں ملتیں دیکھی کوئی رات ہور دن

میٹھے لب پر دیسے ہیریا خط ابر وپ
دیسے برادیں شکر میں چونجہ سب ڈوب

کھڑا جوں حضرا آمریت جل پر — پھوٹیا جوں پاچ گرد اگرد کوثر
اُدھر یاقوت کا خوش خط دیکھو — اسی سر خط کو سب خط سیکھو
جسے کوی لیکھیا نہ دیکھا ہوئے جل پر — سو اُس لب پر نگارے دیکھو احمر
جل امریت تھے سُہاوا ناج نکلیا — نیکے مانک تھے سو دن پاچ نکلیا
تیرے امریت تئیں ہوئے سو دھیانی — اندھیارے میں رہیا امریت پانی
ادھر اچھے سو امریت نیر نرمل — چھپے کیوں اُس دسن کی جوت اُس پل
مگر تیرے دسن کی چھاوں پڑ کر — دیسے انبر منیں نیکی نکھیتر
ستاریاں سار نازک دانت سکلے — دلے ہیں جوت کوں سورج تھے اگلے
دسن کا مینہ رکھے سمدُور چھاتی — سو موتیاں سوں ہوا بھرپور چھاتی
گگن جب اس دسن کا دھیان لایا — سب اپنا دیہہ تاریاں میں چھپایا
جنوں اس لب دسن دھیانوں سوں ڈُبیں — رتن کے دُر جگ ان کے نین ہوئیں
دیکھو اس راج لالن کے بہو رنگ — جو یہ رنگوں دکھلائے دانت سو رنگ
کبھیں زہرلکے سارا چلے اُجالے — کدھیں راکھے زحل جوں جرن کالے
کبھیں بھو دھات لے نگ میں رنگ دیوے — جو رنگ اِن تھے عطارد منگ لیوے
کبھی مریخ جوں رتری دکھاوے — جو امرت گن تنبول آمول کھاوے

تجے نیکے تنبول اُجلے چندن سار
سُنے پترؤں سے کیتے سورج اُکھار

کیتے سو ون سپاری کوں جو سوہن
کٹے پر مل مینن پر مل ہو ون

کدم کستوری ہور کافور پھُل نیر
چڑادے بھوت اسے اتیاں کوں گھر گھیر

جو تھے وہ دال وا نے مانکوں سار
ادک گُن لے ہوئی یہ باس مہکار

مڑے ہیں اُن پہ سب کوں ندن کے پتر
ہوئے پیلے جو تھے یاقوت احمر

کھیرلیاں کاٹ کیاں شکیں بندھاے
جو نیلم سنجکاران کا نہ پائے

بلیاں ویساں جڑے کو ندن جھیاں ہاں
جو ویساں مچھلیاں کس سمد ریں ناں

انوں میں بھے گھڑا کروہ بیٹیاں پان
دلوں بھو دھات بیڑیاں کر سجن کان

جو کھاوے وہ چتر تنبول نرمل
سو منہ کی باس لگ ہوئیں باس اچھل

جڑت کی پیک دانی میں سٹے پیک
تو اس تھے امرت چشماں نکلے بھیک

چھنک اس پیک کی جی سمندر میں جائے
سمند امرت ہوئے ہور لال رنگ پائے

سورج اس پیک دانی کی دھرے ریس
جلے سب دیس اس تھے ہور گئی نیس

اُگال اُس گال میں کا جن سکے پائے
سدا اس تھوک تھے تن جیو کو جیوائے

نیکیا امرت چشماں وہ دہاں ہے
مچھی آچھے سو اس میں وہ زباں ہے

نہ اس گُن کی مچھی ہوسی کسی ٹھار
جو اس سر دنگ تھے امرت جھڑن ہار

اچھے موتیاں کی سیپی تھے سمند میں سو اس چشمے تھے اس مچھلی تھے نکلیں
جگت میں کیوں نہ ہووے امول اوپچھ جو اس تھے بن لکھے موتیاں کی اوپچھ
سو کچ موتی سجن کے بول امول جو موتی واریں اس موتیاں تول
سجن کے بول سب جیو دینے ہارے دلویں اس بول پر سب جیو سارے
ادا آواز پر سو کچ بھلیں دل جو ہوئیں اس بول کے معنیاں تھے غافل
جو دائم مسکتے ہیں وہ میٹھے لب سو کھل میٹھی ہنسی سوں ہنس اٹھے جب
تو اس کے بول امرت گن شکر تھی بھرے میٹھائی سوں آکاش دھرتی
دتا امرت ہنسی نے جب چھٹک نم سرگ سنگھار بن ہنسار ہے جم
تھڈی بٹول نورانی ستارا جو اس تھے جوت سورج کا نوارا
سہاول اس تھڈی کا ات پرت لک دھویں جوں کوئی سجن کو دان دل جگ
جو روشن مکھ تھے برسے نور پر نور جگت سب ہوئے اسی تھے نور سمند در
جھڑے اس موکھ تھے جب یک جھٹک خوے دسیں جگ میں چندا تارے سورج ہوئے
جہاں اس مکھ تھے خوی یک جھٹک دتھیں تھاں اپنا سب لرکت جگ بیٹھیں
سرگ بن یاد اس مکھ کا کیا جوں سدا کھیلیا بھلیا تازا رہیا یوں
مگر بھو دھیان اس مکھ کا رکھیا چت جو یوں روشن ہوا اس رونگ آدت

صدف موتیاں کی لئے اس کان تھالاں | جو راہی ہوئے کو سو ونگ چھالاں
صدف کانوں کی بنیہ ہیں تھے جو صادق | بھری خوشبوی اس کانوں موافق
پڑے حاجت جو جس کی شاہ کے کاں | سو حاجت تھے زیادت پائے وہ داں
نہ گردن کی لکھن لیکھن سکے کوی | جو جگ کیاں گرونا پہ حکم اُس ہوی
سو کچ گردن فراز اس جگ میں وہ رائے | جو رایاں اُس کنے بھی منڈ لڑکائے
صفا ہور نور سوں سینو رسینا | سدا عشرت نگر معمور سینا
عجب گنبھر وہ دریا دروتا | نو انبر اس میں یک بند کا نمونا
بھریا ہے اُس منیں دو جگ خزینا | اچھوں پورے نہ وہ صندوق سینا
مہا یہ جبل بھو بلوند رایا | جو کوہ قاف کوں جوں بال اُچایا
سو کچ سلول بانہاں ہیں سُہن ہار | نیکے طوبیٰ کوں جوں ڈالیاں پھُٹن ہار
ادنڈ وہ دنڈ ات بلوند پربل | جو تنکے سار ان آگل پھاڑ پربل
جو نرمل ذنڈ پر پربل چندن لائے | ڈنڈوں کی باس تھے چندن کوں مہکائے
ڈنڈوں کا رنگ چمکے سور کی دھات | چھپے کس دھات وہ جھمکیں چندر سات
سو کچ تیریاں ہتیلیاں نور نرمل | جو چھپتا سورج ان کی جوت کی تل
ہتیلیاں کی لکھن لیکھن سکے کون | نشانیاں جس میں دوں جگ بادشہ ہون

١؎ نال

سو کچ آچھیاں ہتیلیاں لال سُو رنگ جو مہندی کوں چڑے اُن تھے بہو رنگ
ہتیلی میں جو مکڑے یاچ آچھیا دیسے ات لال جوں مانیک ساچا
ہتیلی میں جو لے موتی دیکھاوے تو پھانسے ہنس کی آتش خوار آوے
ہتیلیاں سورج جیسا جوت انگلیاں سورج کے تار دیسیں نرمل رنگیاں
انگوٹھیاں انگلیاں گھالے نوے چند سورج تاروں کو جوں ہوئے نوے چند
جو نیکے نگہ جھمکت انگلیاں پر ستاریاں کوں لیتا رمت انگلیاں پر
سکیاں کی انگ تاریاں سار تگ لائے تو اس تاریاں تھے ہتیلی چاند دکھلائے
جو مہندی سوں نکھوں کوں رنگ دیوے تو موتی مانکوں سکا رنگ لیوے
کندن تختا سروپ اروپ وہ پیٹ سیدھی سُہاونی تختی نیکی نیٹ
سو کچ نازک دیسے وہ پیٹ نرمل جو چوبے بچھانا جیو ہووے اُس تل
حریری سیج پر کھیلے بھول بھر جو لیسے نقش اتھے اس پیٹ اوپر
لکھن کیوں اس شکم کی کوئی سکے لیک جو کوتر منبر تھے آچھا بہو تیک
اس امرت جل میں وہ ناف ہے کمل سا جو اُس باس امرت تھے مشک مہار
کمر باریک پتلی ات سُہانی نہ کوئی بوجھن سکے اس کی نشانی
جو شہزرا اس کمر کی مینہہ میں بیٹھا سو ناؤں باج کوی اس کوں نہ دیٹھا
کمر ہے بال باریک نا دیسے سو دلے ٹانگے کنک پربت اُسے دو

گسائیں مرد مردانا مہابل　　جو مردی کی علامت سب اُس انگل
کریں جب نین بازی نت ہوس سوں　　پڑ (ی) حلقہ دبانے عادت اس کوں
امول الماس شہہ کے پاس ہے خاص　　جو موتی بند گھڑے مانکوں راس
ات اچھے ماچھ نرمل انگ اُتم　　تیرے بن نیر کے چشمے منین جم
عجب کسیلی جو نکھ طبلیاں کی دن رات　　ہر کلف دھات کے کھولیں اسی سات
سُرگ میں پیڑ کیلے کے جو اوٹھے　　ہیا اسکا انوں رانا (ں) تھے چھوٹے
چندن کی کھانپ پر کوندن مڑھاوے　　صندل کھس کر بھی اس پر گڑاوے
تو کچ اس ران کیرا رنگ لیاوے　　ولے اس ران جوت اس کیوں نہ آوے
نیکی ساقاں سو بلور ہیں عجب نغز　　دیسے موتیاں کے سر جوں اس میں تھے مغز
بہو لکھن سلکھن پا پدم ہے　　سجن امریت گُن امریت قدم ہے
جہاں اس کے قدم امریت گن آئین　　امر ہوئیں جیوتی تو جیو جیو پائیں
جو راجن راج ہنس چالوں سوں چلتا　　تو چلتا جگ کے جیواں کوں چکلتا
جھکوی سرور جو سر شہہ کے چرن لائے　　چرن اپنے جگت کے سر دھرن پائے
نہ سکے کوی وہ تلوے سے نجھانے　　کہ ان کی جوت دشتی کوں رنجانے
جو اس تلویاں پر اچھران دشت بہادیں　　تو بلکھا چھاؤں چھب آزار پادیں

نہ سکیں بول شہ کا روپ سنگار — جو سب جگ میں بولیں بول سنوار
کہ رومارم تھے اس کے جھڑتے نور — جو نکلے ہر جھڑی تھے نور سمدور
سراسر قامت اس کا نور کا تھانب — جو راکھے حسن کے گھر کوں وہی تھانب
سو کچ وہ نور سوں جو نور اُسے تھے — جو لیتا نور چندا سورا اُسی تھے
جو ذرّے پر پڑے اس نور اُجالا — تو اُس ذرے تھے لیوے سورا اُجالا
مگر اُس قد تھے طوبی چھاؤں پایا — جو سکلے سُرگ بن پر چھاؤں چھایا
ڈولے نت سرو ہو کر متوآلا — جو اس قد تھے پیا پیرم پیالا
گنت اس کسوتاں کیوں کیا جائے — جو نت کیتے پرہاوے ہیں مٹکائے
مرصع کسوتاں پہنے جو آمول — نہ سکے کارا یک نگ کا جگ محصول
پرہاوے رنگ رنگ تلتل بھراوے — سو اس اپنے رنگوں سوں رنگ جھراوے
عطارد لیکھنی لے لیکھنے آوے — تو اس رنگا رنگ کے لکھنے میں رہیا جائے
جھکنا رنگ شہ کا نور نرمل — سو کیوں وہ نور چھپے کسوتاں تل
رنگوں ماتا چرہ جے رنگ دکھلائے — سو اُس رنگ رنگ تھے وہ رنگ سوہائے
سگھڑ مٹکا وناہے روپ سنگار — سبھے سنگار کوں اس تھے النکار
سنگیت سیاہیت لولت گن ندھانی — چتر جو سٹ اودھانی سُبحانی

جو ہر ای اشٹ الیسو راشٹ بھوگی مدن مورت مدن مد سکھ سنبوگی

سُمت مِت لالنا جگ جیو بُھلانا سُہت چت ساجنا جگ من مُہانا

نہ کرا گلی فضولی بس کرا احمد نہیں اُس روپ کی سنگار کو حد

کتا یاں لکھ سکے اُس باب میں توں بہو قدرت رکھے اس باب میں توں

دِلے توں شاہ کوں جیتا سراوے تو اس نسبت سوں بھی تھوڑا کہاوے

جتنے شہ کو سراپا سر تھے پگ لگ سو دیک اب شہ تھے سکھ رہے تلک جگ

قیامت لگ رکھیا توں شہ کی کیرت قیامت لگ دیسے تج شہ تھے نسبت

کیا توں شاعری کوی نا کیا سو دیوے تج دان شہ کوئی نا دیا سو

دعا سوں سارا اپنی بات کوں اب جو تج دھندا دہی دن رات کوں سب

جدھاں لگ جگ منے ہے راتا ہور دیس رہے یک حال آچکل روپ کا بھیس

جدھاں لگ رنگ ہے دنیا کوں قائم اچھے یک حال وہ انگ روپ دائم

جدھاں لگ جگ سوں رج تھے جگمگاوے سو سورا اُس روپ تھے بھو نور پاوے

جدھاں لگ نس سنگاریں چاند تارے سجن کا روپ اُچال ان کوں سنوارے

جدھاں لگ روپ رنگ جگ سوں سنگارے منجے رنگ رنگ خلعت سوں سنوارے

جدھاں لگ روپ رنگ کا سکھ لیوے دعا گو کوں سُکھیا رکھ دان دیوے

ثنا و تعریف بخت خود کردند

جو کھوے بخت میرے فتح کی وار
ہوا منج دار پر اقبال بردار

جو اس تھے نامرادی ہور دلدر
چلے نر آس لکڑ یاں کھائے سر پر

سو اس لکڑیاں کی دھاکوں تھے جو ہے منہا سس
دلدر نامرادی بھویں سٹ آکاس

انوں کا سر پھٹیا سو وہ رکت بھر
وہی شائد شفق دیسے انبر پر

گگن جو اس غریباں کا دیکھیا حال
لگیا احوال پوچھن لاگ دنبال

کہے جس سات تھے دائم ہمیں یار
سو اب اس وار ہے اقبال بردار

ہمیں اس وار جا بولے بھیتر چھوڑ
سو ہمنا یوں کھیدڑیا مار سر پھوڑ

فلک سے جرم بیری کال مرا
ہوا یہ بات سن بھو تیک بھیرا

سو اتنے میں بلایاں کا جو لشکر
فلک تھے نامزد تھا جرم منج پر

سو میرے بخت کیرے فتح کوں دیک
نکل نھاٹیا فلک لگ ڈر تھے بھو تیک

سو تیرے آپڑیا جب یہ بڑا دکھ
سو اس دکھ تھے فلک نیلا کتیا مکھ

سبب جب فتح کا پوچھیا عجب سوں
سبھہ لشکر بیاں کیتے سبب کوں

کہ اس کا جیاؤ شہہ خاطر کوں لیایا
نوازش نامہ نامی بھیجایا

جو سب اس میں پلیٹے فتح دولت | سبد مضمون اس کا عز و حرمت
امان ہور امن تیئں اس میں پتیارا | بھروسہ دیو نے دلخواہ سارا
سواد اس کا سدا عشرت کے تیئں رات | بیاض اس کا ظفر کی صبح کی دھات
سب اس کے لفظ و معنی سو کرم کے | حرف اس کے عنایت کی رقم کے
دیے اس میں تھے اس تیئں استمالت | عیاں عنوان تھے اس کی سلامت
دسے آکار سطراں کا سڑیاں ساز | جو ناہیں اس سڑھیاں تھے باج اُتار
دسے پڑتا اثر کر آئے جو کوئی | اسی سو ہے اُترنا پھر حرٹنت ہوے
شہنشہ کا مبارک ناؤں اس پر | نکوی اس ناؤں کوں سکے صفت کر
جے کوئی وہ ناؤں لئے یک تل زباں پر | سدا سب دکھ دسیں ہوئے کوں منتر
جے کوئی ناؤں کوں لیکھے پتر ما نہہ | بڑا تعویذ ہووے جیو کی بانہہ
لیکھے وہ ناؤں جب شہہ صاد کر کر | سو کیوں نا ہوئے جیو تیئں حرز اکبر
سدا اس صاد تھے جیوں صاد انکھیں | کھلیاں راہیں جیوں جاگن جو انکھیں[1]

---

[1] حاشیے پر اس شعر کے ساتھ یہ نامکمل مصرعہ بھی تحریر کیا ہوا موجود ہے ع
کھلیاں راہیں جیوں جاگن جیواں کیاں

انبر یو بات سن منج سوں ہرن آئے | بچھانا ہور ہیا میرے چرن جائے
سو وہ نامے کوں سر اپنے چڑا کر | پک اپنے او پنخ انبر کی سر پنیڑا کر
ہمس سوں شاہ کی خدمت کو دھایا | اہاں منج تھا سو سب تھے چت اُچایا
کہیں نعمت خدا کا کم نہ تھا منج | کدھیں روزی کے تئیں کچ غم نہ تھا منج
نہ کد ردڑی کے تئیں کوڑی ہنڈیاں | نہ کس دروازے جا جاحت ڈھنڈیاں
سدا منج کوں خدا عزت سوں راکھا | جو عزت کوں مری کم کوی تا کیا[۱]
ولے ہیں شاہ کا گن سن لبد کر | پتیارا راکھ کر شہہ کے سبد پر
ہوا پر اس ملک کی بھی ہوس راکھ | ترت اس تخت گہ اگ اپڑیا ٹاکھ
سنیا تھا در دستھے کیرت سخن کی | ادھک پایا اہاں سیرت دکھن کی[۲]
نگر میں شاعراں باہر گنت تھے | کدھیں خالی نہیں شہہ کی صفت تھے
عجب شاعر میلے ہیں شاہ کے پاس | جو کالیداس انوں کا بھئے اپس داس
فصاحت میں رکھیں سبحان پر بول | بلاغت میں رکھیں بی معجزے کھول
سبد بھاس انترا کوں جوں حلیم بھاس | سکن بارا اعطارد علم انوں پاس

---

۱ ٹاکیا ۲ تھی

جگت داتار راجا ابت سُبحانی
جو ہے وہ بھوگنی سنیت ندھانی

انوں سب شاعراں کو مان دیوے
ہوس رکھ شعر پر بھو دان دیوے

سو تھا جب شعر کے تئیں منج کوں بھی
کچ استعدادِ طبیعی و کسبی

کہ کئی دن تھا منج اہل علم کا سنگ
جو بھیدا ذات میں کچ ان کیرا رنگ

کتیک دن صرف کر کے صرف لیتا
دل اس آواز تئیں میزاں کیتا

کتیک دن محو کر کر نحو لیتا
جو وہ منج کوں عبارت فتح کیتا

معانی کا بیاں بھی کچ سینا یا ہوں
جو اس لگ درۃ المنطق چنیا ہوں

کہیا علمِ کلام استاد منج کوں
الٰہیات آموز عامہ سوں

ہدایت علم و حکمت بھی پایا
وصول و فق سوں کئی دن گنوایا

عروض و قافیہ کی بھی رسالے
رہیا ہوں دیکھ سینے میں سمائے

نجوم و طب ستیں بھی آشنا ہوں
بھوتیک رس رسابن رس کیا ہوں

ایوں کئی ہور کیتے علم راکھوں
نبی ہوئے یا ب جب مرسل آکھوں

تلنگی سو سنسکرت اچھی زباں سوں
کوِت و دوانوں ساں تھے بھی سنیا ہوں

دیکھیا ہوں فارسی بھی شعر بھوتیک
رہیا ہوں کچ عربی کا شعر بھی ایک

اب استعداد طبعی کی کروں بات
جو ہے منج شعر کیرا زور بھو دات

جتنے استاد ہوں گے شعر کیرے   کہن مشکل سہیں نزدیک میرے

خیال و خاص طرزاں خاص لیاؤں   غرائب ہور بدائع لیا دیکھاؤں

سبھہ معنی میرے بھی اُو پچ ایچکل   جو نور آکاس دیسیں نیچ اُس تل

میرے بولاں کیرے پرواز کے سات   سہد جگ مل کے یک فرے کیرے دھات

پتال آکاس کوں جوڑا ای جیرا   کریں جوں سوت کا یک تار بکھیرا

تو اس بولاں کی ڈونگائی کی نسبت   سرے وہ تار سکلا گنٹھ لاگت

جو یک ساعت قلم چک ہات پکڑوں   سُکی کاڑی تھے امرت سُمند کھڈوں

جو اس سمدر جھٹیک ہیں جگ سمُدور   چھپے سمدور میں جیوں یک جھٹک چور

بچن موتی برٹے ہور ڈھال ڈھالوں   جو اس ہیں دو جگت سمدر دیکھاؤں

چھپے راہیں اینو موتیاں ہیں بےغش   پتال آکاس جوں دریا میں شش خش

اگر تمثیل کے عالم میں آؤں   بن اس عالم نوا عالم دیکھاؤں

کبھیں نرجیو کوں جیو دے چھڑاؤں   کبھیں جیو جیوتی کا جیو اُڑاؤں

کبھی دھرتی کوں انبر کر اُچاؤں   کبھی انبر کوں دھرتی کر بچھاؤں

نکھیتر نین کر نرجیو جو دیکھتا   بین منج فہم کی لیکھن نہ سکھتا

سو اس نرگن نین تھے یک نین نور   دیا وے سور کوں ذرے کوں جیوں سور

خیال ایسے کروں باریک باریک　　جو دیسے دھنکرا جوں اسکے نزدیک
جے کوئی ملکوت میں ارواح دیکھے　　خیالوں کوں میرے دیکھن نہ سکے
جنوں کوں مرتبے جبروت دیسیں　　خیالاں میں میرے مبہوت دیسیں
نظر لاہوت ہور ناسوت کی جس　　اشارت پنج خیالوں کی دیسے تس
دہروں ہاروں کیرا صندوق سینا　　جو سب اس میں بھریا غیبی خزینا
جو استعداد آیا تھا منجے جب　　سو لوڑیا شاہ کے نئیں خرچنے سب
کہیا ہو عید نامے ہور قصیدے　　جو ہیں وہ سب گوٹ بارگ میں سیدھے
کہ مت راجن کبھیں سنے ہوس رک　　ہوس تھے ہور کوت بولوں سہس لک
کوت پر جک ہوس رکھ کان دیوے　　سو بہتر جے سہس لک دان دیوے
ولے درگاہ شہہ کا اوپنچ انبر　　سو کیوں ہوے ہر یک کوں بار اس پر
جو شہہ کی مدح میں ہے فکر مری　　شہنشہ گن کرے کن ذکر میری
سو اس تھے شعر میرا کم سنے شاہ　　ولیکن جب سنے کم نا گنے شاہ
ولے بن یاد شہہ کی نا گمیں منج　　نہ گذرے باج شہہ کی یاد میں منج
سو منگتا تھا سو شہہ کے ناوں ستیں　　کتاباں ریں کروں یہ چاو ستیں
تردد دل میں تھا بھوت یک منج یوں　　کہ بولوں نظم ستیں کیا کتاب ہوں

ولے منج کن نہ ہووے[1] تھی کتاب ایک — حوادث ہور وقایع تھے بھوتیک
کیتا بھوتیک تفحص دوستاں کن — کہ کچ نسخے مناسب ہوئیں اُناکن
کہ جے کچ علم کے نسخے لگیں ہات — کروں منظوم اس کوں فارسی سات
کہ جے کچ علم ہے مشغول مقبول — اسکوں واضح کروں میں نظم سوں بول
اگر خسرو نظامی کیاں کتاباں — جو ہات آویں کروں ہندوی شتاباں
سو کئی دن بعد منج کوں اک برادر — دینا یوسف زلیخاں عبارت کر
سو کیتا ابتدا ہندوی زباں سوں — بہو چھند بند اُتم ہور صنعتاں سوں
نا تابع ہوں جو جامی کا کدھیں میں — روایت بن کہیں تابع کہیں نئیں
جے کچ اس کا شعر ہوے سو لیاؤں — زیادت شاعری کی فن دکھاؤں
معانی ہور عبارت کی تو فن — اَدِک لیاؤں جے کچ لیایا اچھے آن
سو کچ باندھوں کوت پر زور آتیل — جو دیسے سست اس کا نظم اس تل
عرب الفاظ اس قصے میں کم لیاؤں — نہ عربی فارسی بھوتیک میلاؤں
نہ بھوتیک ترزن تیئں لولاں کو توروں — عبارت کوں نہ تک سر پاؤں جوڑوں

---

[1] ہوئی

جے کوئی شہہ کا مخالف ہو کر آوے
کپیٹ اس کا اُسے ماٹی مِلاوے

بھو تیک مان سوں دیگا دیا دان
کریں یہ مان منج شاعر نکٹ مان

نکت دانی سخن شاعر نکت میں
جو بولوں شعر دائم اس نکت میں

سنگاروں شعر میں شہ تئیں بہو رنگ
سنگارے شہ منج کسوت سوں سُر رنگ

قیامت لگ چلاوے شاہ کا ناؤں
قیامت لگ بھرے ناسو سنیت پاؤں

انبر صندوق میں ناماوے سو بخشے
شہا نی کسوتاں کی منج بخشے

گنے یہ جائزہ سب یک اچھر کا
سخن ایسا ادھارے دان ابر کا

جہاں اس کی سخاوت کی نظر ہے
سبہ جگ جون مچھر کا ایک پر ہے

الٰہی جب کیتا اس جگ کا راج
سدا اس راج سوں کر جگ کا کاج

پیدا شدن آدم پیغمبر علیہ السّلام

بڑے تاریخ بولن ہار یو لے
کہ جب آدم کوں جیوں دے نین کھولے

دیکھا لی اس سبہ اولاد اُس کی
ایسی صورت ستیں جے ہوئے جس کی

صفاں سب انبیاں کیاں یک طرف کر
پیچھیں اُن کے ولیاں نیکیاں کی صف کر

جماعت بادشاہاں کی دوجی دھر
کھڑے سب راج کیرا تاج دھر بھر

کھڑے ہیں صف یہ سارے خلایق | کہ جیوں اُن ہر یکن کا ہوئے لایق
جما آدم اُن سبھوں پر دِشٹ بھایا | تماشا ایک تو ہر یک تھے پایا
یکایک دِشٹ یوسف پر پڑی جائے | دِسیا یک وہ سُبحانی سبھہ گن رائے
جو سارے جمع میں جیوں سور دپیا | سُورج اُس نور تھے جیوں چاند چھپیا
عجب صورت سُہانی من بھولانی | فرشتیاں ہیں نہ اس صورت نشانی
لکھن منہہ پر کہ یہ بہہ راج رانے | خدا پیغمبری دے کر بھی مانے
عَلم ڈھالاں فرِشتے لے کھڑے تب | پچھن آگل کھڑے ہیں انبیاں سب
رہے بھوتیک عجب اس دیکھ آدم | لگے پوچھن عجب سیتیں کہ ہر دم
کہ یارب کس چمن کا پھول ہے یہ | نین پُتلی کسی ہو کر رہے یہ
لکھن دولت کیرا اس پر بتا کیا | بڑا ای مان ہور لشکر بتا کیا
جواب آیا کہ تج فرزند ہے یہ | سدا تج نین مہاں آنند ہے یہ
سُروپ اس رُوپ کوں یعقوب ہے پن | زمین مصر پر اُس ہے سنگاسن
ہوا فرمان آدم کوں کہ اب توں | سبھوں تھے حسن بھوتیک بخش اسکوں
جتا تج حسن سرجیا تج بُتاں تئیں | اسے دو بخش یک باقی سبھاں میں
سو آدم مہر سوں سینے لگا کر | چومیا تینوں پیشانی پر ادھر دھر

پیرت پورت ستیں سنتوس سنگات   دعا کوی کیتا اس تیئیں اچاہات
دیتا دو بھاگ خوبی اُس پشانی   سبھوں کوں یک دیتا بانٹے سوانی
چلی اس بعد تھے جب نسل آدم   وجود ظاہری ستیں گھڑدم
پیچھن یعقوب کی نوبت جو آئی   کیا انپڑاں امانت خدائی
وہی اسحاق ابراہیم نندن   جو مرسل تھے خدا تھے خلق کوں دن
گنت تھے نیک چھلیاں بابراس کوں   پُتا یوسف یکا دس پُتر اس کوں
دلے سکلیاں تھے یوسف پر پریت اُس   کہ تھا ات جیو بھولائی مورت اُس
جمالِ یوسف اس کوں نین اُجالا[1]   خیالِ یوسف اس کوں چیت نھالا[2]
رہیا دہ سال ماں کی گود بھیتر   بڈھیا تب لاک ماں کا دود پی کر
چلی اتنے میں مایاں صد تاسف   رہیا دُو یتیم یک ہوے یوسف
جو دیکھا باپ اس موتی کیرا حال   بہن کی گود ستیں کر دیتا ڈھال
پھپھی کن پرورش جب پلئے یوسف   چلن بولن لگت سب پلئے یوسف
پھپھی یوں جیو پر توں سوں دیوانی   جو دو جا جیو اُس بن کو نہ جائے

---

[1] اُجالا [2] نھالا

جو سوئی سوتا اُس لاگ چھاتی ۔ جو کھیلی کھیلتا اُس ہو سنگاتی

بھوتیک باپ بھی مشتاق اس کوں ۔ اسے یوں دور راکھن شاق اس کوں

کہ اس کوں نا گمے کدمت دیکھن سات ۔ منگے من جی گمانے دیکھ دن رات

بہن کو بولیا اے مائی من منت ۔ رکھی یوسف کے حق توں مائی کا وت

نہ یوسف کی بیرہ کا اب سکت منج ۔ نہ جیون اس ہے بن اس دیکھت منج

بھیلی بھیج منج مندیر اُس کوں ۔ نہ کر منج تھے کنارے پھیر اس کوں

بہن جب بھائی کا کھیا سنی یوں ۔ کیتے ظاہر کوں جوں بھائی کھیا تیوں

ولے بھتری بھتر حِلہ تو کیتی ۔ جو اس بدلیں پھیرا اس آن لیتی

کمر بند ایک دھرتی تھی مبارک ۔ جو اُس یک تار داری دھن گذر لگ

جو باندھیا تھا کمر اسحاق اس سات ۔ سو وہ باندھی کمر یوسف ڈھٹی دھات

ولے یوں کچ چھپا باندھی کمر بند ۔ کہ سکلیاں تئیں کیتی گویا نظر بند

جو اس حیلے سوں بھائی کن بھیجائی ۔ کمر بند وہ گیا کر شور لائی

دھنڈن لاگی بہرکیں کی کمر تھے ۔ لگی سو دھال یوں کپڑیاں بھتر تھے

جو ڈھنڈتی ڈھنڈتی یوسف کن[1] جو آئی — کمربند اس کمر تھے ڈھونڈیں پائی

تدھاں یوں حکم شرعی تھا اُنوں پاس — جو جن جس کا چرائے اس ہوئے داس

سو اس بہانے لے گئی یوسف کوں اپ گھر — جھوٹیں چوری ستیں بدنام کر کر

کہیں سب کوئی کہ عاشق ہوئے بدنام — سو اس کا عکس دیکھ یوسف کیرا کام

جو کئی دن اُس پرت تھے جیوتی تھی — سو آخر اس پرت میں جیو دیتی

پھر آ یعقوب یوسف کوں لے کر آئے — پھرایا سب تھے مکہ اس سات جیو لائے

نہ کس فرزند کوں دیکھے نین کھول — رہیا یوسف کی صورت سات من بھول

نہ موہے کت دیکھت وہ روپ یعقوب — کہ تھا وہ روپ اس چک ان اروپ

خیال اس کا زلیخا سو دتیں ڈیٹ — بسلا چیت میں پرت ینٹ[2]

جو بن دیسیں اُسی موہیت ہوئیں کوئے — تو دیکھت نت کیوں موہیت نا ہوئے

در ولایت مغرب بادشاہ نام او طیموس زلیخا دختر او بود

کہ مغرب کی زمیں پر ایک تھا راج — جو تھا طیموس نیکا نام اس کاج

۱؎ لفظ تیہہ مصرعے میں زائد ہے۔ ۲؎ اصل مصرعے میں ایک لفظ چھوٹ گیا ہے۔

زلیخا نام یک بیٹی اُسے تھی ۔۔۔ نہ جگ میں اس لکھن بیٹی کیسے تھی
سروپ اپروپ سرونگ انگ سنگار ۔۔۔ مہا لکھی لکھن من منت النکار
نہ اس سکار روپ کوئی سکے سراون ۔۔۔ نہ چتاری سکے چتر کھا دن
ولے طبع آزمائی تو کروں ہیں ۔۔۔ پھپے رتتا سراون چت دھروں ہیں
سراون انپڑوں صریھتے حیران لگ ۔۔۔ سکوں یہ دیکھ کس اس کے لگے پگ
بسیالے ناگ سر کے بال کالے ۔۔۔ گھنگر والے کنڈل آسان کھالے
جو عنبر کستوری چارا کھلا دیں ۔۔۔ پھولوں کیری پیٹاری میں چھپا دیں
نہ بھیدے ناگ کا ایس ین لڑکے کس ۔۔۔ سو یہ سو ناگ جو دیکھت چڑھے بس
عجب وہ کیس ہندو سحر گر ہیں ۔۔۔ جو بھپریوں دو دیس دائم منبر ہیں
کبھیں جب آئے لے کر دین کا بھیس ۔۔۔ دکھاویں پھول تاریاں سار کا دیس
بدل کر بھیس جب آدیں بدل ہوئے ۔۔۔ سبھوں پر ساتت سب جگ انجھواں ردے
کہیں زنجیر کیرے روپ سوں آئیں ۔۔۔ جگت کو باولے کر قید میں لیائیں
کہیں اندکار کر آپس دکھاویں ۔۔۔ جگ اندھیاری تھے سُدبُدھی گنوانویں
کہیں دسیں جو لیکھے مشک آکار ۔۔۔ بھولیں سب جگ لے کر باس مہکار
جو سلیم ہوئے کر آپس دیکھالیں ۔۔۔ نین تھے جگ موتی ڈھال ڈھالیں

دھنویں کے رنگ سیتی جب دیکھیں جگ
جھڑیں پانی نین تھے جوں دھنواں لگ

جو بالوں مانہ دسیں مانک اجلی
جھمکتی ابر میں تھے جوں کی بجلی

دسیں دو نوں پٹیاں جوں مشک سطران
بیاض اُجلا سہے وہ مانگ اُس پاں

بیٹھے اندھاری بن میں جیوڑے کی
سہے سُنبل میں پھنکڑی کیوڑے کی

رین میں صبح کاذب جوں ہوا ہے
اندھارے مانہ امرت کا لوا ہے

دیکھت امول کستوری کیری داس
گیھونلا ناگ لیدیلے تیوں پاس

پیشانی چاند آدھا نور ادک ہوئے
جو دسیں اُس تلیں چندر توے دوئے

انوں دو چاند بھیتر دو نکھٹ کر
نہ کھن پر چاند تارے اس نکٹ کر

پیشانی نور بیجل کی پٹی کر
لکھی ظلمات سوں دو نوں اسی پر

انوں دو نوں مینن دو صاد نیکے
سو یہ خوش خط قلم قدرت سوں لیکھے

پیشانی نور کا منبر سُسھن ہار
جو اس میں دو دسیں محراب اندکار

ہر یک محراب میں دیوے جکائے
دلے محراب نور اس تھے بھی پائے

رہے وہ ناک میانے موکھ کے یوں
بنی انگلی ہیم چندو دو کیئے جوں

ادھر دو لال جوں مرجان جوتی
دسیں بتیس نیکے ڈھال موتی

دہن موتی ادھر چشماں جل امریت
دیکھو چشمے مینن موتی نوی ریت

دسن ہنستے ادھر میں تھے دسیں یوں | کلی جا سوں میں موتیاں کی بھرے جوں
کمل کی پھنکڑی ہے جیب آمول | جو لیا وے بار امرت باس کے پھول
کمل کی پھنکڑی جا سون میں دیکھ | جو اس پھنکڑی تھے نیکے ہوں بہوتیک
نیکے دو گال روشن آرسیاں دوے | جو اُن کی چھاوں پر چندر سورج ہوئے
کھلیا ہنس مکھ چمن پھولوں رنگا رنگ | دیکھت یک دشٹ پھولیں نین یہ تنگ
دسیں اس مکھ اُپر وہ تل جو کالی | رہے حبشی بچی بن کی نہالی
کو ندن کی گیند تھوڈی ہنہہ کے میدان | ہلا اس تا سکے دو زلف چوگان
دسیں موتیاں کیریاں سیپیاں سو دو کان | عجب سیپیاں جو ہے دونوں رتن کھان
کھڑی گردن چندن کو ندن گلا کر | گلا کنٹھے کنٹھے کو کل گلا کر
دسے خوش صحن سینا صاف کوثر | پڑے دو بڑ بڑے نورانی اُس پر
گھڑیاں کا غور کیاں جھنڈوں گھڑیاں سو | رکھے اُن پر بچھاڑے مشک کے دو
بھرے مدرس کی دو نارنگ دیٹھے | بھنور کب نا اُٹھے بھل کر جو بیٹھے
چندن کا دو کہ لیا یا بار انار | جو اس دو با نھ دو ڈالیا سہن ہار
نیکے پھانٹے سو کونلیاں انگلیاں جیوں | نکھ اس پر لال تازیاں کونپلیاں جیوں
تنک پتلی کمر جوں بال آدھاک | جو آت اس نازکی تھے باد کا دھاک

دلے ٹانگے کتک پر یب اُسے دوئی   عجب ایسا نہ دیٹھا ہو ویسے کوئی
ادک آمرت نرمل پیٹ آچھا   پڑیا جن ناف کی بھنوری نہ بانچا
دلے اب ناف تھے زانوں کی حد تئیں   نہ کچھ ایسا نہ ویسا کر کھوں ہیں
وہاں لگ بھی اندیشے کو نہیں ٹھار   نہ اس عصمت کیرے دربار کس یار
جو ساقیاں دو دسیں نرمل امولک   کیتے گھر حسن کا یہ تھانب ڈھو رُک
پنجے نازک جو ریشم کے کھرے ہیں   پتر کوندن اُپر جانو مڑے ہیں
نجانو سار تلوے کیوں چھپیا جائے   جو انپڑے چک یون اِسو اُس کملائے
جو بھارن سات آہستہ چلے چال   برک جون مند مارت تھے ڈھلے ڈھال
نہ سکوں اُس زرینے کی خبر تول   گنوا نرے رائے کی دھن پریتان تول
رزینے تھے سنگار اس تھے چڑے جب   زرینے سوں نہ اُس حاجت پڑے کب
بھر نت اُسکے انگن انیٹیاں سُنے سوں   تماشہ اعلیٰ بچھیانا اس پنچھی کوں
زرینے دھات دھات اسکوں دیتے جو   نہ کوئی اُس گن سکے نا کوئی سکے دھو
جو سر تھے پاؤں لگ بینی زرینا   جگ آمن مول یک مانک کمینا
رتن مانک ستیں موتیاں میں ڈوب   لٹکتی مُھور جوں بہُہ رنگ ابروپ
پہھری غسل معین کسوت رنگا رنگ   دوبارہ ایک کسوت نا کرے انگ

حبشنیاں، ترکنیاں ہور ہندوانیاں سلکھن دو اسیاں بلکے ملک کیاں

سو اُس رانی کی خدمت سوں کلکتیاں کریں سیوا سیوے کا اُن ھلکتیاں

نیھنی سن کیاں وزیراں کیاں کنواریاں اسے ڈنڈوت کرن آویں سنواریاں

کریں بھو تیک خوشامد چاپلوسی جو مت ہوئے میسر پائے بوسی

زلیخا ہور ہم سن کیاں سہیلیاں گڑیاں کھیلیں گڑیاں ہو کر چھبیلیاں

نہ اس کے دل اُپر کچ عشق کا بھار مدن من مت کوں اس من میں نہ تھا ٹھار

رین بیتائی نرگس سار ہو کر گما دے دیس کھیلیاں بھول ہو کر

اسکوں کھیلن ستے نس دن نہ سوجے نہ پرتو چھاؤں نازک ناوں بوجے

اینوں چاؤں سوں اُس دن رات جاوے سکیاں سوں کھیل بن اُس یاد ناوے

سو اُس ستیں فلک بیتھ کھیل کھیلا جو اُس اُوچیت مدن دو بان ہٹھیلیا

زلیخا در خواب یوسف را دید و بر صورت او عشق بستہ مبتلا شد

بہو لکھن سُلکھن رین فیروز ادک سکھ دیوے جوں روز نوروز

موون کا میسر آدھی جوں جوانی مدن موہن لچھناں کا گت سمانے

چوراسیے سبھہ باجت تھے طبل ڈھول نہ رہیا کوئی نکھیتر بن نین کھول

زلیخا بھی حریری سیج سج کر — کدم پر مل گلا رگڑے سو پھول بھر
شریر اس کا جو پھولوں راس سارا — کیتے اُس راس تئیں وہ سیج ٹھارا
رہے بالوں تھے بالش مشک میں ڈوب — دیسے نقش انگ ریشم ہور پھول چوب
نیند لے نین موندے نیند بھر سوے — ولے مَن درشٹ باندھن نا سکے کوئی
جو اوچت یک مدن موہن پڑیا دِشت — لکا یک آئے کر آ گل کھڑا اینٹ
جو سر تھے پاؤں لگ نِرمل نِجھل نور — چھُپے اس چھاؤں اُجالا دیکھ انبر سُور
سرگ اُس مکھ تھے مانگے خوی کا نم — جو اُس نم تھے آپیں تازا رہے جم
لٹکتی زلف جوں زنجیر پگ لگ — جو باندھیں سُدبُد کے ہات ہور پیر
جو دو سیں دوئے رخ دو زلف دو گال — دسیں دو رین ہور دو دیس یک حال
دسے تِل مکھ کا جوں باغ میں زاغ — کیا پھول پر سُہاوں مشک کا داغ
لٹکتی لٹ چھبیلی مُکھ پر یوں — چھبیلا ناگ کھیلے دھن اُپر جوں
نیند لے نین اَت نیند ڈن اندے — جو بَن مدیان متوالے کھلیندے
جسے کوئی وہ دو نین دیکھے نین سوں — رہے بن مد ماتی ہو مدن سوں
کلے دو نوں کلے نا بات کے ہوئے — شکر باری سو امرت کے اُدھر دوئے
منتر تے عشق کے منتر شکر پر — لب اُس کے آپ منتر تے سو شکر

دریا جے چھٹک اس ہونٹ کی یاد ے — تو کھارا ہے سو شہد امریت ہوئے

سُرگ کا ناگ اس لب کی لہو لگ — شہد ہور مدسوں تند پورسے ابد لگ

کھلیا ہنس مکھ دسیں لب مسکتے جم — جو بولے من منیں اَمرت سٹے جم

قد اس کا عشق کے مندر تیں تھانب — پڑے فتنے کوں اُچا کر رکھے تھانب

سبھہ کوئی دانت ستیں گانٹھ کھولنت — سو نیہہ کی گانٹھ کھالے من میں وہ دشت

جو یک یک ڈھال چالی سوں چلی چال — دھرے جن دِشٹ کھوئے آپنا حال

چلی وہ نور کیرا سرو جس ٹھاول — رہے سب جگ کے جیو اس سات جوں چھاول

بنی آدم میں نہ اس روپ یاں دیکھیا کوئے — فرشتیاں میں نئیں اس صورت انپڑ ہوئے

زلیخا جو دیکھی وہ روپ اپروپ — اُسی یک دِشٹ سینہہ سمدور رہی ڈوب

اُٹھیا بھڑکا پرت کا من منیں تھے — جے کچ دیکھی دیکھی اس دیکھنے تھے

جو وہ سرو سے رواں دیکھی نین بھر — رواں کیتے نیَن دو کالوسے کر

چمن جیت میں محبت رُوکھ لائی — پٹی من ماں موہ اَپھرہ لکھائی

کمل آکار ہِردا اُس لٹ کوں لڑ جائے — کیتے قربان کالج اُس بھواں جائے

رہے اُس زلف تھے سنجر سُرگ مان — جو اس کوں اُس سُرگ تھے پھر چھپکنا

دیکھی وہ نین باندھی نین سب تھے — نہ کھولے باج انجھو تیں تب تھے

دیکھی وہ جگ دیپا دن مکھ کا دیو   سٹی پروانہ کر اُس جوت پر جیو
دیکھت جوں چاند آدھا وہ پیشانی   رکھے جوں چاند اپ گھٹ تئیں نشانی
دیکھ اسکے ہات جیو تھے ہات دھوئے   دیکھ اسکے پاؤں تل سر پاؤں ہوئے
اُجال اسکا دِک سورج تھے دِیٹھے   سورج کو دیکھ شرک ہوئے بیٹھے
رکھے وہ روپ جیو میں جیو کر مان   پرم پیالے لیسے بھنور مد مان

خواب دوم زلیخا یوسف را دیدہ مطلق عاشق شد

جو کالا کاگ رَنس پرواز کرتا   خروس صبح کی آواز دیتا
بھنور بن ماں بہو چٹکارے اُچائے   صبا کی اوس پھولوں مکھ دھلائے
کمل کھیت دیکھت آوت کمل میت   سین والے اُٹھے سب جیوں چلی ریت
زلیخا پاس سب سیوک داسیاں سب   اتا ول اُوبھیاں جے پگ چمے کب
سکیاں مل کھیلتیاں حاضر ہویاں سب   اُٹھے مشتاق بیٹھیاں جے اُٹھے کب
کھڑی کوئی بات لے طشت آفتاوا   کھڑی کوئی لے وماں آچھا سہاوا
کھڑیاں سب آپنی اپنی ویلی جان   جے کوئی جس کام کی اس کام کی دھیان
جو اتنے ہیں زلیخا ات آنندی   مدن مدہان کی ماتی کھلندی

نین کھول دشٹ دکھ دیکھی نظر کر — نہ پائی رات کا دیکھی سو دلبر

پھرا دو نین حسرت سات موندی — نیٹ وہ روپ اب من مان گوندی

رکھن من گھٹ کرن پرگت اُتا لا — سنبھالی دھیر ہو من کا اُلا لا

کلی جوں داغ سینے میں چھپائی — پرانی دِرشٹ مُکھ تازا دکھائی

سہیلیاں سات مل بولی میٹھے بول — گُھٹی بھتری بھیتر سو یہ بس گھول

نظر ظاہر دھرے اغیار کے رخ — ولے دل تو دھرے جم یار کے رخ

نہ کوئی محرم جو اُس کن راز بولے — نہ کوئی اُس کن جو گھٹ اُس پاس کھولے

ہزاراں بار جیو ہو نٹاں منیں آئے — کہ کب ہوئے گا جو یہ دکھ دسیں سر جائے

کب آوے رین جو اُن گٹ سمائی — جو دُکھ بیتوں اپی آپ میں نہائی

جو نس ہوئی کا ند کو دِن موکھ کر کر — لگی بھوتیک بیٹھن دو کھ بھر بھر

انجھو ڈھالن لگے اُسواس بہہ بہہ — اُبال اپنا بھردی دو کھ کہہ کہہ

سروپ اپروپ اپنے مت کی صورت — نین سامن بٹھالی من میں پورت

کرن لاگی کر ملانا اس کے سنگات — رتن بیٹن لگے نینوں ادھر سات

کہی اچھے رتن کس کھان کا توں — رتن بیٹوں سو تج تھے دیکھنا توں

دیتا دکھ ہور نام اپنا نہ بولیا — لیتا چیت ہور مقام اپنا نہ بولیا

نہ ہوئے منج سارات جگ کوں بی گرفتار
نہ منج دل تھار نا منج تھار دلدار

سپن میں دیکھ تج کھوئی سپن نین
تپن لاگی تیرے تیئں دیس ہور رین

کدھاں لگ یوں گمے گا سو نہ بوجھوں
بھلی تس جے نہ بوجھوں کیوں نہ کوجھوں

سہوں کب لاگ من میں دکھ بھرکے
جو توں اس آگ پر پانی نہ چھڑکے

کھلیں سو پھول میں بن جاؤ کیرا
دیتا توں باؤ پر سب جاؤ میرا

بیٹھاتی رین سگلی ات چھندوں سات
دکدیوں بیٹھی بیو روپ سنگات

اذیاں جب ہوئی لیٹی سیج پر سج
نہ دیسن دی کسے وہ بین یک وج

ایوں چھندوں گماوے دیس ہور رات
نہ بولی لاج کر کس سات یہ بات

(ن) زلیخا در عشق چناں مبتلا شد خود را فراموش کرد

نیہ کی جیسے مارے مدن بان
ودھن اوپ وہاں چلیئے نہ کرجان

درونا جب کرے وہ تیر خستہ پر
نشاں اس ہوے کیتے دھات باہیر

جو ڈھاپنے مشک کوں کیتے پدر کر
جو مہکن باس پرگٹ دیئے بھرکر

زلیخا عشق کوں ڈھانکن رکھیں بھاے
ولے اپنیاں نشانیاں عشق دکھلائے

کدھیں دو نین دو کھوں نیر پیٹے
کبھیں کالج رکت باہیر پیٹے

یخا جیب سوں یہ گھونٹ نہ کھولی — ولے عشق آگ کی جیبیاں سوں بولی
ٹی کھانا پینا تمثل لگی رون — شریر اس کا گلیا پانی میں جوں لون
بھا جا سوں ترار تنگ سو رنگ — رہیا جا سوں وہ جل ہوئے کو رنگ
گاتیاں ہور سکیاں یہ حال دیٹھیاں — بچارن آپ میں آپ ماں بیٹھیاں
ین لاگیاں کہ یہ حالت عجب ہے — نہ بوجھے کوئی اس کا کیا سبب ہے
ن بھوتیک گماناں سوں کہی کی — اسے شاید نظر لاگی کسی کی
ں کوئی یہ جھڑپ بت پری کی — کوی آکھی یہ نشانی سحر کی
ں کوئی یوں کہ یہ آثار ینہ کی — جے کچ یہ چیشٹی سکلی برہ کی
لے جاگت نہ دیٹھے کس نین سات — مگر دیٹھے کسی کوں سو وتیں رات
ں میں ایک تھی شائستہ رائی — جو منتر دعوتاں سب آزمائی
تب عاشقی سب بوجتی سو — کدھیں عاشق کدھیں معشوق تھی سو
اون سنگ موہن سات موہت — امر ساہیں کوں بھی کر دیوانی میت
یک رات آئی کیتے پاؤں بوسی — کیتی بھوتیک خوشامد چاپلوسی
یں کہی سر اون سوں اسرداد — دلائی خدمتیاں اپنیاں اسے یاد
یں مکھ تیرا ریٹھی سو میں ہوں — تجے سیتے لگا لیتی سو میں ہوں

جو نالا کاٹ کر گاڑی سو میں ہوں　　ایس تج پر ادک واری سو میں ہوں
ترے تیئں رات کر کر نیند ماری　　صبا کھڑا اٹھی ہور تج سنگاری
جہاں ہنڈی ہنڈی تج کو دلی کر　　بڈھائی تج اپنا دود دے کر
جو توں پھول ڈال اب ہوی سروکن　　اجھوں چھوڑی نہ ہٹ تھے تج دامن
جہاں تو جائے مٹکن سرو ہو کر　　رہوں جوں چھاوں ہو تیرے برابر
جہاں بیٹھی تہاں سیوک کھڑی ہوں　　جو توں سووے تیرے پگ تل پڑی ہوں
ولے توں کی منجھے یوں دور دھرتی　　جو منج تھے گٹ تیرا متور رکھتی
نیکے گلال نخشارے پھیکے کی　　نین متوالے یوں گیلے رہے کی
سورج توں جوں جیدا تج یہ گھٹ گت　　ہنسیں یک ریت سوں یک تل ترا جت
نہ کھاوے آن نہ پیوے نیر نہ مل　　سو ضائع ہووے رکت ہور ماس گل گل
اجھوں کیتا چھپاوئے آپنا حال　　نہ ہووے یوں کوئی آپین آپنا کال
یقین جانو کہ ہوسے توں پرکھ روپ　　جے کچھ ہوئے سو منج سوں کہہ نہ رہ چپ
اگر ہوئے فرشتا آسماں پر　　جو ہوئے نور سوں سرجیا سراسر
دعا تسبیح ایسا کچھ پڑوں میں　　جو آٹھواں آسماں تھے اس دھرت تیئں
اگر جو گھات ڈونگریں پڑے ہوئے　　تو میرے ہات بھی کچھ ساحری ہوئے

کر دن اس تئیں منتر ایسے مہابل — جو شیشے کھال کر آنوں تج آگل

اگر ہووے آدمی کی جنس کا کوے — تو اس تج سوں میلانے بار نا ہوئے

کن ایسا ہوئے جو تج کوں نہ مانگے — سنے تج ناؤں جن ڈل کیوں نہ ٹانگے

زلیخا جوں دیکھی یہ مہربانی — ہوی اس کی بیتارلی کوں پشانی

بغیر سچ بولنے بہتر نہ جانی — سبہد تھے سچ کوں بہتر کر پچھانی

انجھو بہنے لگے دکھ سات بھوتیک — کہی اے مہرباں مائی منجے دیک

سر کہ تلتل ہوے منج رونا گلے کانٹ — نہ سکوں بول جے توں دکھ لیوے بانٹ

کہن لوڑوں ولے کہہ نہ سکوں میں — تجے منجے تھے جدا کرنا دکھوں میں

عجب مشکل کھڑیا ہے کام میرا — نہ ہوئے تدبیر اس کا کام تیرا

ہوا یہ جیو ایسے کا گرفتار — کہ اس کوں کوی نہ پاوے سیمرغ سا

جگت میں ناؤں توں سیمرغ کا لیں — اسی کا روپ کر لکھیا دکھالیں

ولے اس کا نہیں ناؤں نشانی — جو دکھلا روپ منج کیتا دیوانی

اگر منج سات اپنا ناؤں کہتا — تو میری جیب پردہ ناوں رہتا

جو کڑرا ہوا ہمیا جیو بن سنگاتی — سو لے وہ ناؤں کچ میٹھائی پاتی

جو بولی کھول دائی سات احوال — بچاری دائی ہوی حیران بدحال

کہ نا چلتی ایہاں تدبیر کس کی ۔ مگر اس کی جو یہ تقدیر جس کی

جو سب تدبیر تھے عاجز رہی دائی ۔ نصیحت پند کہنے سات پیش آئی

کہن لاگی سپن کی دھات دسیں ۔ سپن سچ مان کوئی یوں جیو نہ بیس

سپن میں دیو بھی دیسے نظر تل ۔ دیکھا دیں روپ اپنا اَت اچکل

دائی کی روپ کوں سچ کر پیا وین ۔ ڈریں دیکھ سچ روپ ان کا ڈر آویں

دیا ہے تج بھوتیک بوج دَیَا ۔ نہ باندھ ایسے خیالوں سات جیا

بتر یہ سن لگی تر خن زلیخا ۔ لگی زاری ستیں بولن زلیخا

کہ لکھ دیو ہور پریاں قربان اس پر ۔ سرگ کیاں اچھریاں قربان اس پر

کہاں دیو پریاں وہ مکہ دکھا دیں ۔ فرشتے نور کے جس مکھ سرا دیں

میلیا جیو ہور رہیا وہ روپ من میں ۔ دسے تلتل سنجر اس دو نین میں

نہ اب بھاتا میرا جو اس بساروں ۔ نہ آوے برہ کیوں سے دکھ نواروں

کسی دھاتوں چتر مٹیا نہ جاوے ۔ تو اس پر جل بھی پایا وا آوے

منج اس کا دھیان بھریا اشٹ دکھ تھے ۔ ہوی اگیاں جو میں گیان ادک تھے

جو اُس یوں عشق میں محکم دیکھی دائی ۔ رہی عاجز نصیحت تھے بھی واز آئی

کہی اُسے وار تا جا باپ کے کان ۔ ہوا اُس باپ بھی بھوتیک پریشان

ولے جب نا دیکھیا تدبیر کچھ دھات　　　کیا تسلیم جب تقدیر کے سات

زلیخا عاشق چناں شد کہ شرم از خلق نداشت

چنگا جس سینے منزل کرے عشق　　　سبہہ سنسار تھا غافل کرے عشق

نہ پوچھے اس جو کالیج ہوئے تکڑے　　　نہ میٹھنے سے ڈرے نا پینڈ پکڑے

شرم کن کا اگر خطرا کدہیں آئی　　　تو جوں چکنے گھڑے پو نیر ڈھل جائے

زلیخا یک برس کوجی اپنوں چھیند　　　ہیم چندا جو تھی سو ہوئی نوا چند

جو یک نس چاند پہلی سار خم کر　　　دکھائی نین تھے نکلی نکھتر

لگی زاری کرن دل کی دُگد تھے　　　کہ منج برباد کر　باہیر حد تھے

نہ ہوئے کوئی جگ منے منج سار دُگد　　　جلوں دکھ اگ ہو سر لاگ پگ تھے

نہ سوتے نین سوتے بخت لیائے　　　جو دیکھت یک سپن سو دن نہ پائے

ستی بختاں سوں جاگ اس پل نہ بیٹھی　　　نین جاگن تھے سوتی بھی نہ بیٹھی

بخیلی بخت کی کیہا کروں عرض　　　جو سو دن جلیھ نہ دیوے نین کوں قرض

کرمت بھی سو دے کر دیکھوں ہی روپ　　　جو پوچھوں حال اپنا لیوں نیر وپ

پہاڑ یک لاکھ گذرانے اپنوں بین　　　جو راتنے مال اونکی نیند بھر نین

نہ کھیا جائے جو اس نیند آئے ہمن ہد لہر سوں بھی سُد گنوائے

جو سو دن سیج پر اینوں نہ لیٹی بھُلی جس دیپ سو رہی روپ دیکھی

پڑی جا دوڑ کر اُس کے چرن پر لگی پوچھن اُسے بھو تیک سرن کر

کہ منج جیو کا جیون ہوا سو میرا جیون پون اودیر دیا سو

لگا یا آگ میرے ناؤں ننگ کوں کو رنگ کیتا منجے اپنے سو رنگ سوں

بھرے تج باج کانٹیاں سوں نین سیب انگاراں سوں بھرے سو دن سین سیب

جو نینوں ماں سب کانٹے بھرے گئیں سو کیوں وہ نین سکھ کی نیند سوئیں

سین میں جیں بھولوں کی ٹھار انگار سو کیوں نا تلملی اس پر چلنہار

تجھے سوں اس خدا کی ذات کیری جو سرجیا نور ستیں ذات تیری

جو بخشیا روشنی تج موکھ کی دیو کیتا اس جوت پروانہ میرا جیو

سرگ سرکیں تج دیتا سرگ بانہ جو منج کوں سپیڑیا اس سرگ بانہ

میرے تن کوں کیتا تیری کمر سار جو دیسیں پیرہن میں جو تنک تار

کہ دیکھت دکھ میرا کر مہربانی منج کہہ آپنا ناؤں ہور نشانی

اُدک گگن چاند توں کس برج میں ہے رتن امول توں کس درج میں ہے

دیتا اُتر کہ نیں ہوں آدمی نژاد میلا سرجیا اُدک ماٹی اگن باد

جو توں تحقیق میری ہوئے عاشق ‏ نگہ رکھ حق وفا کا جوں کہ لائق

نکو جوڑا لکھیں لہ میرے تئیں ‏ یکیلی یاد کا دکھ سہہ میرے تئیں

دسن کس کے نہ لاگن دے ادھر پر ‏ ادھر کس کے نہ کاٹ اپنے دسن کر

امانت ست میری ہوئے کر رہ ‏ سبہہ تھے منج بن دل دھوے کر رہ

جو ہے میرا پرت تج چیت سپورن ‏ نہ تو جانے کہ فارغ ہے مرا من

میرا من بھی جلے تج عشق اگن سات ‏ تیرے تئیں میں بھی راضی جیو سنگات

زلیخا جوں دیکھی یو مہربانی ‏ سنی سائیں تھے یہ شیریں زبانی

اٹھی سد کھو یکایک یہ سپن دیک ‏ براہ آکر نیٹ ڈاٹیا یکایک

ہوی جوں اوچیٹی اچھت چڑ چھپات ‏ دیتی سد بد شرم ہور قید سرات

ہوا سولاک سے سودا جو تھا اس ‏ نہ اب بازار میں نکلن حیا اس

کیتے جوں پھول پھینکڑیاں پھاڑ کپڑے ‏ نہ یک تل بات یک ٹھیرن نہ پکڑے

کدھیں اس مکھ کے دھیانوں مکھ پر دیتے ‏ کبھیں اس کیں یادوں کیں لو پتے

جو سینا تنگ ہوئے برہ دکھ نور ‏ منگی کھوائی کر سینا کرن چور

کبھیں اڑا دی اس نگی تھے ننگ آئی ‏ کبھیں لیوے تھیر مر کوٹ لی جائیے

مگاتیاں سب جو ایسا حال دیکھیاں ‏ کھلا چولی جاندکوں جو پھیر بیٹھیاں

جو اس حلقے منے چُک سند پاوے — تو جیوں حلقے منیں تھے تیرے دھاوے

جو کوئی چھوڑ کر دیتی اُسے چُک — تو کرتی پرے گلیاں جانے کے رُخ لکھ

بچارا باپ کچ تدبیر کارن — لگیا سُکیاں لو کاں سوں بچارن

دھونڈے تدبیر بھوتیک باج تقصیر — نہ پائے باج پھری کچ تدبیر

کھرے کوندن سوں پنچیاں کا سلولا — کیتے رنگ رنگ جیوں ہٹکے رتن لا

سلایاں ہیم کیاں وہ دو کلایاں — کندن تل رہیا سانپ اس سلایاں

مدن مورت زلیخا تھی مدن دھن — چلیا ہے جگ میں دھن پر سانپ بیسن

جو دو مکھ سانپ دیٹھے سات سو دھن — لگی نینوں تھے انجھو ڈھال بولن

کہ بس تھا تج دل پر عشق کا بند — کہ کا ہے دند کر کیتے دو جا بند

کبھیں روئے آپ من کی بند بدلیں — کبھیں ہلکے پیرن کی بند بدلیں

کبھیں چکھ سُد جو آوے دکھ کیرے یاد — کبھیں سُد بد نپٹ ہو جائے برباد

کبھیں ہنستی میلاوا یاد کر کر — کبھیں روتی بچھوہا یاد کر کر

کبھیں پیو[1] سات بولن من منے لیائے — آپس میں آپ بھو دھاتوں سوں بورائی

---

[1] پیلو

دکاری باولی ہو کرا یتوں بھبیں — بتھائی جیوتے مرتے برس دیس

زلیخا یک شب بسیار بے ہوش شد از صورت سخن کرد

بھوگن عشق کے بولیا نہ جاوے — کہ قلقل مان کیتے رنگ لیا دے

کبھیں ہشیار کوں سُدبد چھپاوے — دکاری کوں کدہیں بدونت کراوے

زلیخا یک رین بیہوش بی جد — نین برسانے لاگی میھو ابد

کیتے مقنع مرقع کھول دی کیس — دکھول ماٹی اڑا لیون لگی سیس

بچھاڑی کھائی لاگی سر پچھاڑن — رگڑ مکھ دھرت لاگی بال اُپاڑن

لگی سائیں سنتیں دکھ بیں بولن — کرون قربان تج پر جیو ہور تن

دیتا غم ہور غمخواری نہ کیتا — لیتا دل ہور دلداری نہ دیتا

نہ بوجھوں ناؤں تیرا جے کروں ورد — نہ پاؤں ٹھاؤں تیرا جے پھروں گرد

تیرے تئیں باولی ہو بند سوسوں — کیتے دنیاں کے منج بند سوسوں

جتے کوئی رہے بیزار منج تھے — سگے سو دور دھریا سب عار منج

۱؎ بیچھائی

کیا کاڑی برہ بھڑکا جلاوے	میلا وا نیر دے کی نا بجھاوے
جو اتنے میں یکایک نیند اڑ آئی	دیکھی اس حِس تھے نیند اپنی گنوائی
لیتی جا دوڑ داون ہات اپنے	بھری مانیک نینوں سات اپنے
للاٹی دوئی پکڑ مایں سوں رگڑ کر	انگوٹھے دوئی داتاں سو پکڑ کر
کہتی ہنتی کہ اے میرے گسائیں	تو ہی تن ماں کچھ تج باج ناہیں
ہبا میں توں جدھاں تھے ٹھاون کیتا	نہ صبر و عقل کو ٹک ٹھاون دیتا
جو من مند ھیر کیتا آپ راہن	نہ عار آدے سو کیوں پڑا اگ باہن
تجھے سوں ہے اسی کرتار کیری	جو کیتا منج موحسن کار تیری
کہ کہہ منج سات نیکا ناؤں تیرا	بجھا دے منج ست سوں ٹھاؤں تیرا
لکھیا میں مصر کے راجے کیرا راج	حکومت سوں چلاون ہار ہوں ساج
عزیز مصر کر منج آکھتے سب	عزیزی تھے منجے بھودھا کتے سب
زمین مصر ہے ٹھاوں سو میرا	جو ہے وو تخت گہ اس راج کیرا
زلیخا جو دھنی تھے یہ خبر پائی	سو پھر اُن بے خبر کیری خبر آئی
جھٹی سائیں کیری بیگانگی سے تھے	اٹھی ہوشیار ہو دیوانگی تھے
لکھن کملائے سو مکھ پر جو آیا	کہ جو مردہ پرانا جیو پایا

بلا کر داسیاں کوں خوش خبر دی — خبر خوش باپ کن بھی بھیج کر دی
مہاں سنتو کسیتیں باپ آیا — اتی چاؤں سیتی سینے لگایا
سو بھیری طور کیتا شاد اس کوں — کیتا اُس بند تھے آزاد اس کوں
جیرن رگڑیاں سنگاتیاں سیس لوین — پگوں نیچے دھرے کوندن سنگاسن
بھو کنبھیر سیز وانیاں گناۓ — خوشی کے جشن کر شادیاں گواۓ
زلیخا کوں بڑی یہ آس آدھار — کہ سائیں کی نشانی پائی ہور ٹھار
کہ جس بوجھیں تسے دھند پائی جاوے — جیسے بوجھیں نہ تس کوئی کیوں دھنداوے
برہ بس بیوتی کرڑا جو ہوئی جیو — جو میٹھا ناؤں لیوے آپنا پیو
سکیاں مل بیٹھیاں سوں جب کرے بات — اچاوے مصر کیری بات ہر دھات
عزیز مصر کا احوال پوچھے — ورا اس اُس بات اپنے ہونٹ موچھے

زلیخا از بیہوشی ہشیار شد پدر دختر خود را نزد طلب کردہ پرسید

زلیخا گرچہ ڈالی آگ بیرت — بھریا جگ اس سُہادن دیپ کیرت
جنیوں سنتی خبر اس روپ کیری — لبد چت راکھتے بیرت گھنیری
بہو بھو پال راجے راج پُتر — سو نیہ اس کی سپورن تھے من انتر

سبہ وہ راے بھیجے رائے بھاری — زلیخا تئیں بہ رسم خواستگاری
زلیخا پھیر کر ہشیار ہوئی جب — کیتے راجاں کی حاجت آئی تھی تب
کیتے تحفے رنگارنگ ہات لیکر — کیتے مُلکاں کے وعدے سات لیکر
کہ اُس کامن کوں جسکے تئیں قبولیں — یو سارے ملک اُس فرمان تل دیں
سنگاسن تاج کی رانی سو یہ ہوئی — ہمارے راج کی بانی سو یہ ہوئی
زلیخا کے جنک ستیں وہ سارے — اپیوں دھاتوں نکٹ بھاوں بچارے
جنک یہ بول سُن اس کام کارن — بلایا پاس بیٹی کو بچارن
کہیا اے لاڈلی جیو کی پیاری — ہمارا رایاں کو تیرا نیہہ بھاری
پیتے تج تھے سبہ پیرم پیالے — سو اُس مد کا نکھالی کر بھالے
تیرے کارن بہ رسم خواستگاری — سو بھیجے ہیں بہت سوں رائے بھاری
کہیا سب تنہاں کا حال اس کھول — کہ اب توں جس قبولے کھول کر بول
زلیخا سو سُنی جس آس سنگات — کہ بہت کچھ آپنی ہمت کی کہی بات
سو آخر یوں ہوا ظاہر کہ کوئے — عزیز مصر کا بھیجا نہ ہوئے
سنائی باپ کو سب حال اپنا — کہ اس بن کوئی نہ ہووے لال اپنا
بہوتیک خلعتاں دے حاجتاں کوں — چلایا عذر خواہی کر زباں سوں

شاہ طیموس حاجب خود بہ مصر فرستاد

اندیشا فکر ایسے باپ بھیجیں — کہ اپنا ایک حاجب مصر بھیجیں

قرار اس فکر پر دے کر بہو دھات — دیتا تحفے کتابت اسکے سنگات

جو گذرانے عزیز مصر کے پاس — کہ مت اس سے زلیخا پاوے تن آس

عزیز مصر کوں انبڑیا جو بہتر — دھریا یہ بچاؤ ستیں سیس اوپر

یتر پر دیک ہوا واقف کہ وہ راج — اپی آپ ہو لکھیا بیٹی دیون کاج

جو اس بیٹی کے عاشق راتے سارے — بہو بڑے توں منگت نا پائے سارے

خبر جب یہ عزیز مصر پایا — ہنس تھے آسماں کوں سیس لایا

لکھیا اس کا پت منج کوں سدا تھا — کہ کیرت اس کیری بہوتیک سنیا تھا

بھلے منج کیا مجال اس مانگنے کوں — کہ میں بندا کمینہ شاہ کا ہوں

ولیکن حکم شاہاں پر نہیں کس — کہ وے آپیں نوازے بھائی ہو تس

جو منج توں بھی نوازے دور کیا ہے — کہ ذرے کو سورج جھمکاوتا ہے

پڑی سو دھول کوں بارا اڑا کر — عجب کیا ہے اگر نبڑا سے انبر

اگر اس شہہ کی داسی آئے منج لگ — نین دو سات پر گڑوں اس کیے پگ

کنواری رائے کی جب منج مانی ‌ ‌ ‌ تو میں ہوں سیوک اُس وہ منج رانی

جے کچ فرمان اس کا ہوسے سُن لیوں ‌ ‌ ‌ جو اس فرمان برداری میں سر دیوں

اگر وہ جیو مانگے جیو واروں ‌ ‌ ‌ جو مانگے سیس اسی تل کاٹ اُتاروں

جو اُس سور لگ لکھ پر دست گھالوں ‌ ‌ ‌ مُرگ اچھریاں کی لکھ تھے دست واروں

جو روماں روم جیساں ہوئیں گے لاکھ ‌ ‌ ‌ نہ شہہ کا شکر میں یک تل سکوں آکھ

سبھے جس سیس یک ہو زیں پیتن ‌ ‌ ‌ ہمن کارن کروں اس رائے کوں دن

ولے ہوں مصر کے شہ کن سدا جم ‌ ‌ ‌ نہیں فرصت جو ہوؤں دور یک دم

نہیں منج بخت جے شہ کے حضور آؤں ‌ ‌ ‌ دھرت سر دھر انبر کی سیس دیون پاؤں

منجے اس عذر سوں معذور رکھو ‌ ‌ ‌ گماں اس باج دوجا دور راکھو

ولے جے ہوئے نیر دیپ شاہ کیرا ‌ ‌ ‌ چلاؤں اونٹیاں کے بھار دھن گھنیرا

غلاماں ہور باندیاں کئی ہزاراں ‌ ‌ ‌ سولکھن روپ نتیاں سیوکاریاں[1]

پون پاسوں گگن تیزی اُتالی ‌ ‌ ‌ تماشی کسوتاں ہور اونٹ آلی

رتن کو ندن سر و من رائے درجگ ‌ ‌ ‌ بھوتیک رنگ رنگ میوے امولک

---

[1] سیوکارنی

بڑای کی سبھہ اسباب بھیجوں | بڑے اُتم کیتے اصحاب بھیجوں
جو اسکے مرتبے سوں اس کوں لیاویں | اسی منج لک میرے پگ اپڑا دیں
کھیا حاجب نہ کچھ یہ چاؤ چاہے | یہی چاہے جو توں من بھاؤ چاہے
نہیں کچھ شاہ کوں اس بھاؤ کا چاؤ | دیا ہے بن لیکھے دیا سبھہ بھاؤ
جیواں بھاداں تیں جتے توں رضا دے | تنہا نی بھاؤ سوں شہ اس چلا دے
عزیزا راکھیانیں اُس پنتھ کی کہہ | جو آئے اس پنتھ تھے چل وکھل دہیہ
نین اُس پنتھ کوں لاگے رہیں ہیں | دیکھت اس باٹ نس جاگت رہے ہیں
رہیا ہے تن یہاں ہے جیو اُس کن | جو اُس بچھڑی تھے بچھڑے جیو ہور تن
کرم کر شہ جو اُس مج کوں ملا دے | تو منج مُردے کوں جوں جیو دے جیلا دے
بھوتیک چاؤ سوں حاجب کوں بھوڑائے | اَتا وِل جیت زلیخا تیں کہ کب آئے

حاجب باز آمد از مصر خبر گرفتہ

جو وہ سُگیان حاجب پھر کے آیا | خبر خوش رائے کوں اپنی سُنایا
عزیزا اُپکار تیرا یہ بچھانیاں | تیرے اُپکار کوں آیار مانیاں
تیرے وعدے اُپر ہے آس باندھیا | زلیخا پنتھ کوں دو نین سا ندھیا

زلیخا جب سنی ایسی خبر خوش — خوشی تھے بے خبر ہو ہوئی بیہوش

زلیخا کوں جنک جوں شاد پایا — جہیز اس تئیں سنوارن چیت لگایا

ہزاراں داسیاں بھوتیک ہنرمند — سہاگن ونت مٹھ بولیاں شکر خند

سگھڑ دہت ونت شائستہ سُجانیاں — لکھن ونتیاں ننھے سِن کیاں سگتیاں

چندلاکھاں منیں ملکے ملک کیاں — کلکتیاں سیوتیاں سیون چھلکتیاں

پیلیاں اوڑیاں سوتن پر زر نگاری — چڑا دا زر زرینا انگ بھاری

ترک حبشی ہندکی لکھ غلاماں — کھڑے سیون چڑا بہہ چھندداماں

چُترلے ریش کونلے نروسلے — چھبیلے روپ دنتی نیٹ والے

چٹکتے آد چاداں سوں لٹکلے — رتن لاگیاں کلایاں سوں مٹکتے

تنک ریشم منیں سب تن جھمکتے — شتابی سات جوں بجلیاں چمکتے

سہت مت چت ستیں سیون ہارے — موہنی سیوسے میں آپ جیو دین ہارے

ترنگ دھالک ہرن جیسے ڈھلنہار — اچھل اڑتے پنکھیرو سوں ملنہار

نظر جو ایک جملے میں انبر جائے — سو وہ اتنے میں انبر پھیر کر آئے

جو دیکھے چھاؤں چابک کی نظر سات — اچھالے ایک سیون لاگے انبر سات

نہا گھسٹ گھاٹ سم دھرتی بھرے سم — سمند دریاں ماچھی نا تری سم

سو ایسے کئی سہس تیزے اتا لے جرٹ گوندن کی اعلیٰ زین گھالے

ہزاران اونٹ لادے مال دھن سات قماشاں کسوتاں ہور نور تن سات

سہس صندوق پر مل مشک سنپور چندن لوبان عنبر عود کا نور

زلیخا تیئں عماریاں لے کر آئی سو سب چندن اگر سوں رس کرائی

سنی پیتریاں ستیں سند سند جوڑے سُنے مانک رتن نین ڈوب چھوڑے

اُتارے اس اُپر زربفت دیپا جو دیسیں اَت سہاواں رنگ نے یا

بچھانے بارگاہاں ہور سراچے حریری بادشاہانی ات آچھے

زلیخا تیئں سبھہ سنجوگ کیتے بچھڑتے کر بھو تیک دوکھ کیتے

چلائے سات دے کیتے بڑے لوگ شہانے مرتبے ستیں طبل ٹھوک

جو لشکر سات ہوئے رانی پیانی چلی جوں راج پربل گھانی

دریا کا لوٹ انبر اونچ آپار دیسے لشکر زلیخا سوں چلنہار

زلیخا سو چلی دھر آس بھو تیک کہ اب سب دکھ نداروں پیو کوں دیک

جو اتری مصر کے نزدیک کر ٹھار عزیز مصر کوں کیتے خبردار

کہ پھدی آئی تج من مان رانی ترت ہو سامنے ہو دن پیانی

زلیخا را روانہ کردند بطرف مصر و پیش آمدن عزیز مصر

عزیز مصر ایسی خوشی خبر پائے　　دیتا گر ہوں انبر کی ہیں پر پائے

سبھ لشکر ملن فرمان دیتا　　سرب دل رائے کا بھی سات دیتا

خوشی کے ساختے سب ساتھ لے کر　　درب دھن در جکاں سنگات لے کر

سنگیتے حاضر ہزاراں باندی بردے　　جو ہر یک بول رو یوں چاند پردے

کلاونت روپ ونتا امریت گاون　　کرن سیپیاں ستیں امرت پلاون

سبھ نادنگ میٹھے دیں جنتر کار　　کنٹھے سبد تک سب تھے بھی ہنر سار

ربابی کا بڑا جھنکار اھنکار　　کہ جوں ضرباں ستیں ذاکر کہیں ہار

دیکھیا فریاد طنبوری رچیائے　　کہ جو تیک گوشمالی آن کوں پیلائے

نواجند اکماجی بات سوہے　　چند ردینی پنتم چند دھات سوہے

سنگھن میرا دیاں مل پلاویں　　کہیں شادی مبارک ف بجاویں

طبل شہنائی سنک برغو[۱] نفیری　　گگن گنبد گھمن لاگے گھنیری

---

۱ برغوم

چلے لشکر بجنتر سات بجتا   چلے جوں میگ بادل تھے گرجتا
چلن لاکے اُتالی سات دن رات   گھٹائی پنتھ پنچھی ہوئے دن رات
ہوائی بھویں دیکھی آپچھی نچھل پاک   جو اس پہ نور کے قبے کیتے لاک
جو اُس میں یک گگن سم بارگہ ہے   کہ جوں تاریاں میں جھمکن بار ہے
عزیز مصر دیک اس بارگہ کوں   کھلے جوں کنول کھیلے دیک مہ کوں
تُرنگ پر تھے اُتالی جوں اُتر آئے   چلیا اس بارگہ کو دِن نظر لائے
حرم سنگات کے اُتم مہاجن   چلے تعظیم سوں اس ہون سامن
یکس کوں یک سلام و مرحبا کہہ   یکس تھے ایک ہنس مِلکہ ہوئے کر رہ
بچاریا حال رانی کا اُنوں پاس   کہ مت کچ ہوی ادگن یہ بھرواس
جے کچ سنگات لیایا تھا درب دھن   انت آیا رالیسو راشٹ رنگن
شکر میوے اِل پرل امولک   سُنا روپا رتن ہیرے تھولک
غلاماں باند بردے باندی لاکھاں   بو تن اُن تن اُپر کی باندی لاکھاں
تُرنگ سر تھے پگو دم لگ سنگارے   جو اُن سُم پر رتن کئی لاک وارے
اپنوں نسبتوں سوں سب میدان بھریا   زلیخا تمن تیں بیتا کچ لے کر آیا
یو سب دسے کو بھی کیتا عذر خواہی   رہیا چیت ناکہ فردا ہون راہی

عزیز مصر جوں نزدیک آمد زلیخا دائی را گفتند کہ بنماید

دنیاں کے مکر تھے کوئی نہ رہا ہوے　　نہ کچ معشوق کیاں پیچیاں بچھے کوئے

کرے بھوتاں کوں لا کر آس تر آس　　دھرت کی پیٹھ کوں دکھلائیں آکاس

عزیز مصر جوں نزدیک آیا　　زلیخا چیت میں تہہ بھر کے لگایا

جو اس دیکھن ہوا چیت ات اتالا　　نہ سکھے تھانیے دل کا اجالا

جو تھی اس بارکھ میں دائی اس سات　　کہی اس سات اپنے دل کیری بات

کہ اب منج میں نہ رہا ہے کچھ صبوری　　کہ ہوی ات شوق تھے بے تاب پوری

سبب تھے شوق دل کا تب ادک ہوئے　　کہ اپنا من مٹھا جب نزدیک ہوئے

پیاسا سوس کوں جی سوں سکھے　　نہ وہ سکھے جو نرمل نیر دیکھے

ترت تدبیر کر اس کوں دیکھا منج　　کہ آدے لاک مشکل جیو نا منج

جو دیکھی دائی اُتا دل اس گھنیری　　ترت اس بارکھ کی بار چیری

جب اس میں سے زلیخا جھانک دیٹھی　　اٹھی دھک ہوی کر سب تن انگیٹھی

جیے کچ من آس لگی تر آس ہو کر　　لگن لاگی رکت دو نین رو کر

نہ وہ ہے یہ جو سپنے میں دیکھی ہیں　　جو پردیس اس ڈھنڈن تئیں پاکھی ہیں

نہ وہ ہے یہ سُد میری چھپنایا　　جو منج سُد بد چھپنا کر پھر دیلا یا

اَہا ہا کیا کہوں بختاں کی سُستی　　پڑی منج پر جو بد بختی تھے سختی

درا چھا بیل پیرا اندر ان دیکھی　　پرت کا بیخ پیر یہ دُکہ پیکی

پھُلوں کے تئیں نکل کانٹے سمیٹی　　سنپت دھن آس کرنا گوں سوں ملیٹھی

پیاسا جو پڑیا جنگل میں بن جل　　جو کانٹے جیب پر سوں تھے جل جل

دسے اُس دور تھے پانی بھو تیک　　جو پڑتا ہور اُڑتا جائے اُس دیک

پچھن دیکھی جو دھو پوں بھاپ دستی　　نپٹ نرآس ہوتی اُس آس سیتی

منجے اس تھے بُرے دیس آئے آنگے　　کہ وہ پیاسا میرے تب دکھ تھے لانگے

مرن منج کچھ ڈرن ناہیں دیکن　　ڈروں مت جانوں مر پیہ کوں بن ملے

نہ یوں کوی جرم جلتا جو جرم کھوے　　نہ دگدیاں میں منج ایسا کوئی دکھیا ہوئے

نہ دل منج ہات نا دل لینہا را　　پڑے اس ٹھاؤں چھوٹے چھوڑ ٹھارا

جو ہونٹاں مان آیا تھا میرا جیو　　سوا مرت پنتھ دکھلائے منجے پیو

سو میں وہ پنتھ بھو آسوں کھٹائی　　سوا مرت ٹھاؤں بس ہونٹاں میں پائی

لہ زائد ہے

چھوٹے کالج تیٹے دل ساسی کر آہ — لگے زاری کرن کرتار درگاہ

کہ اے جگ میت جگ پالن ہارے — کرم کر منج نہ یوں دکھ دوں سوں مارے

اگر منج میت ستیں نا ملا دے — کسی کے بندھیں منج کوں نہ بھاوے

شرم میری کسی کے بات نہ دے — کسی کے ہات دے منج شرم والے

اچھوتی را سنی تیں جیو ہے منج — کہ اپنی پیو ستیں عہد ہے منج

نہ دکھ سوں جال منج بے دوں یار کوں — نہ دے منج دھن تلک دست اتڈھاکوں

کہیں سو دھن سدھن اس جگ مائن — جو منج راکھیا امانت پیو اپ تائیں

دگر ماٹی اپر مکھ ہور ملاٹی — سون سوں سوچ کر کیتی وہ ماتی

جو اتنے مان جگ سائیں میاونت — جو ہے وہ سرور دا دیا دیا ونت

دیتا فرمان یوں وہ جگ سامی — جو پائے اس تھے دکھیا جگ شتابی دکامی

دیتی آواز غیبی یہ بشارت — جو منج پیو تیں رکھیا کرتار امانت

عزیز مصر پر جے دل نہیں رنج — بن اس مقصود بھی حاصل نہیں تج

عزیز مصر تھے من بھاؤ ہے تج — سمت سائیں مکت بہ چاؤ ہے تج

نہیں کچھ ڈر تجے اس سنگ لاہن — اچھوتا رکھیا ہے اس تھے تیرا دھن

نہیں فولاد کی اس پاس کیلی — دھرے جوں موم کیلے نرم ڈھیلی

تیری دھن دُرجگ اُس تھے کیوں کھلے گی   کلف الماس پردہ کیوں چلے گی
زلیخا غیب سے تھے یہ خوش خبر پائی   دھرت سر دھرڈک شکرانے منیں آئی
پکاروں روں اپنا بس کیتے تب   اتا دل ہو رہی ہے پیو ملے کب
نین پیو پنتھ میں یہ دھان میں من   رہیا جیو پیو ستیں لوکاں منے تن

عزیز مصر زلیخا را کوچ کردہ مصر را برند از لشکر خود

دماما کوچ کا کیتے رین جب   چلے لشکر تکھیتر سات بلے سب
عزیز مصر کھتر کوچ کارن   جو بولیا کوچ کیرا طبل کارن
اُچاڈ پرے کمر بستہ ہوئے سب   چڑے سب شہسواراں شاہ مرکب
عزیز مصر یہ تعظیم سوں آئے   زلیخا کوں عماری مان بسلائے
کٹک چاروں طرف آراستہ کر   پچھن اگل جینیا ہو رراستہ کر
عزیز مصر بانی سات لے کر   چلن لگایا کٹک سنگات لے کر
بجنتر بھار میں لاگے جو بجنے   دھرت بدرے گگن لاگے گرجنے
سُہیلی گائیں شہنایاں میں یہ دھات   سہلیاں بھی سُہیلی گا دیتاں سات
جماعلی اونٹ ہانکے اونٹ والے   سوا دنشو اُن سبہ تھے ہوئے متوالے

ترنگ ونتاں کی کھوچاں ست بھویر سب | نوے چاندوں نہم چاندوں بھرے سب

کبھیں دیسے نہم چند میں نوے چند | کبھیں آویں نوے چند پو نہم چند

زلیخا کی طرف کے لوگ سب شاد | کہ ہوئی بار سے زلیخا غم تھے آزاد

عزیز مصر ہور اس کے جتنے لوگ | زلیخا سار رانی پائے سنتوک

زلیخا سو عماری ماں بیٹھی | جلی سر دنگ جوں سلگی انگیٹھی

کہیں سب جا زلیخا پائے سنتوس | گلے وہ سو سنا جانوں اندر ہوس

پکی سینا ایس میں آپ جل جل | گھٹی تن جھال تھے جوں موم گل گل

رجا رو رو انجھو بیٹی نین تھے | نہ ہوئی کم جھال تن کی اگن تھے

جلے بختاں کوں بولی جیو جل کر | جو اس بختاں تھے بیٹھی آگ بھیتر

کہی ایسے سو دتی سو بھاگری ہو | اُٹھے منج جالنے جا گندری ہو

جو منج یہ آس دیکھلا کر یہاں لیائے | سو پھر نر آس کر بھی آس دکھلائے

سو منج اس آس کا اب کیا بھروسہ | جو سیج بھی جھوٹ ہوئے اس بھاگ دسا

بھلے بھی بھاگ کیری بھوندنی یوں | رکھے بھو آس من بھاتا دینے کوں

کبھیں اِت بار کی جو ندی تھے دھاکیوں | کدھیں اُس بھوندنی تھے آنہ اکھوں

پنھتی سارے اپنوں بھاوں سم آچار | جو دیکھے مصر کوں تدبیر پھیلار

ندی ہور اس کٹک کی غلغلی تھی ‏ بچکتی گانی بہو دھرتی تلی تھی
زلیخا سو پڑی چلتے کی غل ماں ‏ ایسے یہ غلبلا کاں آوتا کاں
جتے تھے مصر کے بھنے بڑے سب ‏ ندی کی باڑ پر آ کر کھڑے سب
عزیز مصر کے تئیں آئے سامن ‏ ہزاروں راج دولت کے مہاجن
تماشے تئیں کھڑے لوگاں ندی پہ ‏ میلے جانوں ندی سو آئے ساگر
عزیز مصر اس رانی کی کارن ‏ لگیا مانک رتن طبقاں سوں وارن
جو طبقاں پر طبق دیں وار اس پہ ‏ سو جوں طبقے گگن بھر کر نکھیتہ
سٹے موتی رتن اس پر تھے جو وار ‏ سو برسے مینہ دھارا وار اس ٹھار
دھرت شگلی ڈبی مانک رتن مان ‏ چلن ہاریاں کی پگ دھرتی لگے کان
جو ندیر تھے گذر کر گے ایوں دھات ‏ بھری جوں کھان نہ مانک رتن سار
عروسانی شہانی مرتبے سوں ‏ جو منزل لاگ آئے اس بدیسے سوں
سہے منزل سرگ جانوں دھرت پر ‏ جو دو اونٹیاں بھرنٹ کیاں سورچندر
عروسانی شہانی تخت لبسلائے ‏ سو شہ آروس کوں آن پر جہ بسلائے
لگیا جلوا دیون سو دن محل سب ‏ ہوا آروس کا جلوہ وہاں جب
جو جلوے سوں ڈولای اس چاڈ تیں ‏ ہلی جوں پھول ڈالی باؤ ستیں

سُننے کے پھول ہور مانیک جوتی — لگے اس پہ ستن شہ ہور گوتی

دلے آروس جلوے ماں جلتی — سبہہ تن آگ بھڑکا ہوئے ہلتی

سبہہ سنگار اسکے انگ انگار — نہ بیوین بجائے اس مانیک جھنکار

کہاں بھاوے رتن اسکے تین کوں — جو وہ نینوں بھریں انجھواں رتن سوں

جو شہ آروس کوں ہوے کاج جلوا — سبہہ جگ پائیں نعمت ہور حلوا

ہوئے رانی کوں سو بس سرو وارت — لگے کڑوا میٹھا جیو باج من مرت

بلاویں چھند ستیں میرزادیاں — ہُرکے دف ہور تلتر دا دسادھیاں

زلیخا سوں دکھوں رو رو بلاتی — دکد بھر بجتا تلتل چھاتی

بھریا سینا دکد دُکھ سات سکلا — سما دن سک نہیں کچ ٹھاوں اگلا

ہمہ بیبیان مصر ہمراہ زلیخا نشستند

جے کوئی من بھائے یو سوں من جو باندھے — پرائے سات ہ کیوں سُکھ سوں ناندھے

نہ پروا نہ کرتے پروا اُجت کوں — کہ دیوے سات لایا آپ چت کوں

بھنور جے پھول اس کا متوالا — تہ چنپے باس کا ہوئے لھالا

زلیخا کوں بھریا دھن مال سنیت — دھری سب کچھ نعمت بھوگ دولت

عزیز ایسا سے سیوا کرن ہار — نہ کچ فرمان تھے اُس کے پھیرن ہار
ہزاراں داسیاں جو داس اَمولک — جو اُن کے انگ پر مانک مولک
جرم کیرے حوالے کے بڑے لوگ — کریں نت سر و پر تن کاج سنجوگ
صدر سنگار شہانی بچھانے — محل رنگ رنگ کے آچھے سہانے
اِسوں مل بیسیاں ہنس مکھ سہلیاں — اصیلاں مصر کیاں بیبیاں چھبیلیاں
زریے جو جڑاؤ کسوتاں سات — جھمکتیاں چاند سورج ہوئے دن رات
ولے سینے میں سب کڑوای دُکھ کی — ٹھنڈی جاگا میں دکھ چھپالوں میں سکتی
زلیخا اُن میں بہہ مُروّت سوں بیٹھی — میٹھای سات بولی بولے میٹھی
کری جوں شمع شب مجلس کوں روشن — جلی جوں شمع سر تھے پاو سب تن
زباں سوں بولتی ساریاں کی سنگات — ولے دل راکھتی جیم پیو کے سات
گملاوے رین دن سکلا اپنوں بین — پرت بیناں سوں گذراتی جو ہوئی رین
سروپ اپنے سجن کا راکھ خاطر — کریں اُس پاس اپنا دُکھ ظاہر
کہی من میں کہ اے جیو کے پیارے — میرا جیو ہور من تج پنتھ وارنے
عزیز مصر کھیا آپسا[1] نام — عزیزی ہوئے تج روزی سرانجام

---

[1] اپنا

منجے دیکھلائے کر امید داری　　دیتا آخر یہاں لیا یار خواری
دیا رکھ جگ نہ جال اپنا دکھیا کوں　　بجھتے برہ آگ سوں کیتا دکھیا کوں
نہ راہی اب سکت دکھ کیوں سہوں میں　　اچھوں برہ آگ میں کب لگ رہوں میں
پیارے آ درے میرے پیارے　　دکھیو بچھڑا منجے کیا کیا کیا رے
سلگتی آگ سینے مان راکھوں　　سنبھالی آپ میں دم نیں دساکوں
کہ مت دم لیو تیتیں بھڑکا نکل آئے　　جو اس تھے دھرتری آکاس جل جائے
کہ انجھواں سمد مین نہ ہوئے تھاؤں　　دردنی آگ تھے تل میں بھی جل جاؤں
دیکھت تج باٹ سوں سوں دکھ کھنڈلات　　اچھوں کیتا دیکھاوے اپنی باٹ
میلا دا باٹ میں رکھ پاؤں منج ماں　　جو چلتے باٹ پر تھے ہوؤں قربان
بشارت غیب کی پا کر دھروں آس　　کہ تج سائیں سجن کوں پاؤں گی پاس
وسلے بختیاں کیرا منج کیا پتیارا　　جو جو ندی دیے چھڑائے منج بٹھارا
بھانی رین اینوں ہاتوں سوں بہائے　　رکھوں جیو کھوئے ہور الیسوں تجھے جیو پائے
جو یوں نس جاگتی ہوئے دیس اجالا　　زلیخا کے نگھیں سب دیس کالا
اجالا ہوئے کالی رات اس تین　　کہ پیو کا روپ اچھے سامن سبھ رین
جو سورج ہوئے نت جگ جوت اجالا　　سو ہوی رانی بھی مجلس کوت اجالا

زلیخا تھے سبھہ مل بیناں شاد — دھریں گوتی سبھہ اُس تھے دل آباد

کہ رانی باندتی سب بھوگ سیتی — اُنند دن سوں جوابی سُوکھ لیتی

وا لے رانی جوانی کھوی دکھ سوں — بھو یگ یگ یہ خستہ ہوئے دُکھ سوں

ہر یک دن رات اس کا حال یہ تھا — پیرت میں پیو کی نت اُس حال یہ تھا[ل]

جو بھو تیک تلملن تھے تنگ آوے — تو بھلا لیوتے باغاں کو جائے

دلے جس دل پہ ہوئے اس باغ کا داغ — تو اس دل کو ٹھنڈا کیوں لاگسی باغ

جوں معشوق عاشق سرگ میں جائے — جرم وہ سرگ میں دوزخ کے گن پائے

جتنے طوبیٰ کے جنسی باغ کے جھاڑ — دسیں جوں تھانب دوزخ کی رکھے کاڑ

کدھیں ندنیل کو دھن گشت کرتی — سکاتی آہ سوں انجھواں سے بھرتی

کدھیں گھٹ گھاٹ ڈونگر کی طرف جائے — سبھہ ڈونگر کوں دکھ بھڑکے سوں سلگائے

برس کیتے اس دھات جلتی — بھو کٹ سوں آپس میں آپ گلتی

اچھے جسم اشٹ دک دونوں نیں لائے — کہ مت اس دک تھے سائیں دکھ ہونت آئے

اب احمد کب تلک دکھ بین بولے — میلا وا بین بولن لب نہ کھولے

ل پیرت میں پیو کی نت اس خیال یہ تھا

مجھے دکھلائے کر امید واری   دیتا آخر یہاں لیا پاڑ خواری

دیا رکھ چکھ نہ جال اپیا دکھیا کوں   بجھتے برہ آگ سوں کیتا دکھیا کوں

نہ راہی اب سکت دکھ کیوں سہوں میں   اچھوں برہ آگ میں کب لگ رہوں میں

پیارے آو رے میرے پیارے   دیکھو بچھڑا مجے کیا کیا کیا رے

سلگتی آگ سینے مان راکھوں   سنبھالی آپ میں دم نین دھاکوں

کہ مت دم لیو تیتیں بھڑکا نکل آئے   جو اُس تے دھرتری آکاس جل جائے

کہ انجھواں سمندر ہوئے تھاؤں   درد کی آگ تھے تل میں بھی جل جاؤں

دیکھت تج باٹ سوسوں دکھ کھنڈلات   اچھوں کیتا دیکھاوے اپنی باٹ

میلا وا باٹ میں رکھ پاؤں منج ماں   جو چلتے باٹ پر تجھے ہوؤں قربان

بشارت غیب کی پاکر دھروں آس   کہ تج سائیں سجن کوں پاوں گی پاس

ولے بختیاں کیرا منج کیا پتیارا   جو جوندی دے بچھڑائے منج بچارا

بیھائی رین اینوں ہاتوں سوں بیھائے   رکھوں جیو کھوئے ہور الیسوں تجھے جیو پائے

جو یوں نس جاگتی ہوئے دیس اجالا   زلیخا کے انکھیں سب دیس کالا

اُجالا ہوئے کالی رات اُس نین   کہ پیو کا روپ اچھے سامن سہیرین

جو سورج بھئے نت جگ جوت اُجالا   سو ہوی رانی بھی مجلس کوت اُجالا

زلیخا تھے سبھہ مل بیناں شاد — دھریں گوتی سبھہ اُس تھے دل آباد

کہ رانی باندتی سب بھوگ سیتی — انندوں سوں جوانی سُوکھ لیتی

والے رانی جوانی کھوی دُکھ سوں — بہو یک یگ بہ خستہ ہوئے دُکھ سوں

ہر یک دن رات اس کا حال یہ تھا — پرت میں پیو کی نت اُس حال یہ تھا[1]

جو بھو تیک تلملن تھے تنگ آوے — تو بھلا لیو نے باغاں کو جائے

ولے جس دل پہ ہوئے اس باغ کا داغ — تو اس دل کو ٹھنڈا کیوں لاگسی باغ

جوں معشوق عاشق سُرگ میں جائے — جرم وہ سُرگ میں دوزخ کے گن پائے

جلتے طوبیٰ کے جنسی باغ کے جھاڑ — دِسیں جوں تھانب دوزخ کی رکھے کاڑ

کدھیں ندنیل کو دھن گشت کرتی — سُکاتی آہ سوں انجھواں ستے بھرتی

کدھیں گھٹ گھاٹ ڈونگر کی طرف جائے — سبھہ ڈونگر کوں دُکھ بھڑکے سوں سلگائے

برس کیتے اس دھات جلتی — بھوکُٹ سوں آپس میں آپ گلتی

اچھے جم اشٹ دِک دو نول نین لائے — کہ مت اس دِک تھے سائیں دکھ ہونت آئے

اب احمد کب تلک دکھ بین بولے — میلا وا بین بولن لب نہ کھولے

---

۱ پیرت میں پیو کی نت اس خیال یہ تھا

فراقوں بین سُن بے دل ہوئے سب — میلا وابین کہہ دھیرک دیلا اب

سُنے جب برہ کیرے بین موہت — ادک دُکھ داٹ چھاتی پھٹ مرے کت

میلا وابین عاشق کوں جو راکھے — تو اُس ہو آس لا سنتوک راکھے

جو عاشق ٹک بچھڑا یاد کرتا — تو بچھڑا دکھ اگلا ہوئے مرتا

جو ٹک معشوق کا ملنا کرے یاد — مرے جیوے محب سوں تت لکھ بار

مرن ہور جی اٹھیں سب جگ یک بار — مرے جیوے محب سونت لکھ بار

نہ دکھ بول بولن منج سکت اب — کہ دکھ داٹن تھے رگڑیا جائے دل جب

کہوں من بھاد اُتم بھاو سنگات — زلیخا جو ملا دا پائی سو بات

ولے میا نے اچھوں کئی دیس جانا — جو یوسف شہر کنعاں چھوڑ آنا

کہوں اب اس قصے کا آد بنیاد — جو اس تھے ہوئی زلیخا عاقبت شاد

داستان یوسف علیہ السلام تولد شد پرورش یافتہ

پھیلے لوگ جے تھے بہ بوجن ہار — پھیلے کیاں کہیں خبراں سم آچار

کہ جوں یوسف بڑھے نت جیو دان چاند — رہے اُن سوں نیٹ یعقوب دل باند

نین میں نین پتلی کر دیتا ٹھار — سبھہ پنگڑیاں تھے سوندھیا نین کی ار

ایسے تلتل یوں پر توں سوں دیکھے | جو تلتل ہوئیں سب پنگڑے آ دیکھے
کہیں یعقوب تھے آنگن میں تھا رو کھ | جو اُس پر رشک کر طوبیٰ کرے دوکھ
لگیاں ڈالیاں تا جو زیاں جا سے انبر | فرشتے جوں پنکھے ہو ڈال اوپر
کرن تسبیح جھیاں سر و پتر | جو اُس ہر جیب پر کئی لاکھ دفتر
کھڑے جم جوں قرارت میں نمازی | جو اس کی چھاؤں بخشے سرفرازی
ڈُلے جوں ورد سوں مست ہوئے عابد | نہ بولے جوں کہ عارف پائے وارد
جو ہاں فرزند ہوئے یعقوب کے گھر | اُسی ساعت پھُٹی یک ڈال اُس پر
بڈھی وہ ڈال اُس فرزند سنگات | برابر ہوئے اُس فرزند قد سات
تو بالغ ہوئے لک فرزند کوں پال | عصا کر ہات میں دیوے وہی ڈال
ولے یوسف ہوئے جب جگ اُجال | نہ اُن سات اوپجی اس جھاڑ کوں ڈال
کہ تھا یوسف اَت اچھا جیو سو رنگ | کہاں لکڑی کوں ہوئے جیو ان سنگ
جو بھایاں تھے چھپا یک رات یوسف | کہیا یعقوب کے سنگات یوسف
کہ اسے میرے جلیا باپ اَت مہربان | خدا تیرا کھیا مانے تجھے مان
دعا کر اس خدا کے دار منج تیں | جو پاؤں سُرگ بن تھے یک عصا میں
جو میں سب عمر میں اس تھے مدد پاؤں | ہر افراری منجے اس تھے ہوئے ہر ٹھاؤں

جو غالب ہو وں سب بھایاں پر اُس تھے ہر اک جھگڑے میں دشمن پر ہور اُس تھے
دعا کرنے کو جب یعقوب بیٹھا لگیا مانگن جے کچھ مانگیا سو بیٹا
فرشتا یک اتر صدا سے تھے آیا زبرجد کا عصا سنگات لیایا
مگر کچھ اُس تیں بڑائی کوں لگے کام نہ میٹے ہور آرے سوں لگے کام
تو ہی سٹکا ولیکن مول کوں بھار سبھہ جگ مل کر اُس تیں سستے چکار
کہیا بھیجیا یہ ہے تحفا خداوند جو اُس تیں تج کہیا تھا تج فرزند
رکھے بر تھا ول اس فرزند کوں تھانب منڈپ تیں بھاگ دولت کی ہوی کھانب
جو یوسف اس عصا تھے تقویت پائے ادیکھے دل اُپر دکھ تھپیے کھائے
حسد کے جھاڑ دل کے بن مٹیں لائے ورے مبلوٹ کھٹے بن کی اُدھل کھائے

یوسف ز خواب خندید و پدر او پرسید یوسف را خندہ چہ

نہیں جگ میں عجب یک سونے سنسار نین موند اس میں دیکھیں سرو سنسار
نین کھولے نہ دیکھیں باج یک رخ نین موندے دیکھیں یک حال لکھ رخ
سُنا تل میں آ بنر دھرتی جھولن ہار جو اتنے میں نہ سکے کوئی پلک مار
جے کوئی چک جاگتے کرتے گدائی کریں سُتے میں بھوتیک بادشاہی

سُتا سُھنے میں راہے جاگتا ہوئے　　سدا سُھنے میں ہوگی ایک تل سوئے
سبھہ جگ جاگتے جے کچھ کرن ہار　　اول آخر سبھہ سوتے دیسین ہار
زلیخا مصر میں سُھنے تھے آئی　　جے کچھ اُن کھیلکی سُھنے تھے کھائی
سو یوسف بھی سپن تھے کھیلکی کھائے　　نگر کنعان سٹ کر مصر کوں آئے
جو سُکھ سوں یک رین یوسف سُتے تھے　　سو بیٹھے باپ وہ مکھ دیکھتے تھے
ادھر میٹھی ہنسی میٹھا ہنسا یوں　　جنک کے من منیں پرتوں شور اُٹھے تیوں
اٹھیا جو جاگ کر جوں بھاگری آپ　　ہنسی کیرا سبب پوچھن لگیا باپ
کھیا سپنے دیکھیا تارے اگیارا　　سورج ہور چاند ستیں ایک بارا
جو وہ سجدہ کیتے سب میل کر منج　　کیتے تعظیم ایں پسر دھرت دھر منج
جنک کھیا نہ کہہ یو بات توں کچھ　　چپ اچھ گٹ سوں نہ کر یو کیٹ باہر
بھوکدے بھائی جے یہ گٹ بجھیں گے　　تج آزاراں کیتے حیلے سجیں گے
سن اے سونا حسد تھے ہوئیں گے بیتاب　　کہ سبھہ اُتم دھرے تعبیر یہ خواب
نہ فارغ چھوڑسیں تج یہ قصا سن　　سدا ہے سو عصا ہوئے گا سبھس کُن
اول تاکید سوں یہ پند بولیا　　پچھیں تعبیر جے کچھ ہے سو کھولیا
کہ دیگا فضل سوں تج رب عزت　　سچا تعبیر خواب ہور بھاگ دولت

ایکبار ا بھائی ہور ما نباپ تج کوں — کریں سجدہ خدا کیرے رضا سوں
وصیت یوں کیتا اُس کوں تمنگ تو — ہوا لیکن جو کچ لوڑیا خدا سو
جو یوسف جا کہیا یک بھائی سنگات — سو وہ کہیا سبھہ بھایاں سوں یہ بات
بڑے بولے کہ جن گُٹ دو منیں آئی — سو تل میں ہوئے پرگٹ جگ سُن جائے
ولے اُس دوئی کوں دہونٹ کر جان — کہ یوں بولے حکیما جان سُبحان
جے کچ گُٹ دوئے ہونٹاں تھے بھر ہوئے — نہ لاگے بار کچ سنیتی سبھہ کوئی
پنکھیرو پنجرے میں تھے چھُٹے جب — پکڑ سکیں جو اُس کوشش کریں سب
ولے منہ تھے پڑے جے گُٹ باہیر — نہ سکیں کوئی چھپا یوں اُسے پھیر
جو یک منہ تھے پڑے جگ منہ میں جے بات — گوا کھل ایک جو ان سمدور ہوے سات
سکیں ڈھابین کوئی کا منہ سبھہ کوئی — نہ سمدر رکھہ بندھن کس کوں سکت ہوئے
کہے یوں سب بڑے انتر بچار کر — جو سرلوڑے سلامت گُٹ چھپا رک
جو یوسف تھے خبر یوں بھائی سب پائے — لگیا سینا پھُٹن غصّے تھے تنگ آئے
کہے یوں کیا ہوا ہے اس بڈھے کوں — جو یوں بھولیا رہیا ہے یک پھنے سوں
پچ اپنا لاب ہور نشٹ اس نہ سوجھے — نہ کچ ہمنا پیتاں کی قدر بوجھے
کیتے نت بیتیا ہے جھوٹ قصے — جہاں کسوٹ سوں آپی خوب دیسے

بھو تیک جھوٹ نت اُپجاوتا ہے   بچارے اس بڈھے کوں بھوندتا ہے

بُھلاتا اس حیلے مکراں ستیں نت   ترٹاتا نت ہمن تھے باپ کا چت

بُرا مانے ہمن تھے باپ جو تس   سواتِنے اس برائی اچھوں نین بس

منگے جے سب ہمیں اپیں سرن آئے   پڑیں سجدے سوں بھوئیں پر سیس لجھائے

نہ یہ لوڑے ایکلے ہمنا سے تھے   منگے سجدے ایس تیں باپ ماتھے

نہ جگ میں کوئی منگے ایسی بڑائی   نہ کس ہر بھوئیں دھریں ماں باپ بھائی

جنک کوں جم ہمیں سیوا کرن ہار   جنک تھے ان سو آپ سیوا منگن ہار

کریں جنگل میں دن سارے شبانی   کریں نس جاگ گھر کی پاسبانی

بھرم اس کا ہمن تھے دشمناں میں   شرم راہے ہمن تھے دوستاں میں

مگر حیلے ین اس تھے کیا دیکھیا ہے   جو اس ہمنا تھے اگلا کر دیکھیا ہے

ہمن کوں اب ضرور آکو لگیا یوں   جو دیکھیں آپی تدبیر ہو کیوں

ترت کام آپنا کرلیو نا خوب   ترت کانٹا کھرسٹ دیوتا خوب

سکے سینے میں کانٹا ہو ہمن کوں   یکیا سینا سیلے کب لاک اچھوں

بڑا ہو وے گا اگر یہ باپ کے پاس   کریگا باپ تھے سگلیاں کوں تراس

اپتا لیج دیکھتا اس کا ان تدبیر   درنگ کرتیں نہ فرصت پاویں پھیر

صبا کا کام بہتر سارنا آج / نہ رکھنا آج کرنا سو صبا آج

جو مولکے کوں اُپاڑن بوڑنا کوں / نہ چھوڑیں روکھ بلوند ہوے لگا اس کوں

سکے بن زور جس مولکے کوں آیار / نہ سو بلوند تھے ملسے جو ہوئی جھاڑ

قراریوں جب دیتے تدبیر کارن / سبھ یک ٹھاوں مل بیٹھے بچارن

خبر خواب برادران شنیدند و حسد کردند از یوسف

جے کچ مشکل جو عاقل کوں پڑتی آئے / جو عقل اس میں بیٹھ حیران ہو جائے

براتی بد میلاب بدسنگات / جو آسان ہوئے مشکل اُس مو دسات

بڑے گھر میں جو یک دیوا نہ ہوئے بس / اُجالا ہوئے جے دیوے لگیں دس

ولے سچ ہوئے ستونتاں میں یہ بات / جو اندیشیں نہ دہ پنچ باج ہر دھات

جہاں پاپی جو بیٹھے میل دو چار / اَدِک ہوئے سہس گن پاپ تس ٹھار

ملیں جب کیتیں جیتے یک خیال کے سب / جے کچ ہے خیال اُنوں کا ہوئے ادِک تب

جو بیٹھے بھائی یوسف کے بچارن / کہ کیا حیلے کریں یوسف کے کارن

یکیں کہیا اسے نا مارنا کت / جو حسرت سوں ہمیں اس تھے مریں نت

جو ماریا جاسے چھپا رہے نہ یہ گھٹ / کہ فریادی نہ ہو سکسے موا اُٹھ

نہ جیو تا چھوڑ ہیری کوں جو سنپڑے ‏ ‏ کہ تج چھوڑے نہ وہ جب ہات لپڑے

یکن بولیا خدا کوں کچھ تو ڈرنا ‏ ‏ یکا یک بے گنہ کیوں خون کرنا

غرض اس کوں کنارے پار ٹنا ہے ‏ ‏ نہ کچھ اس کوں دکھانا مارنا ہے

سٹیں اس دور ایسے یک جنگل ماں ‏ ‏ جو اس میں بن بھرت ہور باگ کچھ ناں

نہ انجھواں باج پانی پائے اس ٹھاوں ‏ ‏ نہ دیکھے رات ہوئے بن کھن کیری چھاوں

نہ روٹی روپ واں دیکھے اجت باج ‏ ‏ نہ بن کانٹے بچھاناں لیٹنے کاج

جو کئی دن اس منے ٹھا تک کرے گا ‏ ‏ تو اپنی موت سوں بیشک مرے گا

بن اس کا جیو لیتیں آپنے ہات ‏ ‏ ہوئے جاں کندنی تھے فارغ اس دھات

یکن کہیا اِدک یہ مارنے تھے ‏ ‏ بری یہ مرگ سب مرگاں منیں تھے

بھلا یک بار جیو لینا کھڑک سات ‏ ‏ جو دیویں جیو پیاس ہور بھوک سنگات

ڈھونڈیں اب دریا نزدیک اس تائیں ‏ ‏ اندھارے تنگ ڈونگلے باٹ کی بائیں

جو ست سوداگراں اتریں وہاں کوئی ‏ ‏ تو حاجت جب انوں کوں نیر سوں ہوئی

جب اس میں ڈول سٹیں نیر کے تئیں ‏ ‏ تو پانی کے بدل یوسف کو سیندھائیں

تو وہ اس کوں غلام اپنا کریں گے ‏ ‏ نہیں تو ٹنکڑا کر کر دھریں گے

یہاں تھے تو لیجائیں گے دور ہر دھات ‏ ‏ نہ کچھ ہمناں تھے اس تئیں انپڑے گھات

سبہہ اس بات کوں کیتے مقرر ۔۔۔ اُٹھے اس کام کوں بھا کر صبا پر

درخدمت پدر آمدند پدر رضا گرفتہ یوسف را بردند[1]

کپٹ کا نٹا سلے سینے منیں جس ۔۔۔ اُسے کیوں نیند آوے ایک تِل تس
حسد کی مار تل جن چور ہوئے ۔۔۔ سو وہ کیوں رات کو سکھ سات سوئے
اتا وِل ہوئے یوسف کے ادیکھے ۔۔۔ سبہہ رین جاگ دن کی باٹ دیکھے
دیکھایا مکھ جو سورج دن دپن ہار ۔۔۔ رکھیلے کل کے اندیشے پر کمل سار
سبہہ مل باپ کیرے بندگی آئے ۔۔۔ جے کچ معتاد بندگی بجا لیائے
نفاق اپنے جنک سوں من میں دھر ۔۔۔ کپٹ کڑوائی سینے میں چھپا کر
ادب سوں باپ کے نزدیک بیٹھے ۔۔۔ لگے یہہ دھات بولن بول میٹھے
بھلے ہو کر بھوبا تاں میں آئے ۔۔۔ سو ہر یک باپ کیاں باتاں اُچائے
یہاں لگ انپڑا ہے بات رچ رچ ۔۔۔ کہ تنگ آئے ہیں بھو دیس کھوا ج
ہوس ہے جی میں جے نکلیں سوا کوں ۔۔۔ جنگل میں جا ہنڈیں دل کی صفا سوں
برادر یوسف ہے جیو کے برابر ۔۔۔ جو مانین اس ہمارا لاڑ لا کر
بھولاڑوں ستیں اسکو لیجا دین ۔۔۔ جنگل کیرا تماشا اُسے دیکھلا دین

---

[1] رضائے پدر

کہ وہ بھو تیج نھنا تھا جو کئی دن
ہمیں ہنڈتے تھے سب باہیر اس بن

اُسے سنگات لے جاویں رضا ہوئے
تو کچ دل کوں ہمارے بھی صفا ہوئے

ہوا ہے تنگ دل نت گھراجین تھے
نہ وہ بھی کد ہنڈیا نھنوا دین تھے

صُبا کھتر اُسے توں بھیج سنگات
ہنڈے گا ہور کھیلے گا ہمن سات

کبھیں اُس صاف میدانا ہنڈانے لگے
کدھیں اونچے پہاڑاں پر پھرنے لگے

ہوس سوں دود بکریاں کا دُھالانے لگے
کبھیں ہنس کھیل سوں دودھ پلانے لگے

بہو رنگ کھیلیں گے اس کر کھلانے لگے
ٹھنڈے رکھ پلنگ بندھا کر سُلانے لگے

سُرنگے پھول جا سُن لال چن چن
کلیاں ہاراں حمیلاں گوندیں گن

پنھاں گے جاؤ سوں یوسف کیرے نگ
جو اسکے رنگ چڑھوئیں پھول سو رنگ

ہرن اور دوج پارڈ مار پاڑیں
بھڑت ہور باگ کا کالج آپاڑیں

تماشے سات ایسے یوں جو کھلادیں
گمت اس کوں انیوں کن شاد یادیں

جتنے جاؤں سوں نھنوا داں کوں دھریں
نہ بن ہنس کھیل انوں دلشاد کرسیں

انوں تھے جب سُنے یعقوب یہ بات
پھرائے مکھ نہ مانے خوب یہ بات

کہے اس کا لجا دن منج نہ بھاوے
کہ بھو تیک یہ اندیشا منج ڈرآوے

کہ اس جنگل میں ہے بھڑماں بھو تیک
تھنے کوں دیک کر کھاویں لیکا ایک

تمیں سگلے سو ہوئیں کھیل کے نام — تمن انجان تھے ہوجائیے یہ کام

جسے کچ آزار اس کے تن اُپر ہوئے — سو وہ منج جیو کے جیون اُپر ہوئے

جو یہ اُتر سنتے وہ دس منتر کار — ہر یک منتر سوں کام اپنا لیسے سار

کہے دس بھائی ہم ہیں باگ بلوند — جو یک تنکا ہمن کن باگ کے ڈنڈ

بھرٹت کیا ہے اگر جے باگ آویں — ہمیں اچھتیں کہاں اُس لاگ آویں

بھرلت تھے بھائی کوں جی کچھ نہ سکیں — تو جتنا کے سوں کیوں بکریاں کوں رکھیں

سُنئے یعقوب جب بنگریاں تھے یہ بات — نہ کیتے عذر بھی دوجا کسی دھات

رضا دیتے جو یوسف کوں لے کر جائیں — ولے یہ آس تھے جے اُن پھرالیائیں

عجب بازی دیتے بازی کے بہانے — نہ وہ بازی بجھے یعقوب سیانے

برادران یوسف را بردند و در چاہ افتادند

دھریں جے کوئی دنیا میں آد بنیاد — کریں دنیا تھے نت فریاد بن داد

نہ اس کے مکر ڈونگے کس بجھا جائے — وچیت سب کوئی کہ مت کس بائیں میں بھائے

پڑے اس کے دغا کے بائیں میں جن — نہ کد نکلے غُصے کھا کھا مرے تن

دنیاں کے مکر کی بائیں تھے کرتار — ہوا یوسف کے حق دایم نگہہ دار

جو یوسف کوں دیتے بھایاں کے سنگات　　چلے لے کر کرن یوسف کتے میں گھات

اچا لیتے ایسے ہنستے ہوس سات　　لجا دے میگ کوں جیوں بھرت اس سات

جہاں لگ باپ اسکو دیکھتے تھے　　یکس کے گود تھے یک لیوتے تھے

یکن کھاندے پر اپنے بیسلائے　　یکن پیاروں جکل سینے کوں لائے

یکن چومے پیشانی نین ادھر دھر　　نین اس کے چرن رگڑیں نین کر

نظر تھے باپ کی غائب ہوئے جب　　بھوت اس پر جفا کرنے لگے سب

سٹے کھاندے تھے سارن آپنا ہٹ　　دیے بھتریاں ہیں ہور کانٹیاں منیں سٹ

ننگے پاؤں سوں کانٹیاں ہیں چلاتے　　پھول ایسے پاؤں کانٹیاں سوں چیراتے

چبے کانٹے جو چیرے گے سو پگ مائیں　　پھلوں پھنکڑیاں کوں جیوں کانٹیاں سوں گوندائیں

جو نکلے جائیں اس پتھروں منے پاؤ　　سنا جوں چور ہوئے پتھریاں کیرے گھاؤ

جنوں تلویاں کوں پھولوں چھاؤں جیوں بیے　　پتھر کانٹیاں تھے لوہے مان ڈبے

بھری اس چرن کے لوہے سوں دھرتی　　کیا رو رو رکت مکھ لال کرتے

چرن یوسف کے جس بھوئیں پر جو آوے　　سو وہ بھوئیں سرخ رو ہی کیوں نہ پائے

پچھیں پچھیں جو یوسف پنتھ ساریں　　نکلے مکھ پر جو اُلٹے ہات ماریں

کریں جب نیل آپچھے مکھ اُپر ٹھار　　کنک جوں سور بھی پایا چندر سار

انوں میں جب کسی تھے جائیں آگل — گندا انویں بیٹ مکھیاں مار کو چل
کھنڈیاں کا بھار مکھیاں کا ڈھون ہار — ہوئے وے بیٹ جس ہوئے بیرین بھار
انوں تھے جب ہوئے با زو برابر — مروڑیں کان مارین گال اُپر
او جبکا دور جی زاری سوں بھاڑے — ان اس پہ پاؤں بیزاری سوں جھاڑے
دھریں رتنے سوں جس کے پاؤں پر سیس — ہتھسے تب وے کٹن ہو پاؤں دھر سیں
دکھوں تھے عاجز آکر جس پکارے — دٹاویں کوپ سوں ماریں ہنکارے
اُٹھیا اڑرا جو توڑیا آس انوں سے — بھریا مکھ بن رکت رو جا سنوں تھے
پچھاڑی کھا پڑیا لڑ تا دھرت پر — سبھہ تن ڈوب رھیا ماٹی رکت بھر
ڈوبے انجھواں منیں سر ونگ کا بینیں — کُنپے کرہاں سوں جوں سورج بیں
غمریں تھے کلیجا پھٹ کے لھو ہوئے — نہیں اس کوں کوئی سن ہار وان ہوئے
جھلیا دھاکوں تھے دل جھل جھل کرن ہار — ہوا ہیبت سیتی جھل کر مرن ہار
نہ کوئی اس کو نکو ڈر کر کہن ہار — نہ کوئی اس بٹھاؤں سیتے لارہن ہار
بکس تھے یک اُدک آزار دیویں — نہ کوئی دھیرک سیتے آدھار دیویں
سٹیا دھیرک ہوا نبیٹ نرآدھار — ترختا باپ کوں پوکار پوکار
پچھا تیں کچھ تلملاتے رہنے بلبلاوے — نہ کچ اس پر کسی کوں مہر آوے

چلائے تین کوس اس کوں ایٹوں دھات　　بھوگن باپ[1] سوں ہور دگنو سات

جو پائے بائیں اتنے میں یکایک　　کھڑے رہے وہاں اس بائیں کوں دیک

اندھاری تنگ سانپوں سات سنپور　　نہ ہوئے اس دھات بن کا فکر یے گور

نہ اس دو نگائی ڈونگے فکر میں آئے　　اسے دوزخ کیرا کڑا کا کھیا جائے

بھرے سب جو کہ بینڈک کھنکڑیاں سات　　سڑیا چیکڑ گندا پانی بہو دھات

جو کوئی جاکر کھڑے ہوئے گنتھ اوپر　　ایسے کونڈٹن ہوئے دم لے نہ سبک کر

سبہہ وہ بائیں یوسف تئیں جو چونے　　نپٹ بکسن لگے یوسف جو سونے

جو کچھ اڑا اڑ اٹھیا فریاد کر کر　　جو یوسف کو گلے دل موم پتھر

کرے نرمی انوں سیتی جتی دھات　　انوں ہوئیں نپٹ کڑوے کیتے دھات

پھیرنے کا ڈکر لیتے ننگا کر　　دیپے تن جیوں سورج میگھن تھے کھل کر

سلول اچھے نرم دو دنڈنے کے　　جو چھیلے جائیں ریشم تھے سرک کے

سو بالوں کیاں جو رسیاں سات نڑے　　لگیں اس دنڈ پر نیزیاں تھے کڑے

کمر اس کی جو باریک بال کی دھات　　کسے اسکوں بھی بالوں یا دھریاں سات

---

[1] باپ

اتارے بائن میں رسریاں بسیاں چھوڑ — سو آدھے دور تھے اس کوں دیتے چھوڑ

پڑی بائن مینن سورج کیری چھاوں — سو ہوئی وہ بائیں اپی سورج کیری ٹھاوں

اُپر پانی تھے کرٹی کوں پھتر ایک — جو تھا بیٹھا اُس اُپر جائے بل دیک

رتن مانیک واری اس پھتر پر — جو بیٹھے یوسف اس پر پاوں دھر کر

ویسے اس نور تھے اچھا ہوے پتھرا — کہ جوں سورج تھے مانک ہوے کنکرا

کھلیا اس بائیں کا اندکار سکا لا — کھیدریا رات کوں جوں سور اُجالا

مہکنی باس مہکے انگ کی یوں — جو ہوئی وہ بائن نافہ مشک کا جوں

ادھر امرت ادھر کی چھاوں پڑکر — ہوا وہ نیر سب جوں شہد شکر

جتے کیرے پتنگے بس بھرے سب — بھرے سرونگ امرت اس دیکھی جب

یکایک جبرئیل اتنے میں آئے — یکیلی پن تھے یوسف کوں چھوڑائے

جو تھا تعویذ یوسف بانہ باندھیا — سو تھا یک پیرہن اس ماں باندھیا

جو وہ پیرہن سرک[1] تھے اوتریا تھا — سو ابراہیم انگ اپنے دھریا تھا

جو اسکے انگ میں وہ پیرہن ہوئے — سو اُس تھے آگ اسے سنگار بن ہوئے

سو اُس تعویذ میں تھے کاڑ پیرہن — بنائے جبرئیل یوسف کیرے تن

پچھیں یوسف ستیں یہ بات کیتا — کہ خالق یوں بشارت تو رج دیتا

---

[1] سرن

کہ توں جس تھے دیکھیا ایسے پُرے ویں — انوں کوں توں دیکھے اس تھے بُرے بھیں
سرن ستیں سبھہ تج پاس آویں — تیرے صدقے وہ من آس پاویں
جے کچھ کیتی جفا تج پر جو مارے — چھپائے اپنی نشاں اُن کوں بچارے
توں تو ہر بال پال اُن کا پچھانے — انوں یک پال تیر تو لو نہ جانے
جو یوسف سوں کیتے یہ بات جبرئیل — رہی سب دکھ بسر کر جوں کمل کھیل
رہیا پھرا مولک تخت گہ ہوئے — جو اُس پر وہ آچکل بخت شہ سوئے
رہیا جب جبرئیل اس ہو سنگاتی — رہیا غربت بسر اُس پائے ساتی

یوسف در چاہ سہ روز ماندہ بودند جبرئیل ہمراہ بودند

جو یوسف تین دِن تھے بائیں بھیتر — سو جب چوتھے دِن جو نکلیا سورا نیر پر
مدینے تھے بڑے سوداگر آکر — وہاں اُترے سبھہ ڈیرے دِلا کر
نہ تھی نیری اُنوں کوں ہور یک بائیں — ایسی بائیں کوں آئے نیر تائیں
پھلے نیکے بخت یک مرد آیا — سوا مرت نیر سیندھن ڈول بھایا
کہے جبرئیل یوسف کوں کہ اُٹھ بیگ — بِھگا پیاس انگی تج درسن تھے جوں میگ
سورج دن دیپ ہو کر داڑیں جبا — کیتا اس مین راسی میں اچھے گا

کر اس بائیں کے کنٹھے آجت مُھانا نکل جوں سُور ہو کر جگ دِیپا نا

کہے جبریل جب یوسف کوں یہ بول تو بیٹھے ڈول ہیں سٹ اپنا تول

جو کھینچیا ڈول کوں وہ مرد پُربل پچھانیاں جے نہ ایتا بھار ہوئے جل

کہن لاگیا لگے بھار آج یہ ڈول نہ ہوئے اس ڈول کوں پانی تھے یہ تول

جو کاڑیا ڈول اُس بائیں منیں تھے لگے دیدے بھرن اُس دیکھنے تھے

دیکھت وہ مکھ یا بشریٰ کہہ اُٹھیا خوشی سوں دھن پران امول لوٹیا

بڑے بھاگ اُس جو پاوے مال کاڑیا سو وہ یہ بھاگ کا دھن جیو کاڑیا

جتا دھن ہو نہ پاوے جیو کا مول سو جب جیو مل نہ ہوئیں یوسف کیرا تول

اَدِک دھن جیو تھے جب ان جو دیکھیا سو سب جیو سنچیا راس کوں نہ لیکھیا

خوشی تھے پھگ پھُلنا جوں پھول کھیلیا کہ اس جنگل میں کھیلیا پھول ہیلیا

چھپا کر گٹ سُتیں ڈیرے لیجا کر رکھیا یک ٹھاوں اُسے بھوتیک چھپا کر

سچی یہ بات ہے جن گنج پاوے چھپا کر جے نہ راکھے رنج پاوے

اجھوں بھائی کتیک بیری رہے تھے تفحص تئیں ایسے نیڑ رہے تھے

کہ آخر ہوئے کیوں اس کا سرانجام نہ دو جا اس تفحص باج تھا کام

سو اُس سوداگراں کیری خبر پائے مکر سوں ڈھونڈتے تیئوں پاین کن آئے

جو یوسف کوں پکارے ۔۔۔ نہ سونے باج گر جن بائیں کیرا
چلے سوداگراں ستیں جھگڑنے ۔۔۔ انوں پر مدعی ہو کر پکڑنے
کیتے یوسف کے تیں اس سات بہہ جھٹ ۔۔۔ سو پائے اُن پاس تھے یوسف کوں سیوٹ
سو پکڑے اُس کہ یہ بندا ہمارا ۔۔۔ نہ کچ ہیتو نت ہو سیوا تھارا
نہیں کچھ بندگی میں دھر کسی دھات ۔۔۔ چکا تا کام ستی سات دن رات
سو آخر کام تھے بھو تیک کچھوائے ۔۔۔ چھپا اس بائیں بھیتر تہا اس کر آئے
ہمارا ہے اُن آخر زاد لیکن ۔۔۔ نہ اب تدبیر ہے کچ بیچنے بن
کیتا کاہش کریں نت اُو تھا اس سات ۔۔۔ نہیں بات آو تا ماریں جیتے دھات
نہ کچ پیکیاں کیری پروا ہمن کوں ۔۔۔ جتنے تھوڑے کوں مانگیں دیئیں تمن کوں
نہ کھوٹے باج کچ پیکیے ۔ ہمن لیں ۔۔۔ جو یہ کھوٹا بندا ہم تھے تمیں لیں
کھاڑیا بائیں منیں تھے جن جواں بخت ۔۔۔ خوشی سوں مول لیتا مفت دیکھ سخت
کھرا سودا لیتا دے دام کھوٹے ۔۔۔ جگت میں دھن جھگڑیں کوئی نہ لوٹے
سورج کوں ایک ذرے سوں لیتا مول ۔۔۔ لیتا امریت ہور ٹھکریاں دیتا مول
ہوا یوسف کے تئیں دے دام مالک ۔۔۔ سو تھا اس تئیں جگت میں نام مالک
پچھیں سوداگراں لادے سبہہ بھار ۔۔۔ ہوئے سب مصر کو دھن جاونے سوار

مالک یوسف را از چاہ بیرون کردند در ڈیرہ خود نہادند

جو مالک پا لیا بختاں تھے پرسن — لیتا من جیت پڑیں یوسف کے درسن

اُچایا رئیس اس پر ڈھکن تھے اوپر — نہ ٹھیرے پاؤں شادی تھے زمین پر

چلن لاگیا اتالی سوں بہوتیک — کرن لاگیا بہوتیک منزلاں بیگ

جو مالک مصر کے نزدیک آیا — سو شہرت مصر میں بہوتیک پایا

سبہہ اس شہر میں ایسی خبر تھی — کہ مالک پھیر کر آیا سفر تھی

لیکر آتا ہے ایسا ایک بندا — جو گھٹتا دیکھا اسکا روپ چندا

... [1] نین اُنبر کھوئے رکھے ہیں — نہ ایسا روپ کد بھوئیں پر دیکھے ہیں

خبر ایسی جو پایا مصر کا رائے — اٹھے اس کی خبر بہہ رشک میں آئے

کہے میرا نگر سو کہاں خوبی — بھلے مصریاں کوں حوراں ہوئے تو بی

سُرگ بن کے جو پھول تازے کھلیں گے — سو اُن کا مکھ دیک پرتوں جلیں گے

عزیز مصر کوں کھیا کہ اب توں — نکل مالک کوں سامنے ہونے کوں

نظر سوں دیک اس ٹیکے نھنے کوں — لیکر آ اُس دکھا دن ہمنے کوں

عزیز مصر جب فرمان پایا — سو کوچ کر سامنے مالک لگ آیا

---

[1] آب خوردہ

دیکھا یوسف کو دھن وہ یک نظر جب	یکا یک ہو رہیا وہ بے خبر تب
نوایا سر کہ مت سجدہ کرے اس	بھو تعظیم سوں سر بھوئیں دھرے اُس
ولے یوسف سر اس کا آپ اُچایا	کرن سجدہ آپس کے تئیں نہ بھایا
کہ یہ سر تو نہ دھرین اس کیرے دار	ہورا کھیا سر سوں تج گردن پر اُپکار
عزیز اس بعد مالک سوں کیتا بات	کہ لے چل شاہ کن یوسف کوں سنگات
کھیا بن شہ کن آئے کیوں سری گا	خریدار ایسے کوں شہ بن کن کرے گا
ہمیں جو آئے سو شہ پاس آئے	ولے اب تج تھے ہم یوں آس لائے
کہ دن چار اک ہمنا کوں رضا ہوئے	تو تنہا کوں بھی آتی غیں صفا ہوئے
کہ بھو تیک دور تھے چل آئے ہیں ہم	ہوئیں آسودے جو لیں چار یک دن دم
اُتاریں ماندگی کچ اگن تن گھن کی	دھولا دیں کپڑے ہور گرد تن کی
صفا پا کھے سوں شہ سیوے کوں ٹانکیں	خوشی سوں شہر کی رخ یاد راکھیں
عزیز ایسے بچن نیکے سنیا جب	بھر یا را جے کیری سیوے کے تئیں تب
کہا شہ سو جو یوسف روپ کیرت	جو جاگے من میں شہ کوں آگ غیرت
دینا تیر دپ سجے سب روپ نیکے	جو سورج سو نکھیتر اُن کے لیکھے
کھڑے ہوئیں سبہ بازار میں رست	جو بھوڑیں دیس کا بازار یک ست

اُجالا جوت اَدِک نینوں کوں دلاٹے	اندھارا رات کا اندھار پھاٹے
حریری کسوتاں سب ازرنگاری	سُنیا جوہر جڑت سُر ونگ بھاری
کہ جوں بازار میں یوسف کوں لیاویں	یہ سب بازار یوسف کا بھکاویں

مالک بعد چہار روز یوسف را غسل داد اندر دریائے رود نیل

جو جو تھا دیس وعدے کا جو آیا	سورج کھن نیل کنٹھ پر بیس اُچایا
کھیا یوسف کوں مالک اے سُہن ہار	کہ توں اب نیل گنگٹ پر آ سورج سار
سُو گند باس آنگ کیرا میل کر دُور	جو دیسے دیہہ سب نرمل نچھل نور
پدم پگ کیہہ یہ نرمل مرگ مد سوں	کدم کر چھوڑ سکلے نیل ند کوں
سو مالک کے کہے پر وہ جگ اُجال	ردپیا یا ند کوں چھاوں آپنی گھال
جھمک ٹوپی جو بالوں پر تھے کھینچا	سورج اندر سے میں تھے نس کا کہ اُچا
لگایا کپڑے اَت صاف تن تھے	کُھلیا جوں میگ سورج دن وہن تھے
جو باندھیا نیل کا تہبند کالا	میلیا جوں رات سوں تن دیس اُجالا
جو سب جگ دِشٹ داٹیا ردپ کا نور	کہے اُنہر تھے بہت آیا اُتر سُور
پچھانے بھی کہ سورج تھے اَدِک ہوئے	نہ دسے یہ جوت جو سورج نزدیک ہوئے

جنوں رُوپن سورج ڈاٹن ہارے — چھپے اس تھے سورج تھے جوں تارے
جو شہہ اس دیک خبر اپنی گنوایا — خبر اس روپ کی اُس وقت پایا
بڑے لوگاں تھے ایسی یچ خبر ہے — کہ دیکھے ہور سُنے کوں بہہ انتر ہے
پھیلے شہہ خبر اس روپ کی سن — نہ مانیا سچ کر لاکھوں میں یک گُن
جو اپنی دِرشٹ سوں وہ روپ دیٹھا — سبھہ جگ روپ مل یک رج نہ لیکھا

بوقتِ آمدن یوسف در دربارِ بادشاہ زلیخا را معلوم نہ بود

جو یوسف آوتے تھے باٹ لگ جب — نہ پائی تھی زلیخا وہ خبر تب
دلے جیو کوں اکو جا تپیا کیا تھا — ہوا الکھ گُن برہ جتنا سوا تھا
ہوا من مت کے تئیں من اِت اُتالا — اُدک ہوئے تلتل جیو کا اُلالا
نہ سوجے اُس کہ اسکا کیا سبب ہے — عجب راہی کہ یہ حالت عجب ہے
کری بھلالیوں تلتل کیتے چھند — اُدک ہوئے دکھ کرے جے کچ چھند بند
اَچاٹیا دل نپٹ جب گھر اچھن تھی — چلی بھلالیون جنگل ہنسٹن تھی
بہو دیتاگ کی دیراک سیتی — کیتے دِن لاگ جنگل میں رہی تھی
دُکھوں دنوا اس لے جنگل میں پھیری — دلے یک تل برہ بھرٹ کا نہ پھیری

جو اس یک تن کی تنگی تھے اچھی آگ | سو آگلے کیوں نہ ہوئے ڈونگر سبھا لاک
عجب تنکا جو نت یوں جلتا ہوئے | جو اس آگوں تھے سب جگ جلتا ہوئے
جرم جلتا اچھے ہور راکھ نا ہوئے | نہ تنکا جگ مینے ایسا دکھیا کوئے
بجھا دن آگ برساوے انجھواں مینہ | بجھے ڈونگر نہ بوجھے جلتا دیہہ
میلائے اسباب واں شادی کیرے سب | ولے اسکوں اچاٹ اگلا کرے سب
بہو تیک تلملی ہور چھٹ پٹی تھی | نہ جگ سکھ تھا جہاں بیٹھی اٹھی تھی
سو جھاڑے جھاڑ پھر پھر واز آئی | نہ کس دکھ تھے بن دکھ پھل کھائی
سو پھر گھر کی طرف جب رخ پھرائی | چڑی ہودج میں ہور اونٹن چلائی
نگر میں آئی جب آپ گھر کوں جاؤں | سو تھے اس باٹ شہہ چھجے کے سامن
تو اک غلغلا ہور طور دیٹھی | نہ ویسا شور بھی کس دور دیٹھی
لگی پوچھن زلیخا ہوئی حیران | کہ یہ کیا شور کئی یوں جگ پریشاں
کہے مالک سفر تھے پھر کر آیا | سو کنعاں تھے غلام یک وہ جو لیایا
سو اس کے روپ تھے حیران ہے جگ | لہذا اس کوں اسی کے دھیان ہے جگ
جو کئی لکھ سورج اسکے سامن آویں | نہ یک ذرہ کیرے مولوں بکاویں
زلیخا سیس اچا دیکھت پچھانی | کہ ہوئی یہ مکھ آپس جگ کی دیوانی

سو کچھ ارڑا اٹھے ان کوں خبر تھے　　جو اس تھے جگ سنے گرجن انبر تھے

پچھاڑی کھا پڑی بے سُدھ ہو کر　　پڑی جیو ڈُب اپس تھے ہات دھو کر

ترت وہ اونٹ وال اُونٹن چلائے　　اسے اس کے محل لگ انبڑائے

وہاں جب جگ کھ زلیخا کوں خبر آئی　　لگی پوچھن اسے بہہ جیوسوں دائی

کہ تیرا حال کیں ایسا پریشاں　　منجے کہہ کھول میں بلہار قربان

کہی اے مائی میری کیا کہوں میں　　دیکھی پیو کوں اب اس بن کیوں رہوں میں

متھا کنعاں تھے مالک جو لیایا　　جو سارے شہر میں وہ شور بھایا

جو سب جگ تھے سنی اسکی خبر توں　　خبر سن کر جو دیکھی بھی نظر سوں

وہی ہے ساج میرا من مہانا　　اُسی کی پنتھ دھاوے من پرانا

نہیں اس باج مانگوں جیو اس تن　　نہیں اس باج مانگوں جیو جیون

سپن میں جو دیکھی سو یہی ہے　　سُمت ہت کر جو پیکھی سو یہی ہے

دھرن تن تاب میں سنتاپ اسی تھے　　غریبی لے سٹی ماباپ اسی تھے

اسی تھے جیوتے مرتے رہے ہوں　　اسی کی آس تھے یہ دکھ سہے ہوں

یہی منج کوں ہوا ہے آج مشکل　　جلے تلتل اسی ڈر تھے میرا دل

کہ میرے جیو سوں کن انگ سنگ پاگے　　اس اندیشے تھے میرے جیو پر آئے

میرا نرمل چندا کمن رین جگا ہے
سورج دن دیپ ہو کس دن دیا ہے

نین کس کے جو ہیں بنت اس تھے روشن
کنول کس کا ہو دسے اس تھے سرگ بن

رکن اس گن آنچی سنپت سراگا
رکن اس پگ کیے آپ نین بھراگا

سہا اس تھے اس من کی پاؤں مانہ
نبیکے تلویاں کوں نینو لاوں یانہ

جو اپ چھپی ہوائی وہ تول سکائی جلتی
بجھانی ہے بیرہ تج تدبیر چلتی

برہا کی آگ پی بن کن بجھا دے
دو جا پیہ کوں میلا دے تن بجھا دے

کہی لے شمع سوز اپنا چھپا رکھ
تجے یہ فکر سیوٹ پیسے مبارک

جتن رکھ صبر سیلی آپنے پاس
کھلے گا بیگ تج اس تے کلفا مس

در دربار بادشاہ آوردند یوسف را برائے خریدی بہا کردند

سو دیکھن وہ دیپن امرت بیل وہ بیل
جو میٹھا لال ہل دے برہ بن میل

سبالے واسو تھے ہمنے دیں اجالا
کھلے پھوٹے گیرا اندکار کالا

جو سب مصری چلے یوسف کے سنگت
سبھا اس مولی لیون تیں رکھے چت

جسے جس کا پورتی جو دست رس تھا
سو اس تیں خرچنے تیں اوس کا بس تھا

کہیں بیجے مصر میں ہتی شوہد ہی یک
جو اس تھے تھے پریشاں ہوئی بہوت یک

دیکھے عناب لچھ دل کی کلکوت — سو لے کر آئی وال کنک سوت

کوی جگ منفعت اس کا مول نا ہوئے — سبھ جگ بھی ان کا قول نا ہوئے

جو بیتے اس انگ تے یک بال کا تا — تو مول اس کا کہون دو جگ تے بھا

جو پاوتی ایک یچ کیا اس پھون کی — تو وارون منفعت اس پہنچ پھولن کی

نہ اس کی مول پوچھ کچھ دسرو لیں — دلے کلکوت لستے تیں کہرون میں

کہ ہوئے اسکے خریداران میں منج ناؤں — ہمیں منج بس جو یہ منفعت اسون پاوں

منادی ہر طرف آواز لائی — کہ کون ایسے منجھے کون لیون آئی

جو جیب اس روپ نا سکے ہر اون — آنک دو جگ تے اس یک شی پاؤن

ادھر امرت نجھو امرت گوں امرت — نگن امرت بیتر کے نا ہوئے انو ریت

پاؤں میں تھے ملکیں ادھیا مستگن مول — نسنے ٹکیاں کیرا بھد را بھریا بھول

جو دیکھے اس ٹکیاں کیرے گنت کر — تو ہونے دو نکے سب ایک سمسر

کیرا ایک ہور بھی مول اس جھڑاتے — سو سو بھد یالی نکہ نول اتیتر اتے

چڑ آیا بھی سنبھہ پر یک خریدار — کہ دیون پرشک بھی یوسف کیرے ہجار

چھچھڑ آیا بھی سبھت سہد ایکن — حق ما نیک اسکے تدل جیکھیں

چڑاسکے تھے آنکھوں کیتے انوان جھناد — زیادت کرانو کہ ننکہ ہیو ڈھاو

زلیخا اس قصے تھے ہوئی خبردار　　دوگن کیتی سبھوں سوں آپ یکبار
گیرا یک سب تما اُس تھے آن توڑے　　ہوئے عاجز ہور اسکی بات چھوڑے
عزیز مصر کوں بولی کہ اب جا　　اینوں سولوں نیاڑا کر لے کر آ
کہی جے پچ مرا ہے سود فینا　　سُنے مانک درب دھن کا خزینا
نہ اسکے مُول کا آدھار جو ہے سب　　کہاں میں مول سالم دے سکوں سب
زلیخا پھر جواب اس کوں دیتی جو　　دیوان اس دھن جے پچ میں بی پھیر دیں سو
رتن مانک جو صندوقاں بھرے ہیں　　گگن پھر جوں نکھیتر بیکھرے ہیں
جو یک مانیک کا قیمت کریں گے　　خزینے کئی شہاں کیر سے بھریں گے
عزیز یک اور بھی لیایا بہانہ　　کہ لیتا ہے اسے شاہی مہانہ
زلیخا بھی کہی جا باشاہ کے پاس　　سرن کر بھیو تیک اس جم شاہ کے پاس
کہہ اُس کوں کہ مُنج من یو بڑا دکھ　　جو جگ میں منج نہیں بیکڑا ایں سکھ
دھرو دں شہہ کے کرم تھے آس ہو تیکہ　　کہ غم خواری کرے یو دکھ میرا دکھ
جو اس تھنے کوں یودن منج رضا ہوئے　　تو بیکرا منج ہور شہ تئیں بندا ہوئے
عزیز اس بات کوں شہ سات آکھیا　　رضا دی اُن کوں بھو مان راکھیا
عزیز مصر تب اس مول لیتا　　اسے فرزندگی بھو مان دیتا

خوشی سوں لے گیا اُس آپنے گھر   کیتے اُس تئیں زلیخا من مینے گھر
گی بلبل سجن کی پاس آکر   وہ راس آئی پڑی من آس پاکر
پھری اس کی خبر شادی تھے بھوتیک   پھر آئی دِشٹ دونوں جگ تھے اُس تک
پیارے پر نپٹ پیار آونے تھے   چلی پیار وں اَنجھو نینوں مینے تھے
گلے نینوں سوں بگڑے دوئے رگڑی   پرت اَنجھواں سوں تلتل دھوئے پگڑی
خوشیاں تھے تلتل اُس ہوش جاوے   اُمس تھے بھوک جگت میں نا سماوے
گھر دوزخ تھے جس جنت ہیجاوے   زلیخا کی خوشی وہ بھی نہ پاویں
جو پائی بھاگ تھے من آس سنپورن   سُنٹی بھاگوں کی پروا ہوئے مندور
گگن سر کرن تھے یک تل نہ بھاوے   سبھ جگ من میں یک رج کر نہ لیاوے
نہ رہیا تاب اسے بھوتیک خوشی تھے   رہی گم ہو خوشی کی بے ہوشی تھے
سو حیرانی سوں پھر پھر سنگ کرتی   کہ میں بختیاں تھے یہ باور نہ دھرتی
کہ دتھی جاگ میرے کارنے چکھ   جو پاؤں جاگتے میں میلتی سُکھ
نہ جانوں سوئے سپنا دیکھتی ہوں   کہ جاگت روپ پیا کا دیکھتی ہوں
کبھیں سُدھ سوں میلا واسیچ مانے   آپی آپ مان بھوگ اپنا بھاگنے
جو کئی دن یوہ بس تھا سچ چارا   مِلن امرت پائی اس کا اُتارا

جو ہیں دکھ کے اندھارے میں پڑی تھی   نہ ہنڈ سکت پاٹ اپنی سیج ہی تھی
سو سائیں جگ دیا دل وپ اجالے   تجھے پھر پھر گے دولت کی بچھائے
کریں تحمل سب شکرانا حمد اکا   کہ دیتا سکھ گنوایا دکھ سدا کا
کدھیں اس دکھ کر حیران گم ہوئے   کبھیں گذرے سو دکھ دن یاد کر روئے
کبھیں اس دیکھ دکھ ناؤں بسارے   ایسے یو حال تھا اس دن بسارے

زلیخا برائے یوسف چاو دھا کردن خود را برائے خبرداری طعام او وداشتن

زلیخا جب دیکھی یہ چاؤ اپنا   کہ اپنا ہور رہیا من بھاؤ اپنا
سو اس میں بہاؤ کیرے چاؤ خاطر   رکھے سیوے منشیں یک بھاؤ خاطر
لیتی رنگ رنگ زرتاروں تجت کی   امول اعلی قماشیں اچھے گت کی
گھڑائی زر گھر ہور تاج امولک   جڑائی جگ دمیں مانک مولک
جے کچھ لوٹے سو وہ سب جھمی سنگار   کیتے سب اس کے تئیں سنجوگ یک بار
برس دن کے گنت سوں تین سو ساٹ   بھرے ہر جنس صندوقاں میں دے داٹ
جو نت سورج تھے ہوئے دن اجالا   پنہاوے نت نوا اس کوں پرھاوا
جو نکلے سور سر دھر نور کا تاج   پنہائی اس راج کے سر نت نوا تاج

کمر بند ایک رنگ کا فیشکر سار پھرا پھیرا کمر باندھے نہ دو بار
کمل جوں مند میں لے تکلّل کو انیر سو کپڑے لیے نوے وہ رنگ پھر پھیر
شہانی تاج جب لے سیں وہ راج کیتی اُس پیٹ کہہ آپ سر تاج
عجب تن بان پیراہن پنہا دیے بھو حسرت ستیں یوں دل ہیں لیا دیے
کمد اپنا تن جو ہے اک تار کی ہار سو ہوتا کاش کہ اُس پیراہن تار
قبا جب تنگ پہنے ہور کس بند تو ہوتیں اس کو کلیاں من مان یہ چھند
کمد کب اُس شہ کوں لگے انگ اچھتیں چکل باہاں سوں کس کس یوں اُس ہیں
سہا دے زر کمر جب اس کمر بھی تو اس کوں یوں بوسیاں دل میں گذرتی
کتا پینے یات اُس اُس ہات آپسیں کمر میں جوں کمر بند ہو سے رہ سیں
تیغ سنگلہ نچھوں اُس ات یوں سنگارے دیکھت اس آپسیں تلتل وارے
کمد ہے سنجوگ کھانے کا بھو دھات ہیں جسم گرم مطبخ دیس پرورد است
دھیری نعمت سوں نعمت خوان معمور طبق طبلے سو پہ شیرنی سوں معمور
حریری سیج سو دن سانج دل کھے ولے بھی پولیا نرم ضیالی تھے دھاکے
کہ وہ جیو بال تن ہے جیو تھے نازک سو ضیالی چو ہتیں بہت انپڑے دک
کہو جیو کی ضیالی ہو نا اُنسیں لیے یہ کن میسر ہو نا کہیں

کلیاں تازیاں کھلیاں جب سیج گھالے ‏ ‏ تب اُس کوں اس ہوس کا داغ جالنے
کہ اپنا پھول جھنکڑی سار کا ڈیل ‏ ‏ لگے اُس تن اُس پھولاں منیں میل
رہاں اُس کا نہالی پر جو لیٹے ‏ ‏ اپی سیوے ستیں نزدیک بیٹھے
کرن سکھ نیند اُس ہوئے رین جم ‏ ‏ ابیں بیٹھی میٹھیاں کہانیاں کہی تب
جو موندے نین نرگس ہوتی سوں ‏ ‏ رہے جوں شمع جلتی روتی سوں
حبالک دوپہرن متوالی اپنے ‏ ‏ جرائے اس مکھ کے سنگار بن یں
کبھیں اس مکھ تھے مکھ انجھواں سوں دھوئے ‏ ‏ کبھیں ماتے نین تھے مست ہوئے
کبھیں اُس زلف تھے ہوئے بے سر دپائے ‏ ‏ کبھیں اس لب پرت مدتھے خبر جائے
کبھیں دیکھی نچھا کر گال دو تو ‏ ‏ کری اسپنداس تمیں جیو جلیا سو
کبھیں وہ لال نختشار سے جو دیبیٹھے ‏ ‏ کھلندی نین تھے کلاّل بیٹے
کبھیں اُس جوبت پر جیوڑا پتنگ ہوئے ‏ ‏ کبھیں نیہ ڈاٹ تے دل جیو تنگ ہوئے
رین ہور دن اپنو دھاتوں گماوے ‏ ‏ نہ اُس من مان پیہ بن کچ سہاوے
کرے سب وقت غم خواری اُسی کی ‏ ‏ دھرے دائم پرستاری اسی کی
وہی عاشق جو پیہ کوں جیو سوں سیوے ‏ ‏ دھنی سیوے ہیں اپنا جیو دیوے
نین پلکھاں سوں پیہ کی پنتھ جھاڑے ‏ ‏ جو جھوے انکار داں دیدیاں سوں کاٹے

رہے جم جیو ہور آنکھیاں سوں خاطر   کہ مت آوے کبھیں سائیں کی خاطر

زلیخا برائے یوسف مجنون شدن قرار نہ گرفتن

پڑیا ان آ سکھے جو ہے لوگاں پڑائے   پرانا یہ پران اس دھات آئے
کہ جب یوسف نہیں تا ہے تھے اجنوں   زلیخا ہوئی نپٹ یک دیس مجنوں
لگی تن تلملی ہور چیت سنتاپ   بہوتیک چٹپٹا دے آپ میں آپ
ہوا روندھن بہوت دکھ داب تنے تھے   پنکھی جوں ترپھڑے اڈکا ٹنے تھے
ہوا جیو آکلا اس چٹپٹے تھے   نپٹ گھبرائے کر جیو پر اٹھے تھے
نہ جاوے دکھ جہاں جاوے ہور آوے   نہ گھر میں تا بہو آرام پاوے
نہ بوجھی آگ انجھو برساونے تھے   نہ ٹھہری آونے ہور جاونے تھے
ٹکا سو پان جوں بابے تھے بھیرے   کسی ساعت نہ چکھ کس ٹھاوں ٹھیرے
جو دیکھی دائی اس کوں یوں مرن حال   لگے اس حال پوچھیں لاگ دنبال
کہ تج کوں یہ نوا دکھ کیا سبب ہے   یتی بے طاقتی تج تھے عجب ہے
کہی جے آج میری سد نہیں منج   نہ کھولے جیو کا روندھن کہیں منج
جہاں جاوں سو اگلا دکھ پاوں   سلگتی آگ من میں کیوں بجھاوں

ذرا ہے بوجھ ناہیں بوجھتی ہوں   کہ کا ہے آج پیتا کو جھتی ہوں

سو آخر جب میلے اس ساٹ یوسف   سو باتاں میں کھیا یک ات یوسف

سو نکلی جوں لیکا یک بات پر بات   کھن لاگی کچھ اپنا دکھ بی اس سات

سو بولے بولن کیرا ماجرا بھی   کہے سب باٹ میں کا واقعا بھی

زلیخا دکھ سنی بہہ دکھ سیتی   سو اپ دل میں گماں یوں آن لیتی

جو اس دن دکھ دا اٹھیا تھا یکا یک   سبب اس بھی ہوے گا بہوت ٹیک

گنتی اس ماس ہور تاریخ کوں جب   گماں اس کا جو تھا سو سچ ہوا تب

جہاں جمن دو جیناں میں منہ لاگے   سو دو دو دیہہ مل یک دیہہ لاگے

کہیں جگ دل کوں ہے دل کی طرف باٹ   نہ آڑا ہوسے کچھ لڑ لوٹ کھٹ کھاٹ

سو دو دو دل پرت سوں سنگ جڑ جائیں   سو دو دل دوسرے مل یک انگ جڑ جائیں

سو عاشق کا چل پچھانا نہ تھا ہوسے   کیوں اس معشوق کے تئیں باٹ نا ہوسے

جتیاں اس دل کوں دو رزاں ہو کھڑکیاں   دیتیاں باٹاں بھیں اپنے سکھ کیاں

جے کچھ حالت جو اس کا مت پاوے   سو اس باٹوں تھے اس کا جیت آوے

سکھے کا نہ جو سنہہ سکے پاو ر بھیتر   پکے عاشق کیرا دل ہیپ پڑ کر

کہیں جے ایک دن نشتر سوں رگ مار   جو لیلیٰ ہات تھے گری ہو رکت دھار

سو مجنوں ڈونڈو نگر میں رہیا تھا — سو اس کے ہاتھ تھے لیوہی بھیا تھا
جسے کوئی من سیتی چت باندھے جاؤ چت — نہ رلجہے وہ کشش یک تل سیتی چت
بھلا وا پیو کا جب لگنے نہ پاوے — تو اس کے دے صیاں سوں نس دن لگا دیے
بسے اس من میں وہ روپ رنگ رلی — نہ اس من میں ہوئیں دوجی دیکھن بن
دسے اس ہوئیں تھے وہ دل لکھو ہوسے — کر دیکھیں من تیتے تس نیں بھی دستے
جو وہ لیلی تیں بھی پائیں درسن — مگے من لال سیتی لاگ بیسن
جو پاوے تو سنگات اپنا سنگاتی — نیسے راہی رکیاں سوں لاگ چھاتی
جو یوں بھی سنگ جزم اس مت کا پائے — بچھڑنے کی ڈروں نت جیو پر آئے
نہ کوئی پیت رت منے سکھ سات جیوئے — نہ جیونے کا لذت کوئی پنہہ میں لیوئے
تو تی پنہہ میں لہو گھونٹ گھٹ جیوے — دکھوں سیوٹ کوں اپنا جیو دیوے
جو یوسف کوں زلیخا نیں دیکھی تھی — سو چھاؤں اس روپ کا من میں رکھی تھی
سدا اس چھاؤں کوں مانے سنگاتی — رہے جوں چھاؤں اپیں اس چھاؤں ساتی
نہ تھی کچھ آرزو اس بلج اس کی — جو دیکھوں اس جو ہے یہ چھاؤں جس کی

یوسف دیدن باقی خود گاہے طرف زلیخا نہ دیدند کم زلیخا حیران فہمن

جدا سکے دیکھنے تھے پائے من آس — ہمدن بیلا اس کا ٹن لائے من آس

منگے امرت ادھر ندیاں پیون — سہاون سیج مل انگ سنگ لیون

کہ سیج جن باغ دیکھن ہوس کر جائے — پھلیں باغ دیکھت نین سکھ پائے

منگے اتنے تھے سن پھل پھول توڑن — لگے اتنے تھے دکھ وہ باغ چھوڑن

زلیخا توڑتی تھی سنگ اس تھے — ولے یوسف چکا دے انگ اس تھے

زلیخا چلبل یوسف کن آوے — ولے یوسف نہ آگ اسکی بجھاوے

زلیخا دشٹ اس مکھ پر رکھن ہار — ولے یوسف سو پگ اپنے دیکھن ہار

زلیخا یک نظر کے تئیں سجلے جم — ولے یوسف اپیں دیکھے تلے جم

زلیخا نین تھے انجھو بہاوے — [1] ولے یوسف جو انجھو دور دھاوے

ڈروں سے فتنے کیرے وہ مکھ نہ دیکھے — نین فتنے سو دھن کی مکھ نہ دیکھے

نہ مانے موہت اس درسن کوں درسن — جو موہت کی طرف دیکھیں نہ موہن

اماس انجھواں سوں رایھے نت موہت — کہ مت ایسے دیکھے یک دشٹ موہت

جو موہت تھے چکاوے دشٹ موہن — چلے نینوں تھے لوہی ہوئے کرن

زلیخا پر پڑیا یہ دکھ بڑا اجب — سنپڑ دکھ بھار تل تھری اڑی تب

---

[1] یہ شعر مخطوطے کے حاشیے پر لکھا ہوا ہے۔

اُسے سکھ کا جو دکھ بھر ہر گھڑی کا — رکیتا جوں پات پیلا پت جھڑی کا
بہوتیک ڈھوے کر اس دکھ کا بھار — جو سیدھی سرو قد تھی سو جھی نار
سُکی جوں باغ سُکتا باج پانی — پتی جوں نیر بن مچھ تلملانی
رہی سُکھ کر ادھر امرت جھڑی سو — جلیا رنگ روپ جگ روشن کری سو
نہ سر کنگھی کرے نا مانگ کاڑے — نہ کد چونڈا کسے سو رنگ ناڑے
رہیں وہ بال بکھرے سو پریشان — کہ رہا ہے آپ بھوتیک ہو پریشان
نہ دیکھی آرسی نا مو کھڑا دھوئے — ڈُلے انجھواں تھے وہ مکھ آرسی ہوئے
جگے جس مکھ تلّق رکت تازا — لگے تس مُکھ پر کس دھات غازا
انجھو جس نین کی کالک لجادیں — سو کیوں وہ نین سرمے سوں سُہادیں
جسے کوئی گل مانہ پیہہ کی بھانہ لوڑے — سو وہ کیوں جینت ابراھن کی چھوڑے
جسے حسرت کی دے سائیں کمر ہات — اسے کیا کام ہو سی زر کمر سات
ادھر پیہہ کے جسے یاد آئیں پھر پھیر — اسے کیوں یاد آئے امرت گن نیر
جنیسے سائیں سجن کی پیاس لاگے — سیت سمُندر تھے پیاس اسکی نہ بھاگے
نہ اس آن بھوک جیں پیہہ کی لگی بھوک — نہ کیچ آن بھگت بیتیں اس بھیجے بھوک
زلیخا کئی دن اس دکھ تھے جو کو جھی — گن اس گُنونت کے اوگن کر لو جھی

بھو کچھائے کر سائیں کی ست تھے — لگی پچھتاونے اپنی پرت تھے
سو پچھتاوے سوں اپ میں آپ سیں گوں — لگی بولن کہ کیا بھولے سے توں
جو وہ قول مول کر لیئے سو بند لیے — سو اسکی چاو دھیں بید کیا و ھند لیے
جتا اُس کارنے کھینچی جفا تو لیں — نہ کچھ آن سو چلے تج تیں وفا سیں
اپیں توں سروری کی ملک ہیں شاہ — نہ اپنے داس داسی ہوئے کر راہ
ہتا گیا شاہ ہو کر داس کے پاس — لگے داسی نپے سوں سیو کر آس
توں ہو اُس اس داسی ہوئے سیوے — اُسے شہ مان کر بہو مان دیوے
ولے اسکو نہیں کچھ چاؤ تیرا — نہ بھولے اس دیوں من بھاؤ تیرا
نہ وہ مانے تجے داسی کے بدلیں — نہ گنوانے تجے داسی کے بدلیں
جتا آزاردی بیزار ہو کر — رکھیا زاری کرے یوں فوار ہو کر
سُنتی گیاں پھر کیا (ل) بیبیا جو یہ بات — کریں گیاں تج نصیحت بہو سو سات
خیال ایسا بھی یارا بھی تیوں — ولے [illegible] یاد [illegible] کیوں
پرت اچھر سدا چھر کر بھی سو — نہ [illegible] چاوے یارا بھی تو
بھی پچھتائی اس باتاں تے پڑ کر — کئی اس [illegible] ہوتا [illegible]
جتا تج وہ میرا سر لیو تا تان — ولے سر [illegible] اس کی پرت آن

میرے سر پھوڑ اُس پگڑیاں کوں ہے گانٹھ
اُنوں باندھی ہوں چت سب جگ تھے چھانٹھ

جتا منج سوں دھرے اُن من میں یہ گانٹھ
نہ کھولوں میں جگ کا نٹھے ہول سونپے گانٹھ

سجادہ شاہ ہیں دراس کی وہی
اسی کیا جگت جسے میں ناٹھا وہا اسی

دیکھے عاشق جتا معشوق کا دکھ
سبھی پسرے دیکھت معشوق کا مکھ

جتا اُس دیکھتے تھے دکھ ابل آئے
ولے اُس دیکھتے تھے نار بہیا جائے

دیکھت نا دیکھنے کا دکھ بسر جائے
ولے کیتی دہات کا دکھ بھی بھر آئے

جنم اپنی عمر دکھ سوں کھوے عاشق
جدا جا نکند نی میں ہوئے عاشق

جتا عاشق دیکھے پھر پھر پیا کوں
دک ہوئے دکھ پرت اسکے پیا کوں

ولے یک تل مکھ نا دیکھنے تھے
اگرچہ ہوئے دکھ اگلا دیکھنے تھے

دیکھو یا نہ دیکھو یہ دکھ اُسے ہے
سہس دکھ میں دیکھت یک سکھ اُسے ہے

ولے وہ ایک سکھ لیا ہے سہس دکھ
جو سچ پوچھیں تو جھوٹا ایک ہی سکھ

جتے عاشق سو عاشق دو دکھے ہیں
سدا وہ کل منکر سے سو کھے ہیں

نہ بھاوے سکھ اُسے ہیں دکھ کھاتا
نہ کھاوے مرغ آتش خوار داتا

نہ جلنا چھوڑ پروانہ سنگے جل
نہ کچھ سنگ خوار کوں بھاوے میٹھے پھل

دایہ حال زلیخا دید و پرسید کہ حال تو چگونہ خستہ شد

زلیخا کوں جو دیکھی دائی اس دھات — لگی پوچھن بہوتیک رُدنے سات
کہ توں اجنوں بھی کا ہے دُکھ کرتی — جو بوجھا جاوتا تج مکھ پڑتی
تیرا من مت نت مندھیر تیرے — ہے کچھ من چیت نت مندھیر تیرے
جدھاں اپنے سجن تھے دور تھی تُس — ندھاں جلتی جو تھی معذور تھی توں
ایتاں اجنوں میلے پر بھی جلی کائے — بتی جوں موم کی جل جل گلی کائے
نہیں کس عاشقاں کوں یہ میسر — جو اس معشوق اچھے سیوکسوں اُس گھر
بہو جسو نت اُتم راس ہے تج — ہے گوسائیں تیرا سو داس ہے تج
دھوں جگ دیپ چندا جس اجالے — نکھیتر سار سورج مکھ چھپالے
سو وہ بس دن تجے ہے نین اُجالا — اچھوں تج نین کا ہے دیس کالا
نین کوں نور دئے جس پنڈ کی کہہ — نین بھر نور سوں دیک وہ دیک دیہہ
برہ بس سمند جب توں بیوتی تھی — سو اُس کا یاد بھنجن دیوتی تھی
جس امرت یاد بس سمند نواری — سو آپی آئے کیوں نا ہیں اتاری
زلیخا جب سنی دائی تھے یہ بول — لگی بولن انجھو پانی رنگت گھول

کبھی کیا پوچھی اسے مائی مینمنت — مگر توں بوجھی نا ہیں پریت جنت

عجب ہے جے پیچ کوں یہ بوجھ نا ہیں — کہ نا ہیں منگتا ہے منج سا ہیں

جتا سیو سے سیتی نزدیک ہوں میں — دلے وہ دور کتنا کیوں سہوں میں

سدا منج دِشٹ تل وہ روپ رہا ہے — دلے منج پر کدھیں نا دِشٹ بہا ہے

رہے منج دِشٹ تل دن رات پیا ہیں — دلے مَن سنگ اسے منج سات نا ہیں

دہروں من سنگ اُسوں انگ لوڑوں — سنگے وہ جو میں اپنا سنگ چھوڑوں

نہ کد منج سات کھل کر بات بولے — نہ میٹھے ہونٹ ہنسنی سات کھولے

سدا یہ مانگتی ہوں میں برکت ردی — جو منج پیاروں سوں دیکھت سکتیاں گی

منج یوں کیوں نہ ہوئی گلے کا کانٹھ — جو منج دیک اُس کھنوں تھے نکھلے گانٹھ

کدھیں نیکیاں بھنواں سوں کر اشارت — نہ دیوے سیج ملنے کی اشارت

اَدھر اَمرت شربت نا پیلاوے — دلے تلتل حسرت لبس کھلاوے

بھگے پیاس اُس پیاسی کی کنٹھو ریت — جو اس کوں دور تھے دکھلائیں اَمرت

سرگ بن سارا تازا مکھ دیکھ دیکھ — اَدک ہوئے دل کیری حسرت بہو تیک

سرگ بن دو زخیاں کوں بھی دیکھاتے — کہ مت بھی جلکھ حسرت سات جاتے

سرگ بن جھاڑ تھے وو جھاڑ اَدک گن — دلے میں پاؤں اس تھے پھل سوا گن

جتا جل جل رہوں دکھ دھوپ میں پر — نہ چھاوے چھاؤں ٹھنڈی کچھ منج پر
لیتی جو ہیر سٹے جوں رُوکھ نردھار — نہ پر بال انپڑائی منج دہر آدھار
سہاواں روکھ ہو منج من چمن مان — یوں پیاروں سوں دل منج رخ لیتے تا
بچھانی دائی جب یہ حال اُٹھی رووئی — کہ ایسا حال سوں کیوں جیونا ہوئی
جو اس کڑ دائی سوں ملنا گھڑی کس — بھلا جی او جیتا بچھڑ ابڑے رتس
کہ بچھڑے ماں دیکھیں تیں جلیا دل — دسے یہ دکھ دہی بہہ دھات تلتل

زلیخا حال خود حضور دایہ عرض کرد

زلیخا دائی کوں جب دکھ سنائی — سو اُس غم میں جو اس غمخوار پائی
کہی جب راکھتی توں منج پر پیار — سدا ہر کام میں منج توں مددگار
منجے یک کام ہیں توں ہو موداب — کہ لوڑے تج غمخواری میری سب
میرے سر پہ تھے بگ اپنی اُچا کر — میرے سرتاج ما جے لاگ جا کر
جھو تیک سرن کر اس راجا کوں — اُسے یہ بول کر میری زباں سوں
کہ یہ من بن سرگ کی روکھ طوبیٰ — جو تیری چھاؤں تھے بار آئے خوبی
سرگ بن جھاڑ ٹھنڈی چھاؤں تن چھائی — جو ٹھنڈی چھاؤں تیری قد تھے پائی

چمن میں سرو جوں بہہ ناز کرتا　　نیاز اُس چھائوں کی بھوتیک دھرتا
دِسے یہ سرفرازی اس کہاں ہوئے　　بچھاوے گا لوے حسرت ستیں رہوئے
جولاوے من میرے کر نور کی ڈال　　پڈھاوے جیو پانی گھال کر پال
سو تیری چھاؤں سوں رہ سار نائے ؟　　نہ ہن تج چھاؤں کا تیہ بار لیائے
زلیخا بھی مرگ بن روپ کا جھاڑ　　سو اُس بھوتیک تیری چھاؤں کی چاڑ
تیرے دُکھ دھوپ میں جل جل سُکتی　　کِتا جالے اچھوں اس دھوپ دکھتے
توں اس سر چھاؤں چھاون تیں نہ کرعا　　نکوسٹ خوار کر اُس چھاؤں کی سار
دکھیت سُہنے ہیں تیری چھاؤں لیتے　　ستے ماباپ اُس تھے ہوئے گدے
جو اپنی چھاؤں تھے اس کو بھلایا　　سو کاہے چھاؤں اپنا اس تھے لچایا
جدھاں تھے چھاؤں پر تیری رہی بھول　　نہ مانے دوئے جگ اس چھاؤں کا مول
جو باندھی تیہ تیری چھاؤں دیکھت　　رہی جوں چھاؤں ہوئت دیہ گھٹ گھٹ
جدھاں تھے دیک تیری چھاؤں موئے　　دو ہوں جگ چھاؤں تھے بیزار ہوئے
سو توں اس چھاؤں تھے بیزار دیسے　　نہ جانوں چھاؤں تج کیوں بسار دیسے
نکہ جوں چھاؤں ہلکے بھار کر گن　　سب اس کا بھار سہہ کر بخش بھارن
گیا تیرا جو جیو اُس تھے لگے بھار　　کیوں اس کی چھاؤں میں ہوئے بھار کا ٹھار

ولے اس دو جگت تھے بھار وہ چھاؤں کیتے جس چِت موہن کا روپ وہ چھاؤں

منگے جے چھاؤں ہو تج سنگ رہے پچکا تا توں سو اس تھے آنکھ کاہے

منگے جے پڑا ہے جوں چھاؤں یک تل کھنڈل پگ تل ولے دکھ سوں نہ کھنڈل

جے کوئی تج تیئں جو بالے پن تھے پالے کیتا کوں اس حرم جلتے کوں جالے

تیری یک دِشٹ تیئں وہ جیو دیوے سو توں یک دِشٹ نا دے جیو لیوے

جو مارن لوڑتا یک دِشٹ سوں مار ولے نا ماریوں دِشٹی تھے اُتار

جو آہونٹیاں میں اس کا جیو رہا ہے ادھر شربت نہ دے اجنوں سو کاہے

جو ناہیں منگتا مرتے پنچا وَن تو بھی بُند بُند شربت تو پچیوا دوں

شہنشاہاں جسے منگتے نہ پائے سو داسی ہوئی وہ تج سیوں آئے

ولے توں کئی پھراتا مکھ اس تھے نہ دے سُکھ اس نہ لے آپ سکھ اس تھے

سو لکھن کامنی وہ سندھری نار نہ پاسی جگ میں توں نار اس سار

سو کیوں اس نار کی توں چاڑ ناہیں جو نار اس سار کی کس ٹھار ناہیں

دھیلی ہو رہی تج بن سہیلی جھیلی سیج بھی تیری بکیلی

جو سوئی سیج تیری آئی سو دھن بھری پھولوں منیں سب سیج سودن

کھجور اسکے ادھر تیرے سو نا بات میلا کھجور کوں نا بات سنگات

جو بھیجی دائی کوں یہ بات سکلائی
جے کچ اس باب کیری بات دکھلائی

کیتے بھو چند یوسف کوں ریجھائی
پڑی پھر منتر اس کا من بھلاگی

سنے یوسف جو منتر دائی کیرے
لگے بولن میٹھے ہونٹاں تھے ہیرے

دیتا اتّر کہ اے سب گت بجنہار
منجہ بھو ندے کوں توں منترکار

زلیخا دام دے لی سو بندا ہوں
بہوت اسکے کرم کا شرمندا ہوں

میرا تن من پران اسکا سنیت ہے
سنیت دھا توں میں نے اس کا پرت ہے

جو جیباں ہوئے بالے بال سب من
نہ سکسوں اس کرم کا انت بولن

جے کچ فرماں اس کا سر چڑاؤں
جے کچ خدمت کہے سر سوں چلاؤں

ولے جی جائے پیارا جیو میرا
نہ ان بھاتا کروں کرتار کیرا

کدھیں منج پر گماں ایسا نہ کیجے
جو ایسے پاپ تئیں یہ جیو ریجھے

عزیز آبیں منجے بنکڑا کر آکھیا
پتیا کر آپنے گھر ہاں رکھیا

نظر اس کے نمک پر کیوں نہ راکھوں
ایسی کی شرم لیون کیوں نہ دھاکوں

جو میں پیغمبراں کی نسل کا ہوں
وہی امید میں بھی راکھتا ہوں

جے کوئی پاکاں کے نزل پیٹ آوے
سو ناپاکی سے کیوں نار کند راوے

جو میں ہوں باغِ ابراہیم کا پھول
جو را ہے سرگ بن اس باس پر پھول

سو ور گند باس اس تھے کیوں دیکھے کوئی ‏ ‏ ‏ جو کیرت باس اسکی جگ بھری ہوئی

جو میں یعقوب ہور اسحاق کا ہوں ‏ ‏ ‏ سو میں انکی جلیت پر کیوں نہ رہا ہوں

نہ بیل اندران کوں ہوئے داک دانے ‏ ‏ ‏ نہ دھتورا پھلنس پھل بار آنے

نہ ہنس کی انڈری تھے کاک اُبجے ‏ ‏ ‏ نہ گد گولے تھے بلونڈ باگ اُبجے

پوتر دنس تھے میرا تو آیج ہوئے ‏ ‏ ‏ نہ منج تھے بن پوتر ہور کچ ہوئے

دھرد ل سینے میں جبرئیل کی بوج ‏ ‏ ‏ کردں با نفس عزرائیل کی بوج

خدا معصوم کر پیدا کیا منج ‏ ‏ ‏ خطا کیوں آئے عصمت ہے عطا منج

نہیں لائق زلیخا کوں بھی یہ بات ‏ ‏ ‏ جو یوں چوری کرے [illegible] دھنی سات

اُسے کہہ جی رہے اس فکر تھے دور ‏ ‏ ‏ مجھے اس بات تھے منج کو بھی معذور

کہیا یوں دائی کوں سمجھائے سمجھائے ‏ ‏ ‏ کہ مت دائی زلیخا کوں کہی جائے

زلیخا خود رفتند نزد محل یوسف حال خود عرض کردند

زلیخا کوں جو دائی یہ خبر دی ‏ ‏ ‏ اٹھی اپنی خبر تھے اس خبر تھی

پھٹے کالج سستیں لوہی جو ردئی ‏ ‏ ‏ سو کالج تکڑے پلکھاں پر دئی

بہوت بیک باولی ہو باؤ بھر کر ‏ ‏ ‏ چلی جوں باد اڑاتی دھول سر پر

کیتی پیہ پاس روشن چیت جھڑ کے / کہ مت اس پر متیا کی نیر جھڑ کے
کہی توں منج کوں جیو تھے پیارے / میرا تن من جیو تج پر تھے وارے
سدا ہیں تج پرت داغوں کی بھونی / بھری آگ اس درونی کی درونی
درونی آگ تھے سرونگ چلتا / سبہہ تن جل جل جیوں موم گلتا
کیتا دکھ دوزخ اس دل میں سمالیوں / جگت جلنے کوں ڈر کیتا چھپالیوں
جو دل کی بھاپ پرگٹ دیوں یک تل / جلیں تارے سیت آکاس سوں مل
جو بیٹھوں[1] میں سرگ بن مان جل[2] جائے / سرگ منج دل کیرے دوزخ تھے جل جائے
نہ منج من میں لبسے بن خیال تیرا / تیرے خیالوں ہوا یہ حال میرا
منجے سرونگ بھیدیا ینہہ تیرا / تیرے پرتوں سوں پوریا دیہہ میرا
سدا تج تھے دکھ بسیری رہی ہوں / تیری پرتوں میتے بیری سہی ہوں
نہ میری ذات ہے میں جسے دسیوں اپ / نمونا ہے تیری پیرت کیرا سب
زلیخا تھے سنے یوسف جو یہ بین / بھائے انجھو جھڑی کر آپنے نین
زلیخا ہوئی دو چیت اس رونے تھے / گماں اس دل کوں دوزخ ہونے تھے

---

۱ بیٹھوں ۲ چل

سو یک آس اُس یوں لاگی جیو تیک　　کہ رویا پیار کر دکھ آپنا دیک
ولے دوجا سو درجا نیا گیا اس　　کہ اس بینوں تھے مت کچواٹ ہوا اس
ولے ہر حال لاگے تلملانی　　کہ سائیں کوں ہوا دکھ اس بہانی
لگی پوچھن بہو دکھ سات پچھتائے　　کہ کہہ منج سات کی تج رُونا آئے
ہلنگی تج کن بجھاون دکھ بھڑکے　　سو توں انجھواں سوں تیرے تیل چھڑکے
منگوں رو رو جو توں منج سوں ہنسے چکھ　　سو توں رو کر رو لادے منج ہور ٹکھ
سچا تج دور کا ست معجزا ہے　　جو پانی سات منج کوں جالتا ہے[1]
جو دیکھے یوسف اس کا جلتا یوں　　رتن رُو لے آدھر تھے بی پتھر جوں
کہیا میں روتا یہ ڈر رہیا رک　　کہ نا ہیں نیہ کس کا منج مبارک
بہیپی میری جو میرا بسیار کیتی　　سو منج چوری ستیں بدنام کیتی
جو میرا باپ منج سوں نیہ لایا　　آدیکھے پن تھے بھایا کو نہ بھایا
سو میرے بھائی بیری ہوئے کر منج　　بہو آزار سوں کیتے بہو منج
منجے اب پھر پھر اندیشا بھی آئے　　کہ تیرا نیہ منج سر کیا بلا لیائے

---

[1] توں۔ ردیف کے لحاظ سے یہاں "ہے" ہونا چاہیئے۔

زلیخا کہہ اُٹھی اسے جیو جیو ن   کھڑی ہوں تج کے تئیں میں جیو سوں لگن
نہ تج سوں سربری کی بات کرتی   جو تیرے داس پن کی ہوس دھرتی
سو اس داسی کمینہ سے تھے نہ آسی   جو کچھ وہ جو تیرے دل کوں نہ بھاسی
نہ بن تیرے پرت میرے ہیا میں   نہ تیری نیہہ بن میرے کیا میں
یو منج کوں جیو تھے توں اگلا ہے   نہ منج تھے ٹھڈ پرائے کا بھلا ہے
نہ اپنے جیو کوں چینیتے بُرا کوں   نہ اپنے جیو تھے راہی نچت ہوں
نہ تیری باب غفلت کھاؤں گی میں   نہ چُک تج تھے کنارے جاونگی میں
نہ کوئی جیو آپنا آپی دُکھا دے   نہ ہو سکتی جو کوئی دُکھ انپڑا دے
نہ توں یہ دھاک اپنے من میں نے راکھ   دھروں تج تھے اوک اس باب کا دھاک
نہ کر منج سات توں بہانے یتے دھات   رلیاں سوں رہ سُمت ہو منج سنگات
ادھر امریت رس چکھ چاکھنی دے   ٹیکے مکھ پر منجے سکھ راکھنے دے
گلے میں آرہیا جیو دے گلے پانہ   بھن دے منج بانہ اپنے گلے مانہ
دھڑکتا دل ہتیلی راکھ کر دیکھ   جو راحت انپڑے اس تھے بہوت تیک
کہے یوسف کہ اے میری خداوند   میری گردن تیری بندگی کیرا بند
نہ سنگ اپنے بندے سوں سربری توں   نہ گن کم کام اپنے سروری سوں

کہاں گھر سے منجے تج سوں یہ نسبت — عزیزا ایسے سوں کیوں ہوئی منج شرکت

نہ منج تھے بندگی بن کام آئے — میری بندگی کے لائق منج فرمائے

یکھا دا کام خدمت منج لیا دے — میرے سر کچ خدمت کا دھندا دے

جو سر لیوں وہ دھندا سر ٹیوں اس میں — جدھاں لگ جیوتا ہوں جیوں اس میں

ہوس خدمت کیری بھوت یک دھروں میں — جو اس تھے حق گذاری کچ کروں میں

کہ خدمت تھے بندے آزاد ہوتے — عنایت تھے شہاں کے شاد ہوتے

زلیخا جب سُنی یوسف تھے یہ بات — پچھانی جے بہانے لیائے سبھہ ہات

کہی میں ناگنوں تج کوں بندا کر — جو تج فرمادں بندگی کا دھندا کر

تیری بندی لگر ایسی گنوں میں — سدا داسن داسی ہو رہوں میں

ہزاراں باند بردے راکھتی ہوں — نہ ہوی تا خیر جے کچ آکھتی ہوں

سو کیوں تج کوں انو میں چھوڑ دیوں — اُنوں کا کام تیرے بات لیوں

جتن جے بات چلنے کوں کیتے ہیں — سو کیوں اُن سم تین کوں دیکھتے ہیں

جو بھوئیں پر پاؤں رکھ سنپتی سدھاویں — اگر دیدے سے رکھیں آنداز پا دیں

جو یوسف بول اسکے کان کیتے — پھرا اُس جواب میں حیران کیتے

کہی جے منج پرت ہیں لاف ہے تج — جو نیہا سات سینا صاف ہے تج

تو یوں لوڑے جو میں لوڑوں سو لوڑے — ایس بھاتا میرے بھلنے میں چھوڑے
کہ جن معشوق پر بھاتا چلا دے — ایس بھاتے کیرا عشق اس سنا دے
جیسے معشوق کا بھاتا جو نا بھائے — نہ اس معشوق کا عاشق کہیا جائے
تیری خدمت گذاری منج بھاوے — سو توں کیوں بھاتا میرا کیوں نہ چلاوے
منگے معشوق اگر عاشق تھے دوری — تو دوری سوں کرے عاشق صبوری
منگے یوسف بہو کوشش سوں خدمت — کہ اس صحبت تھے بایسے دور ہوے مت
کہ تھا صحبت میں یہ فتنے کیرا ڈر — سو منگتے تھے جو بانچے دور ہو کر

زلیخا را یک باغ بود تعریف آں باغ و کنیزگاں خوب برای یوسف داده الیہ باغ نمود

جو کوئی بن اس حکایت کا جو لایا — سو یوں پھول اس روایت کے گندایا
جو یوسف کے آدھر پھول پھنکڑیاں سار — زلیخا تیں کیتے یہ پھول خوں بار
سو وہ نیکے بچن پھول امرت باس — زلیخا کوں لگے انگار کی راس
جو اس چھالوں تھے سر تک کوں اٹھے دھک — رہی انگار ہو سر تھے چرن لگ
سو بہو تیک چیپاٹک فکر کیتی — ولے اس تھے بھی من بھا نہ لیتی
سو کیتے تھا زلیخا کو جو یک باغ — جو اس تھے ہوے سرگ بن دل اپر داغ

دسیں وہ جھاڑ مل کر ڈال ہیں ڈال | رہیں زنّار جوں مل بانہہ گل گھال
دتیا مدرس پیالے لال گلال | سو اُس تھے سرو ڈلتے ہوئے متوال
جو پھولے پھول سو رنگ روپ سنگات | کرے نرگس نظر بازی اُنو سات
دیکھیا سوسن کہ نرگس شوخ دیدا | ہوا اس مارنے لے بانک سیدھا
سو اُس آڑا ہوا مخمل غرانا | سو نرگس بید کن لے گنی کرھانا
لگیا سوسن سوں اُس جھگڑا ابھو تیک | لگی بانکاں لڑن ایکس ستیں ایک
یوں آ آ ٹھیل دونوں کوں چھڑائی | بلا گل لائی بھی بیرت جڑائی
بنفشہ کوپ سوں شمشاد سنگات | لکھے ہیں لام الف جوں خوب خط سات
دلے جب نخل سے یہ سحر سوں دیک | چھپایا کونپ میں کانٹے بھو تیک
سو نیلا ہو رہیا لاجوں تھے وہ جب | گلی برقع اُچا دیک ہنس پڑیا تب
زنگاری مشک بکیاں میں جو دھوپ آئے | سو اس تھے صحن کوں یہ رنگ روپ آئے
کہ جوں سبزا ہریا مخمل بچھا کر | تکلٹ کیتے ہو نقشوں سوں اس پر
چمن دون ڈھیر جانوں پر گہ بہتر | مدھم اُجلا رکھے دوں ڈھیر لکھ کر
جو اس میں گالوے رنز مل بہادے | ردیے کیاں جدولاں جانوں سُہادے
پھولوں پہ سبے بھنور ہور بھی سُہادے | سو دھن مکھ تل ہور جوبی سُہادے

چمن میں کی چتر مکھ دیکھیاں کر رکھے تھے حوض دو، دو آرسیاں کر
نہ کاچ آچھا اچھے اس نیر جیسا نہ کوثر ماں میٹھا نیر ویسا
ولے وہ حوض بھی جوں حوضِ کوثر کہ جوں دو نین دیسے یک برابر
سو پچ اُن کوں کہ تھے پتھریاں میں ڈون صفا اس پتھریاں کا کہہ سکے کون
نہ کوثر نیر اس پتھریاں تھے نرمل نہ چندا جوت اُتو تھے ہوئے اچپل
سو وہ دو ڈون بھی تھے یک بن اُپر کیتے اس کے میانے تخت گادھر
سنگارے تخت بھوتیک چاو کر کر بچڑے یوسف مت اُس پر پاو دھر کر
بلا یوسف کوں اُس پر سہیلائے حوالا باغ کا ان سات لائے
کہ جے کچ کام خدمت منگتا توں تو لے اپنے سر اس بن کا دھندا توں
ملائے ایک سو اَمول داسیاں سُگھڑ اَمریت بھاشیاں پھول باسیاں
چُنے ہر ایک سو اُن لاکھاں منیں تھے ہر ایکن روپ اَچھیا چند نی تھے[1]
کِھلیاں جوں پھول مکھ جیو بن کلیاں سات بھلاتیاں جیو لانیاں چھند سنگات
چتر جیو سار سب سر دنگ سنگار سدا ہنس مکھ ہنس چالی چلنہار

---

[1] ہیے ۔

بہہ جوں ڈھال موتی ان بندی سو — کلیاں تازیاں اچھوں ناہیں گندے سو

سبہہ جوں جو اچھوں[1] ناہیں چھپے سو — و لے حوراں تھے روپ اگلا دیئے سو

ڈھلکنے نین متوالے ڈھلکتے — جھمکتے جوں جھمک بجلیاں جھمکتے

جو چمکے چھند سوں تو جگ چونکے — جو ٹھمکیں ناز سوں تو جگ ٹونکے

تپس کیتے سو تپسی ہو رہو گی — تپس اُن کو دیکھت بہت ہوئے جوگی

رکھی یوسف کی خدمت تیں انو کوں — کہ مت کچ بھوگ لیں یوسف اینو سوں

کہ جے ان سات لیں کچ بھوگ بلاس — تو پاوے کچ انوکھے بھوگ کی باس

مدن میٹھائی کچ ان تھے جو چاکھے — تو کچ اپس ل بھی بھوگن جیت راکھے

بھو تیک باولے ہو کر اینوں دھات — منگے اُس پاولے دیون انوں سات

دکاری چت میں راکھی یہ ہوس بھی — کہ جے یوسف بھلے ان میں کچیں تھے

تو جب اس سات تس کر میلنے جاوے — دغا سوں اُس کیری جاگا اپی آوے

وہی کر جان کر بھوگے اپس سات — رلیاں سوں رنگ سنگ ہوئے سبہہ رات

کہی ان کو کہ سب یوسف کوں سیو — جو مانگے جیو جیوان بھاد ن دیو

---

[1] اچھوں

کھڑیاں یک پاؤں پر جوں سرو اچھو سب ‏ جہاں دوڑا ہے دوڑ دیاؤ ہو سب
تیں سوں نپنتا اس کی جھاڑ راکھو ‏ جے کچ بولے سو بس انکھیاں پہ راکھو
نپکے روپوں سوں اسکا من بھلاؤ ‏ ہنسی بازی ستیں اس کو ہنساؤ
بھو شوخی سوں شوخی سیکلاؤ ‏ بھو چھند بند کر اسس نکھیلاؤ
وہے جس پر جوان رغبت کرے گا ‏ جسوں مل سوتے نس جیت دھرے گا
تو اول وہ خبر منج پاس لیاؤ ‏ ترت وہ بات آ منج کوں سناؤ
کہی یوسف کوں بھی اے من موہنانا ‏ تیرے واری میرا تن من پرانا
سلکھن داسیاں یہ سب کھڑیاں سو ‏ سنے گیاں پوتلیاں جیسیاں کھڑیاں سو
انوں سوں سنگ کارن تج رضا ہے ‏ کہ منج بھاوے جے کچ بھاتا تیرا ہے
جو تج دل پر حرام ہو کر اچھوں میں ‏ حلال ان کو کیتی ہوں میں تیرے تئیں
چھبیلا نو مدن سے توں نوا بھوگ ‏ نوے جوبن نھنیاں سوں کر بڑا بھوگ
جو تت منج دیکھتے بھوں گانٹھ پڑتی ‏ اچھیں تج دشٹ تل کیوں گانٹھ پڑتے
جو توں یوں منگتا ہے دور رہنے ‏ نہ منج کوں ہے سکت ہور کچ کہنے
جو مانگے جیو تن تجتے جاونے کوں ‏ نہ کوئی راکھن سکی سمجھاونے سوں
کہی یوں ہور جیو اس پاس چھوڑی ‏ کیا نرجیو ستیں گھر کوں چھوڑی

سچا مُوہت جو موہن بھاوتے پر — اچھے راضی آین اُن بھاوتے پر
منگے موہن جو درد ائیں دیونے کوں — درد ماتے دوا کر لیوتے کوں

تعریف آں باغ بیان کردند

زمیں ہوتے لگیں سنگار بن سب — نکھتر پھول کھل ہوئے آت سہن جب
اُچایا قد جوزا سرو کے سار — رمرگ ہور میگ اس بن میں چرن ہار
دیکھایا داک جھونکے سنبلا جب — سولیا یا مشتری جو کھن تلا تب
زحل کھنبے کوں کیوں نا بیل لوڑے — جو پانی ڈول سوں اس بن کوں چھوڑے
مکر اس بیل کارن باگ آیا — جواب تر دار لے مریخ ڈھایا
لگن سنگار بن سوہے سرگ بن — جو اس میں حور جو زاروپ سورجن
گلے میں کہکشاں دوڑی سہاوے — پگوں میں بچھوے عقرب کے بھاوے
جو پردیں کاں موتیاں کیاں لڑاں باند — لیتے مکھ وکلیتے ہات آرسی چاند
عطارد گیان ونتا گیان کھریا — جو اس مٹکاونے کوں دیکھ موہیا
سو وہ باندیاں جو تھیاں حوراں کوں رانیاں — جو جھمکت مکھ سوں سورج چھپانیاں
توے چھند بند چالیاں سوں ہٹک کر — لگیاں یوسف ستیں بولن ہٹک کر

یکن اُس رات جوں تاریاں ستین رات ‏ دیکھا لی بال کالے بھر کلیاں سات

کہ پھل انگار دن جوں کیس کالا ‏ منجے ہوئے ہے جے نہ ہوئے توں اُجالا

یکن کھیلے پھلے جوبن کلیاں سات ‏ کہے اب توں جو بوئے یہ کلی بات

تو یک ایسی کلی توں ہات کر سی ‏ تو کھل تج گود میں گلال بھر سی

یکن ہنستی ادھر کھوئے کمر سار ‏ ہنسن بولن سوں کیتی پھوکری بار

کہ توں بھوکے بھنورا رس لے کمل کا ‏ جو وہ رس قد مستی کی عمل کا

یکن دکھلائے یالا سرو کی دھات ‏ کہ جوں سوسن رہے آزاد اس رات

جو سوسن سار ہے تج پاس خنجر ‏ رکت میں منج دیا چھند بند کر کر

یکن انکھ مار کر بھوں گانٹھ باہے ‏ کہ تج کوں ہور منج کوں گانٹھ آہے

دھر دوں ہن ماں کا نٹھاں نیشکر دھات ‏ سو گانٹھاں وہ کھلے جب دے کمر دھات

یکن پھل ہار رہے اس گلے ماں ‏ کہ دے اس کے بدل میرے گلے باں

یکن ہاتھوں میں نارنج لیتی ‏ اشارت آپنے جوبن کی دیتی

یکن سو لاکھ چالے چھند بند آن ‏ بلادے سیج پر اسی بندوں کاں

یکن جھیلاں جھڑپ بن ماں دکھلائیں ‏ آپس سوں میلنے جانے کوں سکلائیں

یکن جوں مور منکا دے مٹکتی ‏ لٹا پٹ سوں رلیاں کلاون ہٹکتی

نکن ماتے نین نرگس کھلاوے — کہ مت اس کے متی نینوں کوں بھاوے

ایسوں چھندوں سوں وہ سب پھول ڈالیاں — بھلا دن جائیں سب اس ہو لھالیاں

ولے جس نین تل جے سرگ بن ہوئے — تو کوڑا ہو کسیٹ سوں سمن ہوئے

سو اس کسیٹ کی پردا کیوں کرے وہ — کہاں کوڑے اپر پگڑی دھرے وہ

ولے جب دین ناہیں بوجھتیاں تھیاں — سو پتلیاں ہوئے پتلیاں بوجھتیاں تھیاں

سو اس کے دل مینے اس بن بھتا ہور — جو کھینچا ان سبھوں کوں کفر تھے دور

سو اس بدلیں پڑا یا بھی یہ ضرورت — جو بولے ان ستیں رکھ کر مروت

سو بھوتیک مہر سوں سمجھائے سمجھائے — لگے باتاں کرن پھسلائے پھسلائے

کہی اے سب سگاتیاں ہور سلکھنیاں — سجانیاں روپ ونتیاں گیان گھنیاں

جے کچھ مرا کھیا سب سیچ مانوں — سنو بھوتیک گیانوں جیو کی کانوں

کہ جن دیتا سبھوں کوں گیان ہور مان — دیتا دیکھن نین سننے کے تیں کان

نپایا جیو ہور تن سوں ملایا — پھلے کچھ نہ تھا سو جگ نپایا

وہی جگ کوں جیواوے ہور مارے — ایسی تھے پائے بھاتا جگ سارے

دھنی جگ کا جگت کرتا رہے وہ — اہیں سب جگ پالن ہار ہے وہ

تمیں اس گیاں سوں یہ کیوں نہ بوجھیں — جو یوں اس چھوڑ کر پتلیاں کوں پوجھیں

سُگیانی سو اگیانی کوں جو مانے　　بڑائی گیان کی وہ کیوں پچھانے

خدا کا جیو دھر نر جیو کوں دِیَن　　سو اس نر جیو تھے جیو کا مان لیویں

جس آپ بھلتے سوں پھوڑیں ہو توڑیں　　سو کیوں بھاوے جو بھاتا اس تھے توڑیں

جسے کوئی نا سُن سکے نا دیکھ سکّے　　سو اس میوے تھے کوئی کیوں آس رکھے

پتھر جیسے بھوئیں پڑیا رہ گھمند لیا جائے　　سو اس کن سر دھر دھرنے کوں کیوں بھائے

نہ بن اس تیئں دھرتے پہ سر دھریا جائے　　جو اُن آپیں دھرت ہو رِیس سر جائے

اپنوں بینوں سوں دین اُن کو بجھایا　　اُنوں کوں دین اُجالے سوں دپایا

چھپایا اس نور تھے جب کفر اندھارا　　سو تھا تب صبح صادق کا پھاڑا

سکیاں وہ بھی شہادت ہوئے صادق　　شہادت کوں ہویاں جوں صبح لائق

کیتیاں ابلیس کیاں انکھیاں کو اندھیاں　　نہیں دٹ انگلیاں سوں مار سنگیاں

جن اُس اندھلا کرے اس انگلی سوں　　سو کیوں اس کی نظر لاگے تب اس کوں

زلیخا جاگتی سب رات ٹالی　　اُجالا دیکھ اُٹھے بھو تیک اُتالی

چلی دل داغ سوں اُس باغ کوں وں　　سپیڑ سائیں سگھڑ کا گُٹ سُو دھن

دیکھی یوسف کے گرد اگرد اُن کوں　　سبھی تیئں دین کے شاگرد اُن کوں

رہیاں ہو بلبلاں توحید بن میں　　ہزاراں نانوں اس ایکس کے من میں

جو تب زُنّار کوں سب توڑ دے کر ۔۔۔ رہیاں ہیں سکھیاں تسبیح ہو کر

سو اُس تسبیح تھے یوسف بھی متوال ۔۔۔ دیسے بھوتیک سرخوشی ہوئے خوشحال

زلیخا خوش جو دیکھی اُس انوں سات ۔۔۔ بُھنی گئی رشک بھڑکے سوں بھوو دھات

ولے یہ آس بھی دل مان لیائی ۔۔۔ کہ مت کچ فکر اپنی کام آئی

جو یہ شوخاں اُسے کچ شوخ کیتاں ۔۔۔ ہنسی باڑی ستیں کچ ذوق دیتاں

جو نزدیک آئی اس چھنتے کی ماتی ۔۔۔ سو تھی سب تھے نچنت ہو باج ساتی

سو ساتی سات لاگی بات بولن ۔۔۔ کہ اے امرت ادھر مٹھ بول ڈھولن

تیرے مکھ پر نوا رنگ آج دستا ۔۔۔ نوا رنگ آج تیرے[1] سلج دستا

کتو کن رات گذرا اپنا جو اس دیس ۔۔۔ دیسے سو تازگی دیکھے نہ کس دیس

نیند لے نین اُنیندی جاگنے تھے ۔۔۔ سو جاگیا کیا دھندا تج لاگنے تھے

مگر یہ کامنیاں خوش باس ناریاں ۔۔۔ تجے لیایاں خوشی میں مل ساریاں

سجے کوئی ہنس مکھ سوں بیٹھی ہے سے ہنس مکھ ۔۔۔ دکھیا سوں جن میلے چھاتی بھر سے دکھ

سو جب لگ منج دکھیا کے سنگ بھاتوں ۔۔۔ سو میرے سنگ اچھن تھے تنگ بھاتوں

---

[1] بترسے

زلیخا یوں جتا کچھ بات اُچالی — ولے یک بات کا اُتّر نہ پائی
جتا یک جواب مانگے لاکھ دنبال — رہے یوسف چُپی لے کر اُسی حال
جتا یک دِشت کے تیئں آگ سوسی — نہ دیتا دِشٹ سو رہاہے اُسو سی
سو اُس حسرت ستیں نِرآس ہو کر — جے کچھ تھی آس اس تھے ہات دھو کر
نوا یک داغ تازا مَن لسا لے — رَکت رونَیں تھے جیا سوں ڈھالے
ہوا جوں آگ اُسے سنگار بن سب — چلی جوں باؤ ہوا اس باغ تھے تب
ولے اس آگ تھے جب جلتا جگ — جہاں جاوے تہاں وہ کیوں رہے دھک
جو دکھ دوزخ کیتا مَن مان مندھیر — نہ گھر اس کو ٹھنڈا لاگے نہ باہیر

زلیخا احوال خود دایہ را گفتن یک شب

جو اس اپنی دگدماری کوں یوسف — نپٹ مارن لگے خواری سوں یوسف
جیتا زاری کرے بیزار دِیسے — جتا ہوئے زار دِسے آزار جیسے
سو دکھ کوں تے منیں دائی کوں یک رات — بُلا کر بسیلائی آپنے سات
لگی دکھ بولنے اس پاس رُو رو — انجھو ڈھالن لگے پنڈھال ہو ہو
کہی کھو تیک سرن سوں عاجز آکر — کہ اے منمت مائی چُکھ میا کر

جو جیو بی سو میں تیری میا تھے   جو پائی گی سو میں تیری دیا سے

سنگات اس غریبی میں سو توں ہے   میرے دکھ کی طبیبی میں سو توں ہے

نہ میں یو دکھ کدھیں کس پاس بولوں   نہ یہ گیٹ باج تج کس پاس کھولوں

گنوں تج مائی تھے اگلی بھوگن   سو میرا دکھ بھوتیک مہر سوں سن

نہ یوں جیت راکھ جے پیہہ سوں ملی ہوں   سدا بچھڑے کے دکھ تھے میں جلی ہوں

جو دل سوں سنگ نا جوڑے سنگاتی   سو کیا گن میلنے دن ہور راتی

جو عاشق سنگ تھے معشوق اچھے تنگ   سو کیوں اس سنگ کوں عاشق کہے سنگ

رکھی تھی آس جے پیہہ بات مل کر   اچھوں گی جوں کمل دن رات کھل کر

سو میری آس سب پانی میں بہہ گئی   نراسی ہوئی دکھ سمندر میں رہ گئی

کنوں گن پار لاگے سو لگا اب   ڈبے کوں کیوں بنچا گی سو بنچا اب

کہی اس دائی جے ائے ردپ ماتی   جو ردیوں کی مستی دلتی سُہاتی

جو ڈلتے بانہ ڈولاتی جو آوے   دکھین ہاریاں کوں مستی سوں ڈلاوے

مدن سُدھ مدرا مورت دھری توں   سُلکھن بھادنی صورت دھرے توں

دھرے توں جگ جھلانی نواجوانی   سُہانی جیو لانی من لبھانی

چندا اگلتا سورج جلتا سو تج تھے   اجالا جگ کوں ملتا سو تج تھے

جو کوہ قاف کوں توں نکہہ دیکھلائے   پگل تج نیہہ تھے جل سمند ہوجائے
سو ایسی نیہہ لانے مکہہ سیتی   عجب ہے جے توں رہے ہے دکھ سیتی
جو گوری دشٹ سوں مارے مدن بان   تو جگ پاڑ دکوں ہوے جیو کا ہان
سو توں جگ پاڑ دی ہو کیوں اٹری ہے   جو اُس پاڑ ڈنگر سنگ سنپیڑی ہے
ہنسی ستیں ادھر تیری کھلیں جب   جگت بن کھیل پھُل ہنسی لگیں سب
سو اُس توں چک ہنسا دن ہنسی سات   ہنسی میں کیوں نہ لیائی آپنے سات
ڈھلکتے نین تیرے دیکھ ڈھیلیں جگ   جو سُدمد سوں ڈلیں مدچڑ ڈلیں جگ
سو اُس نینو تھے مدچڑ کیوں ڈلے نان   تیرے رخ جوں کہ پارا کیوں ڈھلے نان
جہاں توں جائے میٹھی چال چلتی   چلی جون چھاؤں جیواں کوں چھلتی
جو توں جس بات میں جکھ جیو رکھی   اسے توں باٹ لیانے کیوں نہ سکی
زلیخا پھر کہی اسے مائی میری   عجب لاگے منجے یہ بات تیری
کہ توں بھی دیکھتی جو وہ گسائیں   کدھیں یک دشٹ منج دکھیت ناہیں
جو وہ دیکھے نا کیا کام آئے رنگ روپ   رکنو گن آپ گن دیکھلائے رنگ روپ
میری شک اُسے جاتی جو جادے   تو ادے سیس سو پھر ناں اچادے
چندا میری پیشانی کرنہ دیکھے   سورج میری نشانی کرنہ دیکھے

نہ دیکھے بھوئیں بھی مت دِسے میری پاؤں ۔ دیکھے مُنڈی تلیں کر آپنے پاؤں
منجے یک دِشٹ تیں جائے سدا وہ ۔ نہ دے کر دشٹ جیو رانے سدا وہ
جو میرا چاد کر چکھ دیکھتا وہ ۔ تو منج آپ سنگ کارن لیکھتا وہ
جتا پروا سوں پروا نا کرے جیو ۔ نہ چکھ پروا کرے وہ جگ دِپن دِیو
جو میں جاں کندنی تھے ہوں مرن ہار ۔ غنمت کر نہ تو جے ایک دیدار
جتا کچ نین بھاؤں روپ دھر سوں ۔ نہ دیکھی نین سوں تو کائی کر سوں
دیتی پھر کر اُسے وہ دائی اُتر ۔ کہ ہے سورج تیرے اُگل نکھیتر
میری خاطر میں اک تدبیر آئی ۔ جو اس تھے انگ سنگ دے تج سنگاتی
ولے وہ کام منج تب بات آوے ۔ جو کُٹھریاں مال توں خالی کرا دے
جو بندھاون عمارت سُرگ بن سار ۔ لکھاوں دھات دھات اس پر ہر یک ٹھار
تیری ہور تج گسائیں کی یو صورت ۔ کہ جوں مل مل رہے ہے پرم پورت
جو دیکھے ایک ساعت آئے اُس ٹھاؤں ۔ اَپس میں انگ انگ تج پائے اُس ٹھاؤں
جہاں دیکھے تہاں دیکھے وہی دھات ۔ جو توں ہور آپ یکس کی یک لگے ہات
تو کچ اس تھے دل اس کا ہوسے تج پر ۔ تو کھولے آپ نین دوئے تج پر
تو اس دل میں تیری بیرت کرے ٹھار ۔ تو ہوئے دو تو تمیں ایکس کے یک یار

جہاں میلے رہیں یاری سوں دو یار
یکایک جنت من آوے توکیا بار

زلیخا دائی تھے یو بول سن کر
دیتے بھوماں اُسے بھوتیک رگن کر

خزینے سب کیتی اُس کے حوالے
کہ جتنا کچھ لوڑی سو اُٹھا لے

عمارت بنیاد نہادن آں دایہ

عمارت اس حکایت کی اُچائے
سو یوں کھن اس روایت کی چڑائے

کہ جب دائی عمارت کا دھندا لائی
سو کاریگر ہنر منداں کوں دھنڈ لیائی

ہزاراں اوجے بھو گولاں کوں پوجھیں
جو ہیبت[1] ہند سے انت ان کو سوجھیں

جو اونچے استواری سوں بھئیں کاند
تو جوں اینٹاں اس تلیں ہو کر رہیے چاند

ہزاراں سنگ تراشاں جیسے فرہاد
جو انکے گھاؤ تھے پتھراں کوں فریاد

بھریا ہر بال بال اس کا ہنر سوں
تراشتیں موشکافی سوں پتھر کوں

پتھر سیتیں پنکھی رس کر جو دکھلائیں
پون پر جوں پنکھی پن پنکھ اڑ جائیں

رچتا رے ہر یکن ایسے ستارے
جو ان کی رنگ رنگ دنیاں کوں بھارے

---

[1] ہیبت

دنیاں تلتل میں کیتے رنگ دیکھلائے	سو اُن پر یک نیاں کوں رنگ سکلائے
عطار د رنگ میں رنگ جو میلا دسے	سوان کی پاس آرنگ منگ لیجا دے
لکھیں جیو سار یتلی ناز کی سات	جو سب مشتاق ہے کب بول اٹھے بات
قلم اُن کا مکت صورت لکھے یوں	کہ وہ صورت قلم اعلا لیکھے جوں
سو وہ استاد گھر بنیاد کیتے	سو آس گھر تھے سُرگ کی لاج لیتے
تسنے مانک کنکر اینٹاں بھر منت بھر	کیتے کچ اَت نچھل موتی پسا کر
جنوں سینپیاں ہیں کے موتی بسائیں	انوں سیپیاں یہ انبر رشک ہیں آئیں
کہ آپس ہات کے موتی آمولے	اُنوں موتیاں کی جاگا نا قبولے
صفا موتیاں کیرا بولیا نہ جاوے	دکھیں ہاریاں کیرے دیدے بھر اوے
کیتے گھر سات دروازیاں ستیں سات	جو وہ ہر گھر نوے آسمان کی دھات
و لے وہ ساتواں سب تھے بڑا گھر	زیادت آٹھویں انبر تھے چتر
تسنے کے ٹھانب نورانی جڑت کے	پنکھی اس پر جڑت کندن گھڑت کے
اُنو ہر ٹھانب کوں لا کر کیتے ایک	ہران کندن کے نافے مشک بھو تک

لہ موتی کے بعد جو کا لفظ زائد تھا۔

سنے کے مور انگن میں د تب اچا کر | رتن رنگ رنگ سوں نقشے سراسر
جو اس انگن میں لائے چھاؤں نیکے | نہ طوبی نا سُہرک ان چھاؤں دیکھے
سنے روپے کے پیڑاں ہور بچھات نٹے | امولک پاچ پات ان سات کانٹھے
جو بچاٹیاں پہ نیکے پنکھی کُھٹے کھوٹ | زمرد پر کندن تن چونچ یاقوت
لکھے اس گھر میانے ہر ٹھاؤں مورت | زلیخا ہور اس من بست کی مورت
کہیں جوں میل بیٹھے ہیں پرت سات | کہیں جو میل لیٹے پیا رسنگات
کہیں ایکس کے لب ایکس کے لب ماں | کہیں جانوں یکس کی یک لگے باں
کہیں جوں ہات میں ہت لے کھڑے ہیں | یکس کے ایک کاندھے پر پڑے ہیں
کہیں جانوں رلیاں کھیلیں چھندوں سات | کہیں انگ سنگ جیو اسی بندوں سات
تماشے تئیں جو کوئی اس ماں جائے | مدن میں ڈوب مدن پانی بہا دے
در و دیوار منکرے ہور دھرت پر | لکھے تھے سب اسی چتر ستیں بھر
زلیخا ہور یوسف جگ میں ایک ایک | سو اس گھر میانے سہر تھے بھو تیک
زلیخا جب دیکھی وہ گھر ہوئے پر | لگی اس برہ تاپ یک تھی سو سہر
جو دیکھی روپ پی کا آپ ستیں | رنپٹ جلنے لگی سنتاپ ستیں
جو وہ گھر جب اسی کا ان بندھائے | کہ جب اس میں یوسف یک تل آئے

تو اُس رغبت نہیں سو ہوئے رغبت ‌ ‌ ‌ اَچھے سو نیہہ کیوں نا ہوئے زیادت
زلیخا تلتل جب وہ نِجھاوے ‌ ‌ ‌ تو نیہہ تلتل بھڑکے بھی اُچاوے
ولے وہ دیکھ بھی غیرت بی کرتی ‌ ‌ ‌ کدھیں پیرت کدھیں غیرت سوں مرتی
جو اپنے نین تھے عاشق کرے رشک ‌ ‌ ‌ اسی کی چھاؤں تھے اس پر دھرے رشک
سو کیوں نا رشک بھڑکے تھے بھنی جائے ‌ ‌ ‌ جو اپنی صورت اس کا انگ سنگ پائے
دیکھت دیکھت اسے رکدوں تھے دی ‌ ‌ ‌ کہ یہ صورت اُسوں کیوں مِیل سوئی
کدھیں وہ دیکھ کر شادی بھی مانے ‌ ‌ ‌ اَپی ہور اُن ملے کر سچ جانے
کبھیں من میں رکھی یہ آس پورت ‌ ‌ ‌ کہ صورت تھے ہوئی ملنے کی صورت
دیکھت اس رنگ سوں سو دن محل سب ‌ ‌ ‌ زلیخا بہہ سنوارن جیت رکھی تب
بچھاتے ریشمی اَچھے بچھا کر ‌ ‌ ‌ مرصع تخت کندن کا سٹا کر
پھولوں دونے سوں سو دن سیج بچھائی ‌ ‌ ‌ چندن پر مل گلاب انگن میں چھڑکائی
زنگا رنگ طاق میں لیتاں رنگا رنگ ‌ ‌ ‌ ادک ہوئی پرکیں تھے ایک کا رنگ
جو کچھ لوڑے سو عشرت عیش خاطر ‌ ‌ ‌ کیتے یک تل میں سب اس ٹھاؤں حاضر
سو اس عشرت محل ماتھیں زلیخا ‌ ‌ ‌ نہ مانگے کچ بن ساتھیں زلیخا
بجے کچ کیتی کتی ساہیں کے تئیں سب ‌ ‌ ‌ جو لیوے بھوگ آپس سوں ملیں تب

جتنے اسباب عشرت کے میلاوے — سو عشرت تیں زیادت حسرت آوے

سو اُس حسرت میں وہ کھر کیوں اُسے بھائی — مگر جس تیں بندھائی سو اُسے پائی

کہ سچ بن لال جن کوئی سرگ میں جائے — سو وہ بن سرگ میں دوزخ کی گن پائے

اینوں کن تلتل بڑھا ادک ہوئے — سو بتری بے قراری سات سُد کھوئے

اُتا دل ہوئے نینٹ سائیں کی تیں جب — آنلے سوں بلاؤں گی نکٹ سب

سنگاری آپ بھی بہو رنگ سنگات — کہ مت خوش بھائے سائیں کوں بہو دھات

نہیں اس روپ کوں سنگار حاجت — سُہاوا ہوئے سنگار اس انگ لاگت

نہیں کچ باج شبنم پھول پر کم — دلے اس پر سُہاوے آپ شبنم

سُہاون مو مکھ پر جے تل اچھے نان — نہ یک تل کم دیسے اس مکھ سُھن مان

دلے مکھ رنگ تھے تل اپ سہاوے — سہاوا ہوئے مکھ منڈل کھاوے

کنگھی سوں آپنے سنبل بکھیری — ملا بھی گانٹھ جوڑے سات پھیری

بیٹیاں کندن پٹی پر مشک سطر ان — نشان تشنگروف نارے لال اُس مان

بیاض اُس مان سیدھی مانگ سوہے — دیکھت یہ خوش خطی یاقوت موہے

گلیاں بھو چھند سوں سر میں جو گھالی — سو لکھن رین میں تارے دیکھالے

جگت میں رین کی سب اچار پہرے — رہی وہ رین سو بھو تیک دھیرے

جگت میں آوتی جاتی رین دن ‏ دسے اس کیں تس ہور مُو کھ رہے دن
سو اُس مکھ دیس ایسا دیس کیوں ہوئے ‏ جو آتا جاوتا دیکھے نہ اُس کوئے
جگت دن رین کی ہمسائی کر کیں ‏ نہ ایسے رین کوئی پاوئے نہ کس کیں
نہ یوں دن رات مل رہتے دیکھیا کوئی ‏ نہ یوں کس دیس دیس ایسا سدا ہوئے
جلے جگ دیپ مکھ جب جگمگے سات ‏ سو دیوے دیس دیوے لائے بن رات
کہ وہ دیوے دکھ اندھارا نواریں ‏ اندھاری اُس کے گھر کوں سنواریں
نین کجلے کیتے سُرمیاں سوں سُرمائی ‏ بھو رنگ رنگ مل کھلنے کوں فرمائیے
چندا جیسیاں نچھل نرمل ہتیلیاں ‏ کیتے مہندی رنگیلی سوں رنگیلیاں
چڑھائے پھیر پھیر رنگ رنگ رنگ لال ‏ پہ چڑھے مت ہات اس رنگ تھے سو رنگ لال
ہری مہندی سو پاچ آچھادپن ہار ‏ جو اس کی جوت تل چندا چھپن ہار
جگت میں پاچ ہریالی[۱] ہری جوت ‏ سو مہندی پاچ تھے اتری بھری جوت
رنگیلی رنگ لیانی رنگ کھلندی ‏ مہندی جب پگوں پر ہوی جگندی
سو جانوں پاچ ہیریاں سات میلے ‏ سو ہیریاں کوں کرے مانک رنگیلے

---

۱ ہریاتی

دھرے ہاتھوں میں بھر مانیک ہیرے
کرے مت ہات گل من میت گیرے

انگوٹیاں چھندکیاں پینی بھو چھند
شہاب انگلیاں کوں وہ بیری توے چند

دیکھالی مُنکہ کنارے گوش وارے
میلائے چاند سوں سو دن ستارے

کہ ملتیں چاند سوں سو دن ستارے
سو مہتر سوں گنین اس جگ سارے

دیکھت یہ مشتری زہرا کوں یک اس
نیکے مہتر سوں باندھے لاب کی آس

کہ اپنا چاند جواب مشتری ہوئے
تو شادیاں گائے زہرا پاتری ہوئے

کرے کنگن کلائی لٹکنا سات
دِسیں یہ چاند ستیں لٹکنا ہات

بھو چاؤں ستیں ہاتوں کوں مٹکائے
کہ مت لٹکن سجن گل گھال لٹکائے

جو پینی تن مینے کسوت امولک
جو لاگی اس چرٹت مانک ممولک

جو دُھیر تھیری کسوت ناکرے انگ
سو اُس پدروں تھے دیسے انگ کا رنگ

کمل کیوں نیر آچھے مان چھپے
سورج انبر تھے پرگٹ کیوں دیسے

پرھاوا ہین انگ رنگ رنگ سہادا
منگے انگ انگ پیہہ کا بن پرہادا

جو دیتی روپ کوں کسوت سوں پشتی
سہے جوں حور پر حُلے بہشتی

زنگار رنگ ہوئی کسوت سوں مٹکتی
انگن میں مور جوں ہو سوں لٹکتی

سٹے لٹکن سُنے کی مورا انگن کی
بھلے اس مت لٹکنے کوں سو دھن کی

سگند باس انگ کوں پرمل سو مہکائے — سو جگ مہکار انگ کی باس جگ جائے

کیتے سر دنگ اپنے سر دستگار — نہ وہ تفصیل بولن کوئی سکن ہار

جو پیتی نورتن جگ دیپ امولک — نہ ہوئے سنچکار یکیس کا جگ مولک

تیں اچھریاں سرگ کیاں اُس ہوس سوں — کہ مت اتریا پرِھا وادئی ایس کوں

سہادن روپ کی متوال ہو کر — ڈُلی جون باد تھے پھول ڈال ہو کر

چندا جیسی ہے جھمکت آرسی ہات — دیکھے پھر پھر جھمکت مکھ یہہ دھات

پڑے جب آرسی میں موکھ کا نور — دپے سب آرسی جون دن دپیں سور

عجب ہے مکھ اپنا وہ بُجھا دے — جو چکھ سورج کسی دیکھیا نہ جاوے

جلے اُس آرسی پر رشک کر سوُر — جو لے اس مکھ کی نزدیک جانوُر

دیکھی مکھ سامنے دھر آرسی جب — اُتاول ہوئے کر مکھ یہہ دیکھی کب

منگے ہے موکھ اپنا سامنے دھر — دیکھی پیہہ مکھ اُس مکھ آرسی کر

سو جھمکتی آرسی دیکھ یوں بھی دکھتے — کہ پیہہ مکھ آرسی دکھلائے مکھ تھے

سو اُس دکھ رنگ سے تھے دل آرسی جب — رہی بھو تیک میلی ہوئے کر تب

بچھاتی ہے نہیں اس کوں منجھا دن — مگر دے تور مکھ دکھلائے ساجن

جو ساجن آدنے بیگی جو کیتی — یکن پر یک بلانے بھیج دیتی

یکایک آئے کر جگ دیپ دیکھلائے / جو چھاؤں اسکی سورج دیپ کوں جھمکائے

محل سب آرسی کی سار جھمکن / ہوا اس چھاؤں تھے سورج بھی روشن

لگیا پرسن جو مکھ تھے نور پر نور / محل سب ہو رہیا جوں نور سمندر

جو اس سمندر تھے یک چشماں دیپے سور / چندا تارے جو سب مل یک چھٹک کر

جو امرت گن قدم اسکے وہاں آئے / سبھی پتلے چو تھے زر جیو جیو پائے

جو یوسف بھی اس امرت تھے امر ہوئے / امر ہو مد متی ہو بے خبر ہوئے

ولے عاشق جتا سُد بُد گنوا دے / نہ اس کی یاد سے معشوق جاوے

سو مدمتی سوں اس کا ہات لے بات / سو مدمتی سوں مدمتی سوں کہی بات

کہ توں مد روپ کا سُد مستوا لا / پلایا منج پیرت کا پیالہ

سو وہ پیالا میری کالج کوں لگ / جلے سینے کچھے سرونگ کوں دھک

اگر مد پان کی مستی اتر جائے / نہ اتری مد پیرت بجے جگ گذر جائے

جو تعیں آیا نہ تھا اس گھر میں نے جب / نہ یہ گھر باد تا تھا دیکھنے تب

جہاں سنگات توں نا ہوئے منج کوں / سو وہ جاگا ڈرانا ہوئے منج کوں

جہاں توں ہے وہاں منج کوں سرگ ہیں / جہاں توں نا ان سو دوزخ میرے من

اہنوں بتیوں بھلا کر گھر میں لیجائے / کلف محکم دیتے وہ وار بندھائے

جو باندھے قفل سوں وہ دار محکم — کھلے باتاں میں نے سو وہ گھر دم
کہ کیتا بات میری رد کرے توں — نہ یک تل منج کہن پر چیت دھرے توں
تیرے تئیں ملک ہور لوگاں کوں چھوڑی — بھرے بھنڈار سب تج کاں چھوڑی
دیکھایا مکھ سہنے ما نہ اپنا — لگیا تب تھے تیرے خیالوں تھے تپنا
اجھوں کیتا کٹھن ہو کر رہیا ہے — نہ راکھے کچھ دیا اجنوں سو کیا ہے
میلے پر حال میرا دیکھ کر بھی — نہ راکھے مہر اجھوں اس حال پر بھی
تُٹی ما باپ ہور سارے جگت تھے — ولے ناہیں تُٹی تیری پرت سے تھے
سٹی سُد بُد تج تئیں ہونے دِکاری — بساری آپ میں تج نا بساری
جرم جلے برہ کی آگ سو سی — نہ تج تئیں کچ سوسے سو سوا سو سی
نہیں تج باج کچ منج کوں اسو سی — جو کچ منج تئیں نہیں تج کوں اسو سے
اسو سے کی اساس انبڑاوں انبر لاگ — اسوسی کر بجھادیئے نا جو توں آگ
دیتے اس جواب یوسف سر نوا کر — کہ اے شاہاں تیرے سیوک چاکر
تجے میں تو بندا ہوں زرخریدی — میری نیت تیری بندگی میں سیدی
تیری بندگی تھے آزادی نہ لوڑوں — تیرے سیوک میں جیو کی جیاد چھوڑوں
دلے اس بند تھے آزاد کر منج — چھڑا اس دکھ تھے سکھ شاد کر منج

نہ سوہے جے ایہاں تج سات اچھوں میں / یکیلا تج ستیں اس دھات اچھوں میں
نہیں معقول جو اپنے بندے سوں / اپس سوں سربری جو تیوں دسے ڈھنڈتوں
پون سوں سنگ دیوے کوں جڑے کیوں / اگن سنگات سنکری کوں کھڑے کیوں
زلیخا سن کھیا اسکا چ ہو کر / ہور ایک گھر میں لے گئی ہاتاں میں لاکر
سو اس گھر کا بھی دروازہ قفل کر / کیتے جو بند کر دے دوکھ دل پہ
سو دکھ کا بند اپنے دل تھے کھولن / تپٹ کھل کر لگی اس سات بولن
کہ اے جیو کے پیارے پیار کر چکھ / میرا جیو جائے میرے سار کر چکھ
جتا من دیوں میں تیرے نچھی مان / دلے توں سو میرا اسد لیوتا نان
دیتی دھن مال سنپت تج کارن / کہ تج تھے ہوئے میرا دکھ نوارن
آسو سی سوں اچھوں بھی جیوتی ہوں / جتا تج تھے برہ بس پیوتی ہوں
اچھول اس آس تھے نا داز آسی / ہنگے توں ہنج راکھن جم نراسی
نہ جانے جے میرا کہیا نہ کرسے / میرے فرمان کا حرمت نہ دھرسے
کہے یوسف نہ ہوئے میرا اندازا / جو کچ ہونا سو ہوئے گا اس خلا کا
جے کچ فرمان تیرا ہوئے سر پہ / دلے ہنج کوں نہ فرما جی گنہ کر
کھیا اس کا نہ چھوڑ دل تج کہیا مان / اس فرمان تھے آگلا تج فرمان

یتری فرماں برداری میں جیو دیوں — یترے فرماں میں رہوں جب تک جیوں

ولے جن جیو دیوے ہور لیوے — سو اس فرمان کوئی کیوں چھوڑ دیوے

اینو بینوں ہو ایک گھر میں لے گی جب — رکیتے محکم مکلف اس گھر کوں بھی تب

سو بھی اپنی رتن کوٹھری جو کھولی — زلیخا بہہ نڈھال ہو دکھ بولی

نہ کیتا کان یوسف وہ رتن بھی — کبھیں پھیری نہ چک اپنی بچن بھی

جتا یوسف کوں گھر تھے گھر پھرائی — کسی گھر تھے نہ من کی آس پائی

کلف دے دی چھٹے گھر میں لجاکر — اٹھی اڑرائی بتری عاجز آکر

کہ یہ گھر بھی منجے دکھ گھر ہوئے تب — بندھا کر عیش تئیں بچیاوتے اب

منجے یہ چھٹے کلف سو لاکھ ہو کر — سبہہ باندھے میرے مقصود کی در

ولے تھی ساتویں گھر کی اچھل آس — سو اس تھے جیا اس کا نا گیا نہاس

کہ بچ اس پنتھ میں نئیں ناامیدی — کہ نس کا لک نوا رن دن سفیدی

اگر سو دار تھے نرا آس پھیری — تو بھی سٹ آس پھرنے تھے نہ ٹھیری

کہ شاید ہور دروازا جو چپکلے — اسے دروازے تھے مقصود نکلے

در محل ہفتم آمدن یوسف ہمراہ زلیخا بسیار عجز کردند آخر گرفتن برائے کام

جے کوئی اس بات کی زنجیر جوڑیا
سو یوں اس راز کیرا قفل توڑیا

کہ نوبت ساتویں گھر کی جو آئی
دو چنتی ہو زلیخا تلملائی

کہ یہ یک گھر جو اُبریا ہے سو اس ٹھاؤں
خوشی ہور عیش اس سوں پاؤں نا پاؤں

کبھیں اس دھاک تھے اس جیو جاوے
کبھی اس آس تھے جیو پھر کر آوے

جو لگیں دھاک تھے دل مانہہ بھڑکے
سو اس تھے آس ستیں نیر چھڑکے

سو بھو تیک آس سوں ہور دھاک ستیں
بہو دھاتوں سجن سوں عجز کیتی

کہ اے یوسف میرے نینوں پہ دکھ راکھ
کرم سوں اس محل میں چک پگ اکھ

رکھے اس مانہہ یوسف پا پدم جب
محل مہکے قدم تھے بھر کدم سب

سو اس گھر کی زنجیری پر کسندن کر
کلف پو لاد سوں محکم بندھن کر

زلیخا پیہہ کے انگ سنگ کی اُتاولی
سو دیکھے خاص خلوت کوں جو خالی

اُتاولی کے اُلالے پر اُلالے
رنیٹ بے تاب ہو کر کیوں سنبھالے

سٹاں عجز

سدا رہ نار لالن کی تھالی ۔۔۔ پیالے شوق تھے شُد متوالی
سو ہوئی خلوت کی مستی تھے نپٹ مست ۔۔۔ کہ مستی کوں نہیں خلوت تھے کچ بست
جگت یہ بات کہتے سچ دِستی ۔۔۔ کہ ناہیں خمر میں خلوت کی مستی
جو مستی سات ڈُلتی ہور کھُلتی ۔۔۔ سجن کے ہات میں رکھ ہات چلتی
لے کر گئی سیج سو دن لگ چھندوں سات ۔۔۔ لگی بچھا دنے چھندوں بندوں سات
بٹائی کھائی لیٹی تخت پر جائے ۔۔۔ لگی بولن سجن ستیں سرن آئے
کہ اے یوسف میرے رخ دکھ نظر چکھ ۔۔۔ میرا مکھ دیکھنے تھے نا پھرا مکھ
جو میرا دیس اُجالا مکھ دیکھن سُور ۔۔۔ پہ جیندا جوں سُور تھے سورج منگے نور
منجے کب لاک یوں دکھ ساتا باندھے ۔۔۔ جو منج تھے تج نظر اس دھات باندھے
پرہ سنتاپ تھے تن تھے جھڑی خوئی ۔۔۔ سو ر دمار دم جوں رہا ہے جھڑی ہوئی
مدن اُدبال تھے جو تیک اُبل کر ۔۔۔ ابلتی سو انجھو آدین نکل کر
انجھو ہور خوی تھے دریا میں ڈبی سیج ۔۔۔ نہیں تو سینک تھے جلتی بتی سیج
سو اس جلنے سوں جا جل ماںہہ بیٹھوں ۔۔۔ سُکے جل مل جو ہور انجھو نہ بیٹھوں
جُزم جلتی سوں وہ جلتی بھی جلتی ۔۔۔ کیوں اس کوں نیر تھے تدبیر چلتی
پرہ سجن کن امرت سمندر آہیں ۔۔۔ جو تج بن منج کوں ٹھنڈ یک ناہیں

سو جتنی کوں توں ہو سوں جالتا سو
تماشا بھی نہیں کچھ دیکھتا سو

سٹے منج پر جو امرت دشت یک تل
جلیا سو دیہہ پھر جوں ہوئے کمل کھل

نہ دو جگ ایک تل دیسے میری دشت
دکھوں جگ تھے نہ مانگوں بن تیری دشٹ

دکھوں جگ تھے اچالی دشٹ تج بن
نہ کچھ تج تھے اچالی دشٹ نس دن

سو منج توں آنکھ اچا دیکھے نہ یک تل
بھو خواری سوں منج لیکھے نہ یک تل

جو تیری آنکھ میں ہوں تل سے تھے خوار
سو تیری آنکھ میں بھی کیوں لکھوں بھار

نہ تل کوں آنکھ میں کوئی بھار مانے
سو اس تل چھاؤں توں کیوں بھار جانے

تیری یک دشٹ تلیں یہ جیو جاوے
سو توں یک دشٹ سوں کیں نا جیواوے

جو منج سیج مارنے کوں لوڑتا توں
نظر کی تیر کیں نا چھوڑتا توں

دلے دھرتا کمانا جوں بھنواں پر
بھنواں گا نٹھاں سوں بھو تیکاں ندرے کر

سدھا قد تیر سو جیسا کماں کر
سٹن لاگے نین کی تیر بھوئیں پر

سو جب گھر کی بھرنت پر دشٹ چوبی
دیکھے یوسف تب اس پتلیاں کی خوبی

جو اپنی ہور اس کامن کی صورت
لیکھے ہیں صحن میں سب ٹھاؤں لوبت

جو اس ردشن نیکی سیج لیٹی
یکن کوں ایک باہاں سوں پلیٹی

سو اس جاگا تھے دشٹ اپنی اچائے
تو ہی دیکھے جدھر بھی دشٹ لائے

جدھر جس کا ندیا کونے کوں دیکھے — تہاں انگ سنگ سوں دونو کوں دیکھے
خدا سوں کر توجہہ منڈا اُچائے — تو بھی پُتلی وہی نینوں میں آئے
جو وہ پُتلی تھی پُتلیاں تھے تر مل — سبھہ نر جیو دلے جیو تھے اُچکل
سو نقش اس کا جو پھر پھر کر دیسا اُس — سو اس کا من کوں دیکھن چیت بسا اُس
جو دیکھا وہ جب اس کا روپ لیکھا — سو اُو چیت اُس چتر کو دھن کوں دیکھیا
جو اس صورت تھے ہوئے دل کی صورت — ملن صورت کی راکھی آس پورت
سو پیرت آس سوں پیہہ کوں پکاری — برنیٹ تڑخن لگی کر آہ زاری
کہ اے آپ بھاوتا توں اپ ستا لال — میرا بھاتا نہ دیکر توں پیتا جال
پیاسی میں دریا امرت بھریا توں — نہ یک پیاسے تھے کچ گھٹے دریا کوں
سُکوں جوں قحط میں بن سُو کھ کر جائے — سو کاہے میگ رحمت توں نہ برسائے
جو ہوں تج جیو جیون یا رجہ نر جیو — سو دے انگ سنگ سوں منج اتنگ کو جیو
جلوں جوں شمع تج تھے رات ہور دن — مگوں جوں موم بت جل جل تج بن
منجے انکھے نہ جال اس تھے اجھوں بھی — دکھوں آگل نہ کھال اس تھے اجھوں بھی
تجے سو گند سرجن ہار کیری — جو سر جیا منج سوہن کار تیری
جو دیتا جگ بھلا دن روپ تج کوں — جو اس تھے دونی جگ تھے بھول منج کوں

دتیا تیری پشانی یہ نشانی   کہ تج تئیں جگ دھرت راکھے پشانی
دتیا تیر ہور کماں پلکھاں بھواں تج   جو پاڑ دہوئے نت باندھے سواُن تج
کہ میرا حال دیکھت چکھہ میا رکھ   سدا کی دُکھہ دادھی پر دیا رکھ
دَھروں دل داغ تج تھے جاسوں مار   تیرے بن کی ہوا کی ہوں ہوا دار
دوا کر مہر سوں دل داغ تئیں چکھ   ہور دے باس سوں دل باغ تئیں چکھ
برہ دو کال تھے میں بھوک مرتی   کرم کر جیو کا بھوجن آدھرتی
نہ برسے برس یوں قحطوں سکا مار   نہ برسے میگ رحمت ہوئے یکبار
جواب اسکو دیتے یوسف ادب سوں   کہ بے صبری یتی کرتی عجب توں
نہ کر منج بند بے صبری ستیں آج   نہ لا سٹ چھین ستو نتاں ییں منج لاج
ملا منج پاک دامانی کوں یہ بول   میری عصمت کیرا پردا نہ سٹ کھول
کیتا منج باپ لاڈن منگنی توں   جو منج تھے باپ آون منگتی توں
اسی سائیں جگت راجے کی سوگند   جو سب راجاں پر اس بندگی کیرا بند
جگت اس دان دریا میں تھے یک چھٹک   جو اس یک بند تھے ایسا ہوئیں لکھ چھٹک
جو منج ہور منج بڑیاں کوں پاک سرجیا   جو ان میں باپ کا ان دھاکہ سرجیا
کہ بجے توں آج انجانے نہ منج کوں   رمیلوں میں جفت ہو کر بیگ تج کوں

خدا ایسی کرے گا ایک صورت　　جو لے توں منج تھے من آس پورت
سنگاتی ہوئے ہیں ہور توں وہیں مل　　کریں بھو نرا کمل ہو بھوگ مل کھل
جو من مانے سو اپ میں آپ کریں گے　　نہ لاجیں گے کسی تھے نا ڈریں گے
نہ آج اس علیں پر چیت آپنا دہر　　جو دل ڈر تھے اچھے بھو تیک مکدر
جو اس چوری چھپی سوں کام کرتا　　خدا تھے ہو نڈر بندیاں تھے ڈرتا
سو کی دو دن صبوری نہ پکڑنا　　جو ڈر سوں بات کام ایسا پکڑنا
جو یک دو بار کچ چوری سے چلے گی　　کہاں من بھائے تیوں چوری ملے گی
جو پھر پھر چور چوری میں پڑے گا　　سو سچ سیوٹ کوں سولی پر چڑے گا
اگھا دن پورتی ناہیں سو کھانا　　نہ کن کھانا اسے ہے وہ دکھانا
ترت جی یک نرالا کوئی دیلا دے　　بھلا جے یار لا پورت کھلا دے
جو نعمت چکھ چکھا کر چھین لیوے　　بھلا یہ بھیلنچ تھے چا کھن نہ دیوے
جے کوئی جس لبست کا لذت پچھانے　　نہ اس تیئں کچ دتا اپسی رنجانی
ویسے جس لبست کا لذت جو پادے　　تو جا دے جیو وہ لذت جو جاوے
جو توں اجنوں نہ چاکھی جس لذت کوں　　بھلی ہے اس لذت کیری پرت کوں
جو چاکھے پر نہ یک تل تج گذرسے　　جو وہ لذت نہ پاسے تل ہیں مرسے

اُتا لا ست کتیک دن دھیر ہو رہ　　نہ کر ہلکا پنا گنبھیر ہو رہ

کہی کا من لگی جس جھال سوں سُوں　　تو سکے سو سنی کس حال سوں سوں

جو جاتا ہوے کسی کا جیو پیا سُوں　　سو وہ کیوں رہ سکے انکھیں کی سوں

جے کوئی پیا سوں تھے ارمٹا پڑیا ہوئے　　جیوائیں اس تُرت جے جل گرا ہوئے

جیسے بس چڑ رہیا ہوئے جیو اُدھر ماں　　ولیسا ور نہ بس آوئے لگ رہے کاں

لنگھن تھے سُست ہو جن انکھ نہ کھولے　　برس دن پر قبولے کیوں قبولے

تُجھے مسکین کیرا جیو جاتا　　دنیاں دار اسکے تیئں سو کھو کہلاتا

بخیلی سٹ تُرت جیو دان دے منج　　بھو تیک مان سوں من مان دے منج

نہ جانوں کیا سبب کرتا بخیلی　　جو دیکھے منج لیوں دُکھ سوں دھیلی

کیا اس کام تھے دو باب ہے ڈر　　سو یک یہ جو عزیز مصر سن کر

بھو خواری ستیں آزار دے گا　　سُہے سو اس گنہہ کا سو دلے گا

دو جا ڈر یہ جو جن دے اُچھایا　　سو بھو تیک یوج اپنی منج دلایا

سو میں اسکے کہے تھے کیوں پھیر دوں مُہ　　سُگن ہارے دھنی تھے کیوں نڈر ہوں

قیامت میں خدا کی قہر سوں اُٹھ　　یکیلا ہوں بیڑیاں تھے آپنے تُٹھ

عزیز مصر سوں کیوں بے وفا ہوں　　خدا کے قہر تھے کیوں نہ بُجھیا ہوں

کہی سُو دھن عزیز مصر کیا ہے
چلے اس پر جے کچ میرا کہیا ہے

خوشی سوں جب میرے نزدیک آوئے
خوشی کیر ے سبھہ اسباب لیاوے

پیالا سے جو مدپان اُس پلاوں
سو کچ مدپان سوں پیالا چلاوں

جو انکھیاں موندا اس مد تھے لئے وہ
قیامت لگ نین کھول نا اُٹھے وہ

تہیں کیتا خدا میرا دیاونت
پُنّے پاپی سبھہ پر ہے مَیا ونت

سکے سب پاپ یا بیاں کی نِوارن
قبولے عذر جکھہ ہور درس کارن

دھروں دھن مال کھان کوٹھریاں بھر
کہاروں کو بھٹریاں سکلیاں بھرا کر

بنٹاوں سب فقیراں کوں جگت کے
جو ہوئیں اس تھے فقیراں دھن سنپت کے

جو ہوئے وہ خیر تج تئیں پاپ بھنجن
تج ہوئے عذر خواہ وہ دھن دھنی کن

کہیا یوسف منج یہ کیوں خوش آوے
جو میرے تئیں کسی کا جیو جلاوے

سو وہ جیو بھی عزیز ایسے کسی کا
جو میرا جیو تن پالیا اسی کا

عزیز آپیں دلے منج بخش عزت
تجے فرمائے میری کان خدمت

دھنی میرا جو ہے سائیں پیر اُپکار
تہر ہور مہر پر آپیں سکن ہار

جو لوٹے تہر کن سکّے چھڑاون
جو کچ لوڑی نہ سکّے کوی پھراون

تیری دھن سات کیوں کرنا بھروسا
کردں کیوں اس بھروسے سات دسا

نہ اس دھن کے بھروسے ورسٹیا جائے / نہ کچھ سائیں کیرے کہے تھے تٹیا جائے
کہی سو دھن کہ اے شاہِ جواں بخت / تجے ہوئی راج ستیں تاج ہور تخت
ہوا دکھ تیر تیئیں یہ دل نشانہ / جو لیا تا توں بہانے پر بہانہ
بہانہ ستونتیاں کوں یوں نہ لوڑے / سو توں کی بات ستونتیاں کی چھوڑے
چلے مکراں سوں منج بازی دیلاوے / نہ بازی پا کھ بازاں تھے کڈاوے
کہے یوسف جتا دے منج بازی / نہ میں اپنی ستوں گا پا کھ بازی
منجے چلنے بہانیاں سوں رِجھاوے / نہ منج تھے باج ست کا کام آوے
زلیخا جب اپیوں بکنوں تھے کچواوی / بہو کچوات کیاں باتاں میں نے آئی
جو باتاں میں بھی ڈاٹی گئی مت تھے / رہی عاجز سبھی چلے مکر تھے
کہ اب میرا کہیا ہر حال انگ لے / تجے بھاؤں نہ بھاؤں انگ سنگ دے
جتا بولوں تپٹ باتاں میں لاوے / جو اس باتاں تھے جھوٹے دن گھٹاوے
جو سب تدبیر تھے اب میں رہی ہوں / اجھوں میرا کہیا سو نا کرے توں
رہیا ہے اب یہی جے جیو دیوں / جو اس بدلیں تیرا بھی جیو لیوں
جو توں یا ہے نہ اب میرے گلے بان / تو با ہوں کاٹ خنجر گلے مان
جو اپنا ہاتھ منج گردن نہ بھاوے / تو میرا خوں تیری گردن آوے

دھڑکتے سینے پر جے نار رکھے ہات ۔ تو سینا پھاڑ لیوں گی خنجر سات

جو تج تھے انگ سنگ اب میں نہ پاؤں ۔ رکت گھاؤں میتے سب تن ڈباؤں

اِینوں گن جیو تھے اپنی اٹھوں میں ۔ جو تیر ماں جتاں تجھے جگہ چھوٹوں میں

تیرے آگل عزیزا اس حال منج دیکھ ۔ پڑے مر کر رکت سوں لال منج دیکھ

بجھے بے تنک میرا خونی ککرجان ۔ کرے کا ترت تیری جیو کا ہان

جو توں ہور میں بھو نیارے ہیں چھین جب ۔ رہیں جوں جیو یکس سوں ایک مل تب

کہی یوں ہور کھینچی برق خنجر ۔ بھریا بہہ اب سوں جوں بیلا وپر

خنجر پانی بھریا سو پیاسے گل مانجھ ۔ لگے جے اُترے جوں صاف جل مانجھ

سو یوسف ہات پکڑے دور کر جائے ۔ کہن لاگی بہو سمجائے سمجائے

کہ کا ہے تو یتا چھڑ میں چڑی ہے ۔ بڑی ہو کر تھنی بد پکڑی ہے

ترا من مانتا سو دیوں گا تج ۔ پیارو سوں سیتے پر لیوں کاج

زلیخا جب سنی ایسے مٹھے بول ۔ کیتے بہہ آس اُس چونڈے اپر پھول

کہ مت اس تھے دو لاسی گی اس تل ۔ چلاوے بھاوتا من بھاوتا مل

سو خنجر ہات کا بیکی سیتی سٹ ۔ لٹایت سات ہوتی سائیں سوں لٹ پٹ

لیتی لیکے ادھر اپنے آدھر مانہہ ۔ امر بھید امرت گھولے شکر مانہہ

جو چھاتی میں سہی تھی دکھ کٹاری — سو چھاتی پر لیتی سائیں کوں باری
سو اُس چھاتی میں تھی جوبن کٹاری — چھپا کر خوش کھولی سور باڑی
جو وہ اپنی زنجیر اس تے سُہی تھی — سو اس کا طوق کر باہاں بھی تھی
رہی جوں بال ہو کر جس کمر تھے — سو رانا اس کمر کو رنز کمر کے
کمر تھے آت اپرت حلقا جو ہو کر — رہے اُس تیر تئیں حلقا ہدف دھر
بکٹ موتی کی سیپی راکھی انگی — کہ مت موتی کے تئیں سائیں پھرانگے
نہ ماریا تیر سوں اُن اس ہدف کوں — نہ اُس موتی کے تئیں پھوڑیا صدف کوں
کشش سوں تیر سا ندھیا ہور نہ چھوڑیا — خطر نے تیر دھر سینے نہ چھوڑیا
جو اوچپٹ بھوک تیں ہوی نفس طالب — تو اس پر عصمت اسکی آئی غالب
سو حسن سو یہ اُتاولی ہور یوسف — کریں ہر یک بہانے سوں توقف
کھونے جائے انیر اراپنی جتی بار — کمرے ہات پھر جی دل نہ دی بار
جو اتنے ماہنہ یک کونے میں ایک — دیسا پردا سنگار سے سو بھوتیک
سو اُس پوچھا کہ وہ پردا سو کیا ہے — ہور اس پردے میں چھپ کر کون آہے
سو کچ پردا نہ کر بولی زلیخا — گٹ اُس پردے کیرا کھولی زلیخا
کہی یک اس میں ہے پُتلا کندن کا — جو سنگار سے ہے سب اُس تن رتن کا

خدا اپنا کر اس کوں بوجتی ہوں
سدا اُس بندگی سوں پوجتی ہوں

سو اُس پردے منیں اس تیں چھپائی
جو وہ دیکھے نہ منج تھے یہ بُرائی

اُس آگل پاپ منج کوں کیوں کیا جائے
جو اس کوں پاپ کیرا ناؤں نا بھائے

سو یوسف کہہ اُٹھے تُرت یہ سنے جوں
کہ جب نرجیو تھے توں لاجتی یوں

جو وہ نا سونتا نہ دیکھتا ہے
نہ خوبی نا برائی لیکھتا ہے

جو میرا تو خدا سب پر سکن ہار
سدا ایک دشٹ سوں سب جگ دیکھن ہار

سو میں ویسے دھنی تھے کیوں نا دھاکوں
شرم اُن دیکھنے پر کیوں نہ راکھوں

کھیایوں ہور لٹ پٹ سوں چھڑا لے
چلیا جھٹ جوں ہرن پھاندا تڑا لے

سو جس دروازے کوں دیکھلائے انگلی
اپس تھے آپ کھلے وہ باج کیلی

پچھیں لاگے جو وہ ہرنی بھی دوڑی
سو سر تے دارکن اس لاک اپڑی

جو ہات اُس پر سیتی راکھن پکڑ کر
پچھیں تھے پیرہن پھاٹا سپڑ کر

چھوٹا اس ہات تھے پیراہن جو پھاٹا
سو پھاٹی پیرہن سوں بھار پھاٹا

زلیخا کا جو پھاٹا دکھ تھے کالج
سو پھاڑی اپنے کپڑے بھی لج لج

بہو حسرت سوں راہی ہو پشیمان
رہے حیران ہو بھوتیک پریشاں

پچھاڑی کھائی بھوئیں پر چھپاؤں کی رات
پچھاڑی پچھوا کر پاؤں ہور ہات

جو بھی اس آس ملنے کی نہ ہوتی   اسی تک جیو اس حسرت سوں کھوتی
ولے جب جیو کا جیون گیا تھا   سو اس کا جیو نِر جیو ہو رہیا تھا
جو بھو تیک دکھ خنجر دل پر سہی تھی   رکت ماٹی منیں لڑتی رہتی تھی[١]
خنجر لے مار سینا پھاڑ مرتی   اُمید آنکھے جیسے پیوتے نہ دھرتی
پڑی تھی جیو آتا ہور جاتا   ڈراون گھر بہوڈا کے ڈراتا
سجن اس آس لا نِرآس کیتے   کہ جوں مُنہ کا نوالا چھین لیتے
پیاسی جیو دیتی تھی سو اُس نیر   اَدھر لگ لیائے کر کاہے لیتے پھیر
کہیں دُکھ ہین سوں رُو رُو کلاوے   کبھیں اس حال کی بپتا ہیں آوے
کہیں حسرت سوں دونوں ہات رگڑی   کبھیں سوں آپنے بختاں سوں جھگڑی
کہ کاہے مسخرا گی منج سوں لاوے   جو ٹکلک آس لا منج کوں ٹھگاوے

از دست زلیخا یوسف گریختن و بیرون آمدن و زلیخا پس شتاب آمده پیرہن دریده کردن

زلیخا تے چھڑا لے کر جو یوسف   نکل آئے گھر[٢] سوں بے توقف

---

١ تب   ٢ بھر

عزیزا اوچیت اسے سامنے جو آیا — سو یوسف کوں پریشاں حال پایا
سو پوچھا حال سو یوسف ادب کر — کہے ہور کچھ نہ پایا ہے گٹ باہر
عزیزا اتنے میں اس کا ہات لے ہات — چلیا لے کر ہمر سات آپنے سات
سو اُس لے کر زلیخا کن گیا جب — زلیخا یوں گمانوں جان لی تب
کہ یوسف گٹ بھتر اس سات باھیا — بچارن آپ اسی سنگات لیایا
سو اس دھاکوں بکایک لائی فریاد — کہ اے عادل ترُت میرا دیلا داد
تھُیں اندیش جے اس کیا سزا ہے — جو تیری اہل پردہ بے وفا ہے
لگیا پوچھن عزیزا اسکوں عجب یوں — کہ کہہ دے منج کوں اس بے ادب کوں
کہی یہدی یہی بندا جو لیا کر — بڈھایا چاؤ سوں توں پنکڑا کر
جو میں اس گھر میں سکھ سوں رہی تھی — ایہاں کنے کسی ناہیں دیتی تھی
سو یہ چوں چور ہو آیا میرے پاس — جو گودا اپنا بھرے میرے پھولوں اس
خیال اس کا جو میں سوتے اچھوں ہور — آپی نزدیک ہو کر ہو رہے دور
جو اُس خیالوں سوں منج لگ بات لیایا — سو میٹھی نیند کڑوی کر اُچایا
اُٹھی سو دیکھ کر بھاٹیا جو ڈر کر — سو میں لاگی پچھن بیگی جو کر کر
سو دروازے کنے اس پر پڑیا ہات — سو پچھاٹیا پیرہن اس پھول کی دھات

جو چھاٹے منہ سوں وہ پیرھن کہے گا
سو منج تیئں وہ گوا ہو کر رہے گا

سو اب ایسا سیاست اسکے تیئں کر
جو اس عبرت تھے ہوئے ہور ان کے تیئں در

عزیز مصر کوں تب اس قصے تھے
گیا کانپن لگیا بھوتیک غصے تھے

غصا چڑ کر بھوا وچت چڑیا چھات
سو یوسف سوں کیتا غصے ستیں بات

کہ تیری بے وفائی کیا کہیا جائے
غلاماں تھے وفا جگ میں کہاں آئے

خزینے جو کیتا خالی تیرے تیئں
سو لیا یا یہ اصالت توں مرے تیئں

تجے فرزند گن بہہ چاؤ کیتا
سو میرا چاؤ توں یوں باز کیتا

زلیخا کوں تیری خدمت کوں لایا
سو توں اس دھات اس خدمت کوں آیا

جو ان باندھے جو میرے باندبردے
کیتا سب ان کو تیری باندبردے

سبہہ دھن مال پہ تج حکم دیتا
جے کچ تیرا کہیا سب ریس لیتا

سو تو کیا خوب کیتا حق شناسی
اصیلاں تھے تو کام ایسا نہ آسی

نہ اس نعمت کیرا کچ حق راکھیا
نہ کچ میرے نمک کے حق کوں دیکھا کیا

جو اس خوبی سوں کیتا توں برائی
سو کیوں کرنا نہ اب تج سوں بڑائی

کیتا توں منج بھلائی پر برائی
سو کیوں پاگا برائی کر بھلائی

بھلائی کا جزا ہوتے بھلائی
برائی کا سزا سو ہے بزائی

سو اب تیرا سزا تج کوں نہ کرنا — نہیں تو ہور کوئی اس دھات ڈرنا
جو اس سے یوسف ایسا ردس دیٹھے — سو سچ تھا سو اپی کہنے کوں بیٹھے
کہ اے تج پاس سب آچار بچیار — بیچارے بن نار کریوں منج کوں خوار
نہ منج کوں بول بول اس کے پتیا کر — نہ لائیوں بول ایسا خطا کر
جو بانویں پکھوی تھے نار اُپج ہوئی — سو بانویں تھے سدھاپن کوں دیکھے کوئی
جے کوئی جیب راست بوجے سو پچھانے — کہ جیب سو راستی کی گن نہ آنے
سدا آپیں بڑے ہے خیال میرے — لگی ہے یہ جھنبون دنبال میرے
بھو چند بند سوں تکلّس ریجھاوے — منجے آنگ سنگ کا ان نت بلاوے
نہ میں اس کے کہے پر کان دیتا — نہ کد یک دِشٹ اس لگ جان دیتا
جتا مٹکائی منج من لیونے تئیں — نین کھولیا نہ اس کو دیکھنے تئیں
کِتوں گن اس تیرے گن ہور کرم سوں — کروں ایسی خیانت تج حرم سوں
رکھے تو پاؤں سو جاگا تھے دھاکوں — ادب سوں ڈر وہاں میں سر نہ راکھوں
سو تیری سیج جگلن کیوں منجے بھائے — تیرے اچھے صدر پر کیوں رکھوں پائے
زلیخا منج ایہاں آپی بُلائی — یکس پر یک بلانی بھیج بلائی
بہو چیلے مکر سوں بھوند کر منج — سنگات اپنے لے گئی اس گھر بھیتر منج

منگی منج تھے کہ اپنی سیج آنا　　سو ہیبت تھے پڑے میرے پرانا

سو میں کیتے دکلد سوں چھوٹ کر اس تھے　　نکل نھاٹیا بُرا ہو تنٹ کر اس تھے

پکڑ راکھن پچھیں تھے جب سٹی ہات　　سو پھاٹا پیرہن پھدی اینو دھات

جو یہ پاکی میری با ورنہ دھر سے　　سو اب خاطر تیرا جے کیچ کرسے

زلیخا یوں کہیا اُس کا سنی جب　　سو اُن پاندھی سو ان کھانے لگی تب

غدا کیاں ہور عزیز مصر کیاں بھی　　جنیاں کچ جانتی تھی اوتنیاں بھی

جو دعوے میں کسی کی آپڑی د ند　　گواہ ہونا گوا ناہیں تو سوگند

سوان کھا کر لگی انجھو بہانے　　کیتی بات آپنی سچ ہر بہانے

جو دلیا جھوٹ کا روشن کیتی نار　　نہ پاہے تیل بن جھوٹی انجھو دھار

کہیں جگ جھوٹ کوں جوں چودواں چند　　جو اول جوت دے دن دن ہوئے مند

اول دکھلائے اُجالا ہور سیوٹ　　اندھارا پاڈ کر ڈب جائے گھٹ گھٹ

نوے چند سوں کریں سچ کوں سو انسبت[1]　　جوں دن دن جوت اُجالا دے زیادت

عزیز اس جھوٹ چندنی کوں بھلیا جب　　نپٹ کو یوں تھے جوں سورج جلیا تب

سو فرمایا جو یوسف کوں لجاؤ　　سیاست سوں بندی خانے میں بٹھاؤ

---

[1] نسبت

عزیز مصر فرمودند کہ یوسف را در بندی خانہ اندازند

ہم برائے یوسف طفل گواہ داد

بندی خانہ کیرے شحنے جو آئے ۔ سو یوسف کوں جو کھینچا کھینچ لائے

سو یوسف تنگ دل ہو تنگ دل سات ۔ خدا سوں آپنے لایا مناجات

کہ اے سب گت بچن ہارے گسائیں ۔ جو تیری بوج میں کچ جھوٹ ناہیں

جسے کچ اس جھوٹ سچ کا گت بھر گہال ۔ میرا سچ جھوٹ کرنا جھوٹ اس حال

جو دیتا منج ست کا نور اجالا ۔ نکر پھر جھوٹ سوں اندکار کالا

میرے تیں یک گواہ اپجا جگت میں ۔ جو روشن ہوئے ست میرا جگت میں

مناجات اس بندے کا جب قبولیا ۔ سو جیوں سچ تھا سو وہ گت جگت میں کھولیا

زلیخا کی قرابت ایک کامن ۔ جو اچھیتی تھی زلیخا پاس نس دن

مہینے تین کا تھا پینگڑا اُس ۔ سو دیتا بات کی قدرت خدا اس

پکارا او ٹھیا عزیز مصر کوں بیگ ۔ نہ کر یوسف اپر یوں قہر توں بیگ

نہیں یوسف سیاست کا سزادار ۔ دھرے حق جو دھرے توں مہر ہور پیار

عزیز اس بولتے تھے بہہ عجب کر — لگیا تفصیل پوچھن[لہ] یہ ادب کر
کہ اے بالک بچے جے کچ سچ بول — سکایا تج خدا سو ہنج کہہ کھول
کہ کون یہ آگ ادل سلیگائے — جو میرے شرم کا پردا اُچھارے
اُسون بھی وہ بچہ کیتا بچن یوں — کہ گن چھوڑے کیرے مصر تا نہیں ہو
وے تج کوں کہوں گا یک نشانی — جو توں اس تھے بجھے جے ہوئی کہانی
نظر کر دیکھ اس کی پیرہن پہ — کہ پھاٹا کس طرف تھے اس کی تن پہ
اگر آنگے تھے پھاٹا ہوئے پیرہن — اَچھے ہے شک زلیخا پاک دامن
جے کچ یوسف کیرا دعوی نہیں سچ — غرض پر بولتا ہے جھوٹ رچ رچ
جو پھاٹا ہوئے پچھیں تھے پیرہن اس کا — اَچھے اس تھے پوتر دامن اس کا
جے کچ دعویٰ زلیخا کا سو جھوٹا — اسی کا کام ہے یہ کام کھوٹا
عزیز اس بول پر وہ پیرہن دیکھ — زلیخا کوں لگیا بولن بھوتیک
کہ تو سلگائی ادل یہ برائی — اصالت کوں اپس تھے آگ لائی
نلاجی کیوں بجے یوں توں آج کیتی — نلاجی ہو میری بھی لاج کیتی

لہ بوجھن

بھتی بدکر بڑیاں کا ناؤں ڈوبتی | نہ کئی خوباں کی ہو کر کچّ خوبی
شرم گن کا اندیشا کچ نہ کیتی | جو اپنے یک بندے تھے شرم دیتی
ایس تھے آئی سو ایسی برائی | بھلی ہو کر آپیں اس آنگ لائی
جگت بھیدن سو دھن سار سکلیاں | اسے سو دھن کی بھیدن ماں حیراں
جسے کوئی سودھنی گگن ہور بھوئیں کی بھیدن | نہ سکے سودھنی سودھن کی بھیدن
نہ کوئی سکلیاں کوں پیتاوے | پیتاوے جن سکلیاں اپنی گنواوے
دنیاں بھی آپس ناری کہاوے | سو ناری ہوئے کر جگ کوں بھلاوے
سواں لاکھاں منس نت اُٹھ میلاوے | ولے سکلیاں پر آپ بھاتا چلاوے
دغا سوں پل میں گئی منساں کوں مارے | اسے تل ہور کیتاں تیں سنوارے
کوئی رنگ نت نوے بھیدن دکھاوے | کیتے بھیدن سوں تلتل دنگ پھراوے
سو دنیاں بھید ناری کے جو دیکھے | سو آئی کچ کچ اسکے بھید سیکھے
دنیاں جب نار کے کچ رنگ پاوے | سو اسکی ناؤں سوں ناری کہاوے
جگت سد بد جو ناری چھپین[1] سی نانہ | نہ اسکی بات جانا کوئی جگت مانہ

---

[1] چھپینی

جو اُن پانی کوں ناری ناؤں ہوئے
بھکوں پیاسوں لسُودے جیو کھووے

سبھہ جگ نار جنگی کا گرفتار
سبھہ کوی مکر میں اس کے پھرن ہار

عزیز اس بات کے یوسف کے رخ دیک
سراہیا اس دیانت کوں بھونیک

منت سوں منگ لیتا اس بھو دھات
کہ اے یوسف کہہ کس دھیر یہ بات

زلیخا کوں نصیحت بھی کیتا تب
کہ استغفار کر اس بات تھے اب

کہیا یوں بول ہور باہر گیا جب
دیکھیا اس تھے گنہ ایسا رہیا چُپ

نہ کچ بولیا بُرے بول اس زیادت
نہ کچ سنیا نہ کچ کیتا سیاست

تحمل کوں بھلا کیتی سبھہ کوئی
ولے اتنا نہ کرنا جے شرم کھوئے

برائی ہور کال پر ہور کا منی سات
نپت دھیرا اچھے تسی آنپڑے گھات

بیان مصر شنید بر زلیخا سخن ہا نہادند آخر یوسف را دیدہ دست ہائے خود بریدہ

برائی کن نہ کس عاشق کوں سا جے
نہ عاشق سحر ہور مُہنے کوں لاجے

جگت بولاں تھے ہو دئے عشق تازہ
جتا غوغا کریں ہوے گرم آوازا

پرت پنکھی جو جاگا پکڑے گا
نہ غوغا کر اُڑانے تھے اڑے گا

زلیخا جب کیتی یوسف سوں وہ گن
سو گٹ پر گٹ ہوا گھن پن جگت سُن

سو بیبیاں مصر کیاں پایاں خبر جب — زلیخا کوں اڑانے کوں لگیاں سب
کہ اس کوں کیا ہوا جو شرم گن سٹ — رہی ہے بھول یک بندے سوں نیپٹ
جو اُس تھے ناداں ننگ اپنا گنوادے — اَپی ہو کر پکڑ لینے کوں جا دے
عجب گمراہ ہوئی بندے تھے اپنی — رہے اُس تھے سبھ دھندے تھے اپنی
عجب ہے جے بھی غلام اس کوں نہ لوڑے — جو سامن آئے وہ اُن مکھ موڑے
نہ اُس مکھ پر نظر باہے کدھیں وہ — نہ اُس دیکھ خوش راہے کدھیں وہ
نہ کد اُس سات منہ دے بات بولے — نہ بات اس کی کدھیں آپیں قبولے
مگر اس کی نظر کوں خوش نہ آوے — جو اس کا روپ اُسے دیکھا نہ بھاوے
ہمن ایساں سوں جی یک تل میلے گا — تو ہمناں سوں اُسی تل ہیں ہیلے گا
سبے کچھ یو لیا ہمارا سیس لے گا — ہمارے کارن اپنا سیس دے گا
زلیخا جب اُنوں تھے یہ خبر پائی — کھٹو کرنے اُنوں کوں دل اُپر لیائے
تُرت فرمائی ستا ہانی کندوری — کیتے سب نعمتاں ستیں جو پوری
سو اُن کوں اس بہانے سوں بلائی — نوازش سات کندوری کھلائی
جو اس آیا نعمت تھے اگھائی — کندوری درمیانی تھے اٹھائی
سو رنگا رنگ میوے سات مجلس — کیتی رنگیں چمن کی دھات مجلس

زلیخا مکر سوں سکلیاں کیرے ہات — سُنے مٹھ کیاں چھوریاں دیتی ترنج سات
چھوڑی یک بات میں بیجل چھمک سار — ترنج یک ہات میں پیلا گنک سار
کہی ان کوں کہ اے بیبیاں سُو جانیاں — جو ہے ہر یک تُمیں رایاں کوں رانیاں
تمہیں کی بولتیاں ہیں منج برے بول — کہ مت اپنے بندے پر ہیں رہی بھل
جو اُس مکھ نور تھے روشن کریں نین — منجے معذور رکھ بولیں نہ یہ بین
رضا ہوئے تو اس جاگا بلاؤں — تمن کوں دُرس اس کا دِکھلا دوں
سبھے بولیاں ہمیں سب اس ہوس تھے — دو جیتیاں ہور رہیاں ہیں اُس ہوس تھے
بہو مشتاق اس تئیں جیو ہور من — ہمیں موھنیاں رہیاں ہیں باج درس
زلیخا بھیج دی دائی کو اُس کن — کہ آ درسن سوں کر مجلس کوں روشن
سبھہ مجلس میانے ہے ذکر تیری — لگی سکلیاں سکیاں[1] کوں فکر تیری
جگا مجلس کوں جگ دیپ شمع ہو کر — جو سوئیاں تج تئیں پتنگ سب جمع ہو کر
اُٹھے گا توں جو چیکھ ڈگ راکھ آؤں — نیں تج بینتھ رکھیں پگ اکھ آؤں
جتا اس تئیں کیتے وہ دائی منتر — چلیا ناہیں کچھ اس کا منتر اُس پر

---

[1] حاشیہ میں یہ لفظ تحریر کیا گیا ہے۔

زلیخا یہ خبر سن کر آئیں گی — بھو تیک بھوند کر لیانے کے تئیں گئی
کہی زاری ستیں اے من بھلاتی — تیرے انگ انگ سکلے جیو لانے
تیرے یہ انگ تھے رنگ بھو دھات — کیا پیلک رکت پانی انجھو سات
پھلے منج اپنی آس لایا — سو پھر نراس کر چھوٹی دکایا
فضیحت ہوئی سبہ لوگاں میں تج تھے — رہی ہوں یوں سبہ لوگاں میں تج تھے
جو توں یوں منج خواری سات دیکھے — بہولا اعتباری سات لیکھے
نہ خواری سوں منج لا اعتباری — جو اس بیپیاں تھے کھینچوں شرم ساری
بکلیا سینا جو تیرے دکھ تھے ور زدر — میٹھے لب سوں نت اس پر توں سٹے زر
اٹھا اس شور تھے سب جگ میں نے شور — منجے بولن آچائے تب بجنے شور
دیکھا ان کوں حکیم اپنا جگ دین دپ — جو منج کوں بولتے تھے سب رہین چپ
بھو گن منتری شوگن دکھایا — جو سائیں بھوگنے آتے پر آیا
سو اس گن تھے بہو خوش ہوئے ناری — ہری کسوت سوں جوں سرو اس نگاری
لرکتی لٹ رہی کسوت اوپر لاگ — سو سبزی میں رہیا جوں مشک کا ناگ
کمر جس کو نظر ڈھنڈے نہ پائی — مرصع زر کمر سیتی کسائی
سنگاری تاج کوں اس سر چڑھا کر — انبر سر لی سو پیتن پک بنا کر

دیتی اُس ہات کندن آفتاوا　　دیسے اس بات چہ پتری سہاوا
اُسنے کا طشت یک باندی کیرے ہات　　چلائی اُس کوں مجھیں یوسف کیرے سات
دیکھے اس دھات سوں یوسف کوں جے کوئی　　پھیلے ہات سُدبُد تھے دھوئی
جو خلوت میں تھے آیا وہ چھپا دھن　　نکل آیا بھر جا توں کھیلیا بن
دیکھیاں بیبیاں جو اس سنگار بن کوں　　چُنیاں درسن بھول اس بن تھے نین کو
سو یک درسن میں سب اُو جیت موہیا　　بسیاریاں آپسیں سُد بُد کھویاں
دیکھت اس کوں کہ وہ جانوں پدلگیاں　　ہویاں بن دشت تل سریا پریشاں
جو بے سُد ہو ترنج کاٹن گیان سب　　سو ہات اپنے نسنگ کاٹن لگیاں سب
چھوڑی ستیں یکن انگلیاں قلم کی　　ہیا میں نیہہ کی اچھر رقم کی
کیتیاں صفحے کیتیاں اپنیاں ہتیلیاں　　جو اس پر جدولاں کھینچیاں رنگیلیاں
جو دیکھیاں نور نرمل سب کھیاں اس　　کہ اوٹھیاں پوچھتیاں یہ ہوئے مانس
نہ باج اُتم فرشتے کچ اچھیں حور　　نہ ہوسے سکلے فرشتیاں کوں بھی یہ نور
زلیخا بول اُٹھی یہی ذات　　جو اس تھے بولیاں تھیاں منج دن رات
اہی ہوں میں جم اس سوں چت لائی　　اُسی انگ سنگ کا دن میں بلائی
ولے ملتا نہیں منج خیال میں اُن　　نرم ہوتا نہیں اس حال میں اُن

کٹھن ہو کر ہو رہے گا اسی حال
کروں گی نرم بندی خانے میں کھال

جو کئی دن بھاگ میں پائی خواری
اسے اس ٹھاؤں انپڑے رنج بھاری

جناور جنگلی ملیے نہ تو بن
جو رہے بند یا پنجرے میں کئی دن

کیتاں بیبیاں جو ہات اپنے لیتاں کاٹ
پڑیاں بے ہوش ہو بتری پرت اٹ

اُسی مجلس میں کیتیاں جیو دیتیاں
کیتاں جیو مانہ پیرت راکھ لیتیاں

کیتیاں ننگیاں کھلیاں سُدبُد گنوالے
رہیا سُدبُد گنوالے جیو بچالے

کتیاں کوں گئی سُدبُد بھی آئی پھر کر
رہیاں اس کی پرت کا دکھ سر کر

زلیخا سار لتیاں پریم پیالے
دلے راہیاں گھر اس کے سمالے

زلیخا بیان مصر را این تجربہ نمو ہم بے بیان مصر یوسف را پند کردند بعدہ فکر بندی خانہ کردند

جو ہوئیں یک بست کوں بھوتیک خریدار
ادک رغبت دھریں ہر یک خریدار

جو یک بیہہ سوں اچھیں دل باندا کن
پرت اس تھے اچھے یک حال اس من

جو دیکھی ہور عاشق کوں مقابل
ادک سلگن لگی عشق آگ تل تل

زلیخا دیکھت اُس بیبیاں کیرا حال
ادل کی خیال تھے لائی ادک خیال

کہی ان کوں کہ یوسف کوں دیکھت جب
ہویاں اس حال یک تل میں تمیں سب

تمارے حال پر بوجھو میرا حال
جو دیکھوں درسن اس کا نت سدا کال

اگر اس عشق میں معذور اچھوں میں
بُرائی سوں نہ بولو بول مُنج تیں

منجے سنگاتیاں ہو اس فکر میں
بہو کوشش رکھو میری مدد میں

کرو اس سنگ دل سوں بندگی بات
جو نرمی سوں چلے کچ منج سنگات

سبہہ معذوری سوں دیتیاں گواہی
رکیتیاں شرمندگی سوں عذر خواہی

کہ جیو کے ملک میں وہ راجنا ہے
جو حکم اس ملک میں اس کا رواں ہے

نہ ہوے کیوں دیکھے وہ روپ جے کوئے
دیکھت اس ہوئے پانی جے پتھر ہوئے

نہ ہوئے جگ میں ایسا کوئی پیدا
جو وہ اس مکھ کرنا ہوئے شیدا

جے کوئی یک دشٹ دیکھے اس نین کھول
اپیں بھولے سوتج پر کیوں رکھے بول

مکہ اس کا جگت بھلنے کا سبب ہے
جو توں اس دیکھ بھولے کیا عجب ہے

بھلے جیو سات جن وہ مکھ دیکھت
دہے مکھ ہوئے معذوری کوں حجت

زلیخا کوں اپنوں نینوں سوں سمجائے
لگیاں یوسف ستیں بولن سبہہ جائے

کہیاں اس کوں کہ سن گنونت سامی
سہے تج انگ کسوت نیک نامی

نوانیر جگ دریا میں سینیاں ہیں
سو موتی اُس میں تج ایسے کہاں ہیں

سو کچ ہے مرتبا تیرا آجکل
جو راکھے عرش سر تیرے چرنان تل

زلیخا کیہ ہوئی تیری نیتھی مانہ ‫ ‫ ولے اُس پنتھ پکڑی توں رکھے نانہ
نہ تیرا مرتبہ کچھ ہو ویسے کم ‫ ‫ جو چلیے پاؤں رکھ اس پنتھ یک دم
نہ کر اس سات ایسی سرکشی توں ‫ ‫ نہ رکھ ناخوش اُسوں مل رہ خوشی سوں
بہانے حجتاں اس سات ناکر ‫ ‫ بجے کچھ تج تھے منگے حاجت روا کر
بجے تج حاجت ہے اس بے حاجتی سا ‫ ‫ نہ حاجت مند کی حا تھے کھینچ ہات
بھوت اُپکار اس کا چکھ نہ بسیار ‫ ‫ چکھ اسکے سار کر اس پر رکھ اُپکار
پیار اس کا دیکھت ایتا نہ کر ناز ‫ ‫ لیٹ اُس روخ چکھ جوں سرو سرافراز
نہ ہوئے جس کام دو جا سرکشی بن ‫ ‫ نہ دیوے سرکشی پھل ناخوشی بن
جو اُن تج تھے نپٹ تراس ہوئے ‫ ‫ نپٹ تج مہر تھے بھی ہات دھوئے
سکت دھرتا سو مت پھر ہوئے جے کال ‫ ‫ اُکھاڑے[1] اوس ستیں پیٹ کی کھال
جو سر تھے او نچ آوے لوٹ سوں چل ‫ ‫ کھڑے ہوئے ماٹی سٹ دیے لو پگ تل
بہو پچھوائے کر تج شانستی ہے ‫ ‫ بندی خلنے بھونگی کرتی ہے
بندی خانے تھے کیوں ڈرتا نئیں توں ‫ ‫ نگر اس تھے خبر دھرتا نہیں توں
بریاں کے تیں کیئے سو وہ بُرا تھا دن ‫ ‫ جو روندے جیو اس کا لیوتے ناؤں
اندھارا تنگ جوں کافر کی گور ‫ ‫ اُپارا جوں اگن دوزخ بھرے گور

---

[1] کھاڑے

بچھانا اوڑنا دکھ باج کچ نا نہ — کریں جم جاگ بھوک اس بھجری مانہ
سبہہ دھویں ہات کھانے پیچ نے تھے — بھوکوں پیاسوں دگھاوے جیونے تھے
جیسے گھالیں سیاست سات اس مانن — سو جیوتی جیو جانوں گور میں جائیں
جے کوئی اس میں گیا جے گور میں جائے — سو اُس جاگا تھے اس کوں گور خوش بھائے
سکل اس پر سلگتی ملکھ کی دُرجن — سو اُس سلگن تھے نت جلتے کیتے من
سو ان گگا نٹھاں بھواں پر جے پیک گانٹھ — دلویں لوگاں کے دل پر نت ہس گانٹھ
لٹکتے ہونٹ گویوں سوں لگے گنٹھ — جو دیس جوں ڈراون گور کے گنٹھ
نہ بولے باج کڑوے بول یک بول — نہ بن مرنے کے بس بیٹیں ادھر کھول
جو کوئی تج سار سُکھ واسا جو ہوسے — دیکھت وہ ٹھاؤں جیو تھے ہات دھو
زلیخا تئیں جو توں دھرتا نہیں عار — تو اپنی تئیں بھی کیوں کرتا نہیں عار
جو توں اس تئیں مہر کی بات چھوڑے — کچ اپنی ذات پر تو مہر لوڑے
نہ کر توں نارادی ستا توں دَ ند — جو اس تھے بھی نہ ہوئے تج کوں بند
اُسے کا ہیئت کوں ناخوش رکھے توں — جو اس تھے تا خوشی آپیں دیکھے توں
جو ان تج کوں نپٹ ان بھاوتے ہوئی — نہ اس کی شکل تج من بھاوتی ہوئی
تو رہ تمنا ستیں سر کار لا کر — بدن بیل اُس بھوکے ہو چھپا کر

ہمیں ہر یک خوبی میں یکٹ ہیں — چندا سورج تھے رُوپوں ماں اَدِٹ ہیں

ہمیں اُچھتیں زلیخا کِس گنت مانہ — ہمن سوں لاف کی اس کوں سکت نانہ

بچارا اُن کی جو یوسف کا ن دیکھتے — بھوتیک دل پر آو گھڑ مان لیتے

اُنوں کے مکھ تھے مکھ اپنا بھرا کر — دعا کرنے لگے دو ہات اُچا کر

کہ اے تج سات سب جگ کا مناجات — منگے ہور پائیں[1] سب کوں تج تھے حاجات

گنہ تھے بندیاں کوں توں رکھن ہار — صبوری پر سکت توں دے سکن ہار

یکیلے پن منیں توں ہے سنگاتی — نہیں تج باج منج خلوت میں ساتی

تمیں ہے منج کوں پروردیگارا — جے کچ میں مانگتا سو دین ہارا

جے کچ منج تھے اُنوں کا منگتا ہے — بندی خانہ منجے اس تھے بھلا ہے

جو میں رہوں بندی خانے میں سو برس — بھلا جے پاؤں اس کا ایک تل درس

دل اندھلا ہوئے نامحرم کوں دیکھے — دو چینت ہوے جت اُن پر ست درکھتے

انیوں کے سنگ تھے اس جاگا تھل تو تنگ — ہزار افسوس جے چوکے نہ یہ سنگ

بندی خانہ منگے یوسف خدا تھے — بندی خانے پڑے اپنی دعا تھے

---

[1] بائیں

جو چپکے منگتے اُن سنگ تھے دوری ۔ بندی خلنے ہیں نا پڑتے ضروری
خدا اُن سنگ تھے ہر یک سبب سات ۔ سے دیتا خلاصی سکھ سنگات

و پند زنان یوسف خاطر نیاورد هم زلیخا لاعلاج شد رضائے عزیز مصر گرفته به بندی خانه کرد

دغا سوں ہات جن کوئی کاٹ لیتیاں ۔ دغا بازی جتا یوسف سوں کیتیاں
نہیں جیتیاں کسی بازی دغا سات ۔ سو بازی ہار کچھایاں بہو دھات
دغا کر داغ بن دل پر نہ پایاں ۔ سو یوسف تھے دغا کھا کر اگھایاں
کہ کچ اُن کو نہ دمن آس دیتا ۔ نہ کچ من آس دیون بات کیتا
زلیخا کن گیاں سب ہو اتالیاں ۔ سو اُس کوں بھاگے گھالن ستالیاں
کہیاں اس کوں کہ اے مسکیں بچاری ۔ نہ دیکھیا جائے تیرا دکھ بھاری
نہیں کوی روپ دنیا یوسف ایسا ۔ دلے سرکش بھی ناہیں کوئی ویسا
کدھیں تج سر نہ دیسے سرکشی تھے ۔ نہ دیسے کد خوشی تھے نا خوشی تھے
جرم توں سرکش اس کوں پاوتی ہے ۔ اچھوں توں کیوں نہیں سر کھاوتی ہے
ہمیں بہو دھات اس کوں پند دیتیاں ۔ ہمیں سب حبیب سوں سار کیتیاں
دلے ناہیں کٹھن اس سار کوئی سار ۔ جے کوئی ہو من کٹھن اس پہ چلین ہار

اب اس تیئں بھاگ سے کلیمے کیرا اگرم — جو ہوئے وہ کٹھن فولاد کیچ نرم

جو کلیمے ماں چل کر نرم ہوے سار — کریں اس کوں جسے کچ توڑے سو لوہار

جو گرمی سوں نہ کرے گرم لوہار — نہ چلسے کچ جتا کوٹے ٹھنڈ اسار

زلیخا کوں جو دیں بولیاں اُنوں سب — بہو خوش بھائی یہ تدبیر اسے تب

بہو تیک آس راکھتی آپنی چت — کہ اس تدبیر تھے مت نرم ہوئے مت

کہ اپنے سُکھ تیئں اس کا دکھ توڑے — دیکھے سُکھ کا مکھ اُس کا مکھ چھوڑے

کہ عاشق عشق میں پورا نہ ہوئے — تو اپنے بھاو تے بن کچ نہ جوئے

منگے مَن مت کوں اپنی بھوک کی جو — نہ من کے میت کوں بن آپی بھوک

جن اپنی بھوک کے کارن بھوگیا ہوئے — دکھیں عاشق اس کوں عاشقاں کوئے

نہ کہیا جائے اس مت کوں سُمت مت — جو اپنے تیئں دکھاوے مت کا چت

سُمت مت جے رہے مت تھے دو چت — نہ جنتی چت میں مت کوبن سچپت مت

عزیز مصر کوں جا کر زلیخا — کہی یہ بول سمجا کر زلیخا

کہ بدنامی لگی منج اس تھنے تھے — جو لاجوں میں سکیاں میں بیسے تھے

سبہہ اس شہر میں بولیں یہی بول — جو میں چت باتدراکھی ہوں اسے بھول

سنبھیر کر ہوئی ننگار اس کی سرک ماہد — جو منج یک بال کوں اس تھے چھٹک نا نہ

سو کچ اسکی دیوانی ہو رہی ہے — جو اپنے دیہہ کی سُدھ بُدھ کھو رہی ہے

سبہہ لوگاں گُماں ایسا دھریں جب — ہمیں اس کاں یک حکمت کریں اب

جو اس حکمت تھے مت ہووے گماں دور — میری پاکی ہووے پھر جگ میں مشہور

پہیلے پید پید اُس کوں پھرا دیں — گلیاں کوچیاں میں یوں ڈھنڈرا[۱] پھرا دیں

کہ کیوں نا اس سزا کا ہوئے سزاوار — دھنی کی شرم پر جے کوئی اٹھن ہار

دھنی کیرے سیاست تھے نہ دھلکے — منگے جے سیج اس کے پادرا کھے

جو میرا اتھر لوگ پر دیکھیں گے — نہ پھر منج پر گماں ایسا رکھیں گے

عزیز اس فکر پر خوش ہو قبولیا — خوشی سوں مسکتیاں ہے ہونٹ کھولیا

کہیا اس باب میں بہوت یک اندیشیا — نہ ایسا ہوئے وہ ہر یک اندیشا

نہ میرے دل میں ایسی آئی تدبیر — جتا میں دل میں کیتا فکر پھر پھیر

دیا ہوں حکم اب اس کا تیرے ہات — چلا اب حکم تج کوں بھائے جس دھات

جو آدگن بول آن بھاتا لگیا تج — کر اس کوں دور جس گن بھارتا تج

زلیخا یوں جو اس تھے بھاوتا پائی — سو اب کہنے کے تئیں یوسف کن آئی

---

۱ ڈھنڈرا مرادیں

کدا ے من بھاوتے آپ بھاوتا سٹ — میرے من و بھاتے تیں نا لیا جھٹ
عزیز مصر آپ بھاتا کیا منج — تیرے او پر نپٹ بھاتا ریا منج
سواب من بھائے سو تج کر سکوں میں — جو بھاوے بھاگسے میں تج رکھوں میں
جو بھاوے یک تیرے ابر پر آ نپڑا دن — جو بھاوے قہر سوں تج یک تلیں بھاو دن
میرے سر حکم ہے اب سرکشی سٹ — خوشی سوں منج سوں وہ ناخوشی سٹ
جو تج سر سرکشی ایسی بلا لیائے — بلا کوں سرگراں کیوں تج کوں بھائے
جو میرا امر نہ لے لیوے بلا سر — سواب سر لے جے کچ تج بھائی خاطر
جو اب توں منج دکھیا کوں نا کرے شاد — تو تج بھی دکھ دے لیوں اپنا داد
خوشی جے کچ انجھا گی کوں نہ بھاوے — منگے خوش راہنے جیت دکھ بھاوے
خوشی لینے تجے دکھ دین لوڑوں — تجے خوش رکھ خوشی میں لین لوڑوں
جو منکر ہوا دو دنا پیوے خوشی سات — پلائی اس مار[1] مائی ناخوشی سات
میرا دکھ دور کر خوش رہ آپیں بھی — منجے دکھ دے نکو دکھ اپیں بھی
جو توں دکھ بند میں راکھے اجھوں منج — ترت بند کر بندی خانے نہچوں تج

---

[1] پیار

جو ہنستا کھیلتا رہنے تجھے منج سوں ۔۔۔ تیرا خاطر جو بھاوے بند تج کوں

سو یوسف بول اٹھے جے کچ کرے منج ۔۔۔ تیرے سر حکم ہے سب کچ سرے تج

جے کچ توں ہنگتی منج تھے تیری تیئں ۔۔۔ بھلا اس تھے بندی[۱] خانا میرے تیئں

زلیخا اس جتا بھوندی ڈرائی ۔۔۔ نہ کچ اس بول تھے اس کوں پھرائی

سو بھوتیک تلملا کر چھپر میں آئی ۔۔۔ بلا کر تُرت سرہنگاں کوں فرمائی

جو اسکے انگ کی کسوت زنگار رنگ ۔۔۔ نگارے کر کیتے اس کوں ننگا انگ

جگت جوت انگ اس کا جگ دین ہار ۔۔۔ نمد رکٹے نیائی اس اڑے سارہ؟

لوہے کا طوق اس گردن میں چھوڑی ۔۔۔ پگوں میں یک ڈنڈی زنجیر جوڑی

جو تھے کتوال سب دجال جیسے ۔۔۔ جو اس کا دھا چڑائے جوں کہ عیسے

سو یوں کاندھے پر اس کوں سر کلا کر ۔۔۔ پھرائے شہر میں یوں شور لاکر

کہ کن کھوٹا غلام ایسا جے کوئی ہوئے ۔۔۔ جو مانگے جے دھنی کی شرم اپی کھوئے

سہے اس کوں جو انپڑے یہ سیاست ۔۔۔ بندی خانا ہوئے اُس ست جن لیٹا

ولے سب جگ تماشے کوں کھڑے ہوئے ۔۔۔ بہوتیک جیو کر کہتے سہیے کوئے

کہ یہ کیا بات ہے یوں بوج[۲] ناہوئی ۔۔۔ جو یہ گن ہور تے ادگن کیا ہوئی

---

[۱] بندی خانہ [۲] بوجھ

فرشتے کر جیسے سر جیا پوّا تر ۔۔۔ نہ ہوئیں ابلیس کے اس میں چھنتر
لکھن و نتا سُلکھن سکہ دھر جن ۔۔۔ بُرے کام اُو لکھن ڈھنگ کیوں کرنے تن
سُلکھن خوب روپ اپر روپ ہوئے جس ۔۔۔ چلنت اس روپ تھے بھی خوب ہوئے تس
سو کر ڈورے تھے سبھہ کر ڈواگ ڈھنگ ہوئے ۔۔۔ جن آو لکھن گن آو لکھن کرن جائے
جو لے گئے اُس بندی خانے لگ اس ٹھات ۔۔۔ بندی خانہ سو لایا رشک انبر سات
جو اس دو رجگ مہکن پھول یک تھے ۔۔۔ بندی خانہ ہوا سو گنڈ سرگ تھے
جو بند کے لوگ وہ امرت ہوا پائے ۔۔۔ سبھہ نرجیو تھے سو جیو نوا پائے
بندی خانہ سو کیا دوزخ اگر ہوئے ۔۔۔ تو ویسے کے قدم تھے سُرگ سر ہوئے
بندی خانے کے سب لوگاں کوں یک ٹھیر ۔۔۔ ہوئے کھلّے بہشتی طوق زنجیر
بندی خانے میں جب یوسف گئے ٹھار ۔۔۔ بندی خانے کے شحنے کوں کہی نار
کہ اس اس تھے اَدِک کچھ میں نہ پاڑو ۔۔۔ اب اس کا طوق ہور بیڑی کہاڑو
تد سوں دیہہ نازک نا چھلاؤ ۔۔۔ سراسر ریشمی کسوت پناؤ
اُس امرت نیر سیتی سر نھلا کر ۔۔۔ سنگارو تاج کو اُس سیس لا کر
جلد ایک کوٹھری اس تئیں سنوارو ۔۔۔ بہو رنگ رنگ صفا ستیں سنوارو
بچھاؤ اس میں شہانی صدر سنگار ۔۔۔ حریری سیج سج کر پھول انبار

جو اس تیں اس محل میں ٹھاوں دیتے — سو اُس حجرے عیادت کان کیتے
سدا جوں تھا اُنوں کا رسم عادت — لگے خلوت میں نے کرنے عیادت
کیتے بھو تیک شکر اس بند میں جائے — کہ اس ناریاں کی چھند بند تھے چھٹک پائے

سرخی ندارد

بڑی کچ بھول ہے مانس کوں جگ مانہ — جو اپنے حال کی سُد بُد خبر نا نہ
نہ اس کا رسم ہے نعمت شناسی — سدا معتاد اس کا ناسپاسی
جو پاوے نیت نعمت بھوگ سو لاکھ — اُس سوں راضی اچھے لوب آگ دک راکھ
جو ساری عمر اس بھوگوں سوں جاوے — نہ بوجھے قدر اس کا بن گنوائے
زلیخا نت جو بِت کوں دیکھتی تھی — سو انگ سنگ سنگ اس سکھ لیکھی تھی
سو نت اس دیکھنے کوں سکھ لیکھے — جو وہ سکھ کھوے برہے دوکھ دیکھے
بندی خانہ بندے لوگاں کے تئیں سب — سُرگ بن ہور رہیا اس بھول تھے
سُرگ بن تھا سو اس کا من کا گھر — ہوا اُس باج دوزخ تھے بتر
جو دکھ دوزخ اول تھے دل میں تھا اس — سو یک دوزخ سہس لگ گن ہوا اس
سو دل کے ہور اس گھر کی انگن سیج — جَرَم جلنے لگی جلنے تھے بھو تیج

جیسے جگ مانہ جلے آگ میں بجائے — سو یو بجھے ترت جل بل راکھ ہو جائے

دلے برہ آگ گن دوزخ کی ہوتی[له] — نہ بوجھن دیوتی نا راکھ کرتی

سو لیاں اس برہ بھنجن بن زلیخا — جلی برہ آگ سوں نس دن زلیخا

کبھیں دامن بھرے گلال ستیں — کبھیں جوں پھول کپڑے پھاڑ لیتی

سجن دو جگ مہکن پھول کے خیال — کبھیں ڈھالے نین نرگس تھے گلال

دگد منڈ ہیر چھاتی چیر لیوے — کہ مت چکھ دکھ دگد باہیر دیوے

دلے وہ بھی جو دروازے کھلے پائے — سو اس پنتھ بھی دگد دکھ بیس کرائے

کھروپچی مکھ لو بچی بال لانبے — بچھاڑی ہات پا یک تل نہ تھانبے

لڑی اپنے ادھر دانتوں پکڑ کر — پروے میانے یکیاں موتی کی سر کر

کبھیں سر مانہ اپنے دھول اڑادے — کبھیں سو دھول میں اپیں لڑادے

کبھیں دکھ انجھواں ہنجوں تھے بیٹھی — ہو دھرتی سب چکر ہو دھول بیٹھی

رگت رنگ مکھ جھل جا سن کھیلے پر — کری جوں کنول نیلا مار لے کر

کہ ترا رنگ نا سا جے خوشی باج — دکھیا کوں نیل کیرا رنگ ہے ساج

له دلے برہ آگ گن دوزخ کی نہ ہوتی

اپنوں دَھاتوں پشیمانی دُکھ تھے — پریشانی سوں بیٹھی ڈگمگ تھے
کہ اسے کرتب جو میں کیتی کرے کن — جس ایسا ہیں بچیے کیوں نا مرے تن
میرے تن جیو جا کر جگ کیرا — موا بن جیو کے جیو جیو میرا
اپیں ہوا اپیس آزار دیتی — اپیں ہو تیگ میں نیشا مار لیتی
اپس تھے یہ بلا آپیں بسائی — آپیں دو ون لائی اپنا جیو جالی
اپیں ہو آپنے دیدے کہاڑے — گر اندھلی آپ دکھا گھاڑے یں پاڑے
ستم دکھ کے پہاڑاں سیس لیتی — جو بتیتے[1] گئے سبھہ تن بھار سیتی
بہو دن کھوئی جس کوں ڈھنڈنے تیئں — سو آخر کئی دُگد سوں پائی اس میں
پڑی کیا بھول منج اس بھول پر پھیٹ — جو وہ جگ دیپ مانک کھوئی سیوٹ
اُٹھی ہوں جیو پر دل کی دُگد تھے — دگد تھے اب چھٹوں کس کی مدد تھے
کریں تلتل یوں چکھ حال اُس واس — کہ کاٹی میں اپی ہو آپنی آس
جو کھوئی دھند دھند کر بھو تیرا کال — نہ ہوی منج سار آپیں آپنا کال
جو اپنی کال اپیں ہو لیون آپن شور — جو پتھریاں سوں کچل سینا لیون توڑ

---

[1] بیتے

سبجے کچھ تھی نیت اس کی کچھ یادے — سو اُس یادوں جو اس سوں سینہ لاوے
دیکھی پھر پھر جو اس کے پیرہن لے — کہ تھا وہ جیو پیارا آپ تن لے
کبھیں مکھ پر اتاری باس اس لیوے — جو اُس باس سوں تھے جیو من آس لیوے
کبھیں بھاتی کلیجا دیک گیریباں — ہیا ہوی چاک دیکھت چاک داماں
کبھیں لی آستیں اُس آستیں ہات — کہ لے وہ ہت کلا ین آستیں سات
کبھیں اس تئیں بھری انجھواں پڑے سات — جو آویں یاد وہ ڈنڈ ھیم کی دھات
کبھیں دامن چومے ہور لے نین پر — کہ ہت کئی دن رہیا تھا اس چرن پر
کبھیں حسرت سوں دامن ہات لیتی — کہ اس کا دور لے ہاتھوں تھے دیتی
اُسوں جیں دور تھی میں ایک منڈ ہیر — جسے جھاڑے جتا وہ دور پھر پھیر
کہ مت دے یاد چومے چھاڑنے تئیں — نہ دیتا چاپلوسی کئی جتا ئیں
اِیتال اس دوریں اُس دور بھر بھر — نفا کیا جے رتن دونوں نین کر
جو اُس سر باج اس کا تاج ہو بیٹھے — جو اس چوندھیر نخچل مانک بیٹھے
کہ ہے یہ تاج اس سر پر رہیا سو — جو اس یک کیہ جاگ سر دھر رہیا سو
کمر بند جے کمر کا یاد دیوے — کمر اس بندگی میں باند لیوے
جگت پیارڈ کرن ہار سے ہرن جائے — کمر بند سوں سرگ اَپ گل کرن جائے

دیکھت اس رنگ کیاں زرکش قبایاں   انجھو دھاروں ستیں روپے سلایاں
جو وہ اول کوشیاں جنت دیکھے   دیکھت بے مول جیو دے مفت دیکھے
دیکھت وہ جنت بہہ حسرت سوں روئے   کہ سائیں جنت آپ ستیں نہ ہوئے
اپنوں گن تھا اسے تلتل نوا دکھ   جسے کچ دیکھی کرے اس تھے جدا دکھ
جو آئیں یار لی غفلت سوں دوری   سو دوری پر صبوری تھی ضروری
ولے بن پیہہ صبوری کیوں کیا جائے   برہ سنتا وتیں کس تھے سہیا جائے
نین جس دیکھتے چکھ سکھ دیکھے   سو اس بچھڑے تھے کیوں نا دکھ دیکھے
سو جس کے سنگ مل رہ سکھ دیکھے تن   سو اس بن کیوں ادک دکھ نا دیکھے تن
میلے مت سوں پڑے انتری سوں انتر   سدا انتر تھے اس انتر سہس سر
جو بن مل راہتیں پیہہ سوں انتر ہے   نہ وہ انتر اوہ انتری سات سر ہے
زلیخا تنگ آجیو دین لوڑے   اپیں خون آپنا کر لیون لوڑے
نپٹ دی چھوڑ آپنے جیو کی چاڑ   رکت میں نھای تلتل سیس پچھاڑ
بہو گن کے پچھے پر سار ہو جائے   ستالے دین لوڑی تل سر پائے
سرگ سر کیں ات لانبے رین جھبس   سرگ پھانسی کرن جاڑے انوں کیں
کبھیں بس بھر پیالی لین جاوے   جو وہ پیالا مرن لا ہر چڑاوے

کبھیں پانی دھرے سو باتک لیوے　　جو اس تھے پیٹ بھر جل مرن پیوئے
بلے کچ وہ نار تب کرتی تھی کر تب　　سو کرتی تھی مرن تئیں جیت دھر سب
سرن کروانی پڑ گئی اس یہ چرن پر　　لسے کرتی دعا بھی بہہ سرن کر
کہ توں من بھاوتی من بھاولیوے　　ادھر امریت پیالے پور پیوے
سو کچ پیہہ ملنے تھے ہوئی توں شاد　　جو بچھڑی بھی نہ آوے پھر تجے یاد
نہ لے خبری سوں بے صبری یتی لے　　خبر سٹ کر نہ بے خبری یتی کر
یتا دھیرک نہ سٹ چکھ دھیر ہو رہ　　میلن آسوں بھو گنبھیر ہو رہ
بھروسہ میلنے کا راکھ دل میں　　یتا کیا چٹ پٹاوے ایک تل میں
جتا بارا بھٹی دکھ کا جتے بار　　نہ کاڑی سار ہلنا چھوڑ کر ٹھار
جتا دکھ آگ بھڑکے اونچ سلگائے　　بجھا اس صبر کیرا ابر برسائے
صبوری آس کا پھل بار لیاوئے　　صبوری کھیت میں من جیت کا لیکاوے
ہووے جل صبر سوں سینپی میں موتی　　پتھر ہووے صبر سوں مانک جوتی
ادک بند صبر سیتی کرب میں باند　　ہوئے تو ماس کوں جوں جو دواں چاند
یہ چنچل سوں کامنی بھرتا سو چکھ ہو　　انوں بولوں پہ بے سنبر کے چکھ ہو
سمہس کھو چھاؤں سوں من بیر من دھر　　رہے بے صبر کیرا بھیں تن پر

وسے پند ونت تھی جب سوں کر پند جو عاشق باولا ہوئے صبر سوں بند
سو میں وہ پند ائیں باول کی نسبت سینہ جوں مکڑی کی تار زرگت
الالی برہ سوں باول اٹھی جب سو کیوں وہ تار زرگت نا ٹوٹے تب

سرخی ندارد

اوٹ یوسف جو مغرب بھاگے جائے سو مکھ انبر زلیخا تھے جو چھپائے
زلیخا سارا انبر نیلا کیتا لکھ جو اس یوسف کے مکھ بن اس پڑیا دکھ
انجھو رنگ رنگ سوں مکھ نیلا چھپاوے ستارے ہور شفق جگ کوں دکھاوے
بن اس یوسف تھے پڑیا جگ میں اندھار جگائے چاند دیوا کر دپن ہار
سو بن یوسف زلیخا روتی رنگ رنگ وسے جوں کھن شفق تاریاں ہیں سو رنگ
دگد بھا رون غمی تھے جوں دھنوں دھات سو نیروں آہ سوں بھوڑی انبر سات
جرم جلتی جلی اس دن بہو تیک لگی جلنے سہس گن بھی دین دیک
جو دن گھٹ رات ہوی عاشق کے تئیں جب ادک دکھ آپڑے عاشق کے تئیں جب
دیسے جس برہ تھے دن دیس اندھارا سو نس کر کیوں ادک نا ہوئے اندھارا
دکھیا کوں جے دیسے کالا سبھہ دیس سو کالک کیوں ادک نا ہوئے جو ہوئی نیس

میلے دگد سے سوں نس جب لے دگد بھیس — چلی سنگات لے ہندن دگد دیس
انجھو ڈھالیں بکیں کی ریں سوں ایک — دگد کا لک لیایں انکھیں کوں یک یک
دکھیا کی ریں جے لانبی کہاوے — دکھیا سنگ سٹ اُسے جانے نہ بھاوے
سو گاڑھے سنگ سوں دونوں رہن ہار — جو ہوے نیند کوں اُن سیج سنچار
زلیخا اس رین کا اسنگ پاکر — سو اُس جلنے آدک تھے چٹپٹا کر
رنیٹ بے صبر ہو فریاد اُچائی — کہ کیسی رین میری آگل آئی
جو میرا مت آدک تھا چاند آجت تھے — منجے دن رات اُجالا تھا سو مت تھے
سو اب اُس سیت بن نس رات منج کوں — اندھارا پڑ رہیا ایک دھات منج کوں
نہ سورج تھے ہوا منج دیس اُجالا — نہ دیوے چاند تھے ہوئی نیس اُجالا
نہ منج من میت منج منڈھیر اس رات — جو گذرا نوں رین اس سلونے سات
جو اُس انگ سنگ تھے منج سکھ نہ تھا کچھ — دلے سیوے تھے منج سر ننگ تھا سکھ
نہ منج ہنس کھیل آسودی کیتا اُن — ولے آسودگی منج تھے لیتا اُن
نہ آسائش دھنڈی اسکے دھنڈ مانے — سر انکھیاں سوں ہنڈے اسکی دھنڈتاں
نہ جانوں حال اسکا آج کیا ہوئے — اُسی یک جیت سلوک کن ہوا ہوئے
پھلوں بھر کن بچھاوے سیج سو دن — سرہانے کن کیا ہوئے شمع روشن

نیکے تلوے تلاشن ہار تھارکن — تلاشن سوں ہتھیلیاں سُکھ لتارکن

کمربند کوں کھولیا ہوئے کمر تھے — کہاڑیا کن قبا اس انگ پر تھے

کہانیاں سوے لگ اس کن کہیا ہوئے — کن اس کی پائینتی جاگت رہیا ہوئے

سُہے یا ناسُہے ہے وہ ہوا اُس — کیتی خوشی یاد ہے ہے وہ ہوا اُس

من اس کا پھول جوں کھیلیا رہیا ہے — کہ جلوں بن جل کمل کملا گیا ہے

گھنگروالے مہکن باس کے بال — ردکھے ہیں یا رکھے چکنے کدم گھال

رہیا ہے من کمل تنگ ہو کلی سار — نہیں تو جوں کمل کھل ہے ہنس سار

اِنوں گُن یاد کرتی تھی بہو دھات — جو لتنے میں گذر گئی ایک پہر رات

سواسکی[1] برہ تھے نپٹ سکت کھوئی — لگی دائی ستیں لولن رکت روئی

کہ چل آ جکھ بندی خانے کوں جاوئیں — سجن کوں جکھ چیری مل کر آویں

بندی خانے میں جسے ہے پھول دیسیا — بندی خانہ نہ ہوے کیوں سرگ جیسیا

کھُلے بن باغ تھے جگ میں دکھیا دل — نہ کھولے بن بندی خانہ میرا دل

رداں ہوئی نا رسوں جوں سرہ ہو دائی — سُنکات ہوئی جل پاؤں اس سنگات دائی

---

[1] اسکی

بندی خانے تلک جا نپڑے جوں   بلا کر میر زندان کوں کہی یوں
کہ چک کھول اس بندی خانے کیرا دار   جو چک اس تھے کھلے مجھ دل کے کیواڑ
جو کھولیا دار دیکھی دور تھے اُس   دیسیا نرمل سبہہ تن نور تھے اُس
مصلی پر کبھیں جوں شمع اُدبھی   در و دیوار سب وہ نور ڈوبی
کبھیں جانوں بہیلا چاند خم کھائے   مصلا مکھ تھے بہوتیک جھمکائے
کبھیں سر بھوئیں دھرے بہوتیک سُرن کر   گگن کوں دے سرافرازی حیران کر
کبھیں بیٹھے مصلے پر نیوا سر   کبھیں پڑتا ہوئے دل سوں ذاکر
زلیخا چھپ کر دیکھ دیکھ روتی   دکھوں جیو چھپ کر بے ہوش ہوتی
سٹے نرگس تھے جانُن مکھ کمل پر   اُبال یوں دی بھر دکھوں ابل کر
دسن ہیریاں سوں مانک ہونٹ پھوڑے   کھجور انار دانیاں سات توڑے
جلے دل ہور گیلے نینوں سوں اپ میں   لگی دکھ بین بولن آپ اپ میں
کبھیں اپنے کیے پر پچھتاوے   کبھیں گذرے سو دکھ دن یاد آوے
یہ سب نہیں کام اس بن پیہر کے ہاوے   بہاتے رین انیوں گن سوں بہاوے
گذر جاوے جو رینی گت چھپانی   چھپے تارے دیکھت سورج نشانی
چندرمت گوں پانی مان ڈوبیا   کمل دیکھت سورج کی بنیتہ ادبھیا

فریاد اچاے شہنائی نغارے ‏ اچا ون جگ خروس اٹھ کر پکارے

نہیں لاگیا ٹھنڈا بارا صبا کا ‏ کلی بن مانہ کھولے بند قبا کا

زلیخا کوں سواس ٹھنڈی پون تھے ‏ بھو گرمی سوں سلگی آگ من تھے

پون جوں دھول اڑاتی آپنے سر ‏ پون ہو کر چلی ترت آپ مندھیر

بندی خانے منے تھا جب تلک مت ‏ اپنوں گن آوتی جاتی تھی نس نت

سرخی ندارد

رین ہے آسرا دینے دکھیا کوں ‏ رین بھی گٹ چھپا لینے دکھیا کوں

بھوتیک کام نس اندر کیا جائے ‏ جو وہ نا ہوئیں میسر دیس جب آئے

زلیخا نس جو ساری دکھ سوں ساری ‏ پڑیا دکھ دیس اُسے اس تھے بھی بھاری

نہ کل ہے اُس بندی خانے کوں جانے ‏ نہ صبر اُس بن بندی خانے تگھانے

سو بھوتیک نعمتاں تلتل کیتے دھات ‏ بھیجائی اس کناں ہت سوں نت اس بات

جو دیکھے مت کوں اپنے بدل جائے ‏ جو اس دیکھن تھے اپ من ہت کوں پا دائے

جو وہ ہت ونت وہاں تھے پھر کر آوے ‏ اُنہی سوں عاشقی بھوتیک لاوے

کہیں سر پایاں کوں نینوں دوئے رگڑی ‏ کبھیں نینوں کی جل سوں دھوئے تگڑی

کہ ہیں یہ پگ چلے سو کنتہ کی پنتھ   سو یہ پگ سیوں جے نا پاؤں پگ گنٹھ

کہیں پھر پھیر چومے لیون اُسکے   کہ روشن ہو رہیں درسن اس کے

جو درسن باج ہیں منج نین اندھارے   ہوئیں روشن دیکھت یہ نیں بارے

کبھیں اس کے چرن تھے ہو زمین تھے   جلے رشک آگ بھو تپک سلگین تھے

منگوں جے سر سوں میں وہ پنتھ سدھاں دیں   سو چلتے بھاگ کی دو شاں تھے ناوَں

سو وہ پگ جاہ یہ ین جاہ تیں پائیں   جو تل کنتہ کیرے پنتھ سیدھائیں

منگوں جے نیں ماتے ہوئیں اس پنتھ   جو پگ رکھ کر چلے اس پنتھ وہ کنتھ

اندھارے آئے بن درشن میرے نین   اُجالا دیس کالا ہو دسے رین

سو داسی کے نین تے جے جوم روشن   اَدک لین روشنی اس دیکھ درسن

جو میرے نین تے اس کا درس چکھ پائیں   تو جیو ہور دل نین پر رشک میں آئیں

سو کیوں یہ دکھ کا را منج سہیا جائے   جو یہ داسی اُسے جا دیکھ کر آئے

ابھی اس حال ہو بند انجھواں ڈھال   لگی دھر خیال پوچھن لال کا حال

کہ جب توں اُن دیکھی کس حال سوں تھا   گیا تا وقت کیسے خیال سوں تھا

نیکا ہنس مکھ کھیلیا جوں پھول تھا کی   کلی کی دھات سوں مخمول تھا کی

جو توں لے گئی سو لیتا کی نہ لیتا   خوشی سوں خرچ کیتا کی نہ کیتا

منجے کچ بات کہہ بھیجا کی ناہیں   منجے کچ یاد کر پوچھا کی ناہیں
بھوتیک پوچھ پوچھ اس کوں بہودھات   اٹھی اُس ٹھاؤں تھے بہتے نَین سات
سو ایسے یک چھجے پر جائے بیٹھی   جو اُس پر تھے بندی خانے کوں دیٹھی
بندی خانے پر اپنی دِشٹ راکھی   نَین تھے ڈھال موتی ڈھال آکھی
کہ میں تر بھا گنی کیوں پاؤں درسن   یہی نَس منج اس کا ٹھاؤں دیکھن
ایتوں گُن دِیس سکلا یوں گذر جائے   بندی خانے کوں جاوے بھی جو نِس آئے
گماوے دن درو دیوار دیکھت   بہاوے نِس کوں وہ دیدار دیکھت
سجن کی دھیان بن اس من بسے ناں   سجن کے روپ بن لوین دیسے ناہ
سو کچ ساجن کتا من ماہ جاگا   جو یک خطرے کو ابریا ناہ جاگا
ڈوبی اُس خیال میں سر تھے چرن لگ   اُسی کی یاد میں بسری سبھہ جگ
جو باندیاں کچ[1] حاجت تیئں پکاریں   نہ سُونے وہ جتا پو کار ہاریں
کبھیں سُدآئے پر باندیاں کوں کہتی   کہ میں یک تل نہ اپنی سُدسوں رہتی
سُنتے کوں جوں اُجاتے تیئں ہلاتے   بہودھا توں ہلا کر اُس اُجاتے

---

[1] کچ

پہلیئے منج اسی دھاتوں ہلاؤ — پچھیں کچھ بات ہوئے سو سناؤ
جو یوں کچھ برہ میں جھکنا لگیا اُس — سو اُس تھے روگ آدکھنا لگیا اُس
سو نشتر سوں رکت گھرے جو رگ مار — بہی یوسف کیرے نقشوں سوں ہر دھا
وہی اچھر اُٹھے بھوئیں کی مٹی پر — لکھے شنگرف سوں جوں سطر قلم کر
جو بھید یا لال بالے بال اُس تن — نہ لوہی لال تھا تھا لال اس تن
بسے تن من میں جس کوں لال پیارا — نہ لوہی کوں نہ جیو کوں ہوے تھارا
نہ جیوے جیو سوں اُن لالن سوں جیوے — اسی لالن جیو پالن سوں جیوے
جو چیرے اُس نہ دیسے لال لوہی — جے کچھ دیسے سو دیسے لال سوہی
جو یہ حال آئے جس عاشق کوں آنگے — رنیٹ معشوق کی دوری تھے لانگے
دوئی دوری اُنوں میلنے تھے اُٹھے — جے کوئی اس حال دو بولیں سو جھوٹے
ایسی حالت منیں آیا جو مجنون — کہیا سچ کر کہ لیلیٰ سو ہے میں ہوں
جو کوئی اس حال پر ہوئے حق تھے منصور — سو ہوئے حق بول اُن حق سات مشہور
الٰہی بخش احمد کوں یہی حال — جو اپنے حال کوں بسرے تیر حال
سو کچھ دسے قُرب احمد کوں احد سوں — جو احمد سو احد ہوسے تج مدد سوں

سرخی ندارد

سہاگن مائی تھے جن بھاگ نت آئے
اُچا اس کا سبہہ انند کا ریجلائے

خرابی میں جو جاوے ہوئے معمور
خرابا مال دھن سوں ہووے سپور

سُکے بن پر جو جوں بادل گذر جائے
اسی تل میں سُرگ بن سار بار آئے

جو تارے باغ میں گذرے پون سار
پھلے کانٹے سبہہ پھل سُرگ بن بہار

بندی خانے میں اس بادل اُنڈریا جب
چھٹے دکھ بند تھے جن ہو گئے سپنر پا تب

بندی خانہ جو یوسف کے قدم تھے
ہوا اُتم سُرگ بن ات اتم تھے

بندی خانے کے لوگ اسکی صفا تھے
کھیلے سب پھول جوں جنت ہوا تھے

سبھوں کوں وہ لوہے کی طوق زنجیر
زرینے سُرگ کی اُن کوں لگے پھیر

جو لیوں اُس پر پڑے سے تھے شادہتے تب
سو بھی اس لطف تھے آباد تھے سب

خدا کے حکم تھے جس روگ آوے
دعا سوں یوسف اس صحیت دیلاوے

جسے کوئی جس کام کا ہوئے آرزومند
سو اُس ساجن تھے پاوے فتح وہ بند

جسے کوئی جاگا کی تنگی تھے جو تنگ آئے
فراغت اس سجن کے لطف تھے پائے

جسے کوئی تنگ آئے جیو ہور جیونے تھے
سو جیوے اسکے دھیرک دیو تھے

جیسے عشرت لگے کڑوا دگد سات | میٹھائی بخشتی اسکی امرت بات
جے کوئی جس دھات کا سپنا دیکھے سوے | کرے تعبیر اس کا ان جے کچ ہوئے
سو دو کوئی شاہ کے تھے سو مقرب | پڑے تھے اس بندی خانے منیں تب
سو وہ دونوں جتے دو خواب دیٹھے | سو یوسف پاس پوچھن آئے بیٹھے
یکن بولیا کہ دیکھیا جو ڈر اچھا | نچوڑ کر لیوتا ہوں خمر آپ اچھا
یکن بولیا کہ دیکھیا میں جو سر پر | لیا ہوں روٹی ہور کھاتے جناور
ہمن کوں کھول کر کہہ سچ تعبیر | کہ توں ہے سرجن اتم بڑا گنبھیر
کہے یوسف کہ اے بندے سنگاتی | نہ کچ تاویل منج تھے جھوٹ آتی
جے کچ کھانا تمارے گھر تھے آتا | سوہیں اوسیچہ تماں کوں بجھاتا
اول یوں معجزے کی بات کیتا | پچھیں تجھے سہر ستیں پند دیتا
دیکھو اندیش اے بندگی مصاحب | رکھوا لگیاں پر جھکیہ گیاں غالب
الہاں یہہ تمیں پیدا کیئے سو | تمہیں ہر یک کوں یک ناؤں دیئے سو
یہی بہتر کہ یک اللہ بہتر | جو ہے قہار دو ان بجاوتے پر
کتا ان سات یوں توحید کی بات | پچھیں تعبیر بولیا کھول ست سات
کہ توں ہووگا مقرب پھیر شہہ سوں | پلاگا خمر اول کی دھات شہہ[1] کوں

[1] شبہ

کہیا دوجے کوں تج سولی چڑھائینگے | بجا دور تج سر کا مغز گھلنگے
مقدر ہو رہے یہ بول تم پر | مبدل ہوئے کیوں جے کچ مقدر
جیسے بولیا کہ پھر ہوے گا مقرب | کہیا اُس جے مقرب ہوے موں جب
میرے تئیں شاہ کن کوشش ستیں بول | میرا احوال سب کہہ شاہ سوں کھول
سو جب شہہ کا مقرب ہو رہیا اُن | سو یوسف کا کہیا بیسر کیا اُن
سو کچ شیطان بسریا اُسے یہ | جو کئی برس یا دنا آیا اُسے یہ
اچھیں جے کوئی خدا کا خاص بندا | نہ رہنا ان بندے سوں آس بندھنا
کہے حاجت جو بندے سات یوسف | خدا غیرت ستیں پاڑیا توقف
کہ جس معشوق کر پکڑ خداوند | کرے اس بے شک اپنے عشق سوں بند
نہ عاشق سہہ سکے معشوق تھے چکھ | جو اپنے رخ تھے ہور کس رخ کرے مکھ
جو مانگے آس وہ دوجے کنے ٹک | نہ معشوق اس کوں عاشق کر گنے چک

سرخی ندارد

جو کیتے برس گئے یوسف کوں اس ماں | خدا بن آس دوجے کی رہی نا منہ
سو جوں معشوق تھے عاشق کی سنگات | کدھیں ہوے نا رکدھیں مہربہ دھات

چلایا ناز جب کیتیک مدت — سو آئی مہر کی دِلیساں کی جہت

رکھیا بند میں جلالت سوں کتیک دیس — سو لوڑیا کھولنے جب مہر کی بیس

سو کیتا غیب تھے کیلی جو اس سات — کھلے وہ قفل بن کس کا لگے ہات

سو رایا مصر کا سپنے میں یک رات — دیکھیا جے سات گایاں تازگی[۱] سات

یکس تھے ایک موٹیاں ہور خوش رنگ — جو بھیلیں ہات جے راکھیں عُکھ ان آنگ

رکھیں تھے ہور سات آئیاں جو ہر ایک — یکس تھے ایک دسیں دُبلی بہو تیک

سو دُبلیاں سات موٹیاں ستاں کوں لے — بسہہ کھایاں ہری جوں گھانس لوئے

دیکھیا بھی اس بچھیں بھرٹے ہوی سات — جو نیتوں سُکھ پڑے مُچکھ دیکھنے سات

سُکے بھی سات آکر اُس ہریاں ستات — پلیٹے جا سکائے اپنی دھات

جو رایا نیند تھے اوٹھیا صبا کر — لگیا پوچھن حکیماں کوں بلا کر

کہ اس سپنے کیرا تعبیر کیا ہوئے — کہو منج کھول بوجے تُرت جے کوئی

سب اس تعبیر میں راہے پریشاں — کہے جے یہ سپن آہے پریشاں

پریشاں خیالاں کا خیالی سپن ہے — سچی تعبیر تھے خالی سپن ہے

سو جس یوسف جو بولے تھے بشارت — کیئے تھے اپنی کوشش تیں اشارت

کیتا تب یاد یوسف کا لکھیا ان — خبر اس حال کا شہ کو دیا ان

۱؎ سازگی

کہ ہے بند مانہ روشن دل جواں ایک | نہ ہوئے اس سار کا جگ میں سجان ایک
جے کچ تعبیر جے سُہنا دھرے سو | سب اس روشن اچھے روشن[1] کرے او
رضا ہوئی تو کہوں یہ خواب اس دھیر | سناؤں پھر جے کچ بولے سو تعبیر
کہیا شہہ توں رضا کیا مانگتا ہے | نین بن اندھلا کیا منگتا ہے
پڑیا دل کوں جو آچنبے تھے اندھیر | سو روشن ہوئے جو روشن ہوئی تعبیر
سو بیگی سات یوسف کن گیا اُن | سو اُس پو دو بچن روشن کیا اُن
سو روشن دل سوں وہ ستونت سرجن | کیا اُس خواب کا تعبیر یو روشن
کہ گائیاں ہور بھرٹے ہیں سبہہ سال | دیکھائیں اپ حال یو تھے سال کا حال
دِسیاں گائیاں جو موٹیاں سال سکال | دِسیاں دبلیاں ہیں وہ سال دکال
ہرے سکے سو بھرٹے بھی اسی دہات | یہی معنی دھریں دوجی نہیں بات
پہلیں سات سال اس حال سات آئیں | جو جگ پو رزق رحمت میگ برسائیں
جگت ہوئے پیک ہور غلے سوں معمور | پہلیں نعمت سوں دل ہوئیں نین سینور
پچھیں تھے سات ایسے سال ہونگے | جو یک بند نیر تیئں سب جگ دئیں گے

---

[1] روسن کہہ پرسائیں

ذخیرا سب ادل کا کھائے جاگا — بچین تھے یک نیوالا کوئی نہ پاگا
نہ برسین آسمان تھے دھوپ بن ہور — نہ دیکھیں روپ روٹی جگ بن مُہد
نہ چُورا پائیں روٹی کا جو دیں مال — کندوری جگ کی خالی ہوئے اس حال
سُنیا وہ مرد جب یوسف تھے تعبیر — سنایا تُرت شہ کوں جائے کر بھیر
پڑیا چت شاہ کا جنتے ہیں یہ دھات — ودھیا ہور دھیا سن یہ عجب بات
کہیا جائے کرآ یوسف کوں مُنج کن — جو لین سنتوک اس تھے نین ہور من
سین اپنا کہوں گا آپ اُس دھیر — سنوں گا میں بھی اس کے منہ تھے تعبیر
خوشی سوں کچھ اُسوں صحبت کروں گا — اُسوں ہر جنس کیاں باتاں کروں گا
سو بھی وہ مرد پھر یوسف کن آیا — کہ چل شہ تج حضور اپنے بلایا
بندی خانے کوں جب توں آپ پگ تھے — بہو اُتم کیتا اُتم سُرگ تھے
سو مجلس شاہ کی جے ہے سُرگ سار — آپ اُس مجلس کوں دے آپار سنگار
کہیا کیا آؤں میں اس رائے سامن — جو منج بند میں رکھیا ہے بن بچھاون
نہ آیا منج تھے کچ پاپ ہور دوس — پڑیا ہوں بے گنہ کے برس بند سوں
جو لوڑے جے کہاڑن منج باہیر — تو میری بنتی بھی بولیائے خاطر
بلا پوچھے اُنوں ناریاں کوں ساریاں — جو منج دیکھ ہات اپنے کاٹ اتاریاں

کہ میرا کیا گنہ تھا منج کا ہے — رلجا کر یوں بندی خانے میں باہے
جو بولیا شاہ کوں وہ مرد یہ بات — انوں ناریاں کوں شہ پوچھیا جو اس دھات
سبہہ اُس وقت جوں سچ تھا سو بولیاں — بجے کچ احوال تھا شہ پاس کھولیاں
کہ یوسف سار کا سکوتت کن ہوئے — نہ دیکھے بن رست اس تھے ایک تن کوئے
دیکھیں سب جگ چندر میں میل کا دھات — ولے اس میں نہیں کچ میل کی ذات
فرشتا نور کا سرجیا سو سرونگ — سو کیوں ہوئے اس منیں شیطان کے ڈھنگ
زلیخا بھی جو تھی حاضر وہاں تب — قرار آئی آپیں اپنی زباں سب
نرم کرتی اُسے بند میں رکھا کر — آپیں ہوئی نرم ضربے دکھ کے کھا کر
سو اس نرمی مینے کڑرا ہوا عشق — سٹیا خامی بہو پختا ہوا عشق
چندھاں خامی مینے تھی عشق میں جگ چھ — روا رکھے سجن پر افترا دکھ
سو اس کا عشق پختا ہور رھیا جب — سو بولی کھول جے کچ سچ تھا سب
کہ یوسف تھے نہ آیا کچ گنہ پاپ — لگی تھی منج اس کی برہ کی تاپ
سو میں اس برہ کھنجن کوں پلائی — رہی منگ منگ ہور آنگ ننگ نیائی
سو اُس یوں نرم کرنے بنا رکھیتی — اُسے یوں بے گنہ آزار دیتی
ہوا جب دو کہ میرا حد تھے باہیر — ابی اسے انبڑی اس دکھ کی تاثیر

جے کچھ اس تیں نوازش شہ تھے آوئے
هزاراس تھے ادک جو اس کوں بھاوئے

جو بیٹھی یہ خبر سچ شہ کے دل پر
اٹھیا ہنس جون کلی ہو پھول کھل کر

دیتا فرماں جو یوسف کنے جائیں
بہو تعظیم یوسف کوں لے کر آئیں [1]

کہ ہے وہ جیو کے عالم مینے راج
سو دیسے راج کوں کیوں بند ہو ساج

کروں میں بخشش اس کوں تخت ہور تاج
نہ ساجے راج کو بن بخت ہور تاج

سرخی ندارد

آندھاری رین دکھ کی اپڑی انت
جو آوے بھوگ سکھ کی صبح گاونت

کہ اس جگ مانھ ایسی کوئی پنتھ ناہ
جو کئی دن جاویں اس کوں گھنٹ ناہ

جو یوسف پر ہوا دکھ بھار پربت
سو اس پربت تھے نکلیا سور دولت

جو شہ اُس مان تیں فرمان کیتا
بڑے لوگاں کوں سامن بھیج دیتا

رچیا سنگار اپنا بھار لشکر
رہیا یک کوتک دو رست ہو کر

غلاماں ہور نزدیک کے محل دار
کھڑے دونوں طرف سنگار سنگار

---

[1] بہو تعظیم سوں یوسف کوں لیکر آئیں

جو شہ کے تخت تھے رستاں چلیاں تھیاں
بندی خانے تلک جا کر ملیاں تھیاں

کلاونتاں سو بدونتاں بہوت دھات
خوشیاں گاتے کھڑی سنکار سنگات

طبق لاکھاں جڑت مانگ بھرے سو
جڑت بھرلے کیتے لاکھاں کھڑے سو

ہزاراں مشک ہور عنبر کے طبلے
کھڑے اُس پنتھ پر وارن کوں سب لے

جو نکلیا وہ فرشتیاں کی چلنت کا
فرشتیاں تھے زیادت نور اُنت کا

سُہاوے انگ نورانی پر ہاوا
جو زنگار رنگ ہے اس پر چڑھاوا

چڑھیا براق نورانی جھمک برق
جو سب تن نورتن[1] سنگار میں عرق

لگے وارن جواشرف ایسو راُس پنتھ
نہ پاوے کوئی اسکے تئیں گنت انتھ

محل شہ کا دیکھیا نیرے جو آگل
سوا تریا ترت تیزی تھے اُتا ول

قماش امول اطلس ہور مخمل
سٹے پنتھ اُس اَچھے پگوں تل

اُتاول ہو چلیا اس سامنے شاہ
پرت سوں لالیتا گل آپنے شاہ

سو دونوں مل کے بیٹھے تخت پر ایک
لگے بولن ہکس سوں ایک ہر ایک

سو پوچھیا شاہ اُسے اس خواب کی بات
دیتا امرت جواب امرت ادھر سات

---

[1] نورتن

جے کچھ پوچھا جو اُس بھوپال راجا — اُس امرت گن تھے امرت جواب پایا
اس امرت تھے سو کچھ تازا ہوا رائے — جو ٹھرگ اُس تازگی تھے تازگی پائے
سو آخر شاہ اُسوں یہ بات بولیا — کہ توں تعبیر سُہنے کا جو کھولیا
ولے جب قحط ایسا آ پڑے گا — ذخیرہ کھائے پر مشکل پڑے گا
سو کس تدبیر میں جگ سنبھالوں — جو میں بھوپال ہو کیوں جگ پالوں
کہے یوسف نکال آوے جو اول — جو برسے نت من چیت ہت سوں بادل
قلم رو میں سبھہ فرمان دینا — کہ سب کوئی کھیت کر کر پیک لینا
سبھہ جگ مل زمیں معمور کرنا — اسی دھندے میں نس دن چیت دھرنا
یتی کچھ پیک لینا ہر برس میں — جو اول کوئی نہ لینے بیس دس میں
جو پیکاں مستعد ہو بات آویں — سبھہ بھرٹیاں سوں جتنا کی کراویں
کہ جے بہو دن رکھے بھرٹیاں سوں دانے — نہ لاگے کیرڑا تا ہوئیں پرانے
جے کچھ کھانے کے تئیں لاگے سو غلا — رگرڑ لیناں اسی پورت نہ اگلا
ذخیرا یوں جتن کر جے رکھیں گے — تو جگ کوں قحط میں پال سکیں گے
ولے اس قحط میں بھی یوں خرچنا — جو جا کر قحط پیکاں ہوئے لگ آچھنا
ولے یہ کام بہ رکھہ دیک کا ہے — نہ سکلے پن جے کوی سیہ سیک کا ہے

لہ کچھ

نہ ہوئے یہ کام بن ایسی سنجان ایک / جو ہو جگ ہور ضابطہ ہوئے بھوتیک
دیانت ہو امانت میں کیسا سو / بہو نیکی سوں سب جگ میں دسیا سو
نہیں حاجت جو آپیں کھول آکھوں / سو میں اس باب کا رک ڈیک راکھوں
جسے کوئی مانس حکم کا ہوے جگ مانجھ / سو آج اس باب میں منج سار کوئی نانھ
کروں جتنا کی اورنکا بجھوں میں / امانت میں نہ کوئی منج سار آجھوں تئیں
کرے یہ کام توں میرے حوالے / تو جگ سب قحط میں جاویں سنبھالے
جو شہہ کی بوج کوں اس کے کہے سات / موافق ہوئے دیسے گا نٹھ بہر دھات
کہیا بہوت نیک نوازش کر اُسے راج / کہ سب کچھ پر حکومت ہے تجھے ساج
کتا لشکر سب اس فرمان بردار / دیتا سب ملک اسکے حکم تل ہار
خزینے کارخانے پر سبہہ اُن / نہیں اس باج کس دُوجے کوں برتن
شہانی تخت پر اُس بٹھار دیتا / چلاویں حکم اپنے سار کیتا
بہو عزت اُسے جب یوں دلایا / عزیز مصر کر اس کوں کہایا
شہانی تخت پر راکھے چتن جب / سرن سوں آئیں جگ نس بھوئیں دھرن سب
سرپ دل بھار ستیں جب بھر جائے / تو غل اس بھال دانباں کا ابر جائے
سُرگ دل کے سر بدل تھے سرگ سات / گرجنے سوں لگے ہدراں بہو دھات

ستاریاں تھے بہوت تیرے چندر سُم — رتن تاریاں میں ڈوبے سیں تھے دُم
جو ہوئیں گرم تو سیجل دِلیں سرد — نہ دیکھیں پاؤاں کی پاو کی گرد
سو ایسے کئی سہس چلتے جناتب — سبھہ جگ کوں سُن انکا ناؤں ہیبت
عزیز آسے جب عزت سوں اس کوں — اُچائے ڈھال تب دولت سوں اس کوں
عزیز مصر کی دولت کھاڑی — سو اس دولت کی اونچی ڈھال پاڑی
دل اس کا یہ دگد جب سیں لیتا — مرگ کیرے گھڑک تل ریس دیتا
جو دولت رات کیتا زندگانی — سو دولت سات دینا زندگانی
زلیخا دکھ کونے میں رہی پڑ — کہ بتری آکھڑیا اُس کام او گھڑ
نہ دولت تھے دھنی کی ہے گھر آباد — نہ دل یوسف کے ملتے سوں رہے شاد
زمانے کا یہی ہے کام دائم — پچھاڑ ایکس کرے دوجے کوں قائم
یکس کے دکھ ستیں ایکس کوں سکھ دے — یکس کے سکھ ستیں ایکس کوں دکھ دے
چڑھائے انبر پہ ایکس کوں سورج سا — [1]سٹے جوں چھاؤں ایکس کوں دھرت اُپر
وہی بوجھ جے کوئی اس ڈھنگ بوجھے — نہ کد سنگ اُس دیکھت آپ نہ کوجے

---

[1] سٹے جوں چھاؤں ایکس کوں دھرت پر خوار

نہ کچ ہووے اُس جڑ چھاؤں دیکھ مغرور — نہ کچ اس کی اتارن تھے رہے جھور

جو من ست دکھ تھے من سنبہے اچھے جن — سبہہ دکھ ہور سکھ تھے دور اچھے رتن

نہ اس دکھ باج اس کن ہور دکھ آئے — نہ وہ کس کاج تھے یک تل سکھ پائے

جو جگ دکھ سمندر ہو طوفان اُچاوے — جو تل اوپر کرا انبر کوں دباوے

تو میگ اس کے نہ ہوئیں اس تھے تلکھے — اُبھال اس دکھ کیرا نا کھلے چکھ

اگر ہوئے جشن کا میدان جگ سب — بھرے عشرت دھرت آسماں لگ سب

پھراوے اُس خوشی تھے مکھ اپنا — نہ بسرے چلکھ جے کچ ہے دکھ اپنا

زلیخا کوں جو تھا مُن ہت کا دکھ — نہ کس دن کم ہوا اس چت کا دکھ

جدھاں دولت ستیں بھرپور تھا گھر — سُرگ بن تھے بہو معمور تھا گھر

عزیزا یسے کی چھاؤں اس سیس پر تھی — جو لے اس چھاؤں ٹھنڈک سوں انبر بھی

جے کوی عشرت کوں لوٹے راکھتی تھی — چلے فرمان جے کچ آکھتی تھی

دلے پروانہ تھی کا ہیت پر اس — نہ تھا چت بن سمت ما ہیت پر اُس

اُسی کے دُکھ ستیں کو جتی تھی — نہ اُس بن ہور سُکھ دکھ بد جتی تھی

عزیز اس سیس تھے جب چھاؤں اُچایا — دھرت تل سور سارا آپ ہی چھپایا

سبھہ گھربار دولت تھے رہی دور
سبھہ اسباب عشرت تھے رہی دور

زلیخا بہت کی دکھ کی دیوانی
نہ کچھ اُس دکھ کوں رکھ کر چھپانی

نہ کچھ اُس من مینے بن میت بستا
نہ کچھ لوین میں بن وہ روپ دستا

اسی کی یاد میں بہلا لیوے من
اُسی کے روپ تھے ہوئے نین روشن

خرابے میں رہی ویتاگ لے کر
تپس لیتی وہی ویراگ لے کر

نہ راہی سُدآن پانی کی اس کوں
نہ بُد دن رین بیہانے کی اس کوں

نہ نیند ہی بن پریشانی کی اُس کوں
لگی بہہ اونگ حیرانی کی اس کوں

کبھیں دکھ دھیان بیچ اندر بندھا دے
کبھیں دکھ گیان کی بتیاں میں لیادے

جو وہ دن گئے گذر جے من سبھی بات
رہی تھی ایک گھر میں میل دن رات

ایسی تھے آپنی دولت گنوالی
جو اس کوں بے گنہ بندھ ماتھے گھالی

بندی خانے کوں جاتی تھی رین کر
سو بیہہ کا درس پاتی تھی نین بھر

سو وہ بل بات تھے اب جو کہ کر سب
پڑی آفت نوا دکھ دوکھ پر اب

نہ اس کے دھیان بن اب منج سنگاتی
نہ جانوں کیوں سنگاتی ہوئے ساتی

نہ جیتی ہوں برہ تھے جیوتی ہوں
برہ بھنجن کی یادوں جیوتی ہوں

جو اسکا یاد منج جیو سو جیو اوسے
سو کیوں جوں جے جکھہ اس کا یاد نہ آوے

کہی یوں اور تلستل آہ ماری — اڑا دیئے جال کر آکاس ساری

دھنواں اس آہ کا بھر اوچ پر چھپائے — سو بھی جگ کوں وہی آکاس ہو جائے

نین کجلے تھے انجھو لال ڈھالی — دھرت کوں رکت سمندر کر دکھالی

کمل کا ٹھار جگ میں سمندر آپار — سو اس نینوں کمل میں سمندر کا ٹھار

جو کچھ اس سمندر کا طوفاں اوٹھے — نہ چکھہ اس تل پتال آکاس چھوٹے

سو اس سمندر میں کاڑی ہوتے ترتی — ملن بندر کوں لاگن ہوس دھرتی

و لے وہ سمندر دھرتی تھے سداپور — سیہہ بندر رہے تھے ہوے سمندر

کری نکھ پر چھپرا نتاں لو پنچ لے کر — چلا و لے کا لوے یوں رکت کی بھر

لیوے حیرت کی بیک اس کا لواں تل — نہ بن اس پیک بھوجن آئے اس آگل

کبھیں دو لب کبھیں باتوں کوں لڑتی — کبھیں حسرت ستی بھی آہ بھرتی

یہی تھا کئی برس لگ حال اس کا — یہی سب حال میں تھا خیال اس کا

ہوا کالا جو جوانی کا اجالا — سٹے وہ کیس اجل ہو بھیس کالا

اندھاری رات تھے سو کیس کالے — سو اجل ہو رہے جوں دیس اجالے

عجب ہے پھیر سنبل کیوڑا ہوئے — عجب ہے مشک جا کافور ہوئے

قضا کی تیر تھے اڑ کر گے لگ — سو ان کا تھا دن آکر پکڑے بگ

نہ دیکھیا نہ سنیا یہ دن بڈھا کوئی | جو نیلم پھیر کر بلور ہوا ہوئی
مگر یہ نینہہ کی یکرنگ جو بہو رنگ | لیتا رنگ رلئے بیل اپنا سٹیا زنگ
انجھو بجلے نین کا دھوے کاجل | سیاہی بن تھے کیتے پاکھ کا گل
جو انجھواں سمندر کے طوفاں اٹھے جب | کمل پر تھے سو بھنو نری بہہ چلی تب
جو ٹیکے لال گالاں پر رہی چھپیں | پھرنگے تافتے پر چوں سہے چین
سہاوں مکھ پر دسیں جو جھرریاں | سہیں جانوں کچے سنے کی مڑریاں
ات اچھا مکھ نرمل نیر کی سار | دسیں اس پر سو لہواں ہو ہر یک ٹھار
سدہا قد تیر نینہہ بھاروں تھے خم کر | انگوٹھی ہو رہی رکھ سر قدم پر
ہوئی اوندھے بخت تھے اوندھی سو اس دھات | نہ سکی چھکھ اچاوں سیں کس دھات
جو بن سر پاؤں بھاگ اسکے رہے یوں | نہ دیکھے کوئی سر پاؤں اس کیرے جو
جو سیس اس کا رہیا ل دھرن سوں | کہاں پل ہوئے سرتاج اس دھرن کوں
جو پنجن سار حلقہ ہو رہی ناز | سو پنجن کیوں دسے اس پگ سہن ہار
جو لائی یوں نیوڑ کر سیس تل ہوئے | رہی کیوں گل منیں جے بانس گل ہوئے
لڑاں کانوں میں کیاں کیوں نا کھاڑے | کہ جے کانوں میں پیتی دھر جھاڑے
کہاں پھندے سوں لٹکن ہات بہاوے | جو پھندنا لال لٹکن ہات ناوے

کمر میں زر کمر اس بجائے کس دھات
جو بیٹھی ہوئے کمر ساقی کے دکھ سات

جو لرنے سب تن اسکا لرزکاں دھات
سو کیوں کھونٹیاں منگے آن لرزکاں سات

جے کوی پیو باج سینا لیوتے پھاڑ
اُسے چولی حریری کی نہ ہوئے چاڑ

دُکھوں جن دُھول ہیں لرتی پڑی ہوئے
سو کیوں وہ ریشمی نہلی اُپر سوئے

سٹی سب چاو ہور سنگار اس دھات
نہ پیہ کے ذکر بن دوجی رہی بات

جدھاں دھن مال غنیمت راکھتی تھی
رتن مانک پدارت راکھتی تھی

جے کوئی یوسف کی کچھ بات اس سنادیں
سو اُس تھے بہترا دھن مال پادیں

اُنوں کا منہ رتن مانک سوں بھرتی
رتن دُرچک انوں کے منہ کوں کرتی

جو خرچی مال نت ان بخششاں سات
تبہر دھن مال تھے خالی ہوا ہات

سو یوسف کیاں جو خبراں لیا وتے تھے
سو لیوں دھن مال جے نت پاوتے تھے

سو وہ دھن مال سر تیں جب تٹی آس
نہ کوئی یک بات اس کی لیائیں اس پاس

زلیخا کوں نپٹ عزت لگی تب
منگی پیہ پینٹھ میں جا گاکران اب

کہ جے جائے گذر اس پینٹھ تھے کنٹھ
سُنے وہ غلبلا دوکان کی پینٹھ

سرخی ندارد

چودہ اندھلی نگدھ دکھ کی بیچاری
پہاڑاں رکھ تل سنیٹری سو کاڑی

بہو غربت سیتیں بدحال ہو کر
گذر جاوے سجن جب پنتھ اکثر

وہاں بانسوں کیری گھر سی بندھائی
سو اُس گھر سی منیں اپیں رتائی

جو وہ دم کھینچ کھینچ اُساس بھاوے
پچھیں وہ بانس سکلی ہوئیں باوے[1]

جو وہ دم دم اُساس ان دھات بھاوے
تو وہ باوے[2] سبہہ سنگات پاوے

انوں بانسوں میانے وہ ناراپ روپ
کہ جوں تیر دل منیں پاڈ رہی ڈوب

ولے اس پنتھ کی لذت کا اثر تھا
سو اُس ہر تیر نیہہ کا نیشکر تھا

دھریں وہ نار سیتی آپنی آگ
دھریں وہ بانس بھی سینے میانے آگ

جو تھا یوسف کے خاصے کا ترنگ ایک
جتھا باندھی جائے اس ہلنا حرک دیک

جو ابلق رنگ اُجلا ہور کالا
میلیا جوں رات سیتیں دیس اُجالا

چھٹے کا نسا پُنم چند اسکے سُم تھے
جھڑے بوٹا گگن کا اس کی دم تھے

ہر یک سُم تل نوا چند اگگن کا
نوا چند ہوئیں دِک جِن تھاؤں دِکھتا

جھڑیں جب نعل اسکے دوڑ تیں بار
رہے انبر کوں لگ چندر نوے سار

جو من چلنے سیتیں مل دوڑ سے وہ
جتا یک ڈگ رکھے لک پوڑے سے وہ

---

[1] باوے [2] پاوے

جڑت کندن کیرا زین اُس جو گھالیں ‏ رکیباں دو ہلال اس تھے دیکھالیں

یہی معتاد تھا یوسف کیرا تب ‏ جو اُس پر زین دیکھے میلیں چشم سب

نفیری طبل کا حاجت نہ اُس دار ‏ ہزاراں بھالداراں لائیں پوکار

جو نکلے یوسف اس تازی اُپر چڑ ‏ گنواتا جائے سُورا اُس نور میں پڑ

رتن اس زین کے تالے اُدک نور ‏ سُورج یوسف جو چھاؤں اسکے انبر پور

جوڑا[1] اس ابلق مینے تن دن میلے تھے ‏ ستارے سوربھی مل نیکلے تھے

چلے یوسف جو اپنے غُلغلے سوں ‏ لگیں گرجن گگن اُس غلغلے سوں

زلیخا بھی نکلتی غُلغُلا سُن ‏ گماتی وقت اپنا ئیت اس گن

بہو حسرت سوں بیٹھی باٹ کوں جائے ‏ کہ مت اُس باٹ کی دھول آپ پر آئے

حسد کر باٹ پر اُس جیو جلتا ‏ جو گھوڑا بیہ کا اُس پر تھے چلتا

جو بن یوسف کدھیں لشکر گذر جائیں ‏ تو اُس ٹھنوا دل بھو تیک سینتائیں

کہ بھدی آئے یوسف تُوں نکل بیگ ‏ رہے جھنک اُس پنتھ نینوں نیر جوں میگ

کہیں تاری کی کاہے منج تلتل ‏ رنجاتے جھوٹ سوں سکلے منجھ مل

---

[1] چہ

کہ یوسف جب نکل آوے ایوں سات ‎ ‎ پہچانیاں جاے منج سبھہ گنوں سات

جگت مہکار اس کی باس آمریت ‎ ‎ نہ آوے منج نزدیک تھے آئے جس ریت

منج انتری پر تھے باس اسکی جیو آوے ‎ ‎ سو کیوں پوچھوں نہ جے نزدیک آوے

کٹک سنگات یوسف آوتے جب ‎ ‎ سو بھی کھنوادائیسے سنادتے سب

کہ جھوٹیں توں نکل کر آوتے کائے ‎ ‎ کہ اس لشکر میں یوسف نہیں آئے

کہی کچواسے دکھ دارھی انوں سوں ‎ ‎ کہ کیتا منج دغادیں اس گنوں سوں

رکھیلے من بن جو اُس کی باس آتیں ‎ ‎ سو کیوں آن آئے سو چھپی چھپاتیں

جو ہوئے کھن پر وہ امرت باس کا پھول ‎ ‎ رہوں وہ پاس لے کر جو بھنور بھول

جو بولیں بھالداراں دور ہو دور ‎ ‎ چلے وہ سُن نپٹ دکھ من منیں پور

کہی بے کال تھے ہوں دور اس تھے ‎ ‎ گھٹوں نت لبس پیالی پور اُس تھے

اچھوں کیتا کھسیڈ پڑیں ہور منج کوں ‎ ‎ کھنڈل کر کے نہ کرتے جو رہنج کوں

کہی یوں ہو رہوئی سو کچھ بے ہوش ‎ ‎ جو اپنی ذات کوں کرتی فراموش

گمائی وہ دکھیا اس دھات کئی دن ‎ ‎ نہ تھا اُس کام دوجا ہور کچ اس بن

زلیخا جو رہی تھی کنتھ کی پنتھ ‎ ‎ کہ مت جاگا گذر اس پنتھ تھے کنتھ

جو رہتی پنتھ میں کئی دن گمائی ‎ ‎ سو بن کنتھ پنتھ تھے بھی تنگ آئی

بہیلیں دور تھی اس تنہ تھے جب — نہ تھا اُس لوب دوجا پنتھ بن تب
جو اسکی پلیتھ پائی اس تھے جڑیا لوب — سو اب اُس کنتھ پاؤں کا پڑیا لوب
کہ مانس لوب کا ہے تھے نہ بھگسے — جے کچھ پاسے زیادت لوب لگسے
جو ہوئے بے صبر درسن لوب ادِک ہوئے — لگے بھو چٹپٹے مرنے نزدیک ہوئے
سو جس پُتلی کوں آپیں پوجتی تھی — جو اس اپنا خدا کر بوجھتی تھی
سو یک رات اس کنے سُرھرت راکھی — بہوتیک سرن سوں اُس پاس آکھی
کہ اے گوبند گسائیں پاپ ناسن — سدا میں تج کوں پوجن ہار داسن
دیا دشٹی سوں اس داسی کوں چکھ دیک — جولی دیکھیں تھے دِشٹی کھوئے دکھ دیک
دیا دِشٹی سوں منج دِشٹی دیا کر — جو مانوں تج دیا ونتا دیا کر
جو تج بن منج نہیں دیا دیاونت — دیا سوں ترت دیکھلا منج میرا کنتھ
کدھاں لگ منج کوں یوں جلتی رکھے گا — تھنڈی کر منج کوں جے توں سکے گا
کیتی یوں بنتی ماٹی میں جو پڑ کر — انجھو پانی سوں ماٹی کوں جکڑ کر
جو راجا سور تخت انبر پر آیا — سو یوسف بھار لشکر لے کر آیا
زلیخا بھی اُتا لی سوں بھرائی — کیتی فریاد سبہہ اڑرای اڑرائی
منگے جوں داد خواہاں آپنا داد — کیتی سائیں کنے سائیں کی فریاد

ولے گھوڑیاں کے تل کے غلُطنے تل | اُتل کُتل دھرت تل کائی اَت رلی

جہاں اس دھات کا غوغا اُٹھیا ہوئی | سُبدؔ اس کے دگد کے کیوں سُنے کوئی

جو اس دُکھ تھے ہوا بد حال اس کا | نہ ہوئے اس دھات سیتیں کال کس کا

بہو نراس ہو گُھر سی منیں جلائے | درونی آگ سوں سب بانس سلگائے

لیتی ہاتھوں سوں کھینچ اس پُوتلی کوں | لگی کچواٹ بیٹن اُس پتھر سوں

کہ اے پتھری میری من جام کے تئیں | نہیں آڑا میرے ہر کام کے تئیں

لگوں جس پنتھ جے لالن سنگھر ہوئے | تھیں اس پنتھ میں اوگھڑ پتھر ہوئے

پڑے پتھر میرے ہر کام پر سو | پر ونج پر پتھر توں وہ پتھر سو

جو توں منج پنتھ پتھرا ہوئے کی نا | سُہے جی کوٹ لیوں پتھریاں سوں سینا

رکھی تج تئیں جو ماٹی پر ریلاتی | لیکھے ست منج لیلاتی سو ہے ماٹی

ریبڑھی جے دُھول ماٹی میں تیری آس | سو ماٹی دھول ہو کر گئی میری آس

جو اپنے کام تئیں تج پاس روئی | سو اس انجھواں تھے کالک ورشٹ دھوئی

جو دیتا گیان تھے یہ گیان کرتار | مسلماں ہو سٹی بت ہور زنار

کیتی غسل انجھواں میں ڈوب دے کر | منگی بخشش دھرت سر راکھ لے کر

کہ اے وہ توں جو جگ تیرے بنائے | جہاں جا دے جی کوئی تج بن نہ پائے

نہ تیرے عشق بن گمراہ کوئی ہوئے / نہیں تج عشق تھے خالی کدھیں کوئے
نہ بن تیری طلب بت پوچتے کوئی / نہ تج بن جگ سامی پوجتے کوئی
سبہہ حیران تج کوں ڈھونڈنے میں / سبھوں کوں دھیان تج پنتہ ہنڈنے میں
جے کوئی بُت پوجے یوں پوجتے ہیں / کہ سچ آپیں خدا کوں پوجتے ہیں
نہ تیرے شوق بن بت رس کرے کوئی / نہ بن تج دھیان اُسے سر بھوئیں دھرے کوئی
جے تھی گمراہ تیرے عشق میں میں / دکھایا باٹ منج گمراہ کے تئیں
جو میں گمراہ تھی انجانگی تھے / خطا بہو تیک کی انجانگی تھے
سجانی توں سبہہ کچ جانتا سو / میری انجانگی پہچانتا سو
سو منج انجان کوں جب جان کیتا / نہ باٹ انجانگی منج جان دیتا
سو میں انجان تے جے کچ خطا کی / سو کالک دھو چھٹک سیتی عطا کی
جے کچ تیری عطا کی یک چھٹک دھوئے / سو دھوئے نا جائے جی ہمدر سبہہ ہوئے
جو میرا دل دھولایا توں خطا تھے / سو دھو میرا خطا بی آپ عطا تھے
جرا دل نین دل کے اندھلے تھے / سو پرگٹ کے نین میرے کھلے تھے
کیتا روشن جو دل کے نین میرے / سو روشن کر نین پرگٹ کیرے
جو یوسف کوں دیکھوں پھر اس نین سوں / نہیں اس باج کچ مقصود نین کوں

سو پھر کر آئے جب یوسف اُسی پنتھ
پکاری پنتھ میں وہ نار ستونت

کہ اے سائیں سگن ہار اتھیں ہے
سبھہ جگ کوں رکھن ہار اتھیں ہے

تھیں راجاں کوں تخت ہور تاج دیوے
جو لوٹے تل میں کیتے راج لیوے

..... دستگیری جس نہیں کوئے
اُٹھے تیری مود سوں جن پڑیا ہوئے

...... عاجزی کوی جگ میں
نہ تج بن کوئی مود منج ہوئے جگ میں

.... یہ آواز یکایک
رہی بے ہوش ہو ہیبت تھے بہو تیک

...... یوں حاجب کوں فرمائی
جو اُس تسبیح خواں کوں گھر لے کر آئی

.... کی میں سنیا جب
سو میں بے تاب ہو سد تھے گیا تب

...... کوں کچ دکھ درد ہوے ناہ
سو اس کے بول یہ تاثیر دیں کاہ

.... محل لگ انپڑا دیں
تو اس کا دکھ درد خاطر کوں لیا دیں

دوا اس کی کریں جسے کچ درد ہوئے
جسے کچ حاجت اچھے اسکی نہ رد ہوئے

سرخی ندارد

دکھیا عاشق کوں اس تھے کیا بھلا ہوئے
جو اس کا من مہانا اُس بھلا ہوئے

بھلا کرنے منگے پھوڑا ہسیا کا
نوا رن جیت رکھے دکھ اس دکھیا کا

ایسی ہو کر بلاوے آپنے پاس ‏ کہ ہت بر لیلے جے کچ اُن دھرا ہیں
دیا رکھ کر بچارے دُکھ اس کا ‏ میا ستیں نوارے دُکھ اس کا
جو بیٹھے غسل تھے فارغ ہوئے یوسف ‏ کیتا حاجب خبر اُس نے توقف
کہ بیدی آکھڑی وہ نار تج دار ‏ جو کیتی بے خبر کر تج خبردار
کھیا حاجب اس کیرا روا کر ‏ اگر کچ درد دھرتی ہوئے دوا کر
کہیا حاجب کہ ہے وہ اُونچ ہمت ‏ نہیں کہتی منج اپنا کچ حاجت
کہیا اُس لیا و میرے سامنے تُرت ‏ جو بولیں حاجت اپنا منج کنے تُرت
زلیخا کوں حضور اس کے جو لیائے ‏ سو جوں تازا پڑا اس کوں دیلائے
سو کچ یوسف کی تابش تھے بھلی نار ‏ کمل جوں سورج آجالے تھے کھلن ہار
بہو ہنس مکھ ہو ہنسی اُدھر سات ‏ دعا کیتی جو یوسف کوں بہو دھات
سو اُس ہنستے تھے یوسف یہ عجب رہ ‏ کہے اپنا نشاں ہور ناؤں اب کہہ
کہی وہ ہوں جو تج دیکھت سپن میں ‏ رکھی گاڑا سو نیہا آپ من میں
جو تج کوں جاگتے نینوں سوں دیکھی ‏ جگت تج بال کا قسمت نہ لیکھی
خزینے سب کیتی خالی تیرے تئیں ‏ جوانی با و ہو جالی تیرے تئیں
جو دنیاں نار اب تج کوں دیتی بہات ‏ بسارا یا منج دکھ وادی کوں اس دھات

سو جب یوسف پچھانیاں اس کہے کوں رن — سو بہوتیک مہر سوں دیکھ اس لگیا رن

سو پوچھا لے زلیخا کی تیرا حال — ہوا یوں تج لگیا کیوں یہ بُرا کال

جو بولے یوسف اس کوں اے زلیخا — پڑی اپنی خبر سٹ دی زلیخا

سو کچ لذت دیتا اس کا پکارن — جو ہوئی بے ہوش اس لذت کی پکارن

جو کتیک بار کوں پھر ہوش آیا — سو باتاں یوسف اس سنگات لایا

کہیا پہلی کہاں وہ روپ جوانی — کہی یوسف تجھے تُرت ہوی روت بہانی

کہیا قد سرو تیرا یوں خمیا کلے — کہی دکھ بھار سر لی کیوں نہ خم کھائے

کہیا نیناں تیرے بے نور کا ہے — کہ جے تج دیکھنے تھے دور رہا ہے

کہیا تیرے خزینے کیا ہوئے سب — تیرے تن کے رزیے کیا ہوئے سب

کہی جے کوی تیری کچ بات بولیں — خبر تیری جو کچ منج سات بولیں

دیس کوں ہور دھن کوں وار اُن پر — رتن مینہ لائی دھارا اور اُن پر

کہیا حاجت سوں کیا ہے آج تج کوں — جے کچ حاجت تجے ہے بول منج کوں

کہی تج سات حاجت تب کہوں میں — جو توں سوں کھائے حاجت دیونے تئیں

اگر اس بات کی توں سوں نہ کھاسی — تو کچ حاجت تجے کہیا نہ جاسی

یتی دن جے تیرے دُکھ سات کھوئی — سو مانوں جے اَچھوں میں دیس سوئی

سو یوسف کھائے ابراہیم کی سوں ۔ جیسے سنگار بن ہو کر رہے دون
کہ جے کچھ کام کہہ سکی آج منج سات ۔ کروں کوشش ستیں جے ہوئے منج ہات
کہی اول جوانی روپ اچھکل ۔ پھرا منج کوں دیلا جیسی تھی اول
دیلا اس بعد نینوں نور مج کوں ۔ جو دیکھوں دو نین بھر پور تج کوں
لگے یوسف دعا مانگن خدا پاس ۔ کہ بر لیا وے زلیخا کی جے کچھ آس
سو بخشش میگ برسیا اس سو دھن پر ۔ سکی تھی سو ہوئی پھر سرگ بن سر
سو کچھ رنگ روپ تازہ ہو کھلی نار ۔ جو کوتر میں کمل نا ہوئے اس سار
پشم چند جوں گھٹا سو ہوئی گھٹا پھیر ۔ بڈھی سو جوان ہوئی وہ نار گنبھیر
لیئے تھے کیس کافوری پر ہاوا ۔ کیئے پھر بھیں کستوری سہاوا
نین نرگس نظر کاجل کیتے پھر ۔ کمل پر آ بھنور جاگا لیتے پھیر
ہوا جوں ڈال تھا سو قد الف سار ۔ بنفشہ پھر ہوا جوں سرو پھل بار
لہر بن باؤ مکھ پانی اُپر تھی ۔ سو یوں گئی جے نہ دیسے باؤ گر تھی
جو چالیس برس کی ہوئی تھی جتنار ۔ سو ہوئی پندرہ برس کی نو مدن سار
سو کچھ دیسن لگی اپروپ صورت ۔ جو ہوئی اول تھے بھو تیک خوبصورت
سو بھی یوسف اسے بولے کہ اچھوں ۔ جے کچھ حاجت تجے ہوئی بول منج کوں

کہی اب منج نہیں اس باج حاجت — جو راہوں سیج مل تج کنٹھ لاگت
جو برہے بس تھے سینا جاوے پھٹ پھاٹ — سو اس سینے اُپر لیوں تج کوں ڈاٹ
رلیاں سوں مت تج سوں میل جاگوں — چندن سوگند ہو تج انگ لاگوں
جو تج تھے طاق اپین طاقت نہیں منج — اپس تیں جفت کر گن اب اتھکیں منج
جو کیتے کان اس کی بات یوسف — جواب اُس کا نہ دے کیتے توقف
خدا کیری رضا کی ہو طلب گار — منڈی لڑکا کی کر راہی کتیک بار
یکایک جبرئیل اُس تیں خبر لیائے — کہ جگ سائیں سلام اپنا تج انپڑائی
کہ ہم دیکھے زلیخا کی جو زاری — تیری بیرت منیں بہو تیک خواری
سو تُرت اُس کوں ہمیں من آس دیتے — اُسے تج سوں عرش پر عقد کیتے
سو توں بھی عقد کر مل رہ اسوں جم — مدن بیلا اس بہو تیک بھوگ سوں گُم
شمس جوں دو رتن دو نوں میلے پر — چلے اولاد جگ میں جوں رتن سر

سرخی ندارد

جو یوسف پائے جگ سامی فرمان — جو عقد اس سا باندھے باج ایمان
شہانی جشن کا بنیاد کیتے — نگر عشرت ستیں آباد کیتے

امولک مشک عنبرّ عود پرمل — سُرنگے زعفران کافور صندل

پھولیل چنبیلی بھولوا پھول پھول نیر — لگے مہکاونے بہوتیک چوندھیر

نکو سو ہے پھلوں میویاں تھے نگ نگ — چونے اس رنگ تھے گلزار رنگ منگ

رکیتے آیا رجے جاگ میں کندوری — نہ ہوئے سفرا بچھاون دھرت پوری

جو چیزیاں نعمتاں لیا بار کیتے — سو اُس پر سب جگت کوں بار کیتے

بہو رنگ نعمتاں بولیا نہ جاوے — مگر کوئی بھاگ و نت جنت میں پاوے

جو لے پانی دُھلادن تیئں جگت ہات — رہے ندیاں سب سُکھ دھرت کی دھات

دُھلا کر بات مہمانا کے ہر یار — جو بھر بھر کرسٹیں طشتاں سورج سار

بہن لاگے دھرت سگلی ندی ہو — مگر سُو ہے ندی اب نگ بھی سو

دھتی مجلس کیرا سو مصر کا راج — جو اُس تھے وہ سبھہ مجلس دیسے تاج

عروسانی محلاں اَت سہانے — بچھلے اُس ماں شاہانی بچھانے

سٹے دو تخت وہاں کُندن جڑت کر — جو عاروس ہور شہہ بیٹھے اُنوں پر

کیتی عاروس عروسانی پر ہلاوا — ہور اس نے پیروا سب سہاوا

خلیل اللہ کا معتاد تھا جوں — اُسی معتاد پر یعقوب تھا تیوں

ہوا شادی سوں شہہ عاروس کا تخت — یکٹ شہہ پائی سو دھن کی بڑی بخت

مبارکباد کوں مجلس کے سب لوگ
خزینے اُن اُپر وارن لگے تھوک

خوشی سوں یوسف اُٹھ کر سب جنیاں سات
میلے ہور دست بوسی تیں دیتے ہات

بھیجائے عاروس کوں سو دن محل مان
جو اس سنگار سوں گھر سُرگ میں ناں

ہزاراں باندیاں خدمت کرن ہار
پچھیں آگل تھے دوڑیاں سات اُس نار

سُنا مانک جو وار اُس نار پر ہتی
سٹے سو چھپ رہے اُس تل دھرتی

سنگارے سر تے سر تے پاؤں لگ اُس
مبارک باد بولے دوئی جگ اُس

جو اس گھر مان جلوے کی عروس آئی
محل کوں نور دے جلوے منیں لیائی

ولی اچنوں بنی تپتی اُتا لی
کہ بنڑا ہوئے کب مجلس سے خالی

جو اتنے میں سُلکھن رین آئی
چھبیلی لٹ ستیں سورج چھپائی

ستاریاں سات انبر کوں سنگارے
شمع دیوے میاں ستیں بھوئیں کوں سنوارے

بہو تعظیم سوں لوگاں کوں بہورائے
سجن بنڑا بنی کی سیج چل آئے

محل عاروس تھے تھا نور سنپور
سو داٹیا آئے شہ کا نور اُس نور

دیکھی عاروس شہ کوں کھول چکھ آنکھ
حریری دامنی مکھ ڈھانک کر جھانک

سو ہوی اُس نور تھے بیتاب یکایک
کہ جوں موسیٰ خدا کے نور کوں دیک

بنی کا حال یوں بنڑا جو دیکھا
سو اس کا گود نا ہیں کھینچ بیٹھا

اتاریا ہات سینے اور مکھ پر
گوسیّاں آپ سکھی یہ مہر رکھ کر

سگند باس امرت سوں جیوں دیا پھیر
سو بے ہوشی تھے ہشیار اس کیتا پھیر

جو اول اس دیکھن تھے مکھ پھراوے
سو اب اس مکھ کوں پرتوں سوں نجھاوے

جو شہ پھر پھر دیکھیا عاروس کا مکھ
دیکھت اس نین کا بھوتیک لیتا سکھ

کہ سو کچ روپ دیکھیا نیں سو تب
جو روپ ایسا نہ دیکھے سرگ میں کب

نین کا سکھ لیتیں یوں ہوا خیال
کہ لینا انگ سنگ کا سکھ اس حال

سو باہاں سوں لپیٹا اس لا لیتا گل
لیتا من سکھ سینے لائے چیکل

مدن مورت مکھ پر موکھ رکھیا
ادھر امرت مدن مدپان چاکھیا

مدن رس پورتا رنگ ہات لیتا
لٹاپٹ سوں رلیاں بہو دھاتاں کیتا

لٹاپٹ سات سہوی ماندھی جورانی
گوہر سرپوش پایا دھن نشانی

بکٹ مانک رکھی کندن کی درجگ
جو وہ درجگ سنبھالی بہہ جتن رکھ

نہ کداس کا کلف کھولیا کسی تھے
نہ کد اس قفل تیں کیلی دیسے تھے

سو یوسف کن جو تھی کیلی رتن کی
اسوں کھولیا نیکی درجگ رتن کی

اول درجگ میں نے مانیک تھا ایک
کھلے پر نیکلے مانیک بھوتیک

پہلیں تھا سو مانک ایک اس حال
عجب جے ہو رہیا مانک نیکلے لال

ستّیا مچھلی دیکھت امریت چشماں — دلے پایا نہیں کچ نیر اُس ماں
عجب دیکھو کھلے جا سوں سو بھر کر — رہی جا کر کلی کیوڑے کے بھیتر
جو جا سن کھیل لیایا بار گلال — کلی کیوڑے کی گرے پھول دی تھال
بندیا الماس لاجب ڈھال موتی — ڈھلی موتی میں تھے یا قوت جوتی
عجب دُسرا جو اُس الماس تھے تب — بہوت موتی ڈھلے موتی بندیا جب
مچھی بن نیر کے چشمے میں پڑ کر — سٹی موتی کلیاں اس تھے گھر کر
نہ موتی دیو تے مچھ سمندر میں ہوئی — نہ چشمے ماں تھے پاوے کلیاں کوئی
نہیں ایسا خبر پانی دھرن ہار — جو اس تھے میاں پانی سوں بھرن ہار
جو یوسف پائے بست اپنی امانت — کہ جوں سہنے میں تھے اپنی اشارت
سو اُس عجب گن سمند کوں پوچھتا کہ بھول — رہیا کیوں ان بندیا موتی یہ امول
کلی کیوں نا مدن بارے تھے کھیلی — کھلی کیوں ناں دُر جگ پائے کیلی
دیتی وہ نار اُسے یوں جواب میٹھا — عزیز مصر بن منج کوئی نہ دیٹھا
اگرچہ تھا دنیا کے کام میں چست — مدن کے باب تھا بن لوب اک سست
نہ تھی اچھتیں جو توں سہنے میں آ کر — کیا منج دھن کو دھن آپنا کر
رکھی سنبھال کوشش سوں تیرا مال — تجھے انبڑائی تیرا مال سنبھال

جو یوسف یہ خبر اس تھے کیتے کان
اَدِک پیرت لگا اَگلا دیتے مان

سو یوسف اُس چتر دھن کوں دیتے یاد
کہ اے تیری پرت سوں من میرا شاد

جو توں اول منجے فرما دتی تھی
گنہ منج انگ لاون جاوتی تھی

بہو چوری چھپی کا کام تھا وہ
سو دیک اندیش اب یہ خوب یاد

کہی رانی کہ سچ توں آکھتا سو
ولے کیوں رہ سکے نیہہ راکھتا سو

جو توں اس روپ سوں ہوتے دِشٹ تل
سو تیرے انگ سنگ بِن کیوں رہت

جو میں آپار پیرت راکھتی تھی
سو رکھ معذور جے کچ آکھتی تھی

جو کیتی عذر خواہی نار بہہ دھات
سجن بھی عذر خواہی سوں کیا بات

کہاں ہوئے اس خوشی کوں جگ منیں انت
جو عاشق سوں رہے معشوق ہو کنت

سرخی ندارد

نہ راہی کچ جدائی ہور انتر
میٹھائی سوں رہی جوں دود شکر

جے کوئی معشوق سوں بھی ہوئے عاشق
یکس کے عشق میں یک ہوئے صادق

ولے یہ مرتبا عاشق نہ یاوے[1]
مگر بہہ دلیں یہ ہے سوں گماوے

نہ کوئی معشوق کوں پاتا جگت میں
مگر بہہ ذلیں کھوئے اِتن پرت میں

---

[1] یاوے

نہ کس معشوق جگ میں بات آوے ۔۔۔ مگر دو جگ تھے بہا اس کوں دھلائے
نہ کس عاشق کوں ہوئے معشوق عاشق ۔۔۔ مگر پایا ہوا اُس تھے عشقِ صادق
زلیخا عشق میں بہوتیک سچی تھی ۔۔۔ بچی تھی عشق جب تھے او بچی تھی
ننھی سین میں جو نازک گڑی ساز ۔۔۔ گڑیاں کھیلے اپس میں آپ جن ٹھار
اُنوں میں تھے ہر ایک جوڑا جوڑا کھے ۔۔۔ سو عاشق ہور معشوق ان کوا آکھے
گماوی کھیل نس دن عشق کے کھیل ۔۔۔ بن کھیلی ہور کچ بن عشق کے کھیل
جو اِتنی تھی بجھی بُدکی نشانی ۔۔۔ سُو دھنا ہور یا نواں کر پچھانی
یکایک میت کوں سُہنے میں دیکھٹی ۔۔۔ پنٹ اس تھے جگائی عشق اگیٹھی
سٹی ماں باپ اپنا ملک چھوڑی ۔۔۔ لیتی پردیس سب تھے مُکھ موڑی
سجن کوں دھنڈنے تیئں مصر کوں آئی ۔۔۔ وہاں یہ دیس اس دھا لوتی سو بہائی
سجن کے تیئں کیتی خالی خزینا ۔۔۔ خزینہ نیہہ بھر صندوق سینا
جوانی پیہہ کے دُکھ میں گنوائی ۔۔۔ سلونے نین[1] پانی کر چیوائی
جوانی نین بھوگ مانگی اسی جوگ ۔۔۔ اُسی کوں دی جوانی نین کا بھوگ

---

[1] تین

جو وہ یوں عشق میں سیدھی رہی جم — ہیا میں عشق کیاں زخماں سہی جم
سو یوسف کوں بھی اس کا عشق لاگا — پرت اس کا کیتا اُس من میں جاگا
سو کیج رانی سوں باندھیا آپنا دل — جو اُس کوں تا گمیں اس باج یک تل
رکھے رانی کیرا بھاتا بہو گن — جیو ان بھاون کرے اسکا کھیا سن
رکھی رانی کیری بھاتی منے چیت — نہ اُس آن بھاوتا لیائے آپنے چیت
یکس کے ایک میلاوے سوں رہیں شاد — لگا پیٹ ہور رلیاں ستیں دل آباد
یکس کے ایک ادھر امرت کے متوال — یکس کا ایک انگ سنگ پائے خوش حال
یکس کوں ایک باہناں سوں ال پلیٹیں — یکس سوں ایک سینے لاگ لیٹیں
یکس کے ایک مکھ پر دھر سر سوئیں — یکس کی پاس تھے یک بے خبر سوئیں
یکس تھے یک لطیفے سوں سُنے بول — ہنسی بازی سوں دونوں کھنگرا کھول
یکس کا ایک کار ہا مان سو سیں — یکس سوں ایک لاؤں جاؤ روسیں
یکس سوں ایک راضی جیو سنگات — یکس کا بھاؤ تا دل کا یکس ہات
سدا سب بھوگ چوراسی بندول سات — سہاون سیج اُتل کُتل چھندوں سات
جو چھندوں بھاؤ سوں وہ نار یک رات — سجن کے پاس سے نہاٹی ہنسی سات
سجن بھی دوڑ اُس پر ہات ساٹیا — سو چولا نار کا یچن تھے پھاٹیا

کہی ناری سجن کون جے اول میں — کیتی تج سوں کیتا اس کا بدل تئیں
جو باٹیا تھا تیرا پیرہن میرے ہات — سو پھاڑیا توں میرا چولا بھی اس دھات
اینوں گن تھے لکیں سوں یک رلیاں سات — رہے تھے مل کہ جوں دونوں بھی یک دھات
ولے یوسف تھے وہ ناری سُگیانی — رہی تھی ہو حقیقت کی زندھانی
دوئی پردے تھے باہر نکلی تھی — سو وحدت کے انگن میلنے چلی تھی
دوئی سب دور ہو یک نور دیٹھی — چھٹک پھر جا دریا کے پور بیٹھی
عبادت بندگی میں ایک چت ہو — سُمت ہو مت ستیں آپ امرت ہو
عبادت ہور عابد ہور معبود — سبہہ یک دھات دیکھی ایک موجود
جو یوسف دیکھے اس کا حال اس دھات — کیتے یک خانقاہ اس تئیں چھندن سات
بہو نقشے گگن تھے ہور اچکل — انگن اس کا سُرگ تھے صاف نرمل
بہنواں جوں جور کیاں طاقاں کی محراب — ڈولارے ذکر تیں اس ماں قلّاب
محل میں اس دریچہ الاں کی صفا سات — نہ حاجت سُور ہور دیویاں کی دن رات
کھڑے روشن جو رستا تھا نب دستے — کھڑے بندگی سوں نورانی فرشتے
سُنے روپے رتن کے جھاڑ دیچے — پنکھی اُن پر چُپے لے چونچ موچے
انگن کی رو کھڑے طوبیٰ کیرے دھات — ملک ان پر پنکھی ہو دیس ہور رات

عئے اس میں شہانی تخت سنگار | جو خرچے اس کے تئیں مانیک بھنگار
زلیخا کوں بہو چاؤں منا کر | خوشیاں سوں بسیلائے اس رلجا کر
کہیا اس کوں کہ اے گنونت ناری | تیرے اُپکار سوں منج شرم ساری
نہیں سارن سکوں اُپکار تیرا | نہ منج گر دن تھے اترے بھار تیرا
جو توں اول میرے تئیں گھر بندھائی | خزینے خرچ کر حنا لی کرائی
سو کیتا میں بھی تج تئیں یہ عمارت | جو توں کرتی رہی اس میں عبادت
اب اس گھر میں خدا کے دھیاں سوں رہ | جو اس کی نعمتاں کوئی نا سکے کہہ
جو بالے بال توں اندیش دیکھی | تو ہے اُپکار اس کا باج لیکھی
دیتا دولت فقیری دُور کر تج | کیتا نو خیز پیری دُور کر تج
جو تھے بہہ دیس تیرے نین نرجوت | دیتا رحمت سیتی یک تل میں پھر جوت
جو بہہ دن برہ بس بھیدیا تیرے من | دیتا امرت میلاوا برہ بھنجن
زلیخا بھی خدا سے پائی توفیق | جو ہیں اُس ٹھاؤں ساری بلنتھ تحقیق
جو راتی اس محل میں ذکر لاوے | خدا کا نور اس سب رخ تھے چھاوے
ایسوں گن اس محل میں تھے بہو کال | سبہہ مقصود اپنے پائے خوش حال
دنیاں میں کوئی سدا را ہے نہ یک حال | نہ کوئی جیو بھارا ہے سدا کال

زمانا جس چھڑاوے پھر اُتارے — خوشی سوں جس جیاوے دُکھ سوں مارے

نہیں کوئی اس دنیا میں مل دو یار — جو آخر نا دیکھے بچھڑے تھے آزار

مِلا وا بن میں جن جوں پھول کھیلے گا — سو بچھڑے دھوپ تھے سکھ کر ڈھلے گا

میلاوے سوں جہاں شادی گواویں — وہاں بچھڑے تھے پھر رُو رُو یلا ویں

جو یوسف تھے زلیخا پائی مقصود — میلاوا پائی ہوئی بختاں تھے خوشنود

سو کچھ سُکھ سات بسری دکھ پچھلا — جو یاد آوے نہ کچھ اُس دھاک اگلا

نہ گزرے یاج عشرت دیس ہور تیس — گزر گئی کچھ اگلی برس چالیس

دیتی جوں رُوکھ پھل نت بار سہہ بار — جو اس تھے رُکھ اٹھے سو بھی دیتے بار

سرخی ندارد

جو اتنے میں یکا یک رین میں — دیکھے ماں باپ کوں یوسف سپن میں

جو دیس لے سبھ تن نور کا بھیس — جھمکتا نور مکھ کا جوں سورج دیس

کہے یوسف کوں اے فرزند پیارے — کدھاں لگ بچھڑے سوں ہم سارے

ہمیں مشتاق ہیں مل تُرت ہم سات — سنے ماباپ تھے یوسف جو یہ بات

بہو مشتاق ہو کر جاگ اُٹھے — نیٹ اس شوق سوں نیاں تھے توٹے

کیتے روشن زلیخا پر بھی یہ حال
کیتے اُن ہیبتوں سے آہ جگ جال

ستن لوڑے جو یوسف اس جگت بھوگ
اُتا دل ہو بقا کے ملک کی جوگ

دعا کرنے لگے چت راکھ کر ٹھار
کہ اے جگ چت بھرا دن ہار کرتار

جو منج سر جائے کر دنیا میں لیایا
عجائب آپنے منج کوں دیکھایا

منج اپنی نعمتاں میں غرق کیتا
سنگاسن، تاج دولت راج دیتا

منج اپنی یاد کی توفیق دیتا
میری پیغمبری تحقیق کیتا

منج ایسی توں بڑائی سات رکھیا
سو کوئی میری بڑائی کوں نہ تاکیا

منج اب ملک بقا کا شوق ڈاٹیا
خدا گے ملک تھے خاطر اچاٹیا

ترت منج تھے فنا کا ملک کر دان
ترت ملکے بقا تیں بخش فرمان

مسلمانی کی حالت سوں منجے مار
میرے صالح بڑیاں کن دے منجے ٹھار

جو سائیں تھے زلیخا یہ خبر پائی
بھو بھر کے اُساس اَبَر کوں اَپڑائی

یقیں جانی کہ اب اس کی دعا تھے
ترت تاثیر دیسے گی خدا سے

کہ وہ ماریا دعا کی تیر جس دن
ہدف مقصود تھے چوکیا نہ کس دن

سو دکھ سوں جاتے دکھ کم نے مینے پر
لہو پانی سوں انجھواں کی جکڑ کر

چکڑ میں مکھ پیشانی سب رگڑ کر
ابد میں نامرادی کی سینڑ کر

اپی بھی یوں کرن لاگی مناجات
کہ اے سب جگ کوں دیون ہار حاجات

تٹی یوسف سے اب امید میری
ولے دائم دھروں امید تیری

کہ تو کرتار ہے دیا دیاونت
دکھیا کا دکھ ہرنت سائیں دیاونت

دیا کیتی سوں باندھے دار کھولے
دیا میگھن تھے موتی مُنہ تھے ولے

پہاڑاں دکھ کے یوں ہلکے کرے تو
جے کچھ لوڑی کرن قدرت دھرے توں

سکت یوسف کے بچھڑے کی نہ راکھوں
یہی مقصود اب تج سات آکھوں

کہ منج کوں ہور اس کوں مار یک بار
گھر میرا ہور اس کا جیو یک ٹھار

جو توں دیتا منجے انگ سنگ اس سات
سو میرے جیو کوں کر اس جیو سنگات

نہ لوڑوں راہنے جگ ماں اس بن
ہوس منج جیونے کی نان اس بن

سدا جینے سے بہتر مرگ اس باج
برا دوزخ تھے سو دن سرگ اس باج

نہ کرسے جے سنگات اسکے منجے توں
تو اول منج لیجا اس بعد اس کوں

صبوری یک تل اس بن کیوں رکھوں میں
جگت اس باج کیوں دیکھن سکوں میں

زلیخا تھے ایسوں گن دکھ دگد سات
نہ بوجھی دن کوں دن کر رات کوں رات

دگد دکھ رنگ رنگ نس دن دیسے بس
اسے یک رنگ دیسے دیس ہور نس

سرخی ندارد

تو دوجے دیس دِیسا صبح روشن ۔ سو کھولی جگ نرگس سار لوین

تنہا نی بھیس سوں یوسف پھر آئے ۔ سواری تیئں رکھے پگ پاوڑے پائے

جوا تنے مان جبرائیل آئے ۔ سو یوسف کوں سواری تھے رُکھائے

کہ تج فرصت نہیں باہیر نکلن ۔ نہ منگ اب پاورے دُوجے کوں چلن

تیرے تن کے نگر میں جیو جو ہے راج ۔ نکلنا ہے سواری دور کی آج

عین عشرت کی سٹ دے ہات تھے اب ۔ لکھ ریگ پاوڑے تھے عمر کی اب

جو یوسف اس بشارت پر رکھے کان ۔ وجود اپنا بسالیا بہہ خوشی مان

تُرت اس ملک کے میراثی کوں لیائے ۔ اُس اپنی تھاوں کیتے تخت بسلائے

کیتے اس ملک کے شاہی مقرر ۔ دیتے پند اُس کہ کر اُپکار جگ پر

کہے آخر زلیخا کوں بلاؤ ۔ بچھڑتے وقت اُس منج سوں ملاؤ

کہے لوگاں کہ وہ دکھ سوں پڑی ہے ۔ دگد کے بند میں سنپڑ اڑی ہے

نہ سکتی دیک تج اس حال سوں وہ ۔ بھلا جی راہی اپسے خیال سوں وہ

کہے یوسف بڑا منج دھاک ہے یہ ۔ جو اس حسرت قیامت لگ رہی یہ

کہے اس کوں خدا کے کر حوالے ۔ جو اس کی خیرت[1] سوں اس کوں راکھی

---

[1] حیرت

جو تھا یک سیب جبرائیل کے پاس
جو اس کی باس تھے لیوے ثمرک باس

دیتے وہ سیب یوسف کوں جو جبرئیل
دیتے جیو آپنا اس باس پر کھیل

لیتا اس تھے بقا کی باغ کی باس
سٹیا اس تھے فنا کی باغ کی آس

جو دیتے جیو اس باسوں تھے یوسف
جگت فریاد لائے بے توقف

جو کچ فریاد میں آئے جگت سب
جو انبر گرج کر ہدری دھرت سب

زلیخا پوچھ اٹھی یہ غل سو کیا ہے
جو اس غل تھے دھرت انبر بھریا ہے

کہے لوگاں کہ وہ شاہ جوان بخت
چڑھیا تابوت تختے پر سٹیا تخت

دنیاں کا تنگ کلیا چھوڑ دیتا
چھجے پر لامکاں کے ٹھاوں کیتا

زلیخا بے خبر ہوئی اس خبر تھے
اثر سُدکا نہ رہیا اس اثر تھے

پڑی اس ہول تھے وہ سُرد بھول یک
بہو خواری سوں بھوئیں پر پچھاڑں کی سہاک

گذر گے تین دیس اس کوں اسی دھات
جو چوتھے دیس اوٹھی چُکھ خبر سات

سو بھی اُس یاد کر بے ہوش ہوئی پھیر
پچھاڑی کھا پڑی آنکھیاں اندھیر

اینوں گن تین تین دن تین نوبت
پڑی بے ہوش ہو وہ نار سُمرت

جو چوتھے بار اُسے آئی خبر چکھ
سبجن کوں پوچھ کر لاگی کرن دکھ

کہ یوسف کیا ہوا دِستا نہیں منج
نشاں اس کی نہیں دِستی کہیں منج

جتا پوچھی یہی بولے نشانی — کہ جوں دھن اس کیتے بھوئیں نہانی
نہ راہی سور دھرتی تل رین بن — سو دھرتی تل رہیا وہ سورنس دن
زلیخا جب سورج اپنا چھپائی — کمل جوں باج سورج کُملائی
کھلیا جوں کول کیتے پھاڑ کپڑے — نہ کھیلے کول جب سورج نہ سنپڑے
ہیا پھر پھر نکھوں سوں چیر لیوے — ہیا کی آگ مت باہیر دیوے
جتاں باٹاں ہیا کوں ہونے اگلیاں — اگن بھی آئی اس باٹاں تھے سکلیاں
رکت گھرے جھڑانسیاں باڑ مکھ پر — اَدِٹ چشماں بھاوے کالوے کر
جو ہر اک کالوا اس تھے بہاوے — سو اُس تھے پیک حسرت کی لگاوے
جو انجھواں لال ہور اُجلے بہاوے — سو جوں گلال ہور ابیل گنداوے
جھڑانساں کے جو خط مکھ پر سُہاویں — سُنے پٹی اُپر سرخی لکھاویں
کبھیں سینا کبھیں سر کوٹ لیتی — کبھیں نی مار مکھ پر دکھ سیتی
کبھیں بھوئیں پر پچھاڑی کھائے پڑتی — رکت ماٹی منیں خواری سوں لڑتی
کبھیں بھوئیں پر پچھاڑی لیں اپنا — رکت سوں لال کرتی بھیس اپنا
بہوتیک لونچ کر ملکے کیتی پال — نہ ہووے دکھ بھار تو ہلکا کسی حال
جو آدھا کاٹ سٹ دیں سو جنا در — کری تھڑ پڑ رکت ماٹی میں پڑ کر

ا بھاڑ

لگی فریاد آنبر کوں آنپڑانے   نوازش سات رو رو کر پکارے

کہ شہ میرا کہاں ہور شاہی اس کی   جو چلتی تھی جگت میں دوائی اس کی

غریباں پر کہاں اس کا میا مان   فقیراں پر کہاں اس کا دیا دان

نہ چھپتا دیس سورج باج آبور   سو بن آبور کیوں چھپیا میرا سور

جو سورج رات گھر دھرتی تلیں جائے   تمرت بھی دن دیا ون مکھ دکھلائے

میرا سورج سو اپنا مکھ چھپالے   بہو دیساں تھے کیوں نا مکھ دیکھائے

سواری ایک تل کہیں جاوتی بار   نہ جاوے منج پوچھے بن کسی ٹھار

سو ٹٹا وقت کیسا آگیا یوں   جو وہ پردیس پوچھے بن گیا کیوں

بڑی حسرت جو میں دیکھی نہ اس دیس   جو وہ پردیس تیں لیتا نوا بھیس

جو وہ نکلیا سواری پر ملک کے   عینین اپنے مڑدڑیا اس ملک تھے

نہ چھوٹے جوں عینین اسکے نیکے ہات   نہ راہی جوں رکاب اس کے چرن سات

سواری تھے جو ماندے ہوئے فوی گئے   گلاب انجھواں سوں انگ اس کا نہ دھلولائے

جو سٹ کر تخت تختے پر گیا وہ   سہاوں تخت تختے کوں گیا وہ

نوا و تخت نا دیکھی نین سوں   نہ کیتی اس جڑت انجھواں رتن سوں

جو سادا آن سیا بیٹا پردا   نہ دیکھی جے دیسیا کیسا سہادا

جو لوگاں سب مل اس کا بھار آچاۓ	سو اس کا بھار سب سر لے چلاۓ
نہ تھی اس وقت میں اُس بھار سنگات	جو سینا کوٹتی جاتی طبل دھات
کنٹھے نادِ رنگ رونے سوں اچاتی	سو جوں اس بھار میں بایاد اجاتی
جماس کوں تخت تختے تھے اُچا کر	چھپا را کھے بھنیارے میں چھپا کر
نہ بیٹھی میں بھُنیارے ماں سنگات	جو اچھتی رات دن گھپرے لگا س سات
عجب یہ نامرادی میں جو سُو سی	قیامت لگ اسی کا رہی آسو سی
سدا جس کی وفا میں جیو کو جی	سو ایسا بے وفا ہوئے کر نہ پوجھی
سدا ست ہوئے کر را کھی پتیارا	نہ ہیا تی جے دغا دے جان ہارا
پتیارا منج کوں دے کر پیارے	دغا دے کیوں منجے سٹ کر گیا رے
پیارے کیوں منجے کیتا یکیلی	سہلیاں سات کیوں بیٹھوں دھیلی
پیارے کیوں نہ جیکھ منج پیار کیتا	بخیلی کر نہ یک دیدار دیتا
جو دیتا منج غنیمت ایک دیدار	تو میں بھی جیو دیتی دیکھ دیدار
میرے دل میں تتی حسرت کیرے تیر	پیارے دیکھ آ میرا ہیا چیر
منجے یوں دکھ دو زخ ماں سٹ کر	سُرگ کی باٹ پکڑیا توں سو اُٹھ کر
جلوں دوزخ کی لکڑی ہوئے میں سو	رہیا ہو کر سرگ کا پھول تیں سو

جو اَب توں منج لگ آنے کی نئیں آس   بھلا ہے آؤں میں اب تُرت تج پاس
کہی یوں ہور عماری ماں بیٹھی   سلگتی جوں کہ دوزخ کی اَنگیٹھی
دیکھی جا کر سجن کا ٹھاؤں جو تُرت   سٹالی کھائی تَل سر پاؤں ہو تُرت
نشان اپنے رتن کی دیکھن آئی   گیلی ماٹی کے ڈھکلے بِن نہ پائی
اسی ماٹی میں وہ جگ دیپ آجیت   پڑی لڑتی رہی جوں چھاؤں کی رِیت
سُنے سا رنگ ماٹی میں میلائی   اَنجھو رتنا ہیں ماٹی میں دبائی
کبھیں پڑتی سرہانے کی طرف آئی   کبھیں خواری سوں لڑتی پائنتی جائی
کبھیں ماٹی میں سینا لے رگڑتی   کبھیں مُکھ ادر ہور نیَن بھرتی چکرتی
کبھیں کہتی کہ اے جیو کے پیارے   انجھوں تج باج یہ جیو کیوں رہیا رے
چھپیا توں بھوئیں میں جوں پھول ڈال جڑ   اُڑے ہوں ہیں سو جوں پھول ڈال اُو جڑ
دھرت تَل توں سو جانوں رات کو سُور   دھرت پر میں سو برسن ہار آبُور
رہیا توں دھرت تل نرمل جل سار   دھرت پر ہیں سو جوں گسپٹ چلن ہار
بھریا سب جگ دھواں میری جلن تھے   سو بہتا نیر سب جگ کے نین تھے
سو کچھ رو رو ترختی دُکھ کر کر   جو ترخی دیکھ اس دھرتی ہور انبر
اُلالے دد دکھ سوں جوں آہ مارے   اڑین جل راکھ ہو آسمان سارے

سو پکڑ گلتی بکستی نار سمرت — جو پانی ہوئیں بکیں اُس دیکھ پربت
کیتا سب جگ میں اس کا دکھ تاثیر — سبہہ جگ کے کلیجے پھٹ ہوئے نیر
بہو بجواتی پیہہ کے دیکھنے باج — کہی کیا کام آویں یہ نین آج
نہ مانگی یہ نین اس دیکھنے باج — جواب اس کوں نہ دیکھی نین کس کاج
اندھارا پڑ رہیا سب دیس جوں رین — رہی بن دِشٹ نرگس سار ہو رین
نخرنے کو نکھوں سیتی کُرد کر — گھُرلی دو نین نراس ہو کر
گھُر کا سیاں تھے اس ماٹی میں سٹ دی — نین کا نسے اسی مائی سوں بھرلی
رکت بھریا مکھ اُس ماتے اُپر دھر — دیتی جیو پیہہ کے تئیں اسواس بھر کر
سجن کا دیہہ جس ماٹی میں پاتی — سو جیو اپنا وہاں ماٹی ملاتی
جگت اس دیک انبر انبڑا سے فریاد — کتے شاباش کہہ اس روح کوں شاد
بھلا عاشق جو دیوے جیو اپنا — وہاں جیو دے جہاں ہے پیو اپنا
پلائے اس پلاوں ہار کوں لوگ — بہو چالیاں سیتی جوں ڈھیا ٹھوک
سبہہ جگ روتی اس کوں نھلائی — میھول جوں انگ پھولوں[1] کا دھلائی

---

[1] بھولون

کلی کوں جوں ہریا اچھتا پرا وا — کفن اُس تن ہریا کیتے سہادا
رکھے یوسف کے بکھوے لا کر اس کوں — میلاتے پیو سوں یک جا کر اس کوں
میسر یوں کسے ہوئے موئے پر — جو اپنے پیہہ سوں مل ہوئے موئے پر
ولے جن کوئی کہیا ہے یہ حکایت — سو لیا یا ہے اِنوں دھاتوں روایت
کہ تھی وہ قبر جب ندنیل کے پار — سو ندکی پُور تھے انپڑیا کچ آزار
ہور اس آزار باج اس ٹھاؤں بہوت دھات — ہویاں پیدا بلایاں ہور آفات
سو پتھرے کا کیتے صندوق سنگین — رکھی یوسف کوں اس میں باہ کر چین
سو اس صندوق کوں راکھے ندی مان — زلیخا سات مل رہنے دیتی ناں
نہ کوئی دنیا کے داواں سوں سکھے جینت — نہ چنتیاں دیونے کرتیں اسے جینت
دنیاں کے مکر تھے مر کر پڑے سو — موئے پر مل رہے سو بچھڑے اد
چلی ہے یوں بڑیاں تھے اے بڑی بات — کہ ناہیں عشق میں راحت کسی دھات
چنگا موہت جو موہن تیں مرے یوں — بھگیارے میں سجن کے اوتری ہیں
اول پیو باج سب تھے دِشٹ اُپاڑے — پچھیں اس کیہ ہیں تن جیو کا رٹے
خدا کی رحمت اس کی جیو تن کوں — سجن تھے نور ہے اس کے نین کوں

سرخی ندارد

کروں اقرار اپنی عاجزی سوں — کہ شکرانہ خدا کا کہہ نہ سکے سوں

جو اُس کیاں نعمتاں کوں جب نہیں انت — سو کیوں اس شکر لگ ہوئے انت کوں پینتھ

جو منج من دِرشٹ کوں سو کچ دیتا نور — جو گم اس ماں سب ملکوت کا نور

میرے دل بزرگی ایسی دیلا یا — جو اٹھرہ سہس جگ اس میں گنتا یا

عرش جس میں جو سارے جگ سماوے — جو دیسے عرش انت اس میں نہ ماوے

کہیا ہے اُن جو اس کی پادتل عرش — کہ من مومن کیرا حق کا بڑا عرش

حدیث قدسی آسمانی ستیں دیک — نبی بولیا کہ یوں بولیا خدا ایک

کہ منج بھریا نہ کچ آپ میں سماکر — سمایا جوں منجے مومن انتر

جگت میں کوں چتر اس دھا دستا — جو خالق ہور مخلوق اس میں لبھا

دلے دلدار کوں ہے بہوتیک انترا — نہیں یک دھات دیں ہور تھینکرا

میری من آرسی سو کچ منجھایا — جو سب کچ میں تھے نور اپنا دیکھلایا

بوجھایا آپنی توحید منج کوں — کیتا شیریں زباں اپنے بچن سوں

سو کچ قدرت دیتا میری زباں کوں — جتا پچ گت چھپے کھولوں زباں سوں

کبھیں جبروت کا گُٹ بولنے جاؤں — کبھیں لاہوت کا پردا کھلاؤں
کبھیں بولوں قدر ہور رمز بہو دھات — کہوں بتیاں خدا کیری مدد سات
کبھیں ہوئے زباں حجت کی تروار — گھیدپڑوں کفر ہور بدعت کے پرواز
کروں اسلام کے تئیں ملک گیری — کرے پس اُو قوی تروار میری
خوارج پر خروج ایسا کروں اُٹ — جو خارج ہوئیں اپنے دین تھے تُٹ
جن اہلبیت کو کم دوست راکھے — میری شمشیر کی زخماں تھے دھاکے
جو چیریاں کا ترت دل ہوئے ظاہر — میری تروار اُن کو حد تھے باہر
جو دھڑے بوتی سامیاں[1] نہیں کر — سکوں اُن کوں نہیں کرنی زمیں پر
منجم جے میرے نزدیک آوے — تو منج تھے جو ہر تنزیہ پاوے
نبوت تھے جو منکر ہیں برہمن — اگر راکھے میرے بولاں اُپر من
سبھی زنار اپنی چھوڑ دیویں — گلے میں ..... ہور تقلید لیویں
اماماں کوں خدا راکھیا جو معصوم — جن انکی پیروی تھے ہوئے محروم
کروں اُن کوں بوجھا اپنی زباں سوں — جو اُس گھر کاں تھے آوے نور اُن کوں
جو اس تھے ہوئے آندھارا دوئی ددر — نبی بولے ہور اُن کوں پائیں یک نور
بڑی کیلی زبان ہے فتح کے تئیں — خزینے غیب کی اس سوں کھولوں میں
درود اس مصطفیٰ پر جے کھیا اُو — کہ ہے حق کوں عرش تل ایک دھن جو

---
[1] سانیاں

فرہنگ

آپار	بے حد، بے انتہا	آپس	خود
آپنے	اپنے	آکاش	آسمان
آدھر	آدھر ہونٹ	آرت	آرتی
آکار	شکل		
آگو	آگے	آدھاک	(آدِھک سنسکرت) زیادہ
آچار	آچاریہ		بہت
آچھے	رہے	آسوں	آس کی جمع
آرسیاں	آرسی کی جمع	آلی	محبوب سکھی
آکھوں	کہوں (پنجابی)	آچپل	(اچپل) شوخ
آنگھیں	آگے		
آگل	آگے	آکھی	کہی (پنجابی)
آچھا	اچھا	آکھے	کہے (پنجابی)

آدِٹ	غائب۔ جو دکھائی نہ دے	اُپجایا	پیدا کیا
آرا	آرہا	اُجال	اُجالا
آہے	ہے	ایسو	ایسا
آبور	ابر	النکار	زیبائش (سنسکرت) خوبصورتی
آجیت	سورج	اُتم	اعلیٰ
آپ	اپنے	اگیاں	لاعلمی
اُپر	اوپر	اُتر	جواب (سنسکرت)
اپن	ہم۔ خود	اُپم	اُپما (سنسکرت) تشبیہ تمثیل
اپیں	آپ ہی۔ خود	اشٹ	(سنسکرت) آٹھ
اپکار	احسان	اُو	وہ
اچپل	شوخ۔ چنچل	ان بھاتا	ناپسندیدہ
اچھیں	ہوں۔ رہیں	انپڑاتے	پکڑواتے
آدمیاں	آدمی (آدمی) کا جمع	اسوں	(اس سوں) اس سے
انبر	آسمان	ابھوں	ابھی
اُنوں	وہ۔ اُن	اندھارا	اندھیرا۔
امول	بے بہا	اُتل مُتل	اُتھل پتھل
اچھے	رہے	اودھانی	ہوشمند
اُجاون	اٹھانا	انتر	اندرونی۔ فرق
اگلی	زیادہ۔ بہت	انترا	گیت کا مستزاد ٹکڑا موسیقی کی اصطلاح
ادتی	اُتنی	ادک	(ادھک) زیادہ۔ بہت
اُمس	جوشش	اتاول	جلدی۔ بے چینی

انگ	جسم	ابروپ	خوب صورت - نادر
اشٹ ایسور	اٹھ قسم کی دولت	آتش خور	ایک جانور کا نام جس کی غذا آگ ہے۔
اَمرت	امرت		
اچھریاں	حوریں	اُدبھو	پیدا ہونا
اگن	آگ	انگلیاں	(انگلی - زیادہ) کی جمع
اسمان	آسمان	انجوان	انجھو - انجھو (سنسکرت. اشک) کی جمع
ارداش	عرض داشت		
اَت	بہت - زیادہ	اندھکار	اندھیرا (سنسکرت)
اچھر	(سنسکرت) اکشر) حرف	اوچت	یکایک
الت	خاتمہ	اُدھان	دہان
ادگون	بدخصال	اڑرائی	چلائی
اوست	جھوٹ	ادبھڑ	جس کی جڑ نہ ہو
انگ	جسم	انجھرں	ابھی تک
اماماں	امام کی جمع	اسرواد	(آشیرواد) دعا
اَن	اناج	اُتالا	جلدباز
ادھارے	(آدھار - سنسکرت) سہارا	اُسواس	(اُسانس) - آہ
اشٹ دک	(اشٹ دشا) آٹھ سمتیں	اذیان	اذان
اڑدائے	(اڑلائے) بھیجے	اُترگ	(اُتر - سنسکرت) جواب
اُدنچ	اونچا	اپاڑنا	اکھاڑنا
اندھلا	اندھا	اونٹاں	اونٹ کی جمع
ایوں	ان - ایسی - یہہ	آلی	اعلیٰ

لفظ	معنی	لفظ	معنی
اونتّ	ترقی یافتہ۔ اعلیٰ		جس سے سیری ہو
اُپھاڑے	اکھاڑے	ایہاں	یہاں
اُپھاڑن	اکھاڑنا	اینٹھ	اینٹ
اَدھ مرا	ادھ موا	اُساسی	اساس = آہ
اُٹھیان	اٹھی (فعل) کی جمع	ادبال	اُبال
اوڑیاں	اوڑی (اوڑھی فعل) کی جمع	ادھر	(ادترا سنسکرت) معلق
اوتار	اُتار	ادھر	ہونٹ
امل	نشہ آور مشروب شراب	اہے	ہے (مراہٹی)
اندراِن	ایک قسم کا تلخ پھل اندرائن	انیندی	بے خواب
انگیٹھی	انگیٹھی	اچھن	رہنا
آوتا	آتا	آوازا	آواز
آروس	عروس۔ دلہن	اوچاٹ	(اُچاٹ) پریشان
انگار	آگ	اگیانی	جاہل۔ لاعلم
آدیکھے	جس کو دیکھا نہ گیا ہو	اُبریا	بچ رہا
اُپجاوتا	(اپج = پیدا ہونا) پیدا کرنا	اندران	اندرائن
اپتالج	(اپتال + لج) اب۔	راندی	اندر۔ باطن
اچ	(اچھ) رہے	آدیکھے پن	نہیں دیکھ سکنا۔ حسد
او	وہ	ابراہن	زلیہ رات
اہل	(اہلیہ) بیوی	آڑا ہوئے	حائل ہوئے
اُڑانا	مذاق اڑانا	آد	آدھا
آگھادن	(آگھانا = سیر ہونا)	آدکلا	بے چین

اُپج	پیدائش	بسار دوں	بھول جاؤں
اولیچھے	اول ہی - پہلے ہی	بسارے	بھلا دے
اُونگھیا	(اُونگھنا: اکتانا) اکتا گیا	بہانیاں	(بہانے) کی جمع
اونچ بہت	بلند بہت	باؤ	ہوا
آوتی جاوتی	آتی جاتی	بارا	ہوا
اُبرا	بچا ہوا - باقی ماندہ	بھڑکا	شعلہ
ابھاگی	بدقسمت	بھنجن	بھجن
اولکھن	بدقسمت	بھنجن	(سنسکرت) توڑنا - بھیگنا
اس واسں	اس واسطے	بھدرا	(بدرۃ - عربی) تھیلی
اُدگھڑ	بے ڈول - بے ڈھنگا	برائے	بیگانے
اتجانگی	لاعلمی	بولیا	بولا
اُچھال	بادل	بھی	پھر
اُبھڑا	(اُبھرنے - ہراہٹی)	باند	باندھ
	پھیلا ہوا - محیط	بہو، بھو	بہت
ب		بچھانا	بچھونا
بھارہ	وزن - باہر - فوج	بل جاؤں	قربان جاؤں
بہانہ	بہانہ	بست	(سنسکرت وستو) چیز
بن	بغیر	بُڈھے	بڑھے
بی	بھی	باول	(باولا) دلوانہ
بلہار	قربان	باج	بغیر

بہوتیک / بھوتیک	بہت ہی	بلونند	(بلونت) طاقت ور
		بلایاں	بلا کی جمع
بندیاں	بندے (غلام) کی جمع	بھیدیا	سرایت کر گیا۔ اثر کر گیا۔
بخشش	بخشنا	بے غش	بے ہوش
بھوت	بہت	بیس	بیٹھ
بھاوت	بھائے	بیٹھے	بیٹھے
بھاوتا	پسندیدہ۔ محبوب	بیو	(سنسکرت دانی) بون۔ بات
بھوئیں	(سنسکرت) زمین	بچارنی	غور و خوض
بائیں	باولی کنواں	بچارک	متفکر
	(بھانا۔ ڈالنا) ڈالیں	بسیالے	(بیس۔ زہر) زہریلے
		بختاں	بخت کی جمع
بجل / بجُل	بجلی	بچن	بات
بُدھ	عقل	دکھ	تکلیف
بُدھی	عقل	دکدیاں	تکالیف
بکُبل	قربان ہونا	باز	بازو
بھیتر	اندر۔ میں	بجھی	بوجھی
برہ	جدائی۔ فراق	بھوگی	عیش پسند
برہا	جدائی۔ فراق	برتن	استعمال کرنا
برہا سنتاؤ	جدائی کا دکھ	بہہ	بہت
بھوگن	عیش پرست	بھادیں	ڈالیں
بھوگن بلاس	عیش و عشرت	بجھلے	بجھے

باں	بانھہ - بازو	بار	دروازہ
بار	تاخیر	بنڈاں دی	تقسیم کرنا
دوسوں	دوش (الزام سنسکرت)	بیگ	جلدی
	کی جمع	بیگی	
بھریا	بھرا	بھارں	بھاری
بکٹ	سخت	برک	(ورشا. سنسکرت) برکھا۔ بارش
بانہاں	باہیں	بھالداراں	بھالا رکھنے والے (سپاہی)
بھاگ	قسمت۔ حصّہ	بیتاں	بیت کی جمع
بھاگ ونت	خوش قسمت	بنیادم	بنی آدم
بھاتا	خواہش	بیہانی	پرائی
بدلیں	بدلے۔ بجائے	بھیاں	(بھئے = ہونا کی جمع) ہوئیں
بِس	زہر	باہیر	باہر
بدل	بادل	باہے	(بھائے) ڈالے
برسالت	برسات	بھروسا	بھروسہ
بُڑبُڑے	بُلبُلے	بختاں	بخشش کی جمع
بلایاں	بلا کی جمع۔ بلائیں۔	برگہ	برگ
بانچیا	باچیا (بچیا) کی الفیائی	بھوج	کھانا
	ہوئی شکل	بھورائی	بُرائی
بھنوری	بھنورا	بدونت	عقلمند
بھنور	بھنورا	بنجیا	(بنج = پیدا ہوا) پیدا ہوا
بتر	بدتر	بیہانے	بسر کرنے

بھیری	ایک پرندہ		ہے جو آسمان کا پانچواں
بندھیر	بیدھن		برج ہے۔
بچھوہا	جدائی	بیری	دشمنی
بھوپال	راجہ۔ حکمراں	بھاگسے	بھاگ سکے گا۔
باٹ	راستہ	رغو	ایک قسم کی نفیری
بچھڑی	فراق	بالے پن	بچپن
بھوڑائے	(بھوڑنا۔ واپس کرنا) واپس کیسے	بنھال	بنا = دولھا
بھونیارے	بھونگ۔ تہہ خانہ	بھرٹت	بھیڑ
برسن ہار	برسنے والا	بھرٹاں	بھیڑ کی جمع
بے درس پا	بے دست و پا	بھیکرے	بکھیرے
بنچالے	بچائے	باہ	(بھانا) ڈالنا
بھوند	دھوکا	بال	(بالک) لڑکا
بھوندنی	فریبی۔ دھوکا باز	بکھانے	(ویاکھان سنسکرت) بیان کیسے
بھر	باہر	بیلاس	(ولاس سنسکرت) عیش و عشرت
بچکتی	ڈرتی	بھئی	ہوئی
بلبلاں	بلبل کی جمع	بکیاں	(بکیان) ایک درخت جس کی
بل	طاقت		پتیاں نیم کی طرح ہوتی ہیں
بھرنت	بھرتی		اس کو بکائیں بھی کہتے ہیں۔
بھنکار	(بھرنکار سنسکرت) ہونا	برج	(بوجھ) علم
بکسنا	پھٹنا۔ پھوٹنا	بجن ہارے	جاننے والے
باگ	باگھ۔ شیر۔ کنایہ برج اسد	بھنڈار	ذخیرہ

بھکے	بھوکے	بگ	بگلا
بپنوں	بپن کی جمع	بھوجن	کھانا۔ غذا
بچھوے	بچھوے۔ پاؤں کی انگلیوں کا ایک زیور	بخشن ہار	بخشنے والا
		پ	
بند	بوند	پاپ	گناہ
بانک	کٹار	پات	پتے
بید	(وید) حکیم	پتالوں	پاتالوں
بھلائے	بھٹکائے	پھٹ	پھوٹ
بالوین	بائیں	پہلیں	پہلے
باند	غلام	پورسے	پورا ہو سکے گا
بھلیا	بھول گیا	پلیٹے	لپیٹے
بنتی	التجا۔ درخواست	پتیارا	اعتبار۔ بھروسہ
بوجھن	بجھا	پرگلیاں	پراتی کلیاں
		پورت	(پورتیہ سنسکرت) مکمل۔ پورا
بیس	دروازہ	پشانی	پشیمانی
بہتے نین	چشم گریاں	پاتری	رقاصہ
بریاں	برے کی جمع	پرم / پیرم	پریم محبت
بھوترا	بہترا		
بیندیا	سوراخ کیا ہوا (موتی)	پدم	کنول
بوجھک	علم۔ عرفان (عالم)	پدارت	دولت۔ سامان
بیندر	بیت در گاہ		

پیو		پُتیا	(پُتر) بیٹا
پی	محبوب	پھوٹیا	اُگا
پتیاں	(پُت - بیٹا) بیٹے - اولاد	پھاندے	پھندے
پرت	پرت - محبت	پولاد	فولاد
پڑدکا	(پاوک سنسکرت) آگ	پھیلارے	(پھیلاڑ) پرے - آگے - ادھر
پرگھٹ	(پرکٹ) ظاہر	پردیاں	پردے کی جمع
پین	پہن	پاوتے	پاتے
پربت	پہاڑ	پنم	چودھویں رات
پھُلا	پھول	پتر	خط
پارا	ایک قسم کا باجا	پاردکرن ہار	پریاد کرنے والا
پنتھی	راہرو	پھنکڑیاں	پنکھڑیاں
پگ	پاؤں	پون	ہوا
پار	(پاڑ) گرانا	پرمل	خوشبو
پٹن	شہر	پُردل	(پر + دَل) دشمنوں کی فوج
پلانا	گھمانا	پھاڑ	پہاڑ
پانی دھرے سوبانک	آب دار کٹار	پُربل	طاقت ور
پنجنی	پاؤں کا زیور	پھبے	(پھبنا = موقع ملنا) موقع ملے
پھُکٹے	پھوٹتے	پیرادا	پہناوا - لباس
پادڑا	رکاب	پرتول	پرتو
پاچ	(سنسکرت) زمرد	پھاٹیاں	پھاٹا (شاخ) کی جمع
پُتر	(سنسکرت) بیٹا	پھیلے	آگے - پہلے

پنکھی	(پنچھی) پرندے	پینڈ	جسم
پھل نیر	پھولوں کا عرق	پیلاک	پیلا
پیٹھنا	داخل ہونا۔ گھسنا	پینگاں لگے	پینگ دیں گے
پیکی	(پیک - مراٹھی فصل) حاصل کیا	بندیا	باندھا ہوا
پیک	(مراٹھی) فصل - حاصل	پتھریاں	(پتھر، پتھر) کی جمع
پاڑ	اجاڑ - برباد	پاکاں	پاک کی جمع
پنگرا	بچہ (گجراتی)	پہنا	پنہنا
پنگڑیاں	بچے	پینکھ	پر
پھاگڑی	بچہ	پھولری	خوشی
پنکرو	پرندہ	پیڑاں	پیڑ کی جمع
پیتری	پتر، خط	پھانٹے	شاخیں
پاپی۔	گنہ گار	پیتق	پیچن - پائل۔
پگھل	پگھل	پڑکار	پکار
پڑیاں	پڑی (فعل) کی جمع	پھیرنے	پیرہن
پران	جان	پھیلے	پہلے - قدیم
پنیہ	نیکی - ثواب	پیاسوں	پیاس کی جمع
پوچھتیاں	پوچھتی (فعل) کی جمع	پہنیاں	پہنی (فعل) کی جمع
پداروں	پدر (پدرت) کی جمع	پھُگ	پھولا ہوا
پچھلے	پہلے ہی	پرس	(سنسکرت پرش) خوشی
پاکھ	پاک	پرس	پارس
پوتر	(سنسکرت) = پاک	پیر	محبوب

پلکھاں	پلک کی جمع
پورتی	(پورتیہ سنسکرت) مکمل
	تمام۔ پورا
پرتوں	پرت (محبت) کی جمع
پاڑنا	گرانا۔ پھینکنا۔ برباد کرنا
پھاڑا	ٹکڑا۔ حصّہ
پڑیا	پڑا
پھیٹی	قطرہ
پھنّس	کٹھل
پھُلیل	خوشبودار تیل
پھولوا	پھول
پچھیں	بعد
پھیر	پھر
پڑیا	پہڑا
پاپ ناسن	پاپ (گناہ) کو ناس
	(ناش۔ تباہ) کرنے والا
پہناؤ	پہناوا
پاؤ	پاؤں
پوت	ڈھیر۔ انبار
پایاں	پائی (فعل) کی جمع
پچھاون	پہچان

پکاوے	فعل تیار کرے
پلاون ہار	پلانے والا
پکھوا	(پکش سنسکرت) گود۔ بازو
پروار	(پریوار سنسکرت) خاندان
پنکھی	پنچھی۔ پرندے۔

ت

تس	اُس
تھے	سے
تِن	وہ
تھانب	تھام
تج	تیرا
تِل	لمحہ
تئیں	تو
تِسلا	تسلی
تل	نیچے
تلین	نیچے
ترت	جلدی
تسے	اُسے
تھنڈ	ٹھنڈک
تھنڈ	ٹھنڈا
تُرنگ	گھوڑا

تھیں — تب ہی ۔ تو ہی
تائیں — (تاہیں) وہ ۔ اُسے
تھیں — تھے (سے) کی انفیائی شکل
تدھاں — تب
تُلنگ — گھوڑے کی ایک چال
تاریاں — تارے کی جمع
تگٹ — زرین کپڑا ۔ ایک قسم کا زری کا کام
تمٹے — ٹوٹے
تِتنا — اُتنا
تنتر — جادو
ترِی — تیری
تلملن — تلملانا
تحفا — تحفہ
تلوئیاں — تلوے کی جمع
توڑیا — توڑا
توج — تج ۔ تجھے
تمناں — تم
تلملی — بے چینی ۔ تڑپ
ترِبھون — تینوں عالم
تپسی — تپسیا کرنے والا
تٹی — ٹوٹی

تتھڑ — ٹوٹی
تتھڑ — ٹوٹ
ترخن — تڑپ
تلاشن — تلاش
تھیاں — تھی (فعل ناقص) کی جمع
تروار — تلوار
تریتی — تیرتی

ٹ

ٹھار — جگہ
ٹھاریاں — ٹھار (جگہ) کی جمع
ٹھاؤں — ٹھکانہ
ٹانگے — ٹانگ (پیر) کی جمع
ٹھیری — ٹھہری
ٹھارا — قرار
ٹھینکرا — ٹھکرا کی انفیائی شکل

ج

جگ — دنیا
جُگج — جو کچھ
جیو — دل ۔ زندگی

جیویالن	حیات پرور	جل	پانی
جگت	دنیا	جگت موہت	دنیا کو لبھانے والا
جالے	جلائے	جگت موہن	سب کا دل موہ لینے والا
جتا	جتنا	جھمکتا	چمکتا
جتے	جتنے	جوبن	جوانی
جے	جو	جڑت	جڑاؤ
جدھاں	جب	جوت	چمک
جھال	جوشش گرمی	جگ دیاون	دنیا کو منور کرنے والا
جائیگا	جگہ	جیوتے	زندہ
جیوائے	زندہ کرے	جن	آدمی
جالی	پردہ	جنے	آدمی
جیوتی	(جوتی) روشنی۔ چمک	جھوٹیں	جھوٹی کی
جیون	زندگی		الجھائی ہوئی شکل
جیا	دل	جھڑپ	جھاڑی
جگ میت	جس کو ساری دنیا دوست رکھے	جنیا باپ	سگا باپ
		جسومت	(مہیش۔ عظمت سنسکرت) عظیم
جگت پال	دنیا کی کفالت کرنے والا خدا	جوکھیں	جھونکیں
جگت آدھار	دنیا کا سہارا	جیوڑا	(جیا) دل
جنم	ہمیشہ۔ سدا	جتی	جتنی
جوتی	چمک۔ روشنی۔ آب و تاب	جاسن	جسم

رچیاں	جیب یا جیبھ کی جمع		تلاش کرنا) تلاش کرے
جنک	باپ	جنیاں	جن (لوگ) کی جمع
جنتر	آلہ موسیقی (سنسکرت)	جان ہارا	جاننے والا
جدولاں	جدول کی جمع	جلن ہار	جلنے والا
جامون	جامن	جگمیندی	جگمگانے والی - چمکیلی
جوڑا	بالوں کا جوڑا	جاسول	جسم
جناور	جانور	جن	جو
		چ	
جگجگا دے	چمکے		
جالتا	جلاتا	چکھ	(چکشو سنسکرت) آنکھ
جوزا	آسمان کا تیسرا برج جس کی شکل دو جوڑواں لڑکوں جیسی قرار دی گئی ہے۔	چکھ	ذرا
		چرن	پاؤں
		چھنکائے	چھڑکے
جھمکٹ	چمک	چک	(چکوا) ایک پرندہ
جھکنا	غم کھانا	چٹ پٹی	بے چینی - اضطراب
جھر	گرمی - غصہ	چکا دے	چرائے
جد	کوشش - محنت	چڑ	چڑھ
جھُٹ	جھوٹ	چارا	غذا
جوگ	(سنسکرت - یوگیہ) واسطے قابل	چُب	چُبھ
		چنت	ذکر
جیوتے جیو	جیتے جی	چنتے	اندیشے - فکر
جووے	(جویدن = فارسی -	چندر	چاند

چندر	چاند		
چھٹک	بوند۔ چھینٹ	چھتر	سایہ
چھٹک	قطرہ	چوسارگی	ہنرمندی۔ خوب صورتی
چوسار	ہوشیار۔ ہنرمند	چتر	ہوشیار۔ دانا
چندن	صندل	چیرا	کپڑا۔ غلام
چلبل	چلبلا	چمی	چومی
		چومیا	چوما
چنگی	چنگاری	چمکے	چومے
چودویں	چودھویں	چیشٹی	کوشش۔ اذیت
چرن ہار	چرنے والا	چھڑے چھاٹ	تنہا۔ بے تعلق
چشماں	چشمے کی جمع	چونڈی	دھوکا
چڑائے	چڑھائے	چنتی	(چنتا) فکر
چل سسی	چل سکے گا	چٹپٹائے	تڑپے
چپکی	بھینچنا	چاکھے	چکھے
چتر	تصویر	چنگا	چنگاری
چتارے	تصویر بنائے	چاکھنی	بوسہ
چتاری	مصوری	چربھے	چبھے
چنچل	شوخ	چڑنت	چڑھنا
چھند	ناز و ادا	چپی	خاموشی
چوراسی بندون	سنگار کے چوراسی طریقے	چکرتی	(چکرت سنسکرت) حیران
چند	چاند	چاکھن	چکھنا

چاڑ	محبت۔ آنند	خش خش	خشخاس
چوبیس	چُبھتے	خوئی	پسینہ
چونے	چبنے	خبراں	خبر کی جمع
چیکڑ	کیچڑ		
چت	(چنت۔ چنتا) فکر		**د**
چنبل	چنبیا	دیا	مہربانی۔ رحم
چت	دل	دیا ونت	مہربان
چغیاں	چغی (فعل) کی جمع	دوسا	(دوش سنسکرت) الزام
چوندھر	چاروں طرف		قصور
چلنتر	چالباز	دیوے	چراغ
چلنت	چلت۔ چال	دھرتری	(دھرتی) زمین
چھٹک	نجات		
چیکل	چکلا۔ چوڑا	دھیرک	(دھیریہ سنسکرت) ہمت
چاکھیا	چکھا		دلاسہ
چین	چینی	داٹ	شدت
		درنگ	تاخیر۔ دیر
ح		دِک	(درک) آنکھ
			آنسو سے بھی مراد لیتے ہیں
حمیلاں	حمائل کی جمع		
حلے	حیلے	دوجا	دوسرا
خ		دلیالل	دیوال (دیوار) کی جمع
خاس	خاص	دکھ وادھی	غم نصیب

ڈُکال	(ڈُکال) قحط	دیکھیا	دیکھا
دھوسے	(دھونس = دھمکی)	داواں	داؤ کی جمع
	کُرلائے	دلیس	دل
دنب	دم	دلیاں	دلیں (دل) کی جمع
دھرت	(دھرتی) زمین	دھنڈا	ڈھونڈا
دھک	دھر دھر چلنا	دوزخیاں	دوزخی کی جمع
دوچیت	دودل = اُچاٹ	دول	دو
دھادے	دوڑے	ویلایا	دلایا
داک	انگور	دِرشٹ	(درشٹی سنسکرت) آنکھ، نظر
دند	دشمن (دووند = سنسکرت)	درزاں	درز کی جمع
دندکر	دشمن	دُکرا	تکلیف ۔ زخم
دیکھیاں	دیکھی (فعل) کی جمع	داب	مال و اسباب
دھیریہ	حوصلہ ۔ استقلال	دُھیری	دوہری
دھیر	طرف، سمت	دِیّا	خدا
دھیرے	دہریئے	دیوا	چراغ
دیٹھے	دکھائی دے	ڈنڈوت	سلام
ڈٹا ویں	ڈانٹیں	درس	درشن ۔ دیدار
دونے	دونا ۔ یہ ایک قسم کا خوشبودار پیتہ	دھاک	ڈر ۔ رعب
		دیپ	چراغ
دار	(دوار) دروازہ	دول	آگ
دھات	طرح ۔ طریقے	دراہی	دوہائی

دان	خیرات	دیہہ	جسم
دھریں	رکھیں	دھوے	دھوئے گا (پنجابی)
دنیاں	دنیا کی الفیائی ہوئی شکل	دُرجن	دشمنی
دور	دودھ	دیونے تئیں	دینے کے لیے
دیتیاں	دیتی (فعل) کی جمع	درپن	آئینہ
دیپتا	چمکتا	دکھاکے	دوڑے ۔ بھاگے
درونا	باطن کا	دُھول جگ	دوجگ
دُرجک	صندوقچہ ۔ درج ۔ عربی	داڑھی	داڑھی
دھیانوں	دھیان کی جمع	داس	غلام
دادن	دامن	دیپاؤں	چمکاؤں
دروازیاں	دروازے	دھرن ہار	رکھنے والا
دُھلان	دھلانے	دُھسرے	دوسرے
		دس	دانت
دھنوں	(دھنش ۔ کمان) کمانیں	دوجے	دوسرے
	قوس قزح	دھن	مال ۔ عورت
دسن	دانت	دھنکرا	(دھنشیہ سنسکرت) کمان
دیونے	دینے	دیونے	دینے
دکال	برا زمانہ ۔ قحط	دیٹھ	(درشٹی سنسکرت) نظر آنکھ
دکھین	دیکھنا	دوکھ	دکھ
دیوتی	دیتی	دین ہار	روشن کرنے والا
دول	آگ ۔ حرارت	دیکھت	دیکھ کر

دیس	دکھائی دے	ڈاکے	ڈنک مارے
دوم	دم	ڈھالاں	ڈھال کی جمع
دین ہار	دینے والا	ڈھٹی	(ڈھٹ) مضبوط کپڑا
درئی	در	ڈیٹ	(ڈٹ) مضبوط
دیک	دیکھ	ڈاکی	(ڈاک) ڈنک
دیکھن ہار	دیکھنے والا	ڈگ	قدم
دیسن ہار	دکھائی دینے والا	ڈاٹیا	مغلوب کیا
دسیا	دکھائی دیا	دھادے	(دھانا - دوڑنا) دوڑے
دیکھیا	دیکھا	دیدیاں	دیدے کی جمع - آنکھیں

ڈ		ر	
		راہے	رہے
ڈکن ہار	ڈکنے والا	راتی	رات
ڈھالے	ناز سے حرکت دے	رنگیلیاں	رنگیلی کی جمع
ڈھلکتے نین	ناز سے حرکت کرتی آنکھیں	رلیاں	کھیلوں
ڈونگر	پہاڑ	رگڑیا	رگڑا
ڈون	(ڈونگر) پہاڑ	روچ	(روش سنسکرت) غصہ - روٹھنا
ڈھون ہار	ڈھونے والا	رہیا	رہا
ڈورک	ڈور	رہیاں	رہی (فعل) کی جمع
ڈونگائی	گہرائی	راجنا	راجا
ڈنڈ	بازو	راجے	راجا

رکت	خون (سنسکرت)	راتے	راندۂ درگاہ
رکھن ہار	رکھنے والا	رایا	راجا۔ حکمران
رُچ	(رچی: سنسکرت) لطف، شوق	روپوں	روپ کی جمع
روپ	شکل	راویں	طوطا (سنسکرت)
روپ وتنا	خوش شکل	رتری	سرخی
رین	رات	راکھنا	رکھنا
رینی	(رین) رات	روکھ	(ورکش: سنسکرت) درخت
رنجانے	رنج پہنچانے	رَچ	بنانا
ربابی	رباب: ایک قسم کا باجا	راہے	رہے
رست	صف۔ قطار (فارسی)	راس	(راشی: سنسکرت) ڈھیر
رُچ	(رچیہ: سنسکرت) جذبہ	رچوں	(رچوں) بناؤں
رسولاں	رسول کی جمع	راشٹ	ریاست۔ ملک
رانیاں	(راننا۔ حکمرانی کرنا)	رنگوں ماتا	قوس قزح
	حکمرانی کی۔	ریت	رسم۔ طریقے
راکھ	رکھ	رج	ذرہ
رک	رکھ	رُولا	رُلا
رکھن ہار	رکھنے والا	راج راسن	سلطنت کا محبوب: بادشاہ
رکیباں	رکاب کی جمع	روما رودم	رواں۔ جسم کے بال
رہیا	رہا	رس پور	رس دار
راجو	راج	رابیل	رائے بیل
راکھے	رکھے	رون	رونا

رکھ دیکھ	دیکھ بھال

ز

زیادت	زیادہ
زلیخاں	اسم خاص زلیخا کی انفیائی ہوئی شکل
زرینہ	زرین کپڑا
زحل	ساتویں آسمان کا ستارا جو نحس سمجھا جاتا ہے۔
زخماں	زخم کی جمع

س

سار	مانند۔ جیسے۔ لوہا۔ جوہر
سر	(سار) مانند
سرکا	جیسا
سراہوں	تعریف کروں
سرنا	ختم ہونا
سہادے	زیب دے
ستیں	سے
سوں	سے
سُہیلی سہیلی	سہیلی۔ سہیلا۔ خوشی اور

	سرمستی کا گیت
سکت	طاقت
سنواریا	سنوارا
ستاریاں	ستارے
سنگاریاں	سجائے
سات	ساتھ
سُد	سُدھ
سرن	(شرن، سنسکرت) پناہ
سُہے	زیب دے
سیو سیوا	غلام
سائیں	مالک۔ محبوب
سکسوں	سکوں گا۔
سٹ	ڈال
ساتی	ساتھی
سب	سب۔ تمام
سین	بچھونا
سیاں	سے
سُنے	سونے
سُروپ	خوب صورت
سنبوگی	عیش کرنے والا

سنالونیں	سناویں
سرجن	خالق
سرجیا	پیدا کیا
سبھاں	سب
سنگاتی	ساتھی
سُرگ	جنت
شوبھن ہار	زیب دینے والا
سنگ	ساتھ
سمُدر	سمندر
سرنگ	خوش رنگ
ست	سچ۔ حق
سکیا	سکھا
سکیاں	سکھیاں
سوُر	سورج
سُنئے	سونے
سُمت	دوست
سیڑیاں	سیڑھیاں
سودھن	محبوبہ
سکل / سکے	سب۔ تمام
سرے	ختم ہوے

سیوک	غلام
سجن	محبوب
سہاوا	زیبائش
سنتاپ	(سنسکرت) جلن۔ آگ
سُرگ بن	باغ بہشت
سنگھاس	سنگھاسن
سیس	سر (سنسکرت)
سنپت	دولت (سنسکرت)
ستیکار	وقعت، قیمت
سوکھ	سُکھ
سرب	(سرو سنسکرت) سب۔ تمام
سکلانا	سکھلانا
سُلکھن	اچھے گن والا۔ مبارک
سلول	خوب صورت
سنتوش	اطمینان۔ خوشی
ساقاں	ساق کی جمع
سمالے	سنبھالے
سنگارن	سنگار کرنا
سمدر آپار	بحر بیکراں
سُنبلا	خوشہ۔ آسمان کا چھٹا برج
سنن ہار	سننے والا

سنیا	سنا	سنجوگ	ملاقات۔ ملاپ
سیتی	سے	سراچے	بانس کا خیمہ
سیوا	خدمت		
سٹن ہار	(سٹنے) ڈالنے والا	سنگ	شنگھ
سمالا	سنبھالا	سامن	سامنے
سپور	بھرا ہوا	سوّں	وصل۔ قسم
سینا	سینہ	سرد	تمام۔ پورا۔ (سنسکرت)
سرونگ	پورا۔ سراپا (مراہٹی)	سائی	آقا۔ مالک۔ محبوب
سربند	پگڑی	سُوَرن	سنہری۔ زریں
سرئیں	ختم ہوتے ہیں	سم آچار	سماچار۔ خبر
سہس	ہزار	سربری	برابری۔ ہمسری
سکن ہار	سیکھنے والے	سُگند	خوشبو
سگن ہار	خوش صفات	سم	مقابل۔ برابر
سجن	محبوب	سندھری	(سندری بہ سنسکرت) حسینہ
سُجانی	دانش مند	سولکھن	نیک بخت۔ مبارک۔ اچھے گن والا
سُجان	عالم۔ دانش مند		
سونتا	سُنتا	سُہتا	(سپنا) خواب
ستاریاں	ستارے	سیوٹ	(سیوٹ۔ مراہٹی) انتہا۔ حد
سنمکھا	مقابل	ساچ	سچ۔ سچا
ساجنا، ساجنی	محبوب	سراگا	(سرے گا) ختم کرے گا
		ستونتاں	ست ونت (سچا) کی جمع

سوہن	سوتا	سوون سیج	سونے کی سیج۔ بستر
سَاج	سجاکر	سرک	پھندا۔ گرہ۔ جال
سنہپور	بھرا ہوا۔ معمور	کیس	بال
سڑیا	سڑا ہوا	ساند	(سندھی۔ سنسکرت) جوڑ
سنتوک	(سنتوش) اطمینان۔ خوشی	سنگڑی	انگیٹھی
سَلے	(سلکنا۔ کھٹکنا) کھٹکے	سوسوراں	(سوس = احساس۔ جذبہ)
سرن	(سراہنا۔ تعریف۔ خوشامد		محسوس کرواں
سَائی کھائی	گرپڑی	سگے سودر	عزیز و اقربا
سنگ خوار	پتھر کھانے والا کیڑا	ساج	زیب دینا۔ سازوسامان
سگن	سُگھنا	سیوکاریاں	خادمائیں
سست	سات (سنسکرت)	سمرت	(سنسکرت سمرتھ)۔ طاقتور
سیوے	خدمت کرنے	سُہنا	سونا
سپیڑی	گرفتار ہوئی	سنگ تراشاں	سنگ تراش کی جمع
سگیانی	عالم۔ عارف	سورہاٹڑی	چاند کا احاطہ یا گھر
سُگُن	اچھے گن	سوون محل	شبستان۔
سائیں	(سائیں) محبوب	سلائیاں	سلائی کی جمع
سکت	طاقت	سُار	سوار
سوناگ	اچھے ناگ	سہیا	سُہا
سنچر	(سنچل۔ سنسکرت) آہٹ شور و غل	ساری	گذاری
سپن	خواب (سپنا = سنسکرت)	سارے	گذارے
سناتا دے	سنادے کی انفیائی شکل	سوہی	دہیا

سُکال	خوش حالی کا زمانہ
سگند	خوشبو
سُکھ واسا	خوشی کی زندگی بسر کرنے والا
سُچیت	خوش دل
سجیری	سیج
سبد	(شبد۔ سنسکرت) لفظ۔ بات
ستیا	سُنا
سوس	احساس۔ جذبہ
سیک	تعلیم۔ تربیت

ش

شالیاں	(شالنا۔ اکسنا) اکسائیں
شانتی	امن۔ سکون
شریر	جسم
شیرک	(شپرہ) چمگادڑ
شرزا	شرزہ۔ خوف ناک۔ غصّے میں بھرا ہوا۔ اکثر شیر اور پلنگ کی صفت ظاہر کرنے استعمال کیا جاتا ہے
طست	طشت کی جمع

ص

صیحت	صحت

ض

ضربے	ضرب (مار) کی جمع

ط

طرا	طرہ
طبلے	صندوق
طشتاں	طشت کی جمع

ع

عقرب	بچھو۔ آسمان کا آٹھواں برج (جس سے جھگڑا اور فساد منسوب کیا جاتا ہے)
عطارد	دوسرے آسمان پر ایک ستارہ جسے منشی فلک کہتے ہیں۔ عطارد سے ہنرمندی تیزی اور طراری منسوب کی جاتی ہے۔
عاروس	عروس

غ

غطے	غوطے
غلبلی	غل مچانے والی
غلبلا	غُلغُلہ
غریبی	ترک وطن

ف

فق	فقہ
فرشتیاں	فرشتے کی جمع
فام	فہم ۔ سمجھ

ق

قبوے	قبول کرے ۔ اقرار کرے
قبایاں	قبا کی جمع

ک

کول	کنول
کاند	دلدار
کنو	کس ۔ کون
کپڑیاں	کپڑے
کلاکر	ملاکر
کلکوت	ہوس ۔ خواہش
کوُرنگ } کرنگ }	کالا
کونڈن	قید ۔ حبس
کونڈی	(کونڈنا ۔ بند کرنا) بند کیا
کوکل	(کوکلا ۔ سنسکرت) کوئل
کالوے	نالے
کاگ ۔ کگ	(کاگا) کوّا
کالیج	کلیجہ
کپٹ	دشمنی
کھلندرے	کھلنڈرے
کانٹھے	کانٹے
کلکلتیاں	شور مچاتی ہوئی
کستوری	مشک
کوِت	(کویتا) شاعری
کوُچ	کچھ
کھان	کان ۔ معدن
کیاں	کی (حرف اضافت) کی جمع
کالیاں	کالی (صفت) کی جمع
کد	کب

کرت	کرنا	کھاتپ	درخت کاٹنا
کہن ہارا	کہنے والا	کاری	ماہر
کال	پاس کے لیئے	کرتار	پروردگار۔ خدا
کان	کا (حرف اضافت) کی انفعالی ہوئی شکل۔	کاڑ	نکالنا
		کیوں	کیسے
کتیا	کتنا	کہیا	کہا
کتے	کتنے	کرا	کیا
کھاندے	کاندھے	کیرا	کا
کنٹھ	گلا	کیری	کی
کاچے	کچے	کیرے	کے
کن	کون	کوں	کو
کہایا	کہا	کنٹھے	گلے
کنٹھ	محبوب	کیتا	کرتا
کندرائیں	کراہت کریں	کچھ	کچھ
کھلن ہار	کھلنے والا	کرن ہار	کرنے والا
کانٹھ	کانٹا	کھن	آسمان
کھرونچائے	کندہ کروائے	کت	کیسے
کارن	سبب۔ وجہ	کہیا	کہا
کارنے	(کارن) وجہ سبب	کیہہ	کہ
کیس	بال	کٹہ	تالاب کا
کچوائے	گریز کرے	کریاں	کرن کی جمع

کھنچے	کاٹنے
کھوڑے / کرڑے	سخت
کھڑ اٹھی	کھڑی ہوگی
کو	کب
کھرے	خالص
کیرت	تعریف۔ وصف
کسیٹ	(کسوکٹ) پانچ دھاتوں کا مجموعہ
کلف	قفل
کدام	ایک درخت
کنک	سونا
کیلی	کنجی
کوندن (کندن)	سونا
کھلے	کھلے
کہتہ	ایک برج جس کی شکل ڈول کے جیسی ہوتی۔
کٹھو	کٹھور۔ سخت
کسمل	میلا
کندل	حلقہ
کوجھوں	کھوجوں۔ تلاش کرو
کی	کیوں
کرت	کیسے۔ کتنے
کامن	(کامنی) خوبصورت عورت
کال	موت۔ موت کا دیوتا
کتے	کہنے
کھیڈیریا	دکیدرا
کھاچی	سادگی
کوپ	غصہ
کٹک	(سنسکرت) فوج
کھلکی	تکلیف۔ مصیبت

کوا	کلنواں
کیٹ	بغض۔ دشمنی
کمل سار	کمل کے پھول کی طرح
کھنڈیاں	کھنڈی (خاص وزن) کی جمع
کن	پیاس
کلال	ساقی
کلال بچے	مغبچے
کوجھی	(کجی) کمزور بیوی
کھیکڑیاں	کھیکڑے کی جمع
کاڑ	نکال
کنداوے	کراہت کرے
کولا	گیدڑ
کچوات	کراہت
کبربری	ہمسری۔ برابری
کیا	(کایا) جسم
ککر	کہہ کر
کہشاں	کہکشاں
کھڑیاں	کھڑی (فصل) کی جمع
کندوری	دعوت۔ دسترخوان
کال	کالا سانپ۔ دشمن
کھلیا	کھلا
کھینچیاں	کھینچی (فعل) کی جمع
کھیاں	کھی (کھی فعل) کی جمع
کھلیاں	کھلی (فعل) کی جمع
کتیاں	کتی (کتنی) کی جمع
کھٹن	کٹھن
کوشاں	کوش (فارسی کفش۔ جوتا) کی جمع
کیوائیں	کوائی
کھانگے	کھائیں گے
کارا	کالا
کلا	ڈھنگ
کوچیاں	کوچے (کوچہ) کی جمع
کاہیت کو	کاہے کو
کلیجے	کلیجے
کال	وقت۔ دشمن
کلاونتاں	(کلاونت۔ فنکار) کی جمع
کوجتی	کوکتی۔ آواز کرتی

کھڑک	تلوار
کلبا	کلبہ
کاسیاں	کاسے کی جمع

گ

گھن پن	سن گن
گانٹ	گانٹھ۔ گرہ
گوسائیں	محبوب۔ خدا۔ آقا
گاؤنا	گانا
گھالنا	ڈالنا
گوریاں	گوری (لڑکی) کی جمع
گسائیں	آقا۔ محبوب۔ خدا
گھنٹ لاگت	گھٹنے لگے
گڑٹ	گھڑنا
گرو	پیر کامل۔ استاد
گردناں	گردن کی جمع
گرت	گرنا
گٹ / گھٹ	خیال۔ بات۔ راز
گوتی	(گوتر۔ سنسکرت) تخریہ
	قرابت دار

گولاں	(گول۔ دائرہ) کی جمع
گیرایک	گاہک
گنداویں	گوندھائیں
گیہوٹلا	گیہوں کے رنگ کا۔ گندمی
گنبھیر	سنجیدہ۔ گہرا
گمن	(گمنا) بسر کرنا۔ وقت گزارنا
گن	صفت
گمت	تماشہ
گیہ	(گرہ) گھر
گت	(سنسکرت) حالت
گندے	گوندھے
گوا	گواہ
گمیں	بسر کرے۔ گزارے
گرہوں	گرھب (غرور) کی جمع
گھندلیا	روند ڈالا
گنت	گنتی
گگن	آسمان
گل	گلا
گنونت	گن والا۔ خوش صفات
گیان	علم

گھیں	گزریں	لیایا	لایا
گھوڑیاں	گھوڑے کی جمع	لیاؤ	لاؤ
گایاں	گائے کی جمع	لیاوے	لائے
گوبند	خدا	لیوے	لیے
گدھنک	(گنت دھ) بو	لکھن	(لکشن سنسکرت) صفت
گھاڑھے	گڑھے		خوبی میمون ومبارک
گاونت	گانے والا	لکھمی	مبارک
گھرسی	جھونپڑی	لکھن ونتا	مبارک
گھنگرا	کمبل	لڑاں	لڑ کی جمع
گلال	(گل + لال) سرخ پھول	لھالیاں	لہولہان
گنتایا	گنتھایا	لاہین	شرمائیں
		لالن	محبوب
	ل	لوگاں	لوگ کی جمع
لیون	لوں	لوکاں	لوک (لوگ) کی جمع
لوڑے	چاہیے	کونچے	کوچے
لگ	تک	لوا	لو
لیکھیا	لکھا	لیکھے	لیے
لاب، لوب	(لابھ) فائدہ	لیدکر	(لیداند فریفتہ ہونا) فریفتہ ہوکر
لکھ، لک	لاکھ	لکھتر	لاکھوں
		لوین	آنکھیں

لڑماتا	گرتا پڑتا	لیون	لینا
لیوں	ایک قسم کا کپڑا	لیتیں	لیتے ہی
لوہی	لہو	لیوں	لوں
لاجوں	لاج (شرم) کی جمع	لیلاٹی	زمین پر لیٹنا
نھالا	نہال یہ شیدا	لیلناں	لینا کی انفعالی شکل
لگھیں	لگے۔ معلوم ہو	لہریاں	لہر کی جمع
لاوں	لگاؤں	لڑاں	لڑ کی جمع
لوہے	لہو	لاؤن	لانا
لنکھن	لگن۔ محبت	لیائیں	لائیں
لٹکتی	نازو ادا والی	لھالی	خوش حال
لا	لگا		

م

لوچ	لوچ		
لالنا	محبوب	مدن یان	شراب نوشی
لولت	(للت) محبوب	ماس	گوشت ۔ مھلیہ
لاکھاں	لاکھ کی جمع	ماں	میں
لٹا پٹ	ہم آغوشی	من	دل
لگیاں	لگی (فعل) کی جمع	مچھ	مچھلی
کھیاں	کہی (فعل) کی جمع	ماویں	سمائیں
لیکھنا	دیکھنا	مکُھ	چہرہ
لیتاں	لیتی (فعل) کی جمع	مھور	مور
لال	محبوب	منیں	میں
لاگیا	لگا	امنگ	مانگ

منگنا	مانگنا	میگ	میگھ
مانگیا	مانگا	ماٹی	مٹی
مدمستی	مست۔ بے خود	میلا وسے	ملائے
میا	مہربانی۔ محبت	مایاں	ماں کی جمع
موکھڑا	مکھڑا۔ چہرہ۔ صورت	منت	مت (دھیاں۔ خواہش)
ماوسے	سمائے		کی انفیائی شکل
مائیں	میں	میزدانیاں	میزبانی کی جمع
مانس	انسان	مندھیر }	گھر
مس	سیاہی	مندر }	
مکرا	چھت	میھو	مینہ۔ برسات
منج	میں	میھون	مینہ۔ برسات
مل سسی	ملے گا	مہالکھمی	مہالکشمی
موندھیا	بند کیا	منترتے	سحر کرتے
مانیا	مانا	مانیک	(مانک) جواہر۔ موتی
مل سے	مل سکے گا	مانک	جواہر۔ موتی
ملکے	کونپل	مد	شراب
منڈ	منڈی۔ سر	من مست	مست دل
مخمل	ایک قسم کا پھول جو مخمل کی	میھنے	طعنے
	طرح نرم ہوتا ہے۔	ماچھی	مچھی
مخمول	افسردہ	مارگ	راستہ (سنسکرت)
میتر	(متر۔ سنسکرت) دوست	مدن	محبت کا دیوتا
محلال	محل کی جمع	ماہ مہاں }	(ماں) میں

جھابلی	طاقتور		سونا گلانے کی پیالی
متوالی	متوالے	میرزایاں	امیروں کی بیٹیاں
میک	بکرا - جدی	میداتا	میدان کی جمع
مرتبا	مرتبہ	امدرس	شراب
مان	عزت	امرگ	ہرن
منگن ہار	مانگنے والا	میلتی	ملاپ
مسکتے	مسکراتے	مین	مچھلی
میلے	ملے	موہت	عاشق
من بھولانی	دل کو محو کر دینے والا	موہن	معشوق
من مہانا	(من موہن) محبوب	مولک	انمول
مچھیاں	مچھلیاں	مندا	دھیما سست - بے رونق
موتی بند	دُرنا سُفتہ	منش	(منش سنسکرت) آدمی
مٹکادنا	مٹکنا	مکرا	جدی
مت	(میت سنسکرت) دوست	مریخ	ایک ستارے کا نام جس
مہرائی	مہربانی		کو جلادِ فلک کہتے ہیں۔ قدیم
مسکیتا	مسکین کی جمع		رومیوں کا لڑائی کا دیوتا
میاونت	مہربان	مہمانا	(مہماناں) مہمان کی جمع
منجھے	مجھے کی انفیائی تشکل	مرن	مرنا
مہاجن	عظیم انسان	مسکٹیاں	(مسکٹیا = مسکانا) مسکراہٹیں
مٹھ بول	میٹھے بول	مگرے	موگرا
موس	کھٹالی - چاندنی	مرڈڑیاں	پیچ تاب

سرنیچے	بند کرے
میکھن	میگھ
میلیا	ملا

ن

ناؤں	نام
ناؤں	نام
نپاوے	پیدا کرے
نوازیاں	نوازا
نینوں	(نین = آنکھ) آنکھیں
نیر	پانی
نس	رات
نیس	رات
ناہ	نہیں
نعمتاں	نعمت کی جمع
نامے	نامۂ اعمال
نکٹ	نزدیک
ناہیں	نہیں
نشٹ	برباد
ناں	نہیں
نین	آنکھ

نت	ہمیشہ
نیت	ہمیشہ
نار	عورت
نیکے	اچھے۔خوب صورت
نرمل	صاف
نیرے	قریب
نیہہ	محبت
نیٹ	خالص۔تمام تر
نگارے	نقش و نگار۔تصویر کھینچے
نرجیو	(نرجیو) مردہ
نہاس	بھاگ دوڑ
نیڑا	نیوڑا
نرجیو	بے جان
نیٹ	استوار۔مضبوط
نیہا	محبت
نرگت	بے بساط
نکھیتر	(نکشتر۔سنسکرت) ستارے
نوا	(نیوڑا) مڑا ہوا۔جھکا ہوا
نیکلے	نکلے
نرسنگ	(سنسکرت) الگ۔علیحدہ
نارنگ	نارنگی

نھر	نھر	نھن وادوپن	بچپن
نھاٹیا	بھاگا	نھن داراں	بچے
نچنت	بے فکر	نکو	(مراہٹی) نہیں۔مت
ندھانی	(ندھان۔خزانہ۔معدن) خزانوں کا مالک	نوایا	(نوڑنا)۔جھکنا
		نیزیاں	نیزے کی جمع
نلاجی	(جس کو لاج نہ ہو) بے شرم	نیمونہ	نمونہ
نافا	نیافہ	نیندرائے	نیند سے بھری ہوئی آنکھیں
نرآدھار	بے سہارا		
نچھل	صاف	نھیالی	ننہالی
نکھول	(سنسکرت) ناخون	ننسگیاں	نسگی کی جمع
ند	ندی	نیچھائے	غور سے دیکھے
ندنیل	ندی کا پانی	نادنگ	(ناد۔آواز۔سنسکرت) نغمہ
نویلا	نیا		
نرگ	دوزخ	نوا	(نو۔سنسکرت) نیا
نوارے	(نوارن سنسکرت) ہٹانا۔ دور کرنا	نمے	نئے
		نپٹ	تمام۔خالص۔سراسر
نراس	ناامید	ناندھے	نہلائے
نبر	(نبل) حسین	نربھیا	(جس کو بھئے (خوف) نہ ہو)
نیٹ	ٹھیک۔درست		بے خوف
نین سکھ	کپڑے کی ایک قسم	نباڑا	نبا ہوا
ننھی	ننھی	نربھاگی	بدنصیب

نغارے	نقارے
نیوالا	نوالہ
نومدان	نوجوان
نہلی	نہالی
نخشارہ	رخسار

و

وِن	وہ - اِس (برج)
وھول	وہ
وصول	اصول
ویلی	(ویل - ویلا سنسکرت) وقت
وازآئی	باز آئی
وارنا	واردات
وِراس	(ورس - سنسکرت) بدمزہ بدذائقہ
وے	وہ
و	وہ
ونش	(سنسکرت) نسل - خاندان
ویناگ	مصیبت
ویراگ	بیراگ
ورن	رنگ

ھ

ہانس	ہنسلی - ایک قسم کا زیور
ہور	اور
ہسنی	ہنسی
ہنڈلائے	(ہانڈنا = گھومنا) گھومے۔
ہندو	کالے
ہمنا	ہم - ہمیں
ہرد	(ہردے سنسکرت) دل
ہلنہارو	ہلنے والا
ہیریا	ہرا
ہیا	(ہردے سنسکرت) دل
ہریکن	ہر ایک
ہلکیاں	ہلکی (ہلکنا = مانوس ہو جانا) کی جمع
ہنت ونت	ہنرمند
ہلسے	(ہلنا = مانوس ہونا) مانوس ہو سکے گا۔

ہان	(ہانی سنسکرت) نقصان
ہٹکنا	ٹوکنا
ہلکارنا	مبارزطلبی
ہزاراں	ہزاروں
ہنڈن	گھومنا
ہینڈی / ہیڈی	(ہنڈنا۔ گھومنا) گھومی
ہیم	سونا (دھات)
ہوا	ہوا۔ خواہش
ہوسے	ہوئےگا (پنجابی)
ہدرن	(ہدرنا) ہلنا۔ لرزنا
ہاوے	(فارسی آوا) آوے۔ بھٹی
ہویاں	ہوئی (فعل) کی جمع

ی

یتا	اتنا
یکن	ایک
یکیلے	اکیلے
یوگی	جوگی
یکیلا	اکیلا
یک	ایک
یہ	یہہ
یتی	اتنی
یکھاوا	ایک آدھا
یکٹ	ایک اکیلا
یکیلے پن	تنہائی
ین	(این) یہہ۔

کتابیات

۱ - ابراہیم زبیری - روضۃ الاولیاء بیجاپور - مطبع صبغۃ اللّٰہی - رائچور - ریاست حیدرآباد - ۱۳۰۳ھ

۲ - ترجمان القرآن - جلد دوم - ایجوکیشنل پرنٹنگ پریس لوہاری دروازہ لاہور - اپریل ۱۹۳۶ء

۳ - ابوالاعلیٰ مودودی - تفہیم القرآن حصہ دوم - مرکز مکتبہ اسلامی دہلی - جنوری ۱۹۷۵ء

۴ - اجمل خان - ترتیب ونزول قرآن مجید - کتب خانہ عزیزیہ - اردو بازار دہلی - ۱۹۴۱ء

۵ - اشرف تھانوی، شاہ محمد - بیان القرآن - محمدی پریس - دیوبند - ۱۳۷۴ھ

۶ - افسر صدیقی امروہوی - بیاض مراثی - انجمن پریس نشتر روڈ کراچی - اشاعت اول ۱۹۷۵ء

۷ - اکبرالدین صدیقی (مترجم) صحیفہ اہل ہدیٰ (از محی الدین ابن سید محمود قادری) اعجاز پرنٹنگ پریس حیدرآباد - ستمبر ۱۹۶۶ء

۸ - ایوب قادری، محمد (مترجم) تذکرہ علمائے ہند (از رحمٰن علی) جلد اول - پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی ۱۹۶۱ء

۹ - پکھتال، محمد مارماڈیوک - دی میننگ آف دی گلوریس قرآن (انگریزی) طبع دوم - نیویارک - فروری ۱۹۵۴ء -

۱۰ - پلاٹس ٹی ایے - ڈکشنری آف اردو کلاسیکل ہندی اینڈ انگلش - آکسفورڈ یونیورسٹی پریس ۱۹۶۵ء

۱۱ - جامی۔ نورالدین عبدالرحمن۔ مثنوی یوسف زلیخا۔ مطبع نولکشور لکھنؤ ۱۳۰۱ھ

۱۲ - جمیل جالبی۔ تاریخ ادب اردو جلد اول، طبع اول۔ جے کے آفسٹ پریس۔ جامع مسجد دہلی جنوری ۱۹۷۷ء۔

۱۳ - مثنوی کدم راؤ پدم راؤ۔ اشاعت اول۔ انجمن پریس کراچی ۱۹۷۳ء

۱۴ - چراغ علی، ڈاکٹر محمد۔ اردو مرثیے کا ارتقاء بیجاپور اور گولکنڈے میں ۱۸۰۰ء تک مدینہ پریس۔ حیدرآباد۔ اگست ۱۹۷۳ء

۱۵ - حفیظ الرحمن سیوہاروی۔ قصص القرآن۔ سلسلہ ندوۃ المصنفین دہلی۔

۱۶ - خان رشید۔ اردو کی تین مثنویاں۔ بار اول۔ لاہور پرنٹنگ پریس دہلی۔ جون ۱۹۶۸ء

۱۷ - راجیشور راؤ اصغر راجا۔ ہندی اردو لغت۔ زندہ طلسمات۔ فائن آرٹ پریس حیدرآباد۔ ۱۹۴۸ء

۱۸ - رام نرائن لال۔ پریکٹیکل ڈکشنری (ہندی انگریزی) الہ آباد ۱۹۲۵ء

۱۹ - رضا زادہ شفق۔ ڈاکٹر۔ تاریخ ادبیات ایران (فارسی)۔ تہران ۱۳۴۲ھ

۲۰ - سر سید احمد خان۔ تفسیر القرآن۔ جلد پنجم۔ علی گڈھ انسٹی ٹیوٹ پریس ۱۸۹۲ء

۲۱ - سلیمان۔ سلمان سید منصورپوری۔ الجمال والکمال۔ اسلامیہ اسٹیم پریس لاہور۔

۲۲ - سیف الدین قادری شاہ (مترجم) روضۃ الاولیاء بیجاپور (از ابراہیم زبیری) مطبع صبغۃ اللٰہی رائچور ریاست حیدرآباد ۱۳۱۴ھ

۲۴ - شوکت سبزواری۔ اردو زبان کا ارتقا۔ طبع اول۔ دی ستی پریس ڈھاکا۔ جولائی ۱۹۵۶ء۔

۲۵ - شمس اللہ قادری۔ اردوئے قدیم۔ تیج کمار پریس لکھنؤ ۱۹۶۴ء

۲۶ - طفیل احمد۔ یادگار شعراء۔ ہندوستانی اکیڈیمی۔ الہ آباد ۱۹۴۳ء

۲۷ - ظہیرالدین مدنی ڈاکٹر سید - ولی گجراتی - انجمن اسلام ریسرچ انسٹیٹوٹ
بمبئی سنہ ۱۹۵۰ء

۲۸ - عباس منصوری - خود آموز ترجمان القرآن - مدینہ بلڈنگ - حیدرآباد - شعبان
سنہ ۱۴۰۰ھ

۲۹ - عبداللہ شاہ - یوسف نامہ - (گلدستہ طریقت) مکتبہ نقشبندیہ - حسینی علم
حیدرآباد - سنہ ۱۲۷۱ھ

۳۰ - عبداللہ یوسف علی - دی ہولی قرآن (انگریزی) کشمیری بازار - لاہور سنہ ۱۹۳۸ء

۳۱ - عبدالحمید صدیقی - مقدمہ تاریخ دکن - اعظم اسٹیم پریس - حیدرآباد سنہ ۱۹۴۰ء

۳۲ - عبدالدائم جلالی، سید - بیان السبحان - وسیم فائن آرٹ پرنٹنگ
پریس دیوبند - سنہ ۱۳۵۶ھ

۳۳ - عبدالجبار ملکاپوری - تذکرۂ اولیائے دکن - حصہ اول - مطبع رحمانی -
حیدرآباد - سنہ ۱۳۲۹ھ

۳۴ - عبدالحق ڈاکٹر مولوی - اردو کی ابتدائی نشو ونما میں صوفیائے کرام کا کام -
یونین پریس دہلی -

۳۵ - عبدالحق ڈاکٹر مولوی - قطب مشتری (مرتبہ) مطبع ترقی اردو دہلی سنہ ۱۹۳۹ء

۳۶ - تذکرہ مخزن نکات (مرتبہ) مطبع اردو باغ اورنگ آباد سنہ ۱۹۲۹ء

۳۷ - عبدالحق حقانی - تفسیر حقانی - محمدی پریس - دیوبند سنہ ۱۹۵۶ء

۳۸ - عبدالقادر شاہ - موضح القرآن - مطبع جوہر ہند دہلی سنہ ۱۳۲۳ھ

۳۹ - عبدالحی فاروقی - تفسیر سورہ یوسف - مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

۴۰ - عبدالماجد دریابادی - تفسیر ماجدی - جلد سوم - تاج کمپنی لمیٹیڈ -

۴۱ - عبدالوہاب شطاری، سید - جنوبی ہند کے مشائخین کے نسب نامے - اسد

پریس میسور۔

۴۲ - عمار علی۔ تفسیر عمدۃ البیان۔ مطبع یوسفی دہلی۔ ۱۳۲۳ھ

۴۳ - غلام نبی ابن عنایت اللہ۔ قصص الانبیاء۔ نیا ربک ڈپو۔ حیدرآباد۔

۴۴ - غلام عمر خاں، ڈاکٹر۔ مثنوی لیلیٰ مجنوں۔ قدیم اردو۔ جلد دوم۔ ۱۹۶۷ء

۴۵ - فرمان علی سید۔ ترجمہ قرآن۔ نظامی پریس آہنی پھاٹک۔ لکھنؤ۔ ۱۳۲۶ھ

۴۶ - فتح محمد جالندھری۔ مولانا (مترجم) ہولی قرآن۔ وتھ انگلش ٹرانسلیشن۔ ماڈرن آفسٹ پرنٹرز۔ نئی دہلی ۶۔

۴۷ - گارساں دتاسی۔ خطبات گارساں دتاسی۔ انجمن ترقی اردو۔ اورنگ آباد ۱۹۳۵ء

۴۸ - گبس۔ ایچ۔ آر، جے ایچ کریمرس۔ شارٹر انسائیکلوپیڈیا آف اسلام۔ لیڈن ۱۹۷۴ء

۴۹ - لالہ سری رام۔ خمخانہ جاوید۔ جلد اول۔ مطبع مخزن دہلی ۱۹۰۸ء

۵۰ - مبارز الدین رفعت (مترجم) تاریخ ادبیات ایران (از رضا زادہ شفق) ندوۃ المصنفین اردو بازار دہلی۔ مارچ ۱۹۶۴ء

۵۱ - محمد بن ابراہیم (مترجم) تفسیر ابن کثیر (تفسیر محمدی) عاصمی برقی پریس ۱۹۳۵ء۔

۵۲ - محمود شیرانی، حافظ۔ پنجاب میں اردو۔ سمار پرنٹنگ پریس لکھنؤ۔ فروری ۱۹۷۰ء

۵۳ - " مقالات حافظ محمود شیرانی۔ جلد چہارم۔ مرتبہ مظہر محمود شیرانی۔ مجلس ترقی ادب کلب روڈ۔ لاہور۔

۵۴ - محی الدین قادری زور ڈاکٹر سید۔ کلیات سلطان محمد قلی قطب شاہ مکتبہ ابراہیمیہ مشین پریس۔ حیدرآباد۔ ۱۹۴۰ء / ۱۳۵۹ھ

۵۵ - محی الدین قادری زور ڈاکٹر سید۔ دکنی ادب کی تاریخ۔ ہیرڈ آفسٹ پریس دہلی ۱۹۵۸ء

۵۶ - " اردو شہ پارے۔ مکتبہ ابراہیمیہ۔ حیدرآباد۔ ۱۹۲۹ء

۵۷ - " ہندوستانی لسانیات۔ شاہی پریس لکھنؤ۔ مارچ ۱۹۶۰ء

۵۸ - سرگذشت حاتم ۔ اعظم اسٹیم پریس ۔ حیدرآباد ۱۹۴۴ء

۵۹ - 〃 تذکرہ گلزار ابراہیم ۔ (مرتبہ) از علی ابراہیم خاں خلیل علی گڑھ ۱۹۳۴ء

۶۰ - مسعود حسین خاں، ڈاکٹر ۔ ابراہیم نامہ (مرتبہ) از عبدل دہلوی ۔ دائرۃ المعارف ۔ حیدرآباد ۱۹۶۹ء

۶۱ - 〃 پرت نامہ (مرتبہ) از فیروز بیدری ۔ قدیم اردو ۔ جلد اول ۔ ۱۹۶۵ء

۶۲ - 〃 مقدمہ تاریخ زبان اردو ۔ بار سوم ۔ کمال پرنٹنگ پریس دہلی ۱۹۵۸ء

۶۳ - مقبول احمد سعید ۔ ترجمہ قرآن ۔ یوسفی پریس ۔ دہلی ۔ اپریل ۱۹۲۹ء

۶۴ - موڈی ۔ موریز ٹکسٹ بک آف میڈیکل جورلیس پروڈنس اینڈ ٹکزی کالوجی ۔ ام این ترپاٹی لمیٹیڈ ۔ بمبئی ۱۹۶۷ء

۶۵ - میر تقی میر ۔ نکات الشعرا ۔ مطبع نظامی پریس بدایون ۔

۶۶ - میر حسن ۔ تذکرہ شعرائے اردو ۔ علی گڑھ ۱۹۲۲ء

۶۷ - نذیر احمد، ڈپٹی ۔ قران مجید مترجم و با محاورہ مع فوائد نامعۂ ۔ مطبع انصاری ۔ دہلی ۔

۶۸ - نذیر احمد، ڈاکٹر ۔ تحقیقی مطالعے ۔ طبع اول ۔ سرفراز قومی پریس لکھنؤ ۔ فروری ۱۹۵۴ء

۶۹ - نصیر الدین ہاشمی ۔ دکن میں اردو معہ اضافہ آندھرا پردیش میں اردو ۔ چھٹی اشاعت ۔ نامی پریس لکھنؤ ۱۹۶۳ء

۷۰ - 〃 یورپ میں دکنی مخطوطات ۔ چندر کانت پریس گولی گوڑہ ۔ حیدرآباد

۷۱ - 〃 کتب خانہ نواب سالار جنگ مرحوم کی اردو قلمی کتابوں کی وضاحتی فہرست ۔ مطبع ابراہیمیہ کنل منڈی حیدرآباد ۱۹۵۷ء ۱۳۷۶ھ

۷۲ - 〃 اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد آندھرا پردیش (کتب خانہ آصفیہ) کے اردو مخطوطات ۔ جلد اول مطبع ابراہیمیہ ۔ کنل منڈی حیدرآباد ۱۹۶۱ء ۱۳۸۱ھ

۷۳ - نصیرین شیخ کمال قریشی خاں ۔ مجموعہ حالات شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی قدس سرہ العزیز (فارسی) مطبع شہابی ۔ بھنڈی بازار ۔ بمبئی ۔

۷۴ - نورالحسن انصاری، ڈاکٹر۔ فارسی کی دلکش داستانیں ۔ جید پریس ۔ دہلی۔ آگسٹ ۱۹۷۵ء

۷۵ - نول جی سٹری۔ نالندہ وشال شبد ساگر (ہندی لغت) نیو امپریل بک ڈپو دہلی۔

۷۶ - ولبسٹر۔ انٹرنیشنل وبسٹرس نیو انسائیکلوپیڈیا ڈکشنری ۱۹۷۲ء

۷۷ - یوسف کھٹکھٹے محمد ۔ (مترجم) مجموعہ حالات شاہ وجیہہ الدین علوی گجراتی قدس سرہ العزیز (اردو) مطبع شہابی ۔ بھنڈی بازار ۔ بمبئی ۔

مخطوطات

۱ - احمد۔ نورنامہ (۱۱۳۶ھ) مخطوطہ نمبر ۸۴۲ - ادارۂ ادبیات اُردو ۔ حیدرآباد ۔

۲ - " ۔ نورنامہ ۔ مخطوطہ نمبر ۳۹۹ ۔ کتب خانہ سالار جنگ ۔ حیدرآباد

۳ - واجد علی شاہ اختر ۔ ریاض القلوب (ترجمہ حیاب القلوب از محمد باقر مجلسی ۔ جلد اول نمبر داخلہ ۶۶۵ کتب خانہ سالار جنگ ۔ حیدرآباد

۴ - وجہی ۔ اسداللہ ۔ دیوان وجیہہ (فارسی) مخطوطہ نمبر ۵۱۱ ۔ ادب نظم ۔ فارسی ۔ داخلہ نمبر ۲۴۵۲ ۔ کتب خانہ سالار جنگ حیدرآباد ۔

۵ - رسالہ تصوف ۔ مخطوطہ نمبر ۳۴۵ ۔ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد

بیاضیں

۶ - بیاض مراثی ۔ نمبر ۳ ۔ کتب خانہ سالار جنگ ۔ حیدرآباد

۷ - " نمبر ۴ ۔ " "

مضامین

۱ - سخاوت مرزا، مشفق خواجہ۔ ادبیاتِ گجرات۔ تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند چھٹی جلد جبیب پریس لاہور ۱۹۷۱ء

۲ - سیدہ جعفر، ڈاکٹر۔ بھاگ متی اور اس کا نودریافت مقبرہ۔ آج کل جولائی ۱۹۸۰ء

۳ - محمود شیرانی، حافظ۔ مثنوی لیلیٰ مجنوں از احمد دکنی (مضمون) اورینٹل کالج میگزین نومبر ۱۹۲۵ء

۴ - محی الدین قادری زور، ڈاکٹر سید۔ اردو ادب قطب شاہی دور میں (مقالہ) علی گڈھ تاریخ ادب اردو پہلی جلد۔ علی گڈھ مسلم یونیورسٹی پریس ۱۹۶۲ء

۵ - نذیر احمد۔ ڈاکٹر۔ اردو ادب عادل شاہی دور میں (الف) (مقالہ) علی گڈھ تاریخ ادب اردو۔ پہلی جلد علی گڈھ مسلم یونیورسٹی پریس ۱۹۶۲ء

۶ - نصیر الدین ہاشمی۔ اردو میں لیلیٰ مجنوں کی داستانیں (مضمون) دکنی قدیم اردو کے چند تحقیقی مضامین یونین پرنٹنگ پریس۔ دہلی ۱۹۶۳ء

اشاریہ

اشخاص

ا

ص

ض

ط

ظ

ع

ن

مقامات:

ا

ب

ت

کتب:

مصنفہ کی دوسری کتابیں :

۱۔ ماسٹر رام چندر اور اردو نثر کے ارتقاء میں اُن کا حصہ (تحقیق)
۲۔ من سمجھاون ————— (تحقیق و ترتیب)
۳۔ فن کی جانچ ————— (تنقید)
۴۔ دکنی رباعیاں ————— (تحقیق)
۵۔ تنقید اور اندازِ نظر ————— (تنقید)
۶۔ سُکھ انجن ————— (تحقیق و ترتیب)
۷۔ اردو مضمون کا ارتقاء ————— (تنقید)
۸۔ من سمجھاون (ہندی) ————— (ترتیب)
۹۔ یادگار مہدی ————— (ترتیب)
۱۰۔ دکنی نثر کا انتخاب ————— (تحقیق و ترتیب)
۱۱۔ کلیات محمد قلی قطب شاہ ————— (تحقیق و ترتیب)
۱۲۔ چندر بدن و مہیار (ہندی)
(زیرِ طبع — ہندی اکیڈمی آندھرا پردیش)
۱۳۔ ڈاکٹر زورؔ — شخصیت اور ادبی کارنامے
(زیرِ طبع — ساہتیہ اکیڈمی۔ نئی دہلی)